وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ پارہ ۴

اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو ہرگز مُردہ نہ گمان کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پاتے ہیں

در میانِ کربلا از بسکہ قحطِ آب شُد
اشک در چشمِ یتیماں گوہرِ نایاب شُد

علیؑ محمدؐ فاطمہؑ

نعیم الابرار

حسنؑ حسینؑ

جلد دوم

مؤلفہ

نعیم الواعظین سرکار نعیم الملت جناب مولانا غلام حسین صاحب شہید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ (پارہ ۴ ع ۱)

اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مردہ گمان کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پاتے ہیں

درمیانِ کربلا از بسکہ قحطِ آب شد
اشک در چشمِ یتیماں گوہرِ نایاب شد

نعیم الابرار

فی

اذکار النبی المختار و آلہ الاطہار

جلد دوم

مؤلفہ

نعیم الواعظین سرکار نعیم الملۃ جناب مولانا غلام حسین صاحب قبلہ نعیمی ساہیوال (پاکستان)

ناشر
مکتبۃ النذیر بالمقابل مسجد حیدریہ جی ٹی روڈ ساہیوال (پاکستان)

فتاویٰ

از قلم جناب حجۃ الاسلام اعلم العلماء الکرام آقائی السیّد محسن حکیم طباطبائی مجتہد اعظم

نجف اشرف عراق

عریضہ ۱ :- ۴ر ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ، جناب آقائی آقا حضرت حجۃ الاسلام مجتہد اعظم دام ظلکم العالی

سلام علیکم ورحمتہ اللہ! عرض یہ ہے کہ میں حضور کا مقلد ہوں۔ میرا شغل زندگی صرف مجالس ہی ہے مجھے دس دن گھر رہنے کا کبھی موقع نہیں ملتا۔ اکثر مجالس پر رہتا ہوں۔ لوگ مجھے اپنے ہاں مجلس پر بلاتے ہیں بغیر دعوت کے میں کبھی مجلس پر نہیں جاتا میرے لئے کیا حکم ہے۔ سفر میں نماز قصر یا کہ پوری نماز اور رمضان المبارک کے روزے کا کیا کرنا چاہیئے والسلام مع اکرام۔

خادم الثقلین غلام حسین عفی اللہ عنہ 14-2-67

الجواب۔ بسمہ سبحانہٗ

نماز تمام ہوگی اور روزے بھی رکھیں گے۔ فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دستخط ٥ مہر مبارک مجتہد اعظم ۱۷ر ذیقعد ۱۳۸۶ھ

عریضہ ۲ :- جناب قبلہ آقائے آیۃ اللہ العظمیٰ مجتہد اعظم دام ظلکم العالے

سلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ انشاء اللہ آپ معہ متعلقین خیریت سے ہونگے مندرجہ ذیل مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے۔

سوال :- کیا لڑکی یعنی دختر کو لکھنے پڑھنے کا طریقہ سکھانا جائز ہے آج کل کی بچیاں پاکستان میں سکولوں اور کالجوں میں پڑھتی ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے کہ انہیں پڑھانا درست ہے یا کہ ناجائز ہے۔

خادم الثقلین :- غلام حسین عفی اللہ عنہ مکان ۲۲۵ فرید ٹاؤن بس سٹاپ ساہیوال مغربی پاکستان 4.4.67

الجواب :- بسمہ سبحانہٗ اگر اخلاق کے فاسد ہونے اور حرام میں واقع ہونے کا موجب نہ ہو تو جائز ہے۔ فقط والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔

دستخط قبلہ محسن الحکیم مجتہد اعظم ٥ مہر مبارک ۱۳۸۷ ۲۶۲۸

عریضہ ۳ :- اعلم دوران افقہ زمان حجۃ الاسلام آیت اللہ فی العالمین حضرت مولانا محسن الحکیم طباطبائی

دام ظلکم علیٰ رئیس المومنین

سلامٌ علیکم وعلیٰ من لدیکم من المومنین جمیعاً و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

انشاء اللہ آپ معہ متعلقین خیریت سے ہوں گے عرض یہ ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل کا جواب مطلوب ہے۔

سوال ۱ :- مجالس پڑھنے کی فیس طے کرکے لینا جائز ہے کیا اس مجلس کا ثواب روضہ خواں کو بھی ہوگا جس کی فیس نذرانہ اس نے طے کرکے لے لیا ہو۔

الجواب :- بسمہ سبحانہ، جائز ہے فی الجملہ ثواب کا حاصل ہونا قصد قربت پر مبنی ہے۔

سوال ۲ :- کیا روز عاشورہ مجلس پڑھ کر نذرانہ لینا حرام ہے۔

الجواب :- بسمہ سبحانہ، جائز ہے۔

سوال ۳ :- کیا آج کل کی فوج کی ملازمت جائز ہے خصوصاً پاکستان کی فوجی ملازمت کرنا۔

الجواب :- بسمہ سبحانہ، اگر حرام میں واقع نہ ہو اور مومنین کے لئے فائدہ ہو تو جائز ہے۔

سوال ۴ :- ہمارے ملک میں ذاکرین حضرات اس طرح پڑھتے ہیں کہ دو تین آدمی ان کے پیچھے بطور امداد کے آواز لگاتے ہیں جب ہم بازار سے گزرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ ریڈیو کے گانے کی طرز پر ذاکر نے قصیدہ مدح محمدؐ و آل محمدؐ میں پڑھا ہے۔ ہم غنا کو نہیں جانتے صرف ریڈیو کے گیت سے ذاکر کے قصیدہ کو غنا سمجھتے ہیں۔ کیا ایسے ذاکر کا پڑھانا، سننا، اور اس کو فیس نذرانہ دینا اور ان کی اس فن میں کوئی امداد کرنا جائز ہے۔

خادم الثقلین : غلام حسین عفی اللہ عنہ، فرید ٹاؤن ساہیوال۔ 20-2-68

الجواب :- بسمہ سبحانہ، اگر بقصد تلہی ہو تو حرام ہے اور اگر بقصد ترویج ہو تو جائز ہے۔ آپ کی توفیقات میں اضافہ کے لئے دعاگو ہوں۔ فقط والسلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ،

دستخط قبلہ آقائے محسن حکیم مجتہد اعظم نجف اشرف عراق۔

۱۳۸۸
۱۵ محرم ... مہر مبارک

دیباچہ

الحمد لاھلہ والصلوٰۃ علیٰ اھلھا

خالقِ کائنات کا ہر لمحہ لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس میرے کریم و رحیم معبود نے مجھے "نعیم الابرار" کی دوسری جلد کے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ قارئین کرام کتاب کے مطالعہ کے بعد خود آسانی سے فیصلہ فرماسکیں گے کہ زیر نظر کتاب کو کس خوبی، خوش اسلوبی سے مرتب اور شائع کیا گیا ہے۔ ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ کوئی واقعہ تشنۂ حوالہ نہ رہے۔ عربی عبارتوں پر بھی اعراب لگانے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ مستند اور محقق واقعات کو زیب قرطاس کیا گیا ہے ضعیف روایات سے اجتناب و احتراز کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی فاضل بزرگ میری کتاب "نعیم الابرار" سے کامل اتفاق نہ رکھتے ہوئے یہ رائے ظاہر کرے کہ اِس کتاب میں ضعیف روایات اور غلط واقعات درج کئے گئے ہیں تو اس بزرگ کی خدمت اقدس میں بصد ادب میں عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ حضور جس واقعہ کو آپ غلط اور ضعیف سمجھتے ہیں کیا تمام علماء شیعہ کا آپ سے اتفاق ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جو فتوے میرے لئے صادر فرمانا آپ خدمتِ دین سمجھتے ہیں وہی فتویٰ ان علمائے کرام پر، صادر فرمادیں۔ جو آپ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ کہنے کو تو علمائے کرام ارشاد فرماہی دیا کرتے ہیں کہ بعض واعظین حضرات، غلط روایات پڑھا کرتے ہیں۔ مگر ان ضعیف روایات کے اختلافات کی ذمّہ داری واعظین حضرات پر عائد نہیں ہوتی بلکہ اختلافات قدیم سے علمائے کرام میں ہی چلے آرہے ہیں۔ چند اختلافات مابین علمائے کرام درج ذیل ہیں۔ ملاحظہ فرماکر خدا کے لئے فیصلہ ارشاد فرمادیں کہ اس میں ان واعظین حضرات کا کیا قصور ہے۔

۱۔ سانحہ کربلا میں تعداد افواج اشقیاء اور انصار حسین علیہ السلام کا تعین آج تک علمائے کرام سے نہیں ہوسکا۔

۲۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے سر اطہر کے بارے میں علمائیں کثرت سے اختلاف رائے ہے۔

۳۔ اہلبیت علیہم السلام کی زندانِ شام میں مدت قید کا تعین تحقیق سے ایک مدت تک ابھی علمائے کرام مقرر نہیں کر سکے۔

۴۔ حضرت سکینہ بنت الحسین علیہا السلام کی زندانِ شام میں وفات یا کہ ۱۱۷ھ ہجری میں انتقال ہوا اس بارے میں علمائیں سخت اختلاف ہے۔ کچھ بزرگوں نے تو، عبدالحلیم شرر کے مسلک کو تقویت پہنچانے کے لئے ۱۱۷ھ ہجری پر زور دے کر ثابت کر دکھلایا کہ جناب سکینہ کا انتقال کمسنی میں نہیں ہوا اسی طرح اکثر علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جناب سکینہ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا ہے۔

۵۔ حضرت مسلم بن عقیلؑ کے شہزادوں کے بارے میں شدید اختلاف ہے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ کوفہ کو تشریف لے گئے تھے یا کہ کربلا سے شام غریباں کو گم ہوئے تھے۔

۶۔ جناب فاطمہ صغریٰ مدینے میں رہیں یا کربلامیں اہلبیت کے ہمراہ تشریف لے گئی تھیں۔ جناب مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ کراچی نے حضرت فاطمہ صغریٰ کا مدینے میں رہنا بیان فرمایا ہے۔

۷۔ جناب عونؑ اور محمدؑ جناب ثانی زہراؑ کے حقیقی فرزند تھے یا حضرت عبداللہ بن جعفر کے فرزند تھے۔ علماء شیعہ میں اس بارے میں قدرے اختلاف ہے۔

۸۔ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام بڑے تھے یا علی اکبر بڑے تھے علماء شیعہ ابھی تک ایک فیصلہ پر قائم نہیں ہو سکے۔

(۹) حضرت ام کلثوم حضرت امیرالمؤمنین کی کوئی اور بیٹی تھی یا کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا کا دوسرا نام ام کلثوم ہی ہے۔ قدرے اختلاف ہے۔

(۱۰) حضرت عبداللہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ہی ایک دن کا فرزند تھا جو کربلا میں شہید ہوا۔ یا کہ علی اصغر کا نام ہی عبداللہ ہے۔

(۱۱) حضرت قاسم کا عقد کربلامیں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی کسی لڑکی سے کیا یا کہ نہیں اس میں اکثر علماء تو نفی میں جواب دیتے ہیں مگر جناب قبلہ حضرت مولانا سید کلب حسین، شاہ صاحب مجتہد العصر لکھنؤ فرماتے ہیں کہ حضرت قاسم کا عقد فاطمہ کبریٰ سے کربلامیں حضرت امام عالی مقام نے کیا تھا۔ دیکھیں مجالس الشیعہ ص۱۳۷ تیسرا ایڈیشن۔

(۱۲) کربلا کے میدان میں پانی ساتویں محرم کو بند ہوا یا کہ دسویں محرم کو بھی پانی خیام اہلبیت میں موجود تھا۔

اس اختلاف کی نشاندہی میں کتاب مواعظِ حسنہ کے صـ۲۹۵ سے پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرما سکتے ہیں
(۱۳) جناب ثانیؑ زہراؑ کی قبر مقدس میں شدید اختلاف ہے۔ مدینہ منورہ۔ مصر اور شام میں بتلائی جاتی ہے کیا یہ مقررین میں اختلاف ہے یا کہ علمائے کرام میں اختلاف ہے۔
(۱۴) آلِ محمدؐ کیا دو بارہ قید ہوئے ہیں۔ اس میں بھی اختلاف کثیر ہے جو علمائے کرام کے مابین ہے۔
(۱۵) قافلہ آلِ محمدؐ قید سے رہا ہو کر پہلے کربلا تشریف لے گئے تھے یا کہ مدینہ منورہ مراجعت فرما ہوئے اس اختلاف کے موجد کون بزرگ ہیں۔
(۱۶) جناب سکینہ حضرت اُم کلثوم اور حضرت عبد اللہ وغیرہ کی قبریں شام کے قبرستان میں ہیں۔ جن میں اختلاف کثیر ہے کہ یہ قبریں ان بزرگوں کی نہیں ہیں بلکہ ان کی قبور مدینہ منورہ بقیع میں موجود ہیں
(۱۷) آج تک علمائے کرام سے تو یہ بھی فیصلہ نہ ہو سکا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد کتنی تھی اور تعداد ازواج کیا ہے۔

● حضرات خوف طوالت دامن گیر ہے ورنہ میں علمائے کرام کے اختلافات کو ترتیب دے کر ایک ضخیم کتاب مرتب کر سکتا ہوں یہ بطور نمونہ کے چند ایک اختلافات پیش خدمت ہیں جو صرف واقعات کربلا میں مابین علمائے کے پائے جاتے ہیں۔ فقہی اختلاف مثل جمعہ، جماعت، خمس، زکوٰۃ، حج وغیرھا میں تو کیا ہی کہنا، ہاں آپ ارشاد فرمادیں گے کہ یہ تاریخی باتیں ہیں ان میں اگر اختلاف ہو تو کوئی حرج نہیں۔ تاریخ میں اختلاف کا ہونا ضروری ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ اے میرے واجب الاحترام بزرگو جب ان تاریخی اختلافات کا کوئی ہرج نہیں تو ان کو اگر کوئی مقرر، واعظ پڑھ دے تو پھر کیوں ہرج مرج ہونے لگتا ہے اور مقررین پر فتاویٰ کذب بیانی کے کیوں صادر ہونے لگتے ہیں۔ آخر میں کتاب "نعیم الابرار" کے قارئین کرام سے میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے ہر واقعہ کو مع حوالہ کے درج کر دیا ہے۔ آپ اصل کتاب سے تسلی فرما سکتے ہیں۔ استدعا ہے کہ میرے لئے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے مزید توفیق عطا فرمائے کہ میں باقی ماندہ تین جلدوں کو شائع کر سکوں۔ ہاں اگر کتاب میں لغزش یا غلطی ہو تو اپنے نیک مشورہ سے حقیر کو سرفراز فرمادیں تاکہ دوسرے اڈیشن میں اس کی تصحیح اور درستی ہو سکے اور اگر کتاب کا مطالعہ آپ کے لئے باعث اضافہ ایمان ہو تو میرے لئے دعائے خیر فرمادیں۔ کہ اللہ تعالےٰ بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام مجھے اور میرے والدین، میرے

لواحقین کو محمد و آلِ محمد علیہم السلام کی نظرِ رحمت سے سرفراز فرمائے ۔ آمین یا ربّ العالمین بحق محمد و آلہ الطیبین الطاہرین۔

خادم الثقلین غلام حسین عفی اللہ عنہ

(جملہ حقوق بحق مؤلف و ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب : نعیم الابرار جلد نمبر 2

ناشر : رضا احمد تقی

طابع : مکتبہ النذیر بالمقابل مسجد حیدریہ، جی ٹی روڈ، ساہیوال

قیمت : =/150 روپے

اشاعت

بار اول	1,000	فروری 1976ء
بار دوم	1,000	جون 1978ء
بار سوم	1,000	مارچ 1980ء
بار چہارم	1,000	اگست 1983ء
بار پنجم	1,000	جنوری 1989ء
بار ششم	1,000	جنوری 1991ء
بار ہفتم	1,000	اکتوبر 1996ء

تصنیفات سرکار نعیم الملّۃ مدظلہٗ اور دیگر مذہبی کتب

ملنے کا پتہ :-

رحمت اللہ بک ایجنسی کاغذی بازار کھارادر کراچی

تاثرات

از قلم فخر الواعظین عالیجناب مولانا نذر حسین صاحب ظفر مدرس دار العلوم محمدیہ سرگودھا

حضرات مومنین کرام! کتاب "نعیم الابرار" فی اذکار النبی المختار و آلہ الاطہار جو آپ کے سامنے ہے۔

- ناشر فضائل و مصائب سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام، خطیب قوم، نعیم ملت جناب الحاج مولانا غلام حسین صاحب زیدت مکارمہ السامیہ کی محنت شاقہ کا نتیجہ اور ان کی بالغ نظری و جہد بلیغ کی بیّن دلیل ہے۔
- اس کتاب میں مؤلف موصوف کی وہ بیش مقبولِ عام و خاص مجالس ہیں جو آپ پاکستان کے اہل اسلام و اہلِ ایمان کے عظیم الشان اجتماعات میں پڑھ کر دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔
- نعیم الملّت مولانا غلام حسین صاحب کی ذاتِ گرامی، حلقۂ مومنین میں محتاجِ تعارف نہیں، آپ ملتِ شیعہ اثنا عشریہ کے مایۂ ناز خطیب اور قابلِ فخر واعظ اور مبلّغ ہیں۔ پشاور سے کراچی تک فنِ خطابت اور تبلیغ و موعظہ میں آپ کی شہرت اور مقبولیت اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے۔
- مؤلف موصوف نے کثرتِ مجالس اور فریضہ حج کی ادائیگی کی وجہ سے اپنی عدیم الفرصتی کی بنا پر اس کتاب کی کتابت اور طباعت کی نظارت میرے سپرد فرمائی۔ میں نے کتاب کے جملہ مضامین اور تمام مجالس کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا، عناوین مجالس قائم کئے، حواشی ثبت کئے، کتاب کی افادیت اور جاذبیت برقرار رکھنے میں پوری پوری کوشش کی ہے۔ لہٰذا زیرِ نظر کتاب اپنی ظاہری و معنوی خوبیوں کی بنا پر موضوع روضہ خوانی میں یقیناً اپنی نظیر آپ ہے۔
- کتاب "نعیم الابرار" کی تمام مجالس تفسیرِ قرآن، واقعاتِ غریبہ، نکاتِ عجیبہ، اشعارِ سنجیدہ، رباعیاتِ فریدہ، لطائف مفیدہ اور مصائب مبکیہ سے مشحون و مملوء ہیں اور زمانہ حاضر میں مقرِرانہ اشارات سے مزیّن، مناظرانہ نوک جھونک اور حوالہ جات سے آراستہ ہیں۔ ان حقائق کے علاوہ

ہر مجلس میں اوّل سے آخر تک ربط قائم اور برقرار ہے۔ بلکہ مؤلف موصوف نے جس موضوع کو شروع کیا ہے۔ اس کے کسی پہلو کو تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑا۔ اس سے پہلے روضہ خوانی کے سلسلہ میں جو کتب بھی معرض وجود میں آئی ہیں۔ ان میں سے بعض میں صرف واقعات ہیں نکات نہیں اور بعض میں فضائل تو ہیں لیکن موثر مصائب نہیں بعض میں مصائب تو موجود لیکن فضائل مفقود ہیں مگر کتاب "نعیم الابرار" تمام اوصاف مذکورہ کی حامل اور صفات مزبورہ کی جامع ہے

لہٰذا اس تالیف منیف کا مطالعہ کرنے والا ہر فرد ملت میری تائید کرے گا کہ یہ کتاب اس فن کی ابتدار کرنے والے مقررین و واعظین اور مبلغین و مناظرین کے لئے صرف مشعل راہ ہی نہیں بلکہ استاد کامل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ دو جلدیں طبع ہو چکی ہیں اور باقی تین بھی عنقریب طبع ہو کر منظر عام پر آجائیں گی۔ انشاءاللہ

○ علاوہ ازیں مؤلف موصوف نے "پہلی جلد میں میں نے مذہب شیعہ کیوں قبول کیا؟" کے ذیل میں بائیس ۲۲ لاینحل سوالات" تحریر کر کے کتاب کی افادیت و اہمیت اور عظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

حضرات مومنین کرام ! یہ ایسے مشکل سوالات ہیں جو ناصبیوں، خارجیوں کے موہنوں میں لگام چڑھانے کا کام دیتے ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ ان سوالات کے جوابات کوئی ناصبی، خارجی ملاں ہرگز ہرگز نہیں دے سکتا۔ ولوکان بعضھم لبعض ظہیرًا۔

حررہ المتمسک بالثقلین نذر حسین
مدرسہ دارالعلوم محمدیہ سرگودھا

مضامین مجالس

صفحات مجالس

* فتاوی مجتہد اعظم آقا سید محسن الطباطبائی الحکیم نجف اشرف (عراق) ۲
* دیباچہ از مؤلف محترم ۴
* تاثرات از رشحات قلم فخر الواعظین جناب مولانا نذر حسین صاحب ظفر مدرس دار العلوم محمدیہ سرگودہا ۸

پہلی مجلس :- ذکر خدا ۔ عزاداری سید الشہداء معجزہ ہے ۔ جناب سکینہ بنت الحسین کے مصائب اور شہادت ۔ ۱۲

دوسری مجلس :- فتح و شکست کا معیار، انبیاء علیہم السلام کی فتح، جناب سید الشہداء کا ربط مصائب پامالی لاشہائے شہداء، ثانی زہراء کا کوفہ میں خطبہ ۳۰

تیسری مجلس :- علم غائب ۔ سردار انبیاء اور علم ۔ آئمہ معصومین اور علم غائب ۔ حبیب ؓ بن مظاہر کے حالات اور شہادت ۔ ۴۸

چوتھی مجلس :- لوگوں کے خلفاء کی علمی قابلیت اور سیرت و کردار ۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے حالات اور وفات، راہ دمشق میں جناب سکینہ بنت الحسینؑ کی تنہائی اور مصائب ۔ ۶۵

پانچویں مجلس :- اعتقاد اور عمل ۔ عدم قبولیت دعا کے اسباب ۔ علی بن یقطین کی وزارت کا جواز امام رضا علیہ السلام کی نیشا پور میں آمد، مصائب ثانی زہراء در شام ۔ ۸۱

چھٹی مجلس :- ہلاکت اور انتقال کا بیان، شداد کے واقعات، حضرت نوحؑ کی زندگی، حضرت خضر کا جناب سید سجادؑ کی زیارت کیلئے آنا ۔ شہید اور غیر شہید ۔ سید احنف کی آمد اور شہادت ۹۷

ساتویں مجلس :- دین اسلام کا مفہوم، خدا مقننؔ دین اور رسول مبلغ دین ہے ۔ شیر خدا کا تلوار نہ اٹھانا، جناب حسنین علیہما السلام کا وضوء کی تعلیم دینا آل محمدؐ و اصحاب محمدؐ، وہم، شک، ظن یقین، مصائب جناب فاطمہ بنت الحسینؑ ۔

آٹھویں مجلس :- جنگ خیبر ۔ کریم ۔ سخی ۔ بخیل ۔ لئیم ۔ جنگ خندق والیٔ دکن کا مذہب شیعہ قبول کرنا ۔ سید زادی کا مجوسی کے ہاں مہمان ہونا ۔

نویں مجلس: قرآن اور اہلبیت، نماز، بنت رسول کی ناراضگی، منہم علیھم، مغضوب علیھم، سہل بازار شام میں، مصائب در دمشق، ہندہ کا دربار میں آنا ۱۵۵

دسویں مجلس: غرض خلقت، انامدینۃ العلم وعلیؑ بابہا کے نکات، ابن جبرئیل حلالی وحرامی کا معیار، سادات کشی، امام حسنؑ کا زندہ شہزادہ دیوار میں۔ ۱۷۴

گیارہویں مجلس: انبیاء، سلف سے ترک اولیٰ، عتبہ مشرک، اور سفینہ صحابی رسول، برّالوالدین۔ عبداللہ شیرخوار کی شہادت، پتھروں سے بچوں کی شہادت، ثانی زہراؑ دربار کوفہ میں ۱۹۳

بارہویں مجلس: معصوم، مومن، کافر، منافق اور مشرک کی وضاحت، انتقال پیغمبر کے بعد منافقین کہاں گئے۔ صحابہ کا احترام، معیت ایمانی ومکانی، اویسؓ قرنی، حضرت عزیر کا واقعہ، حضرت خلیلؑ کا پرندوں کو بلانا، کربلا میں دو صحابیوں کی شہادت۔ ۲۱۰

تیرھویں مجلس: بیعت کی وضاحت، پل صراط، جہنم، اصحاب محمدؐ وآل محمدؐ میں فرق، بہلول وزبیدہ، غزوہ احد سے فرار، نوصد روپے سے اونٹ بیچا۔ معجزات امام حسن عسکری علیہ السلام اور شہادت۔ ۲۲۸

چودہویں مجلس: ولادت سرکار رسالت، بخاری کی روایات اہلبیت علیہم السلام سے انحراف، معجزات امام علی نقی علیہ السلام اور شہادت ۲۴۶

پندرھویں مجلس: پیرو مرشد، قبر میں جناب امیر علیہ السلام، قبر ومحشر میں سوالات، علیؑ بن الحسینؑ کا موعظہ، امام محمد تقی علیہ السلام کے معجزات وشہادت۔ ۲۶۳

سولہویں مجلس: وارثان جنت، بیت اللہ میں ولادت، فضائل جناب امام رضا علیہ السلام اور واقعات شہادت ۲۷۹

سترھویں مجلس: تحویل قبلہ، امت وسط، حجاج کے مظالم، دشمن کو تلوار دینا۔ یونانی طبیب اور امیر المومنینؑ، فضائل ومناقب سرکار امن جناب امام حسن علیہ السلام اور آپ کی شہادت ۲۹۵

اٹھارہویں مجلس: علم کی فضیلت، جنید اور بلالؓ کی گفتگو، حمص کا موذن یہودی۔ فضائل ومناقب جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اور آپ کی شہادت ۳۱۳

انیسویں مجلس: جبریل کا تعظیم کرنا، منافقین کی پہچان، ابوہریرہ کا اہل الذکر سے کون مراد ہیں۔ حالات امام محمد باقر علیہ السلام اور آپکی شہادت ۳۳۲

بیسویں مجلس: شکر، حمد اور کفر کی تعریفات، نعمت کی وضاحت، جناب فضہؓ کی تین دعائیں حضرت سلیمانؑ کی دعوت۔ بتولؑ عذراؑ کی عظمت، فضائل ومصائب امام زین العابدین علیہ السلام اور واقعات شہادت۔ ۳۵۲

پہلی مجلس

ذکر خدا، منکرین خدا، غزالی کا فتویٰ، عزاداری معجزہ ہے، عزاداری حسین علیہ السلام مشیت الٰہی ہے، مخالفین ہیں بدعات، یہودیہ لڑکی کا شفا پانا، اشقیاء میں شمولیت پر عذاب، نابینا عورت بینا ہو گئی، ضعیفہ کے بیٹے کا زندہ ہونا، جناب سکینہ بنت الحسین علیہ السلام کے مصائب اور شہادت در زندانِ شام،

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَاذۡكُرُوۡنِیۡۤ اَذۡكُرۡكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِیۡ وَلَا تَكۡفُرُوۡنِ پ۲ ع

پس یاد کرو تم مجھ کو یاد کروں گا میں تم کو اور شکر کرو میرا اور مت کفر کرو۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے مخلوقات ہر وقت یاد ہیں۔ قدرت ہر آن اپنے بندوں کے اعمال سے آگاہ اور واقف ہے۔ انسان ساری کائنات سے چھپ کر تو کوئی عمل و فعل کر سکتا ہے۔ مگر خالق کائنات سے ہرگز ہرگز نہیں چھپ سکتا یہ ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے ہاتھوں سے چھپ کر کوئی فعل کرے۔ زبان کو علم ہی نہ ہونے دے اور یہ ہو سکتا ہے کہ پاؤں کو معلوم ہی نہ ہو اور کوئی کام انسان کرے میں کہتا ہو کہ بندہ اپنے آپ سے بھی چھپ کر کوئی عمل کر سکتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی ذاتِ والا صفات سے چھپ کر کوئی عمل نہیں کر سکتا، قدرت کا واضح اعلان قرآن پاک میں موجود ہے۔ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ پارہ ۲۶ ع ۱۶، ہم بہت نزدیک ہیں طرف اس کے اس کی رگِ جان سے بھی۔ یعنی اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہے۔

ارشاد قدرت ہے وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ پ۲۸ پارہ ع ۱۵ ، اللہ تعالیٰ جانتا ہے سینوں والی بات کو بھی ۔ اس سے ثابت ہوا کہ خالق کائنات ہر وقت اپنی ہر مخلوق کی حقیقت اور کیفیت سے واقف ہے ، عظمتِ الٰہی کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا : لَا تَاۡخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوۡمٌ پ۳ پارہ ع ۲ نہیں پکڑتی اس کو اونگھ نہ نیند تو جب اللہ تعالیٰ ہر شے سے ہر وقت واقف اور باخبر ہے تو کیوں فرمایا کہ اے میری مخلوق فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ پس تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا ۔

سنئے شرط ہے فَاذۡکُرُوۡنِیۡ اور جزا کیا ہے اَذۡکُرۡکُمۡ یعنی جو اللہ کو یاد کرتا ہے تو اسکو بھی اللہ تعالیٰ یاد کرتا ہے معلوم ہوا کہ جزا ہے شرط کے ساتھ کہ جو اللہ تعالےٰ کو یاد کرے گا اللہ تعالےٰ بھی اُسے یاد کریگا اور جو اللہ تعالےٰ کو بھول جائے گا تو اللہ تعالےٰ بھی اس کو بھول جائے گا ۔ کیوں مسلمانو انسانوں میں تو لاکھوں بلکہ کروڑوں ایسے انسان ہیں جو اللہ تعالےٰ کو بھول گئے ۔ نمرود ، فرعون ، شدّاد قارون ، ھامان وغیرہم آج بھی لوگ فخر سے کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہم نے مسلمانوں کے خدا کو اپنے ملک سے بھگا دیا ہے ، اب مسلمانو کے خدا کی جرأت ہی نہیں کہ ہمارے ملک میں آجائے ایسے لوگ تو یقیناً خدا کو بھول گئے تو کیا خدا نے بھی انہیں بھلا دیا اگر خدا ان کو بھلا دیتا تو نو سو پچاس سال شدّاد خدا نہ بنا رہتا ، اگر ذاتِ باری تعالیٰ فرعون کو بھلا دیتی تو چار صد پچاس سال تک اعلان نہ کرتا رہتا کہ اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی پارہ ۳۰ ع ۳ ، میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں ، ہاں اگر خدا تعالےٰ انہیں بھلا دیتا تو ایک لمحہ سے بھی پہلے نیست و نابود ہو جاتے ، خدا تعالےٰ کی وافر نعمتوں کا ان کے پاس ہونا اور عیش و آرام کی زندگی مدت مدید تک بسر کرنا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ خدا کو اگرچہ انہوں نے بھلا دیا تھا ۔ مگر اس قادر و کریم نے انہیں نہ بھلا دیا بلکہ ہر روز رزق اور صحت عطا فرما کر واضح کر دیا کہ یہ میری بدبخت مخلوق بھی مجھے یاد ہے ۔ صلوٰۃ ۔ جب ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہے تو اس آیت کا کیا ترجمہ ہوا کہ تم میرا ذکر کرو ، میں تمہارا ذکر کروں گا

مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا ، یعنی تم میرے ذکر کی حفاظت کرو میں تمہارے ذکر کی ، حفاظت

مناسبتِ ذکر

کروں گا تم میرا ذکر قائم رکھو میں تمہارا ذکر قائم رکھوں گا تم میرا نام نہ مٹنے دو۔ میں تمہارا نام مٹنے نہیں دوں گا، تم میرا نام بلند کرو میں تمہارا نام بلند رکھوں گا۔ اس فرمان خداوندی کی رو سے جس جس انسان نے خالق کے نام اور توحید کو بلند اور قائم رکھنے کی کوشش کی جتنی جس نے توحید کو بچانے میں قربانی دی خدا نے اس کا نام اپنی مخلوق میں اتنا ہی بلند کیا۔ جس نے توحید کو بچانے کے لئے قیامت تک سامان کردیا اللہ تعالےٰ نے اس کا نام قیامت تک بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ کر دیا اگر کسی نے توحید کو مٹنے سے بچایا تو خالق نے اس کا نام نہ مٹنے دیا۔

خلیل اللہ کی قربانیاں

آج تمام مسلمان ملت خلیلؑ پر قائم و دائم نظر آتے ہیں تو یہ حضرت خلیلؑ کی محنت اور قربانی کا صلہ ہے۔ جناب ابراہیمؑ نے توحید کی خاطر آگ میں جانا گوارا کیا۔ نمرود جیسے جابر ملعون بادشاہ کے سامنے حق کی آواز کو بلند کیا۔ رضا الٰہی کی خاطر معصوم بچے کی گردن پر چھری چلانا سعادت سمجھی، خلیلؑ توحید کی خاطر مکہ جیسے شہر کو آباد کرنے کے لئے شام سے تشریف لائے جوان بیوی اور معصوم بچے کو لق و دق صحرا میں تعمیر اسلام کے لئے اکیلا چھوڑا قدرت کی آواز آئی خلیلؑ تو نے میرا نام بلند کیا میں نے تیرا نام بلند رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ابراہیمؑ اب دین میرا ہوگا ملت تیری ہوگی، حج میرا ہوگا اور رکن حج تیرے افعال ہوں گے بیں اس بشر کا حج ہی قبول نہیں کروں گا جو صفا و مروہ اور منیٰ پر تمہاری یاد کو تازہ نہیں کرے گا۔ صلوٰۃ، اسی طرح خلیلؑ کربلا نے توحید کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ بچے جوان بوڑھے اور بہنوں کا پردہ، بچیوں کی چادریں، معصوموں کے دُر اور اپنی جان خدا تعالےٰ کے نام کو زندہ رکھنے کی خاطر قربان کردی تو قدرت کی طرف سے اعلان ہوا اے میرے حقیقی ذاکر حسین ابن علی تُو نے میرے ذکر کو بلند کیا اب میں تیرے ذکر کو بلند رکھوں گا، بتول کے لال تو نے میرے نام کو مٹنے سے بچایا۔ اب میرا فرض ہے کہ میں تیرا نام نہیں مٹنے دوں گا، زینب کے ماں جائے تو نے میرا ذکر قائم کیا میں نے تیرا ذکر، قائم و دائم کر دیا۔ اے فرزند رسول ساری دُنیا تیرے ذکر کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کرے، حکومتیں تو مٹ سکتی ہیں مگر تیرا ذکر نہیں مٹ سکتا۔ مسلمانوں ذکرِ حسینؑ مشیت الٰہی ہے۔ حسینی مشن کو باقی رکھنے میں قدرت کا ہاتھ ہے۔ عظمت حسینؑ پر چند اشعار سنیئے:۔

لاریب یہ حدیث رسالتمآب ہے — حکمت کا شہر میں ہوں علی اسکا باب ہے
شبیرؑ نے رسولؐ کا چوسا لعاب ہے — بیٹا علی کا یہ شہ عالیجناب ہے
گھٹی میں جس کے فاطمہ حکمت کو گھول دے — حکمت کے باب کیوں نہ خُدا اُس پہ کھول دے
ستر دو (۷۲) تن کے خوں سے شفاخانہ بن گیا — بنتِ علی کے اشکوں کا پیمانہ بن گیا
ہر چند گھر حسین کا ویرانہ بن گیا — سلطانِ کربلا کا دواء خانہ بن گیا
بچوں کا خوں ملایا دوائیں بنانے میں — ایسا کوئی حکیم نہ ہوگا زمانے میں
دارُالشفاء بنا دیا لُٹ کر حسینؑ نے — اس کام میں لگا دیا سب گھر حسینؑ نے
کی نذرِ حق، بتولؑ کی چادر حسینؑ نے — کُشتے بنا کے رکھے بہتر (۷۲) حسینؑ نے
کس کو جہاں میں ایسی فضیلت عطا ہوئی — خاکِ قدم حسینؑ کی، خاک شفا ہوئی
دینِ خدا کا کوئی دُشمن تھا خیرہ سر — فسق و فجور کا دیا زہر گھول کر
دینِ خدا کو آگیا منہ موت کا نظر — اللہ کے حکیم نے فی الفور لی خبر
مرنے سے دینِ احمد مختار بچ گیا — کُشتے دیئے حکیم نے بیمار بچ گیا

(صلوٰۃ)

اس میں شک نہیں کہ جس تحریک کو یہ تین قوتیں مل کر مٹانا چاہیں وہ تحریک کبھی زندہ نہیں رہ سکتی۔

(۱) پاور آف ویلتھ یعنی دولت کی طاقت۔
(۲) پاور آف سٹیٹ یعنی ریاست و تلوار کی طاقت۔
(۳) پاور آف پریس یعنی پروپیگنڈہ کی طاقت۔

ہر تحریک ان تین قوتوں کے سہارے سے بامِ عروج پر پہنچتی ہے اور جس تحریک اور مشن کو حکومت کے خزانے، جابر شہنشاہوں کی تلواریں اور عُلما کے پروپیگنڈے ... جوڑ کر مٹانا چاہیں وہ تحریک دو قدم بھی نہیں چل سکتی۔ تاریخ شاہد ہے کہ نمرود۔ فرعون۔ شدّاد کی خدائی تلوار اور دولت ہی کی مرہونِ منت ہے۔ سینکڑوں سال تک خدا بننے والے اپنے مشن کو مستحکم و مضبوط کر چکے تھے کہ ان تین قوتوں نے ادھر ساتھ چھوڑا، اُدھر ان تین ہی ملعونوں کی خدائی کا

بیڑا غرق ہو گیا۔ کون شریف النفس انسان یزیدؔ، مروانؔ، عمروؔ بن عاص کے مذموم کردار سے واقف نہیں ہے مگر یہ ان ہی تین قوتوں کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ آج غزالی جیسے فلسفی کا فتویٰ مسلمان فخر سے پیش کرتے ہیں کہ سائل نے غزالی سے دریافت کیا کہ کیا یزیدؔ پر لعنت کرنے والا فاسق ہے اور کیا یزیدؔ کے لیے دعائے رحمت جائز ہے۔ جی ہاں یزیدؔ پر لعنت کرنے والا فاسق گنہ گار ہے اس لئے کہ عام مسلمان بلکہ جانور تک پر لعنت کرنا حرام ہے جیسا کہ حدیث پیغمبر میں وارد ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ مسلمان کی عزت کعبہ کے برابر ہے، یزیدؔ کا اسلام ثابت ہے اور اس کا قتلِ امام حسینؑ کے لئے حکم دینا یا اس سے راضی ہونا ثابت نہیں ہے پھر مسلمان سے بدظنی بھی حرام ہے جبتک واقعہ کی تحقیق نہ ہو اس وقت تک حسنِ ظن ضروری ہوا کرتا ہے۔ علاوہ بریں قتل حسین کفر بھی تو نہیں ہے، صرف ایک گناہ ہے رہ گیا دعائے رحمت کا معاملہ تو وہ جائز بلکہ مستحب ہے۔ اس لئے کہ ہم نماز میں اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ پڑھتے ہیں اور یزیدؔ مومن تھا۔ مومن قریش ص۶۳ یہ صرف پروپیگنڈہ کا نتیجہ ہے کہ مسلمان یزیدؔ کو فخر سے مومن و مسلمان بیان کرتے ہیں اور قتل حسینؑ کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں، کہ قتلِ حسینؑ کفر بھی تو نہیں۔ استغفراللہ،

صرف ایک غزالی ہی نہیں جمہور اہلسنت کا فتویٰ سُنیئے:۔ یزیدؔ پر لعنت نہ کرنی چاہیئے یہی مذہب محققین اہلسنت والجماعت کا ہے گو بعض اعمال فسق اس سے صادر ہوئے ہیں کیونکہ اہل سُنت کے نزدیک عصمت خاصہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ صحابہ و اہلِ بیت ہرگز معصوم نہیں ہیں موطا امام مالک ص۴۰۶ یہ دولت اور پروپیگنڈے کا اثر ہے کہ یزیدؔ نواسہ رسولؐ کو قتل کرنے کے بعد بھی مومن کا مومن ہی ثابت رہا۔ مسلمانو اگر یزیدؔ پر لعنت جائز نہیں تو دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں کہ جس پر لعنت کی جائے۔ دنیا کے ہر فرد سے یزیدؔ بدتر اور بدترین انسان ہے۔ مسلمانو علماء کے فتادے، معاویہؔ و یزید کے خزانے، حجاجؔ اور متوکل کی تلواریں، سر جوڑ کر جس کو مٹانے کی کوشش کرنے کے باوجود نہ مٹا سکیں وہ ہے عزاداری حسینؑ وہ ہے ذکرِ مظلوم، وہ ہے سید الشہداء کا مشن، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ ہیں مادی طاقتیں اور حسینؑ کی عزاداری —— قوتِ روحانی ہے اور مشیت الٰہی اور رضا و رضائے خداوندی اور حسینی مشن کو زندہ

عبادیدر رکھنے کا پروردگار عالمین کا پروگرام ہے۔ کیونکہ حسینؑ نے خدا کے نام کو باقی رکھا! اور خدا تعالےٰ پر لطفاً واجب ہے کہ وہ امام حسین کے نام کو باقی رکھے۔ مسدس

متوکل

جس نے کبھی چلائے تھے تیری لحد پہ ہل ــــ اک دن تجھے مٹانے اٹھا تھا بدعمل
آواز دے رہی ہے اُسے آتشِ دجل ــــ اپنی لحد سے او متوکل ذرا نکل
اپنی خزاں، حسین کی فصلِ بہار دیکھ ــــ کاٹی تھی جس پہ نہر اُس کا مزار دیکھ

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے

ظالم متوکل اپنی بربادی دیکھ ــــ مظلوم کی شانِ فتح و آزادی دیکھ
ہل جس پہ چلائے اور نہریں کاٹیں ــــ آ اُس کربلا کی آبادی دیکھ (صلوٰۃ)

عزاداری معجزہ ہے

حضرات ذکرِ حسین معجزہ ہے اس کا ثبوت سنیئے جو شیئ فطرت پر غالب آجائے وہ ہے معجزہ، آگ کا کام ہے جلانا اور اگر گلزار بن جائے تو معجزہ ہوگا خشک لکڑی کا کام ہے جل جانا اگر درخت بن کر میوے لگ جائیں تو معجزہ ہوگا لوہے کا کام ہے سخت رہنا اگر کسی کے ہاتھ میں آتے ہی موم کی مانند بن جائے تو معجزہ ہوگا۔ اور سُنیئے سنگریزوں کا کام ہے سخت ہونا اور نہ بولنا لیکن اگر کسی کے اشارے سے کلمۂ شہادت پڑھنے لگیں تو معجزہ ہوگا بس معجزہ وہ ہے جو فطرت پر غالب آجائے، اسی طرح اگر کسی کا بچہ یا جوان بیٹا مرجائے تو رفتہ رفتہ چند روز یا سال دو سال بعد غم غلط ہو جائے گا یہ ہے تقاضۂ فطرت کہ جس گھر میں کل ماتم تھا اسی گھر میں آج شادی ہو۔ مگر عزاداری مظلوم کربلا فطرت پر غالب ہے، مسلمانو چودہ سو سال کے بعد بھی غم حسین تازہ ہے جو شیئ مادی قوتوں سے نہ مٹ سکی وہ ہے غمِ شبیرؑ، یہی اس بات کی دلیل ہے کہ عزاداری حسین مشیت الٰہی ہے اور حسینی معجزہ ہے مسدس،

مسدس

تیرہ سو برس گزرے اب تک شبیرؑ کو دنیا روتی ہے ــــ اشکوں کا سمندر بہتا ہے آنکھوں کی طہارت ہوتی ہے
دل میں رہے تو نقطۂ غم لب پہ آئے فریاد بنے ــــ آنکھوں میں رہے تو آنسو ہے آنکھوں سے گرے تو موتی ہے
شبیرؑ تمہارا کیا کہنا راضی برضائے حق رہنا
گردن پہ چھری سجدے میں جبیں تکمیلِ اطاعت ہوتی ہے ــــ صلوٰۃ

تاریخ شاہد ہے کہ ۶۱ھ ہجری سے لے کر آج تک ہر ممکن کوشش جاری رہی ہے کہ ذکرِ حسینؑ

بند کر دیا جائے۔ یزیدؔ کی حکومت نے لاشوں پہ گھوڑے دوڑائے، خیام جلائے بچے قید کرائے، محمدؐ کے نواسے اور ان کے انصار کے سر شہروں میں پھرائے، حکومت متوکل نے قبروں پہ ہل چلائے پانی بہائے زائروں کے ہاتھ قلم کرائے سر کٹوائے، ہر دور کے علمائے فتوے لگائے رسالے چھپوائے اشتہار لگوائے ماتم شبیرؑ کرنے والوں کے سر قلم کرائے، نکاح تڑوائے مگر ہر دور میں حسینی مشن معجزہ ثابت ہوا مسلمانو ذکر حسین مشیت الٰہی ہے۔ ہمیں علم ہے کہ کونسا مذہب صرف تنظیم کے سہارے سے باقی ہے ہمیں یہ بھی علم ہے کہ کونسا مذہب حکومت کی طاقت سے پیدا ہوا ہے ہم خوب جانتے ہیں کہ کونسا مذہب صرف نمازوں کے سہارے سے زندہ ہے۔ ہمیں علم ہے کہ کونسا مذہب صرف کثرت کی آڑ سے باقی ہے ہم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ کونسا مذہب ڈاڑھیوں کی آڑ میں پل رہا ہے مگر مسلمانو بتاؤ مشن حسین کو کیا سہارا ہے۔ بیگانے تو بیگانے رہے حسینی مشن کے طرفداروں میں جھگڑا ہے۔ مولوی، مولوی کا ویری نظر آتا ہے، ذاکر کا ذاکر سے عناد بانی، مجلس سے مجلس تکرار رہی ہے مگر ذکر حسینؑ زندہ و تابندہ ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس میں قدرت کا ہاتھ ہے یہی دلیل مشنِ حسینی کے لئے کافی ہے کہ ذکر حسین مشیتِ الٰہی ہے

ادھر محرم کا مہینہ قریب آیا ادھر اشتہار لگ گئے مُلاں لوگوں نے چیخنا شروع کر دیا، کہ بتاؤ شیعو! ماتم کرنا کس پارے میں لکھا ہے، سیاہ کپڑے کرنا کس آیت کا ترجمہ ہے شبیہہ حسینؑ نکالنا کس جگہ سے ثابت ہوتی ہے علم عباسؑ کس پارے میں نکالنے کا حکم ہے زنجیر مارنا جائز کس آیت کا ترجمہ ہے مسلمان قرآن مجید سے ثبوت عزاداری طلب کرتے ہیں۔ ثبوت مانگنے والو مہربانی کر کے ہمیں بتاؤ کہ تراویح کس پارے میں ہیں الصلوٰۃ خیرٌ من النوم کس آیت کا ترجمہ ہے التحیات کا طریقہ کس پارے میں ہے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ تم نے کس پارے سے لیا ہے۔ درود تاج کس پارے میں ہے درود لکھی کس پارے میں ہے نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر کس پارے میں ہے۔ وضو میں اُلٹے ہاتھ دھونا کس پارے میں اور گردن کا مسح کس آیت کا ترجمہ ہے۔ مزاروں اولیاءؒ کی تھاپ کس پارے میں ہے قبروں پہ سجدہ کرنا کس پارے میں ہے اور چلّی کا حال کس پارے میں ہے۔ مسدس

مرشدوں کی تربتوں پہ ناچنا گانا روا مُطربوں کے شوق میں اجمیر کا جانا روا

جا کے کلیر عرس پہ ہے رقص فرمانا روا — تھاپ پہ طبلے کی فوراً حال کا آنا روا
یہ منادی ہو گئی ہے عہدِ عالمگیر میں — سخت بدعت ہے نہ جانا مجلسِ شبیرؑ میں

کیوں مسلمانو مسجد اقصٰی کی بے حرمتی پر جلوس نکالنے کا حکم کس پارے میں اور پھر پورے پاکستان میں اس پر ہڑتال کرنا کس پارے میں ہے، نماز جمعہ کی دوسری اذان کس آیت کا ترجمہ ہے ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم تراویحاں نہیں پڑھتے تراویحاں تو روزے کے پر بنتے ہیں میں نے عرض کی اسی لئے تو ہم نہیں پڑھتے کہ ہر روزے کے پر ہو جاتے ہیں اگر روزے کو پر لگ گئے تو روزہ اڑ جائے گا ہم روزے کو اڑانا نہیں چاہتے بلکہ روزے کو اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں تاکہ قیامت کو کام دے میں نے مولوی صاحب سے عرض کی کہ تم نے یہ تمام چیزیں کیا قرآن پاک سے لی ہیں تو جواب ملا کہ یہ ہمارے اماموں کا حکم ہے یہ ہم نے اجماع سے دین بنایا ہے۔ ارے جس کو تمہارے امام کہہ دیں وہ تو دین میں داخل ہو جائے اور جس کو محمدؐ و آلِ محمدؐ کہہ دیں وہ بدعت بن جائے بتاؤ مسلمانو قرآن تمہارے اماموں کے گھر نازل ہوا ہے یا محمدؐ و آل محمدؐ کے گھر میں نازل ہوا ہے۔ جبرئیل تیرے اماموں کے دروازے کا غلام ہے یا آلِ محمدؐ کا غلام ہے فرشتہ درزی بن کے تیرے اماموں کے بچوں کے لباس خُلد بریں سے لایا ہے یا بتول کے بچوں کے لباس لایا ہے۔ ارے رسول خدا نے تیرے اماموں کے بچوں کو کاندھوں پر اٹھایا ہے یا حسن و حسین کو فخر سے کاندھوں پر اٹھایا کرتے تھے۔

مولوی نے کہا کہ آلِ محمد کو تو بس ہم ہی مانتے ہیں میں نے عرض کی مولانا اگر آلِ محمدؐ کو اپنے امام مانتے ہو تو نعمان بن ثابت، احمد بن حنبل، مالک اور شافعی کیا ہوئے اور ان بزرگوں سے کیا رشتہ ہے یہ کس طرح دینِ رسولؐ کے وارث و مالک بن گئے لوگو! غور کر کے بتاؤ کہ ان میں کیا خوبی ہے اور آلِ محمد میں کیا کمی تھی کہ یہ چار بھی امام بنانے پڑے۔ ملاں کی مثال تو اُس عورت کی سی ہے جو اپنے شوہر سے جھگڑنے لگی اور کہا کہ اگر میں نے جھوٹ کہا تو خدا مجھے بیوہ کرے اور اگر تو نے غلط کہا تو خدا تیرا سر لے، دونو طرف سے ہی اپنا دامن پاک رکھنا مقصود ہے ادھر تو یہ دعوٰے ہے کہ ہم بھی آلِ محمد کو مانتے ہیں بلکہ شیعوں سے زیادہ مانتے ہیں۔ اور جب مسائل کی ضرورت پڑی تو نعمانی بن بیٹھے کہ ہم تو صرف آئمہ اربعہ کے فرمان کو ہی مانتے

سچا جواب

ہیں آج کل جلسوں میں ملّاں لوگ چیخ چیخ کر کہتے ہیں کہ ہم صحابہ کی طرز حکومت لانا چاہتے ہیں ہم حضرت عمر کا طرز حکومت دیکھنا چاہتے ہیں مگر ہم شیعہ یہ نہیں کہتے کہ ہم آلِ محمد کی طرزِ حکومت لانا چاہتے ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ شیعہ حضرت علی کا دورِ حکومت دیکھنا چاہتے ہیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ملک میں اصولِ حکومت اور قانونِ ملک وہ ہو جو محمد مصطفیٰ نے قائم کیا ہے ہم تو محمد کے دور کی حکومت کو دیکھنا چاہتے ہیں، محمد مصطفیٰ کے شیدائیو کیا محمد مصطفیٰ کا طرز حکومت تمہیں پسند نہیں ہے۔ رباعی

اسلام کا آئین بنانے والو — کیا دین کا آئین قرآن نہیں
کل کہتے تھے حسبنا کتاب اللہ — آج اس پر بھی سرکار کا ایمان نہیں

صلوٰۃ

میں وافر دلائل سے ثابت کر چکا ہوں کہ عزاداری حسین علیہ السلام مشیت الٰہی ہے جو دنیا کی کسی طاقت سے نہیں مٹ سکتی۔ مشن حسین کو قائم دائم رکھنے میں قدرت کا ہاتھ ہے۔ مسلمانو مشن حسین ہی معجزہ نہیں بلکہ وجود حسین علیہ السلام ذاتِ حسین بھی معجزہ ہے حسین کا ہر فعل ہر حرکت معجزہ ہے۔ روایت میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد پرندوں نے آپ کے خونِ اطہر سے اپنے پروں کو خضاب کیا اور تمام فریاد و فغاں اور نالہ و شیون کرتے ہوئے عالم میں پھیل گئے۔

منقول ہے کہ اُن دنوں ایک مرد یہودی مدینہ میں تھا۔ جس کی بیٹی اندھی، بہری، لُولی، لنگڑی، کوڑھی اور زمین گیر تھی۔ یہودی نے اس کو شہر کے باہر ایک باغ میں رکھا ہُوا تھا۔ ایک طائر خونِ مظلوم کو اپنے پروں میں لئے ہوئے اس باغ کے ایک درخت پر آکر بیٹھا، اور تمام شب گریہ وزاری اور اضطراب وبیقراری کرتا رہا۔ یہودی اس روز کسی کام کو شہر میں گیا تھا اور رات کو کسی سبب سے واپس باغ میں اپنی لڑکی کے پاس نہ آسکا۔ لڑکی بسبب تنہائی اور باپ کی جدائی کے تمام شب بیدار اور بیقرار رہی کیونکہ اس کے باپ کا یہ معمول تھا۔ کہ وہ رات کو اُسے قِصّے سناتا تھا اور اُسے تسلّی و تشفّی دیتا تھا تب اسے جا کے کہیں نیند آیا کرتی تھی۔ غرض صُبح کو لڑکی نے آوازِ حزیں اس جانور کی سُنی۔ اُفتاں، خیزاں اُس درخت

خونِ حسین کے اثرات

کے نیچے گئی اور طائر کے نالہ ہائے غمگین سُنے اسی اثنا میں ایک قطرۂ خون اس طائر کے پر سے ٹپکا اس کی آنکھ اور جسم پر پڑا جس سے آنکھ فوراً کھل گئی بس قطرۂ خون امام مظلوم ایک معجزہ ثابت ہُوا کہ لڑکی کی تمام تکالیف دور ہوگئیں اور قدرت نے اُسے مثلِ حُور بنا دیا۔ صلوٰۃ صبح کو جب اس کا باپ آیا کیا دیکھا کہ ایک حسین و جمیل لڑکی باغ میں پھر رہی ہے۔ یہودی نے نہ پہچانا پوچھا کہ میری ایک اپاہج بیمار لڑکی اس باغ میں تھی لڑکی نے کہا بابا میں ہی تیری لڑکی ہوں اور اس پرندے کے پروں سے ایک قطرہ خون کا ٹپکا جس کے سبب سے اللہ نے مجھے شفا بخشی ہے۔ یہودی نے یہ سُن کر اتنا تعجب کیا کہ غش کر گیا جب ہوش میں آیا تو اٹھ کر اس درخت کے نیچے گیا جس پر وہ طائر امام تشنہ دہن پر نالہ و شیون کر رہا تھا اور اس پرندے کو خطاب کر کے کہا کہ تجھ کو قسم دیتا ہوں اس ذات کی جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے کہ بقدرت الٰہی گویا ہو اور بتلا دے کہ یہ کیا معاملہ ہے یہ سُن کر وہ طائر بحکم خُدا گویا ہُوا اور اُس نے کہا کہ میں ایک روز بوقتِ دوپہر دوسرے طائروں کے ہمراہ آشیانہ میں بیٹھا تھا کہ ایک طائر ہمارے پاس آکر کہنے لگا کہ اے جانورو! تم بے فکر خوش و خرّم ہو اور رسولِ خداؐ کا نواسہ حسینؑ زمین گرم کربلا پر پڑا ہے اور اس کا سر مبارک نیزے پر اٹھایا گیا ہے اور حرم محترم پا برہنہ بے ردا اور بے مقنعہ و چادر اسیر قوم ستمگر ہوئے ہیں جب ہم نے یہ باتیں سُنیں تو بیتابانہ اڑ کر کربلا پہنچے کیا دیکھا کہ لاش مبارک اپنے خون میں غلطاں ہے اور خون سے غُسل ہوا ہے اور جنگل کی خاک نے کفن پہنایا ہے ہم سب اس خون میں لوٹنے لگے اور فریاد و ماتم شروع کیا پھر ہر ایک طائر ایک ایک سمت کو روانہ ہُوا، اور میں یہاں آیا ہوں۔ یہودی یہ سُن کر سوچنے لگا کہ جس انسان کے خونِ اطہر میں اتنا کمال و افضال ہے۔ یقیناً وہ خدا کا برگزیدہ بندہ ہوگا ہاں اگر حسین ابن علی خدا کی بارگاہ میں صاحب قدر اور منزلت نہ ہوتا تو خون اس کا معجزہ کا کام نہ کر سکتا۔ بس یہ سوچ کر اس نے کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا اور اس واقعہ پر اس کی لڑکی اور پانچ سو خویش بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ صلوٰت۔ بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۲ صہ ۲۵ شرعتہ المصائب صہ ۴۰۷

روایت میں ہے کہ عبداللہ ابن ریاح نے ایک مرد نابینا سے دریافت کیا کہ تو کیونکر اندھا ہُوا۔ اس ملعون نے کہا کہ میں معرکۂ کربلا میں اشقیا کی طرف تھا مگر میں نے حضرت امام حسین

اشقیاء میں تعزیت پر عذاب

علیہ السلام سے قتال نہیں کیا۔ جب میں جنگ سے واپس آکر اپنے گھر میں رات کو سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مہیب نے مجھ سے آکر کہا کہ اُٹھ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے بلاتے ہیں میں نے کہا مجھے ان سے کیا کام مگر اس مہیب نے مجھے کھینچا اور حضور کی خدمت میں حاضر کر دیا میں نے دیکھا کہ جناب رسالتمآبؐ محزون اور غمناک بیٹھے ہیں اور حضرت کے ہاتھ میں ایک حربہ ہے اور ایک فرشتہ شمشیر آتش ہاتھ میں لئے ہوئے، حضرت کی غلامی میں کھڑا ہے اور جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السّلام سے جنگ کی تھی ان کو سزا دی جا رہی ہے میں نے یہ حال دیکھ کر کہا السلام علیک یا رسول اللہ خدا کی قسم میں نے آپ کے فرزند کو قتل نہیں کیا اور نہ کوئی تلوار ماری ہے اور نہ نیزہ اٹھایا ہے نہ تیر مارا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا اے ملعون تو نے اشقیاء کے سواد اور جمعیت کو کیوں بڑھایا ہے اس کے بعد آپ نے طشت سے جو سامنے آپ کے رکھا ہوا تھا جو خون مظلوم سے بھرا ہوا تھا اس سے ایک سلائی بھر کر میری آنکھوں میں لگائی جس سے میری دونوں آنکھیں جل گئیں بس جب میں نے آنکھ کھولی تو اندھا تھا۔ بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۲ صـ ۱۳۴، لہوف صـ ۹۲، میں عرض کر رہا ہوں کہ سیّد الشہداءؑ کا ہر قطرۂ خون معجزہ ہے مگر تاثیر ظرف کے مطابق ہوتی ہے یہودی لڑکی کا ظرف اور تھا جو اُسے نور اور صحت و حسن نصیب ہوا اور دشمنِ آلِ محمدؐ کا ظرف اور تھا کہ وہ ملعون اندھا ہو گیا۔

ابن زیاد کو ناسور

اسی طرح ایک واقعہ اور سُن لیں کتب تواریخ میں ہے کہ ابن زیاد نے جب امام حسین علیہ السلام کے سر کو اٹھایا تو ایک قطرہ خون کا اس کے زانو پر گر گیا اور وہ زانو کو توڑ کر زمین تک پہنچ گیا تھا اس خون نے اس کے زانو میں ناسور کر دیا تھا اس کی بدبو کو چھپانے کے لئے وہ مشک و عنبر استعمال کیا کرتا تھا، ابراہیم ابن مالک اشتر نے ۲۲ ر ذوالحجہ ۶۶ھ ہجری مطابق ۲۰ر جولائی ۶۸۶ء علاقہ موصل دریا خازر کے کنارے موصل سے پانچ فرسخ پر ابن زیاد سے جنگ کی تھی اس جنگ میں عبید اللہ ابن زیاد ملعون جو تھا وہ ابراہیم بن مالک اشتر کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوا تو اس کے اس بدبودار سوراخ سے اس ملعون کی پہچان کی گئی تھی کیونکہ رات کے وقت اس کا سر کسی نے اتار لیا تھا۔ مختار آلِ محمد صـ ۳۶۸ صلوٰۃ اس وقت تک تو میں نے یہ عرض کیا کہ حسینؑ کا ہر فعل ہر عمل ہر قطرۂ خون معجزہ ہے مگر اب عرض کروں گا کہ مولائے

کائنات سیّد الشہداء کے لباس اقدس کا ہر تار معجزہ ہے ۔ اس سلسلہ میں مجھے صرف ایک ثبوت پیش کرنا ہے ۔

مروی ہے کہ جب اہل حرم قید یزید سے چھوٹ کر دمشق کے ایک مکان میں آئے اور صفِ ماتم بچھی تو دمشق کی عورتیں پُرسے کے لئے سیّدانیوں کے پاس آنے لگیں تو ایک نابینا عورت بھی حسین علیہ السلام کا پُرسا دینے کو آئی جو محبانِ اہلبیت میں سے تھی، جناب زینبؑ کے قدموں پر گر کر بے تحاشا رو دی اسی وقت جو تبرکات فوج یزیدؔ نے کربلا میں لوٹے تھے یزیدؔ نے بھیجے اور سیّدانیوں کے پاس لائے گئے ۔ سیّدانیوں میں کہرام بپا ہُوا، سروں سے اتری ہوئی چادریں واپس ملیں شہیدوں کے خون آلود لباس علم حسینی کا خون میں بھرا ہُوا پھریرا بھی آیا ایک ایک چیز کو دیکھ کر بی بیاں زار زار رو تی تھیں اس نابینا عورت نے کہا بی بی ان تبرکات میں سے مجھے بھی کچھ دیجئے جناب زینبؑ نے عمامہ حسینؑ سے تھوڑا سا کپڑا جدا کر کے اس عورت کو دے دیا اس نے اپنی آنکھوں سے لگا لیا اور عرض کی مولا حسینؑ میری آنکھوں کو روشن کیجئے بقدرت خدا اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں صلوات مصباح المجالس جلد ۴ صفحہ ۲۴۵

ایک مولوی صاحب نے اعتراض کر دیا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے ہم تو حسین کے نانا کو خاکی کہتے ہیں اور تم عمامہ حسینؑ سے نور کا ملنا بیان کر رہے ہو میں نے کہا قرآن پڑھو: فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا پ ۱۳ ع ۵، پس جب آیا خوشخبری لانے والا ڈال دیا اس کُرتے کو اوپر منہ اس کے کے پس ہو گیا بینا ۔ مسلمانو اگر حضرت یوسف کے کُرتے سے آنکھوں کو نور مل سکتا ہے تو بتولؑ کے لال کے عمامہ کی برکت سے بھی اللہ تعالیٰ نور عطا کر سکتا ہے صلوٰت، بے معرفت شیعہ بھی فخر سے بیان کرتے ہیں کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام سوائے علم اور دین کے اور کوئی چیز عطا نہیں کر سکتے اور ان سے مدد مانگنا شرک ہے

رُباعی

عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ نے مردوں کو زندہ کر دیا
ایک دو کا ذکر کیا بہتوں کو زندہ کر دیا
انفرادی اور قومی قائدوں میں فرق ہے
فاطمہؑ کے لال نے قوموں کو زندہ کر دیا صلوٰۃ

نابینا عورت بینا ہوگئی

رباعی

مسلمانو میرا مولا آج بھی مدد کرتا ہے۔ مصرعہ

او بدنصیب دیکھ ذرا ان کو پکار کے

جناب قبلہ مولانا مفتی محمد عباس صاحب اعلی اللہ مقامہٗ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جسے میں سپرد قلم قرطاس کرتا ہوں۔ قبلہ مفتی صاحب نظم میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک عورت سُناری اپنے شوہر کے ساتھ میکے سے سسرال جارہی تھی کہ ایک پٹھان نے جو اُس پہ عاشق تھا راستہ میں آگھیرا عورت اسے آتا دیکھ کر گھبرا گئی اور اپنے شوہر سے کہا کہ تو گاڑی سے اتر کر سامنے والی جھاڑی میں چھپ جا، اُس نے ایسا ہی کیا پٹھان نے اس کی گاڑی روک کر کہا بتا تیرا شوہر کہاں ہے اُس نے کہا کہ کسی کو ضامن دے تو بتاؤں کہا جس کو تو کہے میں ضامن دے دوں عورت نے کہا جس حسین کے تعزیئے اُٹھتے ہیں اُن کو ضامن دے پٹھان نے حسین کی ضمانت دے دی عورت نے شوہر سے کہا آجا وہ نکل آیا پٹھان نے فوراً اس کو قتل کر دیا اور گاڑی سے اتار کر عورت کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا وہ گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی، پٹھان نے کہا کیا دیکھتی ہے کہا میں اپنے ضامن کو دیکھتی ہوں تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ایک نقاب پوش بزرگ گھوڑا دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچے اور تلوار مار کر اس کا سر اُڑا دیا اور ایک برگد کے درخت پر اس کی لاش لٹکا دی۔ عورت نے رو کر کہا اس ظالم نے میرے شوہر کو قتل کر دیا ہے۔ فرمایا اس کا سر تن سے ملا کر کپڑا ڈال دے عورت نے ایسا ہی کیا آپ نے دعا فرمائی تو وہ زندہ ہو گیا عورت کی خوشی کی انتہا نہ رہی پوچھنے لگی آپ کون ہیں فرمایا میں وہی ہوں جس کی تو نے ضمانت لی تھی۔ مصباح المجالس جلد ۴ ص ۲۴۳ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ رُباعی

منظہر رحمت کبریا بن گئے　　تنگ دستی میں دست خدا بن گئے

عمر بھر مشکلوں میں گزاری مگر　　ساری دنیا کے مشکل کُشا بن گئے　صلوٰۃ

ایک مسدس پیش کر کے میں اس عنوان سے تطابق کرتے ہوئے چند فقرے مصائب کے عرض کروں گا مسدس سنیئے :۔

ہو نہیں سکتی پُوری، تیری ثنا زہرا کے لال　　تیرے سجدے نے کر دیا، ویرانہ بن جنت مثال

ادنیٰ بھی اعلیٰ ہو گیا جس نے کیا آکر سوال　　انبیاء ہیں سرنگوں دیکھ کر تیرا کمال

سنارن کا واقعہ

مسدس

دنیا مٹا سکتی نہیں شبیرؑ تیرے نام کو
تا قیامت تو نے زندہ کر دیا اسلام کو

بس حسین علیہ السلام نے اسلام کو قیامت تک زندگی بخش دی جس جس نے میرے مظلوم امام سے زندگی مانگی بتول کے لال کی دعا سے خدا تعالےٰ نے اُسے زندگی بخشی روایت میں ہے کہ جب آلِ محمد کا قافلہ اسیر ہو کر شام کے قریب پہنچا تو دمشق کے تمام مرد و زن بچے بوڑھے تماشائی بن کر شہر سے باہر اسیرانِ آلِ محمدؐ کو دیکھنے کے لئے آئے بعض کتابوں میں ہے کہ اٹھاراں لاکھ کا ہجوم تھا اس ہجوم کو دیکھ کر حضرت سجاد کا جگر پھٹ گیا۔ جو چالیس سال تک آنکھوں سے خون روتے رہے لکھا ہے کہ اس اژدہام میں ایک ضعیفہ اپنے بچے کو حسین حسین کر کے پکارتی تھی کہ بیٹا آؤ گھر چلیں اس اژدہام میں گم ہو جاؤ گے ۔ عزادارو جب جناب زینبؑ نے اس ضعیفہ کے منہ سے بار بار حسین کا نام سُنا تو چیخیں مار کر رونا شروع کیا کہ یہ عورت تو اپنے حسین کا نام لے کر پکارتی ہے اور مجھے میرے حسینؑ کا نام لے کر کوئی رونے بھی نہیں دیتا ۔ روایت میں ہے کہ جناب زینبؑ نے اس ضعیفہ سے فرمایا بی بی کیا تیرا حسین بھی کوئی قتل ہو گیا ہے کہا نہیں قیدن میرا حسین تو اللہ کے فضل و کرم سے زندہ و سلامت ہے تم قیدیوں کا تماشہ دیکھنے آیا تھا، تلاش کر رہی ہوں ملتا نہیں ہے مشکل کشائی جلد کریں، مولائے مرتضیٰ لو گو دعا کرو کہ ملے میرا لاڈلا۔

مجھ کو ملا دے جلد خدا نورِ عین سے — بے چین ہو رہی ہوں میں اپنے حسین سے

جناب زینبؑ نے فرمایا:
اپنے حسینؑ سے تجھے دنیا کا چین ہو — بی بی مری طرح سے نہ تو بے چین ہو

ضعیفہ نے کہا کیوں قیدن کیا تیرا بھی کوئی حسین تھا فرمایا ہاں میرا حسینؑ قتل کر دیا گیا ہے اور تیرا حسین میرے حسینؑ کے غم میں یہاں سے روتا ہوا گھر چلا گیا ہے ۔

حجرے میں جا کے دیکھ تو اس نورِ عین کو — تیرا حسین روتا ہے میرے حسینؑ کو

بس یہ سُن کر ضعیفہ اپنے گھر کو لوٹی کیا دیکھا کہ اس کا لڑکا حجرے میں زار زار رو رہا ہے ۔ضعیفہ نے اپنے بچے کو گود میں لے کر پیار کیا اور پوچھا بیٹا تیرے رونے کا سبب کیا ہے بچے نے کہا اماں قافلہ میں، میں نے ایک سر نوک نیزہ پر دیکھا ہے لوگ اُسے پتھر مارتے

ہیں، میں نے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ اس مقتول کا نام بھی حسینؑ ہے اماں مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے اور اس کی مظلومی پر رونے کو جی آیا ہے۔ ضعیفہ نے کہا بیٹا ہم تو اپنے مولا حضرت امام حسین علیہ السّلام سے رشتہ محبت رکھتے ہیں اور وہ فرزندِ رسول مدینہ منورہ میں زندہ وسلامت ہے خدا جانے یہ کون حسین ہے جو قتل ہوا ہے، بیٹا وہ حسین تو زینبؑ کا بھائی ہے بتولؑ کا لال ہے حضرت علیؑ کا لختِ جگر ہے۔ بس اتنا سننا تھا کہ بچے نے چیخنا شروع کر دیا ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ اماں یہ وہی حسینؑ ہے میں اشقیاء سے سُن کے آیا ہوں۔ کہ یہ حسینؑ زینبؑ کا بھائی ہے۔ زہراؑ کا لال ہے۔ شعر

کیا جانے تو یہ کون حسین شہید ہے
زہرؑا کا لال سبطِ رسولِ مجید ہے

اماں زینب اجڑ گئی، منقول ہے کہ بچہ اس قدر رویا کہ اس کی روح پرواز کر گئی عزادارو ضعیفہ نے اپنے مردہ بچے کو اٹھایا اور قافلہ میں آکر آواز دی۔ قافلہ والو تم میں مدینے والی زینبؑ ہے، جناب زینبؑ نے آواز دی انا زینب، ضعیفہ میں زینب ہوں۔ میرا ویر حسینؑ کربلا کے میدان میں شہید کر دیا گیا یہ محمدؐ کی بیٹیاں میرے ساتھ قید ہو کر آئی ہیں، ضعیفہ نے کہا، شعر

غم نے کیا ہجوم میرے نورِ عین پر   میرا حسین ہو گیا صدقے حسینؑ پر

عزادارو، جونہی ربابؑ نے ماں کے ہاتھوں پر ننھی لاش دیکھی، تاب ضبط نہ رہی۔۔۔۔ منہ کربلا کی طرف کر کے پکاری، بیٹا اصغرؑ اگر میں مجبور نہ ہوتی تو میں بھی تیری لاش اٹھا کر سینے سے لگاتی، منقول ہے کہ جناب زینبؑ حضرت سجاد کے پاس تشریف لائیں اور کہا امام زمانہ میں رسول کی بیٹی ہو کر سوال کرنے آئی ہوں، جناب سجادؑ نے عرض کی پھوپھی اماں میں غریب ہو گیا ہوں، محمد کی بیٹی میں اُجڑ گیا ہوں، پھوپھی اماں میرا ویر اکبر مارا گیا۔ میرے باپ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے، سوال میری حالت دیکھ کر کرنا فرمایا۔ سجادؑ اگر تمہیں پہچانا تو نانے کی امت نے نہیں پہچانا۔ امام زمانہ میں رسول کی بیٹی ہو کر سوال کرتی ہوں کہ اس مائی کا حسین زندہ کر دے، عزادارو میرے قیدی امام نے ہتھکڑیاں سنبھالیں اور باقرؑ و سکینہ سے فرمایا کہ

ضعیف کے بیٹے کا زندہ ہونا

جب میں دعا کروں تو تم پھوپھی بھتیجا آمین کہہ دینا۔ شیعو سجادؑ نے ہتھکڑیوں والے ہاتھ بلند کیئے اور عرض کی پالنے والے تجھے میری جدہ زہراؑ کا واسطہ اس مائی کا حسین زندہ کر دے عزادارو ابھی جناب باقرؑ اور سکینہ نے آمین نہ کہی تھی کہ ہاتف کی آواز آئی سجادؑ وہ زندہ ہو گیا سجادؑ نے فرمایا بی بی تیرا بچہ زندہ ہو گیا، بس اتنا سن کر بچہ اٹھ بیٹھا اور آواز دے کر کہا قافلہ والو تم میں زینبؑ ہے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا بیٹا میں زینبؑ ہوں بچہ دوڑ کر بی بی کے قدموں میں گرا اور عرض کی بی بی میں مر چکا تھا، تیرے نانے نے مجھے زندہ کیا اور فرمایا کہ میری بچی زینبؑ کو کہنا کہ سکینہ کا خیال کرے کہیں رُل رُل کے نہ مر جائے سفینۃ البکا ص۱۲۶

عزادارو جس بچی کے بارے میں جناب رسولِ خداؐ کو فکر تھا اور بار بار تاکید کرتے تھے وہ بچی سکینہ بنت حسینؑ آخر زندان میں انتقال کر گئیں، بی بی زینبؑ نے کہا، شعر

زندان کی جفا نہ اُٹھی نیم جان سے — آخر کو چل بسی میری بچی جہان سے

بحار میں منقول ہے کہ مولا حسینؑ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس گھر میں سکینہؑ اور رباب نہ ہو وہ گھر مجھے پسند نہیں آتا۔ مگر مسلمانوں نے آلِ محمدؐ کو رُلا رُلا کے مارا، لکھا ہے کہ جب قید کر کے اشقیا اہلِ حرم کو شام کی طرف لے جا رہے تھے تو راستہ میں ایک مقام پر فوج نے قیام کیا تو شمرؔ ملعون اپنے ساتھیوں میں پانی تقسیم کرنے لگا۔ جناب سکینہؑ نے جناب زینبؑ سے عرض کی کہ پھوپھی اماں میں مسلمانوں سے حجت تمام کرنا چاہتی ہوں، تاکہ کل قیامت کے روز پیش از خدا انکار نہ کر سکیں، یہ کہہ کر جناب سکینہ نے ایک کوزہ ہاتھ میں لیا اور جہاں شمرؔ پانی تقسیم کر رہا تھا وہاں جا کر کھڑی ہو گئیں۔ شمرؔ ملعون جب پانی تقسیم کرتے ہوئے جناب سکینہ کے قریب آیا تو اُس نے دوسری طرف مڑ کر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جناب سکینہ اس طرف جا کر کھڑی ہو گئیں۔ مگر شمرؔ نے جناب سکینہؑ کو دیکھ کر دوسری طرف رُخ پھیر لیا۔ عزادارو جناب سکینہ

شمر ملعون کا پانی گرانا

علیحدہ کھڑی ہو گئیں کہ جب تقسیم کر لے گا تو بچا ہوا پانی مجھے دے گا۔ شیعو کیا بیان کروں۔ راوی کہتا ہے کہ جب یہ ملعون پانی تقسیم کر چکا تو بچا ہوا پانی شمرؔ نے زمین پر ڈالتے ہوئے یہ کہا کہ تمہیں تمہارے مقررہ پانی سے زیادہ نہیں دیا جا سکتا۔ راوی کہتا ہے کہ جناب سکینہؑ نے جہاں شمرؔ نے پانی پھینکا تھا اس ترائی پر اپنے آپ کو گرا دیا اور ہائے پیاس کہہ کر بے ہوش

جناب سکینہ زندان شام میں

ہوگئیں۔ سفینۃ البکا ص ۱۱۵۔

میں کہا کرتا ہوں کہ کسی کا کیا بگڑا، توحید خدا کی بچی، نبوت رسول خدا کی بچی، کعبہ کی عظمت محفوظ ہوئی، قرآن کی توقیر برقرار رہی، مسلمانو کا کلمہ بچا اور گھر اُجڑ گیا زہرؑا کا، لُٹ گئی اولاد ابوطالب کی، روایت میں ہے کہ زندان میں یزیدؔ ملعون نے حکم بھیجا کہ کوئی بی بی یا بچہ ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ کرکے نہ روئے، زندان کی تاریکی سے آل رسول گھبرا گئی، سب سے زیادہ تباہ حالت جناب سکینہ کی تھی باپ کے سینے پر سونے والی بچی رات کو خاک پر سوتی تھی اور اپنے باپ کی یاد میں بلبلا کر رویا کرتی تھی تو سیّدانیاں تڑپ جاتی تھیں، لکھا ہے کہ جناب زینبؑ سکینہ کا دل بہلانے کے لئے کربلا کی کہانی سنایا کرتی تھیں، منقول ہے کہ ایک روز جناب سکینہ یاد پدر میں بہت روئیں اور بار بار جناب زینبؑ سے عرض کرتیں کہ مجھے میرے بابا بلا دیجئے، مجھے میرے بابا اس زندان میں چھوڑ کر کہاں چلے گئے۔ کیوں پھوپھی اماں کیا اس ملک میں ہوا نہیں چلا کرتی۔ یہ سُن کر جناب زینبؑ نے رو کر بچی کو سینے سے لگایا۔ اور پیار کرتے ہوئے کہا سکینہ ہوا تو اس ملک میں بھی چلا کرتی ہے مگر ہمیں نہیں لگتی۔ بیٹی ہم نانے کی امت کے مہمان ہیں سکینہ ہم مسلمانو سے اجر رسالت لے رہے ہیں۔ جناب سکینہ نے رو کر کہا پھوپھی اماں میں ان لوگوں کی اپنے بابا سے شکایت کروں گی۔ لکھا ہے کہ روتے روتے جناب سکینہ کی آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر بعد گھبرا کر اٹھیں اور ہائے بابا ہائے بابا کہہ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں۔ جناب زینبؑ نے پوچھا سکینہ کیا ہوا کہا پھوپھی اماں میرے بابا ابھی مجھے سینے سے لگا کر کہہ رہے تھے، کہ بیٹی گھبراؤ مت تمہاری مصیبت کا وقت ختم ہوگیا کل رات تم میرے پاس آجاؤ گی۔ عزادارو یہ سُن کر سیّدانیوں میں کہرام بپا ہوگیا اور سب نے سمجھ لیا کہ سکینہ کی موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ اب سکینہ بھی دائمی جدائی کا داغ دے رہی ہے۔ شیعو! اپنے بابا کی یاد میں سکینہ اس قدر بے چین ہوگئی کہ غش پہ غش آنے لگتے اور بار بار کہتی تھیں میرے بابا کہاں چلے گئے۔ بھیا سجاد مجھے میرے بابا سے ملا دو، میں اپنے بابا سے بیان کروں گی کہ میرا ویر اصغر پیاسا مارا گیا، مسلمانوں نے میرے وہ دُر بھی اتار لئے جو عید کے روز آپ نے پہنائے تھے لکھا ہے کہ جناب سکینہ روتی روتی ایک دم خاموش ہوگئیں۔ حضرت سجادؑ نے آگے

بڑھ کر بہن کی نبض پہ ہاتھ رکھا اور آواز دے کر پکارا سیدانیو قریب آجاؤ میری یتیم بہن انتقال کر گئی۔ اب کیا تھا زندان میں کہرام مچا اور ہائے سکینہ ہائے سکینہ کے بین شروع ہوئے مصباح المجالس جلد ا ص۲۷۲ اب میرا عزاداروں سے ایک سوال ہے کہ آپ لوگوں میں کافی حضرات زائر بھی ہوں گے۔ آپ لوگوں نے شام کا سفر بھی کیا ہوگا آپ حضرات نے شام کے قبرستان میں جناب سکینہ بنت الحسین کا روضہ بھی دیکھا ہوگا اور زندان میں بھی گئے ہوں گے۔ ذرا حساب لگا کر تو بتائیے کہ زندان اور جناب سکینہ کے روضہ میں کتنا فاصلہ ہے جب آپ تصور فرمالیں تو بتائیں جناب سکینہ کو کفن کس کپڑے سے ملا۔ اور جنازے کے ساتھ کتنے آدمی تھے اور اگر اکیلے سجاد ہی تھے تو جس انسان کے ہاتھ بندھے ہوں اس نے جنازہ کس طرح اٹھایا ہوگا۔ میں یہی سنتا ہوں کہ سکینہ کا کفن اُن کا پرانا کرتہ بنا، غسل کے وقت جب لاش پر پانی ڈالا گیا تھا تو تعجب نہیں کہ لاش سے آواز آئی ہو کہ میری لاش پر پانی نہ ڈالنا، میرا ویرا اصغرؑ پیاسا مارا گیا، کہتے ہیں کہ پھر سجادؑ نے بہن کا جنازہ سر پر رکھا اور قبرستان میں پہنچ کر کیا دیکھا کہ ایک قبر بنی ہوئی ہے جس سے دو ہاتھ برآمد ہوئے اور آواز آئی بیٹا سجاد میری امانت مجھے دے دو۔ ممکن ہے کہ حضرت سجادؑ نے دریافت کیا ہو کہ آپ کون ہیں تو آواز آئی ہو گی میں تیری دادی فاطمہؑ زہرا ہوں۔ بیٹا جب سے تیرے بابا نے مدینہ چھوڑا تو میں نے بقیع چھوڑ دیا۔ بیٹا جہاں زینبؑ جائے گی تو زہراؑ بھی ساتھ ساتھ ہوگی۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۔ پارہ ۱۹ ع ۱۵ ۔

دوسری مجلس

فتح وشکست کا معیار، فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے، حضرت آدم کی فتح، حضرت نوح کی فتح، خلیل خدا کی فتح، حبیب خدا کی فتح، حسینؑ بن علیؑ سیّد الشہداء کی فتح مبین (ربط مصائب پامالی لاشہائے شہداء اور ثانی زہرا کا بازار کوفہ میں خطبہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ - پارہ ۶ رکوع ۱۲- جو کوئی دوست رکھے اللہ اور اس کے رسولؐ کو اور مومنین کو یقیناً یہی گروہ اللہ کا فتح پانے والا ہے - فتح اور شکست دو ایسے مشہور لفظ ہیں کہ جن سے ہر انسان واقف و آگاہ ہے۔ آپ ہر روز اخباروں میں فتح اور شکست کے واقعات پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں فاتح ہمیشہ اپنی فتح کے قصّے دہراتے اور یادگاریں قائم کرتے ہیں۔ فاتح جلوس نکالتا ہے اعلان کرتا ہے اور قوم میں اپنی قربانی اور کامیابی کا اعلان کرتا ہے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے درسِ کامرانی بیان کرتا ہے۔ حقیقت ہے کہ جن کی ماضی درخشندہ ہو، ان کا مستقبل بھی روشن اور استوار ہوتا ہے اس سے کوئی سلیم الطبع انسان انکار نہیں کر سکتا کہ ماضی ہی مستقبل کے لئے مشعل راہ ہوا کرتی ہے۔ جن قوموں کے سلف، بہادر، جیالے، بے باک، نڈر اور غازی و فاتح ہوتے ہیں، ان کے خلف بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کو کامیابی و کامرانی سمجھنے کے علاوہ سابقہ

بزرگوں کے افعال و کردار کی یاد منانا ضروری اور واجب سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس شکست خوردہ ذہنیتیں ایسی یادگاروں کی ہمیشہ مخالف ہوا کرتی ہیں ایسی یادگاروں کے منانے پر نقضِ امن اور غیر شرع بیان کر کے کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔

اس مسئلے کو آج کل کے الیکشن نے خوب واضح اور روشن کر دیا ہے کہ جو انسان ووٹوں سے جیت جاتا ہے وہ نتیجہ سنتے ہی خوشی منایا کرتا ہے۔ اور اپنی فتح کا اعلان کرتا ہے جلوس نکالتا ہے مگر شکست کھانے والے حضرات کو ایسا اعلان و جلوس ایک آنکھ نہیں بھاتا بلکہ وہ اپنی خفت و ناکامی سے تنگ آ کر مارنے مرنے پر تل جاتے ہیں بسا اوقات اس طرح کے جلوسوں میں خونریزی اور فسادات بھی رونما ہو جاتے ہیں یہ حقیقت اور مشاہدہ ہے کہ فتح کے اعلان و جلوس سے وہی لوگ گھبراتے ہیں جو شکست خوردہ ہوں یا شکست کھانے والوں کے حمائتی و ہمنوا ہوں، بس جلوس نکال کر فاتح اور مغلوب کو آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے دوسرا قدرت کا ارشاد ہے کہ وہی لوگ غالب اور فاتح ہوا کرتے ہیں جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول اکرم اور مومنین سے تولّا رکھتے ہیں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ فتح ہمیشہ مومن کی ہوا کرتی ہے اور شکست کافر و مشرک اور منافق کا مقسوم ہے قرآن مجید کی رُو سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مومن ہمیشہ ہمیشہ فاتح ہوا کرتا ہے اگر کسی وقت کوئی مدعئ ایمان شکست کھا جائے تو سمجھو کہ یہ بندہ اس طرح کا مومن نہیں ہے جس طرح کا خدا تعالےٰ نے بیان کیا ہے یعنی مومن کہلانا اور بات ہے اور مومن ہونا اور بات ہے۔ رُباعی۔

وادئ موت ہو یا آگ کے شعلوں کا حصار تمغۂ جرأت و ہمت ہے بیانِ حیدر
ہاں پڑھو وقت کے ماتھے پہ لہو کی تحریر غیر فرار کو ملتا ہے نشانِ حیدر

حضرت آدمؑ کی فتح

مسلمانو فتح ہمیشہ حق کی ہوا کرتی ہے باطل کی کبھی فتح نہیں ہوئی دنیا کو غلط فہمی ہے کہ باطل بھی جیت جاتا ہے ہرگز ہرگز ایسا کبھی نہیں ہوا، سنو! تاریخ انسانی میں حق اور باطل کا سب سے پہلا ٹکراؤ اس دن ہوا جس دن شیطان نے آدمؑ کی خلافت ظاہری کو چیلنج کیا ادھر آدم کے جسد خاکی میں نفخ روح ہوا، اُدھر معرکہ حق و باطل آراستہ ہوا، اور اس معرکہ کا جو انجام ہوا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، شیطان کی گردن میں ابدی لعنت کا

طوق اور اس کے سینہ پر رجیم کا تمغہ آویزاں ہوا علاوہ اس کے کہ وہ مردود و ملعون قرار پایا بروز قیامت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نار جہنم میں بند کر دیا جائے گا اس کے برعکس آدمؑ کے فرق مبارک پر خلافت الٰہیہ ارضیہ کا تاج جگمگایا گیا۔ دوش پر ردائے حکومت جلوہ بار ہوئی، نبوت کی مہر انگشت مقدس کی زینت بنی۔ رسالت کا جلال جبین مبارک سے نمایاں ہوا، اور مسجود ملائکہ ہونے کا شرف آپ کی عظمت کا نقیب تھا۔ بس آدمؑ کے انجام اور شیطان کے انجام کار پر نگاہ ڈال کر فیصلہ کیجئے کہ فتح کس کی ہوئی، خلافت الٰہیہ کا امین کون قرار پایا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون کون ہوا، بس فتح حق کی ہوا کرتی ہے۔

حضرت نوحؑ کی فتح

اور سنیئے حق و باطل کا دوسرا ٹکراؤ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ہوا، ایک طرف اکیلے نوحؑ تھے اور دوسری طرف پوری قوم، ایک سمت انتہائی کمزور اقلیت اور دوسری طرف بے پناہ اکثریت حق کا پرستار ایک اور باطل کے شیدائی لاکھوں، لیکن نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا کہ حق کے طوفان کی ایک موج نے باطل کے سفینہ کو غرق کر دیا اور کشتیٔ نوحؑ نجات و سلامتی کا مظہر قرار پائی، سارے باطل پرست نذر اجل ہو گئے اور دنیا پر حق پسندوں کا راج اس شان سے قائم ہوا کہ نوحؑ آج تک آدم ثانی کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ حق پسند فیصلہ دیں کہ فتح کس کی ہوئی حق کی یقیناً فتح اور باطل مغلوب و مقہور ہوا۔

خلیل خداؑ کی فتح

حق و باطل کا تیسرا ٹکراؤ سرزمین نینوا پر ہوا، جہاں باطل کے پاس، حکومت کا جلال بھی تھا، عساکر کا شکوہ بھی تھا، خزائن کی قوت بھی تھی، اکثریت کی طاقت بھی تھی اور کاہنوں کے اثرات بھی تھے اور ان کے مقابلہ میں ایک تن تنہا حق پرست تھا، جو دلیرانہ اور شیرانہ انداز میں باطل کو دعوت مبارزت دے رہا تھا۔ باطل کی انتہائی کاوش یہ تھی کہ حق کی آواز کچل دی جائے مگر حق ساری دنیا پر چھا جانے کے لئے مچل رہا تھا۔ مقابلہ ہوا، باطل کی قوتوں نے ابراہیمؑ کے لئے آگ تیار کی، لیکن حق پر آنچ نہیں آنے پائی، نمرود کی خدائی حرف باطل کی طرح ملیا میٹ ہو گئی اور ابراہیمؑ نے نہ صرف یہ کہ سرزمین نینوا پر توحید کا پرچم لہرا دیا بلکہ آس پاس کے علاقوں میں بھی وحدانیت کے دور صداقت کے جھنڈے گاڑ دیئے عربستان میں ان کے بڑے صاحبزادے اسماعیلؑ ان کی تحریک کے نقیب قرار پائے، شام

میں اسحاق نے ڈیرے ڈال دیئے اور سدوم میں حضرت لوطؑ ان کے مشن کے محافظ مقرر ہوئے پورا جزیرہ نمائے عرب حق کی تحریک اور حق کی فتح کا مرکز بن گیا اور یہ مرکز اس شان سے بنا، کہ آج جبکہ نمرود اور اس کے ساتھیوں کا کوئی نام ونشان سطحِ ارض پر موجود نہیں ہے، ابراہیمؑ کا تعمیر کیا ہوا مکان ان کی تحریکِ توحید کا سب سے تابناک اور درخشندہ نشان تسلیم کیا جاتا ہے منصف مزاج حضرات فیصلہ دیں کہ فتح کس کی ہوئی۔ یقیناً جواب ملے گا کہ فتح حق کی ہوئی اور باطل حرفِ غلط کی طرح ہمیشہ ہمیشہ نیست و نابود ہوگیا صلوات مسدس۔

کرتے ہیں کارِ خدائی بھی خدائی میں بشر کعبہ حق کی ہوئی تعمیر ان کے ہاتھ پر
فرق اس کے اور ان کے کام میں ہے اسقدر اس نے ہے ان کو بنایا انہوں نے اسکا گھر
کارکن دیکھا جو حق نے سونپ اپنا گھر دیا
کام کے بندے تھے گھر کا گھر حوالے کر دیا صلوٰۃ

مسدس

حق و باطل کا چوتھا معرکہ سُنیئے۔ مصر کی سرزمین پر حق اور باطل میں جو تصادم ہوا وہ تاریخ انسانی میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے ایک طرف فرعون تھا جسے حکومت کا طمطراق، مصری قوم کی قوت، دولت اور اس کے ترقی یافتہ علوم وفنون، سلطنت کا فخر، اور دولت کا غرور تھا، دوسری طرف ایک کمبل پوش اور بوریا نشین مجاہد حق تھا۔ جو ہر قسم کے ظاہری ساز و سامان سے تہی دست تھا، فرعون بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھنے اور اپنی ربوبیت تسلیم کرانے پر مُصر تھا۔ مگر موسیٰؑ، بنی اسرائیل کو آزاد کرانے اور اس جھوٹی ربوبیت کو مٹانے پر تُلے ہوئے تھے، ٹکراؤ ہوا اور انتہائی سخت ہوا، نمرود سے بڑھ کر فرعونؑ کو ایک اور طاقت حاصل تھی اور وہ تھی علم اور سحر کی قوت، لیکن جس طرح ابراہیمؑ کے ہاتھوں نمرود کو شکست ہوئی اسی طرح سے موسیٰؑ کے ہاتھوں سے فرعون غرق دریائے ضلالت ہوا۔ مصری سلطنت ختم ہوگئی اور سرزمینِ شام پر بنی اسرائیل کی حکومت قائم ہوگئی، مسلمانو! فتح ہمیشہ حق کی ہوا کرتی ہے اور باطل کی قسمت میں ذلت وخواری ہوا کرتی ہے۔

حضرت عیسیٰ کی فتح

پانچواں حق و باطل کا ٹکراؤ، سرزمینِ فلسطین پر ہوا، اب مقابلہ اور زیادہ سخت تھا۔ رومی سلطنت اور یہودی قوم دونوں حضرت مسیحؑ کے مقابلہ میں صف آرا تھیں، سلطنت، اکثریت،

طاقت، دولت، غلبہ، اجماع غرض کیا تھا جو باطل کے قبضہ میں نہ تھا اور اس کے مقابلہ میں ایک کمزور اور مہتا انسان اللہ تعالیٰ کا سچا عبد، ٹکراؤ ہوا اور خوب ہوا، ایک طرف تلوار تھی اور دوسری جانب محبت، نتیجہ جو کچھ ہوا وہ دنیا پر آشکار ہے۔ یہودی ذلیل ہوئے قیصر کی نسل حضرت مسیح پر ایمان لانے پر مجبور ہوئی اور خود حضرت عیسیٰؑ کو یہ عزت و عظمت نصیب ہوئی کہ آج دنیا کے کروڑوں عیسائی اور ستر کروڑ مسلمان ان کا نام سنتے ہی ادب کی گردن خم کر دیا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ فتح حق کی ہوئی۔

حق و باطل کا چھٹا معرکہ بھی سنیئے! فاران کی چوٹیوں سے حق کا آوازہ بلند ہوا تو پورے عرب میں ہل چل مچ گئی۔ قریش کی خونچکاں تلواریں نیاموں سے نکل پڑیں۔ عرب سورماؤں کی تیوریوں پر بل پڑ گئے، خیبر کے یہودی ہوں یا تبوک کے کفار ہوں یا نجران کے نصاریٰ مکہ کے بت پرست ہوں یا نجد کے صائبین، سب کے سب ایک مجاہد حق کے مقابلہ میں صف بستہ ہو گئے، مقابلہ ہوا اور بار بار ہوا، نتیجہ جو نکلا وہ قرآن مجید کے الفاظ میں اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۔ پارہ ۲۶ کی تصویر تھا قریش کی تلواریں کند ہو گئیں۔ یہودیوں کی سازشیں ناکام ہو گئیں، دشمنوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور پورا جزیرہ نمائے عرب توحید کے نعروں سے گونجنے لگا جن کی بازگشت سے آج سارا عالم گونج رہا ہے، بتاؤ مسلمانو! فتح ابوجہل ابوسفیان وغیرہما کی ہے یا خدا کے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہے، بس ثابت ہوا کہ فتح ہمیشہ حق کی ہوا کرتی ہے کیونکہ خدا تعالےٰ کا اعلان ہے کہ ہمیشہ مومنین ہی کا گروہ غالب آیا کرتا ہے۔ صلوٰۃ

اب مجھے واقعہ کربلا کے فاتح اعظم کے بارے میں عرض کرنا ہے کہ معرکہ کربلا میں فاتح کون تھا اور شکست کس کے حصہ میں آئی، مسلمان ایک واہمہ کا شکار ہیں، بیگانے تو بیگانے رہے مودت اہلبیت کا دم بھرنے والے بھی اکثر کہہ دیا کرتے ہیں کہ ظاہری فتح یزیدؔ کی ہوئی اور باطنی فتح حضرت امام حسین علیہ السلام کی تھی، یہ صرف شکستہ دل کو تسلی دینا ہے کہ باطنی فتح کا فلسفہ گھڑا گیا، مسلمانو! فتح ہمیشہ ظاہری ہوا کرتی ہے باطنی کوئی فتح نہیں ہے یہ ایک بے معنی اور بے حقیقت فلسفہ ہے جو باطنی فتح کا حربہ استعمال کیا گیا، فتح ہمیشہ ظاہری ہوا کرتی ہے اور وہ ہے مومنین کا مقسوم و مقدر سب سے پہلے یزیدؔ کا مقصد اور غرض معلوم ہونا ضروری ہے کہ یزیدؔ عنید

سرورِ انبیاء کی فتح

حسینِ اعظم کی فتح

یزید علیہ لعنۃ کی غرض

کیا چاہتا تھا، اور حسینؑ وائی کونین کی کیا غرض و منشاء تھی۔ سنیئے! یزید کا منشاء و مسلک یہ تھا کہ نبی عربی حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیمات کو ختم کرکے اپنے سلف کے قوانین کو از سرِ نو رواج دے کر ہندہ کی یاد کو تازہ و باقی رکھا جائے۔ بنی اُمیہ کی جہالت و گمراہی، بے دینی، ضلالت کو یزیدؔ زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ مگر اس کے برعکس حسینؑ نے عہد

حسین ابن علیؑ کا مقصد

کرلیا کہ اپنے کڑیل بیٹے ہم شکل پیغمبرؐ کی جوانی دونگا۔ عباسؑ جیسے بھائی کے بازو کٹوانے پڑے تو کٹوادونگا، مجھے چھ ماہ کا علیؑ اصغر اگر راہ خدا میں دینا پڑا تو دے دونگا، بہنوں کا پردہ لٹاؤں گا۔ سکینہ کے دُر چھنواؤنگا، بہو بیٹیاں قید کراؤں گا۔ حتیٰ کہ اپنی گردن بھی کٹواؤں گا۔ اپنی لاش کو گھوڑوں سے پامال کراؤں گا، مگر ہر ممکن ہر حالت میں توحید خداوندی اور اپنے نانے کے لائے ہوئے دین کو بچاؤں گا۔ مسلمانو! یزیدؔ عنید کی غرض و منشاء اور حسینؑ کی غرض و منشاء دونوں کو ذہن میں رکھ کر فیصلہ کیجیئے کہ اپنے ارادے میں کون کامیاب ہوا، اور کون خائب و خاسر رہا۔ میں کہا کرتا ہوں اور دعوے سے کہتا ہوں کہ حسینؑ ابن علیؑ اپنے مشن اور پروگرام میں ایسے کامیاب ہوئے کہ ایسی کامیابی کائنات میں کسی فرد کو نصیب نہ ہو سکی اور یزیدؔ ایسا بدنام اور ذلیل ہوا کہ لفظ یزیدؔ داخلِ دشنام ہوگیا۔ رُباعی۔

نہ تحریریں نہ تقریریں نہ پیغام سلام اتنا ۔۔۔ زبان اہل عالم پر نہ آیا کوئی نام اتنا
وہ منزل ہے حسینؑ ابن علیؑ کے کارنامے کی ۔۔۔ کسی موضوع پہ اب تک نہیں دیکھا کلام اتنا

یزیدیت پر چھ کاری ضربات

میرے مولا حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزیدیت پر چھ کاری ضربیں لگائیں کہ قیامت تک یزیدؔ کا نام و نشان مٹا دیا، (۱) یزیدؔ نے اپنے گورنر ولید بن عتبہ کو خط لکھا کہ حسینؑ ابن علیؑ سے میری بیعت لے اگر وہ بیعت نہ کریں تو ان کا سر کاٹ کر میرے پاس دمشق میں بھیج دیا جائے، ولید حاکم مدینہ نے مروان بن حکم جیسے ملعون سے مشورہ بھی لیا اور رات کے وقت اکیلے حسین ابن علی علیہ السلام دارالامارہ میں تشریف بھی لے گئے مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ کوئی یہ کہہ دیتا کہ حسینؑ آپ یزیدؔ کی بیعت کریں ورنہ سر قلم کر دیا جائے گا۔ حاکم مدینہ ولید بن عتبہ خاموش نگاہوں سے میرے مولا حسینؑ کی مدینے سے تیاری دیکھتا رہا مگر روکنے کی ہمت نہ ہوئی، بتاؤ لوگو یزیدؔ اپنے پروگرام میں کامیاب ہوا یا حسینؑ ابن علیؑ اپنے عزم اور ارادے میں کامیاب ہوئے

حکومت کی پوری قوت دیکھتی رہی اور بتولؑ کا لال یزیدؔ کے ناپاک ارادے پر پانی پھیرتا ہوا مدینے سے مکہ کو روانہ ہوگیا۔ یہ یزیدؔ پر حسین کی پہلی کاری ضرب تھی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں سوئی ہوئی ضمیروں نے کروٹیں بدلیں کہ کیا وجہ ہے کہ تمام صحابہ کی اولاد تو آرام سے اپنے گھروں میں خوش و خرم آباد ہے اور محمدؐ مصطفےٰ کی بیٹیاں وطن سے بے وطن ہو رہی ہیں۔ مدینہ منورہ کے وہ مُردہ دِل اور بے حِس لوگ جنہوں نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت پر حکومت کے خلاف ذرہ بھر بھی زبان کو حرکت نہ دی، حسین ابن علی کی کاری ضرب نے مردہ ضمیروں کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا اور حکومت کے خلاف بغاوت پر مسلمان تُل گئے۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جنگ حرّہ جیسے عظیم حادثات سے مدینے کے لوگوں کو دو چار ہونا پڑا عبداللہ ابن عمر کی حمایتِ یزید میں مسلسل تقریروں کے باوجود مدینے کے مسلمانوں نے یزید پلید کی بیعت سے انکار اور خلع کیا، بتاؤ مسلمانو! اس پہلی تجویز میں یزیدؔ کی فتح ہے یا حسینؑ ابن علیؑ کی فتح ہوئی۔ ہر منصف مزاج یہی جواب دے گا کہ حسینؑ فاتح اور غالب رہے اور یزیدؔ مغلوب ہوا۔

دوسری ضرب سنیئے کہ یزیدؔ نے تیس ۳۰ آدمی حاجیوں کے لباس میں مکہ روانہ کئے کہ مخلوق کے اژدہام میں شمع امامت کو گل کر دیا جائے، حکومتیں ایسی سازشوں میں اکثر کامیاب ہوا کرتی ہیں ہاں اگر یزیدی گروہ حضرت امام حسینؑ کو حالتِ طواف میں شہید کر دیتے تو یزیدؔ کے لئے قتلِ حسینؑ سے بری الذمہ ہونے کا عذر یہ تھا کہ بلوۂ عام میں کسی ناصبی یا خارجی نے قتل کیا ہوگا۔ اور یزیدؔ بظاہر حمایت حسینؑ کا ڈھنڈورا پیٹ کر دنیا کی لعنت سے بچ جاتا۔ اس کے علاوہ کعبہ کی حرمت بھی ضائع ہو جاتی۔ حسینؑ ابن علیؑ کی دور بین نگاہوں نے یزیدیت پر دوسری کاری ضرب یہ لگائی کہ ۸، ذوالحجہ کو احرام حج کو عُمرہ سے بدل کر ساری دنیا کے سامنے حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مکہ سے صاف نکل گئے اس کے ساتھ اطراف واکناف کے لوگ حیران رہ گئے کہ کیا وجہ کہ ساری دنیا تو حج کرنے کے لئے بیت اللہ کو آ رہی ہے۔ اور وارثانِ کعبہ کو اتنا ستایا گیا کہ انہیں حج تک کرنا بھی نصیب نہ ہو سکا۔ اس دوسری کاری ضرب سے یزید کی اسلام دشمنی اس طرح ظاہر و بے نقاب ہوئی کہ اکثر مسلمان یزیدؔ کو اسی وقت کافر و بے دین کہنے لگے۔

مدینہ سے روانگی

احرام حج کو عمرہ سے بدلنا

دشمن کو پانی پلانا

حسین ابن علی کی تیسری کاری ضرب یزیدیت پر یہ تھی کہ جو ساقیٔ کوثر کے فرزند نے دشمن کے ایک ہزار پیاسے لشکر کو پانی پلا کر لگائی، کہاں ہیں شرافتِ انسانیت کے پرستار، کہاں ہیں میدانِ جہاد کے شہسوار، کہاں ہیں دشمن کو تلوار سے شکست دینے والے لوگ، کہاں ہیں بہادرانِ میدان، مجھے سمجھائیں کہ کیا حسینؑ ابن علیؑ کے سوا بھی کوئی ایسا بہادر چشم فلک نے دیکھا ہے کہ جو اپنے دشمنوں کو اپنے ہاتھوں سے حیاتِ نو بخشے تاکہ وہ زندہ ہو کر اُسے آسانی سے قتل کر سکیں۔ ابوسفیانؔ کا وہ پانی بند کرنا بھی یاد ہے کہ جس کی وجہ سے خدا کا حبیب شعب ابی طالب میں تین سال نہایت عُسرت و تنگی سے گزار چکا ہے۔ حسینؑ اِس بات سے بھی واقف ہیں کہ جنگ صفین میں معاویہ ابن ابی سفیان نے حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کا پانی بند کیا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے قاتلوں کو پانی پلا کر یہ ثابت کر دیا کہ میں ملک کی خاطر اگر جنگ کرنے نکلتا تو اس سے بہتر اور کونسا موقع تھا پیاسے دشمن کو آسانی سے قتل کیا جا سکتا تو گویا میں ملک گیری کیلئے مدینہ سے نہیں نکلا۔ بلکہ انسانیت و شرافت اور اخلاق و دیانت کی جنگ کرنے آیا ہوں مجھے تو صرف توحید خداوندی اور احمد مختار کے لائے ہوئے اصولوں کی حفاظت کرنا مطلوب ہے اس طرح کی اخلاقی جنگ اور اپنے دشمنوں سے ایسا حسن سلوک صرف حسینؑ ابنِ علیؑ کا حصہ ہے میرے مولا کی کھلی فتح اور کیا ہو سکتی ہے کہ دشمن کے ایک ہزار لشکر نے آپ کو روکنا چاہا مگر نہ روک سکے بلکہ امام حسینؑ منزل مقصود تک آسانی سے پہنچ گئے۔ جہاں کی مٹی آج سے چھپّن برس پہلے نبی اکرمؐ نے اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جس روز یہ مٹی سُرخ ہو جائے سمجھ لینا کہ میرا فرزند حسینؑ قتل کر دیا گیا۔ بتاؤ مسلمانو! فتح کس کی ہوئی۔ کیا فوج یزیدؔ حسین کے مٹھی بھر لشکر کو روک سکی، یا حسینؑ اپنی منزل پر رواں دواں پہنچ گئے۔

زمین کربلا کو خریدنا

چوتھی ضرب کاری حسینؑ نے یزیدیت پر اس وقت لگائی جبکہ سرزمین کربلا میں پہنچ کر فرزند رسولؐ نے ساٹھ ہزار درہم سے زمین کو خرید کر کے خیام آل محمدؐ کو نصب فرمانے کا حکم صادر فرمایا۔ کہ بھیّا عباس یہ ریاست ہماری ہے ہم اپنے دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لئے اس زمین کو اپنی ملکیّت قرار دے رہے ہیں اگر فوج یزیدؔ نے ہمارے ساتھ جنگ کی تو ان سے دفاعی جنگ کرنا ہم پر واجب ہو گی اور منصف مزاج لوگ یزیدؔ کو ظالم اور جابر قرار دیں گے

بتاؤ مسلمانو! یزیدؑ نے حسینؑ کے خیام و ریاست پر حملہ کیا یا حسینؑ نے یزیدؑ کے علاقہ میں پہنچ کر جنگ کی تھی، بتولؑ کے لال نے اپنی جاگیر خرید کر ثابت کر دیا کہ میں جنگ کرنے کو نہیں آیا بلکہ حالات کے ناساز ہونے کی وجہ سے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے ہجرت کی ہے میں کہتا ہوں کہ اگر حسینؑ ابن علیؑ جنگ کرنے کو نکلتے تو مستورات کو ہرگز ساتھ نہ لاتے اور دشتِ کربلا میں زمین خرید کر اپنے آپ کو محفوظ نہ فرماتے۔ ماہرینِ جنگ اور اربابِ دانش سے فیصلہ چاہتا ہوں کہ فرمائیے جابر ظالم کون ہے۔ اور بے قصور مظلوم کون ہے۔

پانچویں کاری ضرب میدانِ کربلا میں انصارِ حسینؑ نے افواجِ یزیدؑ پر لگائی کہ جس کی مثال قیامِ قیامت تک نہ مل سکے گی۔ ایک طرف بہتر نفوس تھے جن میں ایک سو بیس سال کا بوڑھا اور چھ ماہ کا شیر خوار بھی شامل ہے دوسری جانب کم از کم پینتیس ہزار ۳۵۰۰۰ سپاہی تھے جو ہر طرح کے اسلحہ ہائے جنگ سے لیس تھے کربلا کے میدان میں ۶۱ھ ہجری دسویں ماہ محرم صبح کو جنگ شروع ہوئی مٹھی بھر لشکر تین دن کا بھوکا پیاسا اور ہزاروں کے مقابلہ میں اس جوانمردی سے لڑا کہ ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حسینی فوج کے بہتر نفوس نے کم از کم پینتیس ہزار کے لشکر کو عصر تک روکے رکھا کئی بار اشقیا میں بھگدڑ مچی اور میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ عمر بن حجاج زبیری کی سرکردگی میں یزیدؑ کے دس ہزار سواروں نے امام کے میسرہ پر جو صرف تیس ۳۰ آدمیوں پر مشتمل تھا حملہ کیا۔ کہاں دس ہزار جنگجو سپاہی اور کہاں تین دن کے بھوکے پیاسے تیس ۳۰ آدمی، لیکن حبیب ابن مظاہر نے اس خوبصورتی سے اس ریلے کو روکا کہ دشمن کے سینکڑوں سپاہی مارے گئے اور بالآخر اسے پسپائی اختیار کرنا پڑی تاریخ اسے حملہ اُولیٰ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ ظہر کے وقت شمرؑ ملعون کی سرکردگی میں دس ہزار سپاہیوں نے پشت کی جانب سے خیام حسینی پر حملہ کیا۔ لیکن یزیدی فوج اس حملہ میں بھی ناکام رہی اور شمرؑ کے لشکر کو کافی جانی نقصان اٹھانے کے بعد پسپائی کا راستہ اختیار کرنا پڑا، اسی طرح نہر کے چار ہزار پاسبانوں کی حضرت عباس کے مقابلہ میں شکست تاریخ کی ایک کھُلی ہوئی حقیقت ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ فرزند رسول نے اشقیاء سے اس قدر قیامت خیز جنگ کی کہ ہر طرف سے الامان، الامان کی آوازیں بلند ہونے لگیں، تین دن کے بھوکے پیاسے انسان

نے کم از کم دو ہزار اشقیا کو واصل جہنم کیا۔
جناب قبلہ حضرت مولانا عبدالعلی الہردی اعلی اللہ مقامہ کی کتاب مواعظِ حسنہ کے صـ ۱۲۴
پر مرقوم ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے دس ہزار اشقیا کو واصل جہنم فرمایا اور اشقیاء سے ۵۵ پچپن
منٹ جنگ اس قدر جاری رکھی کہ آپ نے مقام ذوالکفل تک جو میدانِ کربلا سے بارہ میل
دُور ہے یزیدی فوج کو ہٹا دیا، مگر جب قدرت کی طرف سے آواز آئی یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ
الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي
وَادْخُلِي جَنَّتِي پارہ ۳۰ رکوع ۱۴ اے نفس مطمئنہ پھر جا طرف پروردگار اپنے کے خوش ہے تو کہ پسند کی گئی ہے
پس داخل ہو بیچ میرے بندوں کے اور داخل ہو بیچ بہشت میری کے۔ بس یہ ندا سُن کر میرے مولا نے
تلوار کو نیام میں رکھ لیا اور اپنے اس مقصدِ عظیم کی تکمیل پر آمادہ ہو گئے جو یزیدیت کی شہ رگ کو ہمیشہ
کیلئے کاٹ دینے والا تھا۔ اب بھی کوئی صاحب بصیرت کہہ سکتا ہے کہ فتح یزیدؔ کی ہوئی ہے یقیناً یہ
حسینؑ ابن علیؑ کی وہ کھلی ہوئی فتح ہے کہ جس پر جتنا بھی انسانیت ناز کرے کم ہے حسینؑ کی چھٹی کاری ضرب
یزدیت پر علیؑ اصغرؑ کا باز۔ ہنک ہے کہ شیر خوار نے یزیدی فوج پر وہ اخلاقی وابدی ضرب لگائی کہ فوج اشقیاء نے منہ پھیر کر
رونا شروع کر دیا کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اصغر جگہ کو مقام کے روتی ہے فوج شام　　تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے

عمر بن سعد کے لشکر کا بے شیر کی تشنگی پر رو دینا اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ اس
حسینی حربے نے وحشیوں کے دلوں میں بھی سوئی ہوئی انسانیت کو تھوڑی دیر کے لئے جگا دیا تھا
حسینؑ ابن بتولؑ کی اس کھُلی فتح پر دنیا کی متعصب نگاہیں اور یزیدؔ نواز تحریریں ہرگز ہرگز پردہ
نہیں ڈال سکتیں یہ مختصر سی چھ کاری ضربیں تھیں جن کو میں نے بیان کر دیا ہے۔ اس کے
بعد جنگ بظاہر تو ختم ہو گئی مگر اعلان فتح کا کام حضرت سجاد اور حسینؑ کی بہنوں نے اپنے ذمہ
لیا۔ اِدھر حسینؑ ابن علیؑ نوک نیزے پر قرآن پاک کی تلاوت فرما کر حق کی فتح کا اعلان فرماتے
جاتے تھے اور ادھر رسول خُدا کی بیٹیاں کوفہ و شام کے بازاروں میں خطبے پڑھ کر حق کی فتح
کا تعارف کراتی جاتی تھیں۔ مسلمانو! رسولؐ خدا کی بیٹیوں نے ہر مقام پر حسینؑ کے اصول دوہرائے
کوفیوں اور یزیدیوں سے منوائے اور اہلِ عالم کو قیامت تک پہنچائے اور اس قدر رسول اللہؐ کی
بیٹیوں نے حسینؑ کا تعارف کرایا کہ بیگانے تو بیگانے رہے خود یزیدؔ کی بیوی ہندہ اور یزیدؔ کی

نفس مطمئنہ

بشارت علی اصغرؑ

لڑکی اور یزیدؔ کا لڑکا معاویہ یزیدؔ پر لعنت کرنے لگے۔ تاریخ شاہد ہے کہ یزیدؔ ملعون کے مرنے کے بعد معاویہ ابن یزیدؔ کو جب تخت حوالے کیا گیا تو اُس نے تخت کو ٹھوکر مار کر کہا کہ میں اس حکومت اور تخت پر لعنت کرتا ہوں جو اولاد رسولؐ کے خون کو بہا کر حاصل کیا گیا ہے اس کے علاوہ یزیدؔ ملعون کا خود اپنی شکست کا اقرار کرنا ثابت ہے کہ جب یزیدؔ نے حضرت سجادؑ سے کہا کہ آپ مجھ سے خون بہا اپنے باپ کا لے لیں۔ کیوں مسلمانو! تاوان جنگ فاتح ادا کرتے ہیں یا مغلوب و مفتوح ادا کیا کرتے ہیں۔ یزید کا تاوان کی صورت میں خون بہا کی پیش کش کرنا، یہ اس کی شکست کی بیّن دلیل ہے جس سے انکار کرنا حق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے حسینؑ کی شریک کار بہن کو جب پیغام پہنچا کہ آپ کو اختیار ہے آپ دمشق میں رہیں یا مدینے تشریف لے جائیں تو شریکۃ الحسین نے فرمایا ابھی تک تو میں نے اپنے بھائی کا اچھی طرح سے تعارف ہی نہیں کرایا۔ لہٰذا پہلے ہمیں ایک مکان خالی کرا کر دیا جائے اور ہر آنے والوں کو آنے کی اجازت دی جائے، اس کے بعد مدینے چلے جائیں گے پھر کیا تھا ہر گھر سے ہائے حسینؑ کی آوازیں بلند ہونے لگیں جسے دیکھ کر یزیدؔ گھبرا گیا اور آلِ رسولؐ کو مدینے جلدی روانہ کرنے کی تجویزیں ہوگئیں۔ کیوں مسلمانو! یزیدؔ کی غرض تو تھی کہ حسین سے بیعت لی جائے، ہاں اگر حسینؑ نے بیعت نہ کی اور اپنا سر کٹوا دیا تو کوئی کتاب پیش کی جا سکتی ہے کہ یزیدؔ نے میرے بیمار قیدی امام سے بیعت طلب کی ہو، یزیدؔ کی جراُت نہیں ہوئی کہ سجادؑ سے بیعت کا سوال پیدا کرے یہ ہے حسینؑ کی فتح عظیم اور یزیدیت کی کھلی شکست کا مختصر سا خاکہ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ تعارف حسین۔

شبیرؑ کون روحِ گلستانِ زندگی ، شبیرؑ کون، مرکزِ ایمانِ زندگی
شبیرؑ کون، جوہرِ عرفانِ زندگی شبیرؑ کون، فاتحِ عنوانِ زندگی
امداد جس سے نزع کے عالم میں دین لے شبیرؑ وہ جو موت کو ہستی سے چھین لے
شبیرؑ کون، صبرِ مسلسل کا آسمان شبیرؑ کون قصرِ رسالت کا پاسبان
شبیرؑ کون، باعثِ بیدارئ جہاں شبیرؑ کون، ذاتِ مشیّت کا راز داں
شبیرؑ تشنگی میں جو دشمن کو جام دے کردار جس کا درسِ بقائے دوام دے

شبیرؑ کون، دینِ پیمبرؐ کا جانثار
شبیرؑ کون، گلشنِ اسلام کی بہار
شبیرؑ کون، جس کا ہر اک عزم پائیدار
شبیرؑ کون باعثِ تطہیرِ روزگار
جو دشمنوں کے سر سے رعونت نکال دے
الحاد کو جو دین کے سانچے میں ڈھال دے
شبیرؑ کون، راہ صداقت کا راھنما
شبیرؑ کون، غم کے سفینے کا ناخدا
شبیرؑ کون، باعثِ توقیرِ کربلا
شبیرؑ کون، روحِ نبیؐ، جانِ مرتضیٰ

شبیرؑ وہ جو جان کو خطرے میں ڈال دے
آئی ہوئی بلا کو جو سر دے کے ٹال دے

اب قرآن پاک سے میرے مولا کی کامیابی و کامرانی کا اعلان بھی سن لیجیے خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ○ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ پ۲ رکوع ۳

البتہ آزمائیں گے ہم تم کو ساتھ ڈر کے اور بھوک کے اور کمی مالوں سے اور جان سے اور پھلوں سے، میرے حبیب خوشخبری دے ان لوگوں کو جب ان کو مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے واسطے ہیں اور اسی کی طرف پھرنے والے ہیں اوپر اُن لوگوں کے پروردگار کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے اور یہی ہیں لوگ ہدایت والے۔ اب غور کرو، اور فیصلہ دو کہ (۱) ڈر (۲) بھوک (۳) مال کا نقصان (۴) جانوں کا نقصان (۵) اور پھلوں یعنی اولاد کی قربانیاں۔ بیک وقت کسی نے پانچ پرچے حل فرمائے، خدا تعالیٰ کی پوری کائنات میں سوائے بتولؑ کے لال کے کسی نبی یا وصی نے ایک وقت میں یہ پانچوں پرچے حل نہیں کئے یہی وجہ ہے کہ قدرت نے اپنے وعدے کے مطابق ان پر درود بھیجنا واجب قرار دیا، کسی کی نماز اس وقت تک درجۂ قبولیت پر فائز نہیں ہوگی جب تک وہ نماز میں ان پر درود نہیں بھیجے گا۔ صلوات۔

ان پانچ پرچوں کی تشریح یہ ہے کہ میرے مولا کو دشمن کا خوف اس قدر تھا کہ خوفِ

آیۂ ولنبلونکم بشیٔ

کثرتِ اعداء سے اپنے خیموں کے گرد خندق کھدوا کر آگ روشن کرا دی اور بھوک و تشنگی کا یہ عالم تھا کہ تین روز تک کھانا اور پانی میسّر نہ ہو سکا۔ معصوم بچے تشنگی کی شدت سے تڑپتے تھے، نقصان مالوں کا اس قدر ہوا کہ اشقیا نے خیموں میں آگ لگا دی اور مال و اسباب آلِ محمدؐ کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ عورتوں کے سروں سے چادریں بھی اعداء اتار کر لے گئے اور بچوں کے کانوں سے دُر تک اتار کر لے گئے اور نقصان جانوں کا اس قدر ہوا، کہ فرزند، بھائی، بھتیجے، بھانجے، انصار، احباب آنکھوں کے سامنے قتل ہو گئے، یہاں تک کہ چھ ماہ کا علی اصغرؑ بھی تیرِ ظلم کا نشانہ بن گیا، ان بے پناہ مصیبتوں کے آنے پر بھی زبان اقدس پہ حمدِ خُدا جاری تھی، دو شعر

زخمی بدن، لبوں پہ ہنسی، بازوؤں میں لاش — صبر و جہاد و شکر کی تصویر دیکھ لو
برچھی کا پھل، پسر کی جوانی دعا کا جوش — مظلومیّت میں قوتِ شبیرؑ دیکھ لو صلوٰۃ

بس نتیجہ برآمد ہوا کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام کی فتح مبین ہے جس کی مثال کائنات کی کوئی فتح پیش نہیں کر سکتی

میں ایک اور نرالے انداز میں اس فتح کو بیان کر کے مجلس کو ختم کرتا ہوں لکھا ہے۔ کہ ہلاکو خان کے پوتے کا بیٹا یعنی پڑپوتا سلطان خازان خان جو ہجری ۷۰۳ھ میں بغداد کا بادشاہ تھا اس کے دَورِ سلطنت میں ایک دفعہ بروز جمعہ ایک سیّد نے بغداد کی جامع مسجد میں نماز جُمعہ کے بعد انفرادی طور پہ نماز ظہر پڑھی، لوگوں نے ... سے اس کا مذہب دریافت کیا، سیّد سمجھ گیا کہ یہ لوگ دُشمنِ آلِ محمدؐ ہیں مجھے قتل کریں گے اس سیّد نے اُن سے کہا کہ میں تمہیں سچ سچ بتلا دیتا ہوں مگر میرے ساتھ وعدہ کرو کہ اگر کوئی میرے بارے میں دریافت کرے کہ یہ کس کی لاش ہے تو صاف صاف بتلا دینا کہ یہ فلاں مذہب اور قوم کا شخص ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اگر کسی نے ہم سے دریافت کیا تو ہم سچی بات کہہ دیں گے اس پر اس سیّد نے کہا کہ میں اولادِ رسولؐ سے ہوں اور میرا مذہب شیعہ ہے بس اتنا سُننا تھا کہ مُسلمان اِس غریب سیّد پر ٹوٹ پڑے اور اس طرح اجرِ رسالت ادا کیا کہ سیّد مسجد میں خون میں تڑپنے لگا پس مسلمان سیّد کو مذہب شیعہ کے جُرم میں قتل کر کے اطمینان سے نماز ادا کرنے لگے اتفاق

سے مسجد کے قریب سے بادشاہ کی سواری گزری اور امیر طرمطار جو بادشاہ کے خواص میں سے تھا اور بادشاہ کا بچپن سے خادم تھا۔ نماز کے لئے مسجد میں داخل ہؤا، اور امیر طرمطار نے مسجد میں ایک لاش دیکھی جو خون میں لت پت پڑی تھی اس نے نمازیوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے جو قتل ہؤا اور کس جرم میں اس کو قتل کیا گیا ہے لوگوں نے اپنے وعدے کے مطابق کہا کہ یہ سید ہے اور اس نے ہم سے علیحدہ نماز پڑھی تھی اور اس کے شیعہ ہونے کے جرم میں اسکو قتل کیا گیا ہے امیر طرمطار کو سخت رنج ہؤا۔ کہ صرف علیحدہ نماز پڑھنے کے جرم میں سید قتل ہو گیا ہے پریشانی کے عالم میں امیر طرمطار بادشاہ کے پاس آیا تو بادشاہ نے پریشانی کی وجہ دریافت کی امیر طرمطار نے تفصیل سے واقعہ کو بیان کیا کہ ایک سید اس جرم میں قتل ہو گیا کہ اس نے علیحدہ نماز کیوں پڑھی ہے اور اس کی لاش مسجد میں دیکھ کر آیا ہوں، بادشاہ نے جا کر ملاحظہ کیا اور نمازیوں سے حقیقت حال دریافت فرمائی لوگوں نے اپنے وعدے پر قائم رہتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ مقتول سید ہے اور اس نے ہم سے علیحدہ نماز پڑھنے کے علاوہ اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کیا ہے اس لئے اسے قتل کر دیا گیا ہے، بادشاہ کو تعجب ہؤا کہ علیحدہ نماز پڑھنے سے یہ سید کیوں قتل کر دیا گیا اسی وقت سید کو احترام سے دفن کیا گیا اور بادشاہ نے مذہب کی چھان بین شروع کر دی اور حقیقت مذہب شیعہ سے آگاہ ہو کر سلطان خازان خاں شیعہ ہو گیا، اس کے ساتھ ہزاروں آدمی بھی شیعہ مذہب میں داخل ہو گئے۔ تفسیر انوار النجف جلد ۲ صـ ۲۳۸ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد اس سید کی دو بہنیں اپنے بھائی کی قبر پر تشریف لائیں اور آ کر اُسے مبارک باد دی کہ تو اپنے مقصد میں کامیاب ثابت ہؤا، اس واقعہ کو عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ سید تو قتل ہو گیا مگر اب فیصلہ تو دو کہ فاتح ہے یا شکست خوردہ ہے۔ بتاؤ! مسجد کا ملاں جس نے سید کو قتل کرایا وہ کامیاب ہؤا یا خون میں لوٹنے والا قتل ہو کر چمن شیعیت میں بہار لے آیا۔ صلوٰۃ

اسی طرح میرے مولا نے اپنے بھرے گھر کو تو لٹا دیا مگر قیامت تک یزیدیت کو مٹا کے رکھ دیا اور ہر اہل ایمان کے دل پہ صداقت کی مہر نقش ہو گئی۔ مسدس۔

مسدس

ہر قوم ہے جس کی شہادت کا احترام
دُنیا میں جس کا نام ہے اک مستقل پیام

اس قدر ذکر جاری ہے مقبول خاص و عام ہر اک زبان شعر و ادب میں لا مقام

تقریر نظم و نثر کی کوئی انتہا نہیں

اب تک کسی کا تذکرہ اتنا ہوا نہیں

یہ حسینؑ ابن علیؑ کی فتح کی کھلی دلیل ہے کہ ہر سپاہی، ہر بہادر، ہر کمانڈر، اپنی فوج کو عظمت و جلالت سپاہ حسینی یاد دلا کر میدان جنگ میں لاتے ہیں، مسلمانو! حسینؑ ابن علیؑ صرف فاتح ہی نہیں بلکہ فاتح قوموں کے لئے صراطِ مستقیم ثابت ہوا، میرے مولا نے شہید ہو کر دنیا کو بتلایا کہ شہید اس طرح زندہ ہوتے ہیں جس طرح میں کائنات میں زندہ و تابندہ ہوں۔

بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۲ صفحہ پر مرقوم ہے کہ ایک مرد اسدی بیان کرتا ہے میں نے اپنے کھیت کو پانی لگایا ہوا تھا کہ میدان کربلا کی طرف سے مجھے مشک و عنبر کی خوشبو آئی میں حیران تھا کہ کیا ماجرا ہے میں حقیقتِ حال کو معلوم کرنے کے لئے چلا جوں جوں میں میدانِ کربلا کے قریب آتا تھا قوت مشام بڑھتی جاتی تھی میں حیران تھا کہ ایسی خوشبو تو دنیا میں کہیں نہیں ہو گی، جب میں میدان کربلا میں پہنچا تو کیا دیکھا کہ متعدد لاشیں بے گور و کفن بے سر کے ریت کربلا پر پڑی ہیں جن کے جسموں سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ میں حیران تھا کہ یہ کسی نبی کا چمن اُجڑ گیا ہے میں نے ان لاشوں کے درمیان میں ایک لاش کو دیکھا جو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کی گئی تھی اس سے نور کی شعاعیں اُٹھ اُٹھ کر آسمان کی طرف بلند ہو رہی ہیں عزادارو تمام لاشیں پامال نہیں ہوئیں، جہاں تک میری تحقیق ہے صرف پانچ لاشیں پامال ہوئی ہیں، باقی لاشوں کے کوئی نہ کوئی حمایتی نکل آئے اشقیا نے جب لاشوں پہ گھوڑے دوڑانے چاہے تو حرؑ کے حمایتی نکل آئے اور عمرؔ بن سعد سے کہہ کر حرؑ کی لاش کو اٹھا لیا۔ پھر حبیبؓ ابن مظاہر کے حمایتی نکل آئے اور لاش کو اُٹھا کر علیحدہ کر لیا، اسی طرح مسلمؓ بن عابس شاکری وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کی لاشیں اُٹھ گئیں، حتیٰ کہ حضرت عباسؑ کی لاش بھی اُٹھ گئی، عزادارو! حضرت عباسؑ کی لاش پامال نہیں ہوئی ہاں میرے مولا حضرت عباسؑ نے حضرت علی اکبر سے کہا تھا کہ اے علی اکبرؑ میری شہادت

کے بعد میری لاش کو اشقیا کے پاس لے جانا اور انہیں کہنا کہ یہ میرے چچا عباسؑ کی لاش موجود ہے، جسقدر تمہارا جی چاہے اس پہ گھوڑے دوڑا لو مگر فرزندِ رسولؐ جگر گوشۂ بتولؑ کی لاش کو پامال نہ کرنا، ہائے میرے غازی مولا! آپ نے ہر ممکن کوشش کی مگر اشقیائے نے فرزندِ رسولؐ کی لاش کو پامال کر ہی دیا۔

عزادارانِ حسینؑ! صرف پانچ لاشیں ہیں جن کا کوئی وارث نہ نکلا، نہیں نہیں ان کی وارث بی بی نے دوہائی دی۔ مگر ان کی مسلمانوں نے کوئی بات نہ مانی، جن لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے تھے وہ حضرت قاسم ابن الحسن کی لاش جو پامال ہوئی بلکہ حضرت قاسم کی لاش دو مرتبہ پامال ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ جب گھوڑے سے حضرت قاسم گرے اور حضرت امام حسینؑ کے پہنچنے سے پہلے گھوڑے جناب قاسم کی لاش پر دوڑ چکے تھے۔ اور دوسری بار چچا کے ساتھ لاش پامال ہوئی ہے، دوسری لاش علی اصغرؑ کی جس کو خود مولا حسینؑ نے چھپانے کی کوشش کی تھی، مگر اشقیا نے نیزوں سے زمین کرید کر معصوم کی لاش کو نکال لیا تھا، عزادارو! اگر جناب قاسم دو مرتبہ پامال ہوئے تو علی اصغر دو مرتبہ شہید ہوئے، ایک مرتبہ حرملہ لعینؒ کے تیر سے دوسری مرتبہ شمرؒ کے خنجر سے اصغرؑ کا گلا جدا ہوا ہے اور دو لاشیں جنابِ ثانیٔ زہرا کے فرزند عونؑ و محمدؑ کی تھیں جن کے حمایتی نہ نکل سکے اور پانچویں لاش میرے مظلوم امام کی تھی، جس پر مسلمانوں نے گھوڑے دوڑائے، مرد اسدی کہتا ہے کہ میں لاشوں کو حیرت سے دیکھ ہی رہا تھا کہ کیا دیکھا کہ ایک شیر جانب قبلہ سے دوڑتا ہوا آرہا ہے میں شیر کو دیکھ کر ڈر گیا کہ اب تک تو لاشیں محفوظ رہیں اب یہ جنگل کا شیر لاشوں کی بے حرمتی کرے گا، میں ڈر کے مارے ایک جھاڑی کے ساتھ چھپ گیا، شیر آیا اور اس نورانی لاش کا طواف کرنا شروع کر دیا، سات طواف کرنے کے بعد شیر نے اس لاش کے قدموں پر سر رکھا اور ایک چیخ مار کے شیر تڑپ کر مر گیا، اسدی کہتا ہے کہ میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ کیا ماجرا ہے؟ اس کے بعد وُہ مرد اسدی جھاڑی سے نکل کر نورانی لاش کے قریب آیا اور کہا یَا اَیُّهَا الْمَقْتُوْلُ اے قتل ہونے والے خُدا کے واسطے دو باتیں تو بتلا دا، ایک یہ کہ تو کون ہے؟ اور دوسری یہ کہ یہ شیر کون تھا جو تیری غربت کو دیکھ کر مر گیا۔ عزادارو! کٹے ہوئے گلے سے آواز آئی، عبداللہ نہیں پہچانا میں حسینؑ ابن علیؑ ہوں،

بس اتنا سُننا تھا کہ مرد اسدی نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگیا جب ہوش میں آیا تو رو کر کہنے لگا مولا عباسؑ کو کیا ہو گیا فرمایا عبداللہ عباس کو گلہ نہ دو، وہ دونوں بازو کٹا کے شہید ہو گیا، کہتے ہیں کہ ایک لاش تڑپ گئی ——————

—————— اس کے بعد عبداللہ نے عرض کیا مولا ! یہ شیر کون تھا جو مرگیا فرمایا عبداللہ یہ میرے بچپن کا ساتھی تھا، مدینہ میں یہ میرے ساتھ کھیلتا تھا، جب کچھ بڑا ہوا تو لوگوں نے میرے نانے سے عرض کی کہ ہمیں حسینؑ کے شیر سے ڈر لگتا ہے میں نے شیر سے کہا ابوالحارث تو جنگل کو نکل جا اور کربلا کے جنگل میں قیام رکھنا، ابوالحارث ایک وقت آئے گا جب میری ماں فضہؓ، میری بیٹی سکینہ تجھے بلائے تو آجانا، عبداللہ، ابوالحارث اس جنگل میں آگیا ہم بھی دو محرم کو اس میدان صحرا میں وارد ہوئے۔ دسویں محرم کو میرے عزیز و اقارب قتل ہوگئے، دشمنوں نے ہماری لاشوں پہ گھوڑے دوڑانے چاہے تو میری فوج کے ننھال وغیرہ سے کوئی نہ کوئی رشتہ دار نکلا اور عمر بن سعد سے کہہ کر لاشوں کو اٹھایا، عبداللہ ہم پانچ مظلوموں کے وارثوں کی نہ سُنی گئی (بحار الانوار ج ۱۰ حصہ ۲ صـ۵۵) جب ہماری لاشوں پہ گھوڑے دوڑانے لگے تو مجبور ہو کر میری ماں فضہؓ میری بیٹی سکینہ جنگل کو نکل گئیں اور آواز دی اے ابوالحارث آ، اور میرے بابا کی لاش کی حفاظت فرما، مگر ابوالحارث کے آنے سے پہلے ہماری لاشیں پامال ہو چکی تھیں، میں نے شیر سے کہا ابوالحارث اب ایسا کرنا کہ دن کو میری مظلوم بہن کے قافلہ کے ساتھ رہا کر اور رات کو آکر مجھے حال بتلایا کر، کہ کہیں زینب گھبرائی تو نہیں، کسی بچے کی موت پر زینبؑ نے امت کو بد دُعا تو نہیں کر دی، ہجوم کو دیکھ کر زینبؑ کا دل تو نہیں گھبرا گیا۔ عبداللہ یہ شیر دن کو قیدیوں کے ساتھ رہتا ہے اور رات کو میری لاش کا پہرہ دیتا ہے، عبداللہ نے عرض کی مولا یہ آج کیوں آکر مرگیا ہے۔ عزادارو! یہ سُننا تھا کہ مظلوم کی لاش تڑپی اور آواز آئی ہائے غریبی ہائے غریبی، عبداللہ اس وقت زینبؑ کا قافلہ کوفہ کے بازار میں پہنچ گیا لوگوں کا ہجوم ہے مکانوں کی چھتوں پہ عورتیں سوار ہیں اور ان کی جھولیوں میں پتھر ہیں، عبداللہ محمدؐ کی بیٹیاں سر کھلے، نستران بے کجاوہ پہ، وہ بازار سے گزر رہی ہیں، لوگ تماشائی بن کر کھڑے ہیں اور ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ یہ باغی کی بہن آگئی ہے، اس حالت کو

دیکھ کر غیرت سے شیر کا جگر پھٹ گیا اور میرے پاس آکر حال سُنایا اور چیخ مار کے مرگیا، کہ حسینؑ تو جان اور زینبؑ جانے تیرے نانے کی امت کا ستم نہیں دیکھا جاسکتا اور تڑپ کر مرگیا۔ عزادارو! جنگل کے حیوانوں سے تو رسول زادیوں کی حالت دیکھی نہ گئی۔ مگر مسلمانوں نے اولاد رسولؐ کو رُلا رُلا کر مارا۔

منقول ہے کہ جب قافلہ آلِ محمد کا کوفہ کے بازار میں پہنچا تو کثرتِ ہجوم کو دیکھ کر ایک مرتبہ جناب زینبؑ نے ارشاد فرمایا چپ رہو بس اس اشارہ کی یہ تاثیر تھی اِرْتَدَّتِ الْاَنْفَاسُ وَسَکَنَتِ الْاَجْرَاسُ ۔ لوگوں کے سینوں میں سانس رُک گئے، اونٹوں کی گھنٹیوں کی آوازیں تک بند ہوگئیں، کائنات میں سناٹا چھاگیا تو جناب زینبؑ نے ایک طویل خطبہ دیا، جس میں آلِ محمد کی طہارت و فضیلت کو بیان فرمایا اور اشقیا پر لعن کیا سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا اُو کوفے والو! تمہارے لئے ہلاکت و بربادی ہو، تمہاری کوئی امید بر نہ آئے، تمہارے ہاتھ قلم ہوں، تمہاری تجارت برباد ہو، تم غضبِ الٰہی میں گرفتار ہو، تم پر ذلت و رسوائی کی مار ہو، جب جانتے ہو کہ تم نے کس کو شہید کیا ہے؟ جو نیکوں کا ملجاؤ ماویٰ تھا جو مصیبتوں کے وقت جائے پناہ تھا جو راہ ہدایت دکھلانے کے لئے ایک نورانی منارہ تھا۔ جو سُنّت رسول کا پیشوا تھا جو کشتیٔ اسلام کا ناخدا تھا، جو وارثِ دین مصطفےٰ تھا، راوی کہتا ہے بخدا میں نے دیکھا کہ سب لوگ یہ کلام سُن کر متحیّر ہوگئے اور بے اختیار رو رہے تھے اور اپنی انگلیاں منہ میں دبائے ہوئے تھے ایک پیر مرد میرے پہلو میں کھڑا بہت رو رہا تھا اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی تھی۔ کہتا تھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں تمہارے بوڑھے تمام بوڑھوں سے بہتر تمہارے جوان تمام جوانوں سے افضل اور تمہاری عورتیں زنانِ عالم کی سردار، تمہاری نسل کائنات کی بہترین نسل ہے اور کبھی بھی تم عاجز و ذلیل نہیں ہوگے۔ بحار الانوار جلد ۱ حصہ ۲ صفحہ ۱۲

بس ان واقعات نے ثابت کردیا کہ حسینؑ ابن علی کی فتح مبین ہے اور یزیدؔ عنید پلید ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون و مردود ہے۔ شعر

اس دبدبہ سے فتح کیا روم و شام کو ۔۔۔ حکم جہاد پھر نہ ہوا نو امام کو

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ،

تیسری مجلس

سردارِ انبیاء اور علم غائب، اسمِ اعظم تہتر حروف ہیں، آئمہ معصومین کے پاس بہتر حروف ہیں، آصف بن برخیا کے پاس ایک حرف تھا۔ لایظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول کی تفسیر۔ مقام عبدیت و کلمات مناجات۔ حضرت عیسیٰؑ کا علمِ غائب، و آئمہ اہلبیت کے واقعات بہ علم غائب، من عندہ علم الکتاب کی تفسیر، چودہ ہزار عالم کا دورہ۔ حبیب بن مظاہر کا بچپن مظلوم کربلا کا خط۔ کربلا میں آمد اور شہادت حبیب بن مظاہر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ لّا پارہ رکوع ۲

اور کہو کہ عمل کرو پس البتہ دیکھے گا اللہ عمل تمہارے اور رسولؐ اس کا اور مومنین۔

دنیا میں سینکڑوں قسم کے علوم ہیں۔ مثلاً علم قرآن۔ علم تفسیر۔ علم حدیث۔ علم فقہ۔ علم تاریخ۔ علم منطق، علم ریاضی، علمِ فلسفہ، علم معانی، علمِ بیان، علم صرف، علم نحو، علم جفر، علمِ نجوم، علم ہندسہ، علم ادب، غرضیکہ کائنات میں سینکڑوں علوم قدرت نے پیدا فرمائے ہیں، تجارت، کاشتکاری، الیکٹرک، ڈاکٹری، حکمت، انجینئرنگ وغیرھا یہ سب ہی تو علم میں شامل ہیں ان سب علوم پر قدرت نے انسانوں کو دسترس عطا کی ہے۔ کوئی انسان علم تجارت میں ماہر تو کوئی ڈاکٹری و حکمت میں حاذق، کوئی کاشتکاری میں ہوشیار تو کوئی علم ادب و فلسفہ میں فاضل ان بے شمار علوم کے ماہرین کے لئے قادر مطلق کا ارشاد ہے کہ تم عمل کرو اللہ تعالیٰ اور

تیسری مجلس

اس کا رسولؐ اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھتے ہیں۔ لہٰذا اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اس گروہ یعنی اللہ، رسولِ خدا اور مومنین کے پاس اتنا وافر علم ہے۔ کہ کائنات کا کوئی فرد چاہے کسی ملک کا رہنے والا ہو اور چاہے کسی زبان میں یا کسی فن میں کوئی عمل کرے یہ ہستیاں دیکھتی ہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ خالق نے حد بھی نہیں قائم کی کہ یہ آج تو کائنات کے ہر عمل کو دیکھتے ہیں مگر دس سال یا پچاس یا سو سال کے بعد نہیں دیکھ سکیں گے بلکہ اعلانِ خداوندی ہے۔ کہ اللہ اور اس کا رسولؐ اور خاص مومنین ہر وقت، ہر زمانہ میں دیکھتے ہیں اور دیکھتے رہیں گے صلوٰۃ

علم غائب

آج مجھے تمام علوم میں سے صرف علم غائب پر بحث کرنا ہے کہ کیا علم غائب، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام بھی جانتے تھے یا نہیں، پاکستان کے شیعہ علمائیں بھی کافی اختلاف ہے کچھ بزرگ تو یہ فرمایا کرتے ہیں کہ جب تک وحی الٰہی یا الہام نہ ہو محمد و آلِ محمد کو کسی غائب کا علم ہی نہیں ہوتا، بس قدرت کی طرف سے علم حاصل کرکے یہ مخلوق خدا کو پہنچایا کرتے ہیں اور اتنا ہی اللہ تعالےٰ انہیں علم عطا کرتا ہے۔ جتنا ان سے دنیا سوال کرے یا جس قدر انہیں ضرورت ہے اور بس۔ اور دوسرا گروہ اس بات

علم ذاتی و علم عطائی

کا قائل ہے کہ جس طرح عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ کائنات کے ہر ذرّے اور کیفیّت سے واقف و آگاہ ہے اسی طرح محمد و آلِ محمد علیہم السلام بھی علم غائب رکھتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ خالق ہے اور یہ اس کی مخلوق ہے اس کا علم ذاتی ہے اور آئمہ طاہرینؑ کا علم عطائی ہے اس سلسلہ میں علمائے حق کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے میرا وظیفہ تو آلِ محمد علیہم السلام کے فضائل و مصائب ہی بیان کرنا ہے اور بس۔

مروی ہے کہ یحییٰ حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ یا مولا! کوئی حدیث امیر المؤمنین علیہ السلام کی شان میں بیان فرمائیے حضرت نے فرمایا تفصیل سے بیان کروں یا مجملاً تو اس نے عرض کیا کہ مجملاً ہی سہی تو امام صادق آلِ محمد نے ارشاد فرمایا

عَلِیٌّ بَابُ الْھُدٰی مَنْ تَقَدَّمَہٗ کَانَ کَافِرًا وَّمَنْ تَخَلَّفَ عَنْہُ کَانَ کَافِرًا

یعنی علی ابن ابی طالب باب ہدایت ہیں جو اس دروازے سے آگے نکل جائے وہ بھی کافر ہے اور جو اس دروازے سے پیچھے رہ جائے وہ بھی کافر ہے۔ حضرت امیر علیہ السلام کا ارشاد

گرامی ہے ۔ هَلَكَ فِيَّ رَجُلاَنِ ۔ مُحِبٌّ غَالٍ وَمُبْغِضٌ قَالٍ ۔ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوں گے ایک وہ جو چاہنے والا جو حد سے بڑھ جائے اور دوسرا وہ دشمن جو مجھ سے عداوت اور بغض رکھے، نہج البلاغہ جلد ۳ صہ ۲۰۸ ہماری مجالس میں اکثر واعظین حضرات اور ذاکرینِ عظام عوام کو خوش کرنے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں کہ میں تو اعتقادی بندہ ہوں اپنے اعتقاد کی بات کہتا ہوں یا پھر جوشِ بیان میں رنگ اس فقرے سے بھرا جاتا ہے (اب ۔ ۔ ۔ ۔ ایک بات کہتا ہے) جہاں تک دینِ خدا کا تعلق ہے کسی واعظ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ اعتقاد کی آڑ میں کچھ اپنی طرف سے یا میں ایک بات کہتا ہوں کہہ کر محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے درجات کا تعین کرے یا فضائل و مصائب بیان کرے بلکہ واعظ کو یہ کہنا چاہیئے کہ معصوم کا یہ فرمان ہے قرآن مجید کا یہ حکم ہے اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد ہے، تاجدارِ رسالت نے یوں حدیث فرمائی ہے اور بس ۔ تو اس وقت میں محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے ارشادات سے علم غائب پر قدرے بحث کرنا چاہتا ہوں ۔ شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات ۔ صلواۃ،

سنیئے! کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے صفاتِ امام میں وارد ہے ۔ کہ امام ماں کے پیٹ میں لوگوں کی باتیں سُنتا ہے اور جس وقت وہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے دونوں شانوں کے درمیان اور ایک روایت کے بموجب داہنے بازو پر یہ آیت لکھی ہوتی ہے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ پارہ ۸ رکوع ۱ اور تمہارے رب کا کلمہ از روئے صدق و عدل کے پُورا ہو گیا ۔ اس کے کلموں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے اور وہ سُننے والا اور جاننے والا ہے اور جب امرِ امامت امام کے سپرد کیا جاتا ہے تو خدا تعالےٰ نور کا ایک ستون اس کے لئے قائم کر دیتا ہے جس کے ذریعہ سے اپنی کل رعایا کے اعمال کو دیکھتا رہتا ہے ۔ حاشیہ قرآن مجید ترجمہ مقبول صاحب صہ ۲۸۲ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ صہ ۲۶۸ قرآن پاک کی آیت اور معصوم کے فرمان واجب الایمان سے صاف ثابت و واضح ہو گیا کہ معصوم ہر وقت کائنات کو دیکھ سکتا ہے ۔ مگر نور کے ستون کے ذریعہ سے اور سنیئے! عبداللہ ابنِ ابان زیات (روغن فروش) نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کی کہ مولا! آپ میرے اور میرے اہل و عیال کے حق میں دعا فرمایا کریں ۔ حضرت نے جواب دیا

هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ

واعظ کے لئے ہدایت

صفاتِ امام علیہ السلام

شب و روز کے اعمال

کہ کیا میں تمہارے واسطے دعا نہیں کرتا خدا کی قسم تمہارے اعمال شب و روز میرے سامنے پیش ہوتے ہیں، عبداللہ کہتا ہے یہ بات مجھے دشوار معلوم ہوئی یعنی میری سمجھ میں نہ آئی، تو حضرت نے فرمایا کیا تو نے قرآن مجید نہیں پڑھا۔ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۔ اے عبداللہ مومنوں سے مراد واللہ علی ابن ابی طالب اور ہم آئمہ ہیں، تفسیر انوار النجف جلد ۷ صہ ۱۲۵ داؤد بن کثیر رُقی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو جناب نے خود بخود مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے داؤد جمعرات کے دن تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوئے پس میں نے عملوں میں سے ایک عمل یہ بھی پایا کہ تم نے اپنے فلاں چچا زاد بھائی کا صلہ رحم ادا کیا ہے تم نے اس کی مصیبت میں مدد کی ہے اس تیرے عمل سے میں خوش ہوگیا۔ داؤد کہتا ہے کہ میرا ایک چچا زاد بھائی بعید دشمنِ خدا ناصبی خبیث تھا مجھے اس کی اور اس کے اہل و عیال کی خرابی حال اور فقر و فاقہ کی خبر پہنچی تو میں نے اُس کے پاس خورد و نوش کا سامان پہنچایا جب مکہ سے مدینہ پہنچا تو امام علیہ السلام نے اسی واقعہ کو دہراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہاری صلہ رحمی سے مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ بہت جلد اس کی زندگی تمام ہو جائے گی۔ مقبول احمد صہ ۲۱۵

اور سُنیئے! صافی میں بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا تم لوگ کیوں حضرت رسالتمآب کو ناراض کرتے ہو۔ کسی نے عرض کی مولا! وہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے اعمال ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں پس وہ تمہاری برائیاں دیکھتے ہیں تو ناراض ہو جاتے ہیں لہٰذا تم ان کو ناراض نہ کیا کرو بلکہ نیک عمل کر کے خوش کیا کرو۔ تفسیر انوار النجف جلد ۷ صہ ۱۲۷ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے علم کے بارے میں امام کا فرمان سنیئے۔ حضرت ثقۃ الاسلام علامہ کلینی علیہ الرحمہ اصول کافی میں لکھتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ اسم اللہ الاعظم کے ۷۳ تہتر حروف ہیں ان میں سے صرف ایک حرف آصف بن برخیا وصیِ سلیمان کو دیا گیا تھا جس کی تعلیم کے ذریعہ سے انہوں نے چشم زدن میں ملکِ سبا سے تختِ بلقیس منگوا لیا تھا۔ اور تخت کے منگوانے میں یہ ہوا تھا کہ زمین سمٹ کر تخت کو قریب لے آئی تھی، اس کے بعد امام نے راوی سے فرمایا اے نوفلی خداوندِ عالم نے ہمیں ۷۲ بہتر حروف کی تعلیم دی ہے اور

صلہ رحمی

سرور انبیاء کو ناراض نہ کرو

آصف بن برخیا کے پاس ایک حرف

اللہ تعالےٰ نے اپنے لئے صرف ہم سے زیادہ ایک حرف رکھا ہے یعنی تہتر ۷۳ حروف کا علم ذات باری تعالیٰ کو ہی ہے مطلب یہ ہے کہ امام جو چاہیں کر سکتے ہیں، اُن کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔ چودہ ستارے صہ۴۰۳ دمعہ ساکبہ صہ۱۲۶ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ صہ۱۱ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے اس فرمان حقیقت بیان سے اگر انکار کی گنجائش نہیں تو کسی خاکی بشر میں یہ قدرت و عقل اور ادراک ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے کمالات کا کماحقہٗ احاطہ کر سکے اس حدیث کے بعد علم غائب پر بحث کرنا چہ معنی دارد۔ جس علم پر علمائے کرام نے بحث جاری کر رکھی ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کو علمِ غائب کا ہونا تسلیم کیا جائے تو شرک لازم آتا ہے۔ ———— تو اس منطق کا کیا جواب دیا جائے کہ خدا تعالےٰ کے کمالات سے انکار کرنے والا خود کو محافظ توحید بیان کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰ اور علم غائب

قرآن پاک سے حضرت عیسےٰ کا فرمان سنیئے! وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ پارہ ۳ رکوع ۱۲ اور خبر دیتا ہوں میں تم کو اس چیز سے کہ کھاتے ہو تم اور جو کچھ ذخیرہ کرتے ہو بیچ گھروں اپنے کے۔ منقول ہے کہ چالیس آدمیوں نے اتفاق کر کے چند قسم کا کھانا ہر ایک کھانا دوسرے کھانے کا غیر تھا اپنے اپنے گھروں میں لائے اور اس میں سے ایک قدر کھایا اور باقی کو متفرق کر کے علیحدہ علیحدہ ایک جگہ رکھ دیا اور حضرت عیسےٰ سے جا کر کہا کہ ہم کو بتلائیں کہ ہم نے کیا کھایا ہے اور کس قدر کھایا ہے اور کتنا باقی ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ کو سب کچھ بتلا دیا اور حضرت عیسیٰ نے ہر ایک کے کھانے کی کیفیت سے انہیں آگاہ کر دیا۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ صہ۱۶۲، مسلمانو! وہی تو علم غائب ہے کہ جو ہم نہ جانیں اور وہ جانیں تو ہمارے لئے وہی تو غائب ہوگا علامہ حسین بخش صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اپنی نبوت کے دلائل میں معجزات کو پیش فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت عیسےٰ سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی چیز دکھایئے جس سے ہم مان جائیں کہ آپ سچے نبی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ بتلا دوں کہ تم نے کیا کھایا ہے اور کیا بچا کر گھر میں ذخیرہ کیا تو پھر میری صداقت مان لوگے۔ کہنے لگے، جی ہاں! اس کے بعد آپ نے ہر ایک کو تفصیل سے بتلا دیا کہ تو نے فلاں چیز اس قدر کھائی اور اس قدر فلاں مقام پہ ذخیرہ کر کے رکھی ہے بس یہ میرے نبی ہونے کی دلیل ہے تفسیر

انوار النجف جلد ۲ صد ۲۴ اسی طرح اہلسنت کے مفسرین نے بھی اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ مکتب میں لڑکوں سے کہہ دیا کرتے تھے کہ تمہارے ماں باپ نے یہ کھانا کھایا، اور تمہارے واسطے فلانی چیز رکھی ہے لڑکے اپنے گھروں میں آتے اور اپنے ماں باپ سے کھائی ہوئی اور رکھی ہوئی چیزوں کی کیفیت بیان کر دیا کرتے تھے۔

تفسیر حسینی قادری جلد ا صد ۱ اس سے واضح ہے! قرآن مجید عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ پارہ ۲۹ رکوع ۱۲، ۷ اللہ عالم الغیب ہے پس نہیں ظاہر و مطلع کرتا اوپر غائب کے کسی کو مگر جو شخص کہ پسندیدہ اور برگزیدہ ہو رسول ہے۔ اس آیت سے ثابت ہے جس کو اللہ تعالےٰ پسند کرے یعنی جس کو مرتضیٰ بنائے جو مرتضیٰ ہو، لفظ اِلَّا کے بعد مَنِ ارْتَضٰى ہے یعنی جو مرتضیٰ ہو اس کو علم غائب عطا فرماتا ہے اسی آیت کے تحت : امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا پسندیدہ ہیں خدا کے نزدیک اور ہم وارث ہیں جناب رسولؐ خدا کے جس کو خدا تعالےٰ نے مطلع کیا ہے جو کچھ چاہا غائب میں سے پس جانا ہم نے جو کچھ کہ ہوا ہے اور جو کچھ ہو گا قیام قیامت تک تفسیر عمدۃ البیان جلد ۳ صد ۴۶ حاشیہ ترجمہ قرآن مجید مقبول احمد ہیں صد ۱۱۴۲ اس آیت سے تو علم غائب صریحاً ثابت ہو گیا۔ بس محمد و آل محمدؐ علیہم السلام اتنا غائب جانتے ہیں۔ جتنا خدا تعالےٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے۔ رہی یہ بات کہ کتنا عطا کیا ہے یہ کسی ملاں کے بس کا روگ نہیں کہ اس کا احاطہ کر سکے۔ صلوٰۃ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ۔ پارہ ۵ رکوع ۱۴ کی تفسیر میں ہے کہ آنحضرت کو خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اور سکھلایا تجھ کو کہ جو کچھ کہ نہیں جانتا تھا تو کہ وہ علم اولین اور آخرین ہے قیامت تک کا چنانچہ آنحضرت نے فرمایا کہ شب معراج کو میں زیر عرش تھا کہ ایک قطرہ میرے حلق میں گرا پس اس کے سبب سے میں اسقدر عالم ہو گیا کہ جو زمانہ گزشتہ میں ہو لیا ہے اور جو کچھ کہ آئندہ ہو گا قیامت تک کے حالات سے آگاہ ہو گیا۔ اور رسول خدا سے سینہ بہ سینہ آئمہ معصومین کو پہنچا ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت خاتم الانبیاء جانتے تھے۔ سب پیغمبروں کے علوم کو اور جو کچھ پہلے گزرا ہے اور جو کچھ قیامت تک واقع ہو گا اور حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو

کچھ کہ زمینوں میں ہے اور جو کچھ کہ جنت میں ہے اور جو کچھ کہ دوزخ میں ہے اور جو کچھ کہ پہلے ہو لیا ہے اور جو کچھ کہ آئندہ ہوگا قیامت تک ۔تفسیر عمدۃ البیان جلد۱ صہ۲۶۳ حاشیہ ترجمہ مقبول احمد صاحب صہ۵۵ ان ارشادات معصومین علیہم السلام کے بعد کون مومن با ایمان آئمہ طاہرین کے علم غائب سے انکار کرسکتا ہے۔ رباعی

نبی کو وحی ہوتی ہے انہیں الہام ہوتا ہے امامت کی نگاہ میں دو جہاں کا کام ہوتا ہے
کعبہ میں ولادت اور شہادت ان کی مسجد میں خدا والوں کا وہ آغاز اور یہ انجام ہوتا ہے صلوٰۃ

قرآن مجید سے اور بھی سُن لیجئے۔ لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ پارہ ۷ رکوع ۱۳ اور کوئی تر اور خشک ایسا نہیں کہ جس کا ذکر کھُلی کتاب میں نہ ہو، جب ہر خشک و تر کا ذکر قرآن پاک میں ہے تو ثابت ہوگیا کہ ساری کائنات کا علم کتاب مبین میں ہے اور حضرت امیر علیہ السلام کی شان یہ ہے :- وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ ۔ پارہ ۱۳ رکوع ۱۲ ابوسعید خذری سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ سے کون مراد ہے فرمایا میرا بھائی علی ابن ابی طالب المجالس المرضیہ صہ۲۰۲ کسی نے کیا خوب کہا ہے رُباعی۔

کلام حق پہ ملاّں کو گر اعتماد ہوتا بھلا پھر مذہب وملت میں کیوں فساد ہوتا
وہ کیسے کہتا کہ آئمہ غائب دان نہیں علیؑ کا صرف سلونی جو اُسے یاد ہوتا صلوٰۃ

منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابن اعین سے فرمایا کہ امام کے نزدیک دنیا اور تمام آسمان اور تمام زمین بس اسی طرح ہیں یہ فرما کر اپنے ہاتھ سے اپنی ہتھیلی کی طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے یہ ہتھیلی ہے وہ جانتا ہے تمام دنیا اور زمین و آسمان کے ظاہر و باطن کو اور داخل اور خارج کو اور اس کے خشک کو اور اس کے تر کو۔ بحار الانوار جلد ۷ صہ۳۰۸، حقائق الوسائط صہ۱۷۸ امام کے فرمان حقیقت بیان سے بھی بالکل صاف ثابت ہوگیا کہ امام کائنات کے ہر ذرہ ذرہ سے واقف اور باخبر ہے۔ پھر ملاّں بتائیں کہ علم غائب کیا چیز ہے جو آئمہ طاہرین کو قدرت نے عطا نہیں کیا۔

اب چند واقعات پیش کرتا ہوں جس سے مزید واضح ہوجائے گا کہ محمد و آل محمد علیہم السلام

ومن عندہ علم الکتاب

علم امام

علم کان و مایکون سے واقف کرا دیئے گئے تھے۔ منقول ہے کہ صفوان بن امیہ نے جس کا باپ امیہ اور بھائی دونوں جنگِ بدر میں قتل ہو گئے تھے اُس نے عمیر بن وہب کو خفیہ طور پر آمادہ کیا کہ مدینہ میں جا کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قتل کرے عمیر بن وہب زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر مکہ سے چل کر مدینہ پہنچا جب یہ آنحضرتؐ کے سامنے پیش ہوا تو آنحضرتؐ نے دریافت کیا کہ کس غرض سے آیا ہے عمیر نے جواب دیا کہ میرا بیٹا قیدیوں میں شامل ہے اُسے رہا کرانے آیا ہوں کہ آپؐ مجھ پر رحم کریں اور میرے بیٹے کو آزاد کر دیں آنحضرتؐ نے فرمایا تجھے تو صفوان بن امیہ نے بھیجا ہے کہ تو مجھے قتل کر کے اُس سے انعام کثیر حاصل کرے کیا یہ سچ نہیں ہے اس کے بعد حضورؐ عمیر کو علیحدہ لے گئے اور تمام کیفیت اور صفوان و عمیر کے مشورے بھی اُسے بتلا دیئے کہ تم دونوں نے تو میرے قتل کی یہ ترکیب کی ہے اس پر عمیر نے اسلام قبول کیا کہ آپؐ خدا کے سچے رسولؐ ہیں کیونکہ اس بات کی خبر سوائے صفوان اور میرے کسی تیسرے شخص کو ہرگز ہرگز نہ تھی۔ تاریخ اسلام نجیب آبادی سُنی المذہب صد۱۶۲ جلد۱ اس طرح کے سینکڑوں واقعات کتب فریقین میں درج ہیں صلوٰۃ

معترضین لوگ حضرات آئمہ طاہرین علیہم السلام کے اُن اقوال کو پیش فرمایا کرتے ہیں۔ جو انہوں نے بطور اظہارِ عبدیت بارگاہ احدیت میں ذکر کئے ہیں یعنی جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا آہٖ آہٖ مِنْ قِلَّتِہِ الزَّادِ وَطُوْلِ الطَّرِیْقِ وَبُعْدِ السَّفَرِ المجالس المرضیہ صد۱۶ ہائے ہائے زاد راہ کم ہے، راستہ لمبا ہے اور سفر مشکل ہے۔ اس سے مولائے مومناں وارثِ قرآن ہادیٔ دین و ایمان حضرت علی ابن ابی طالب کے بارے میں کہتے ہیں کہ خود تو جناب کا یہ فرمان ہے اور غالی لوگ حد سے تجاوز کرتے ہیں اسی طرح حضرت کا فرمان ہے اَللّٰھُمَّ احْمِلْنِیْ عَلٰی عَفْوِكَ وَلَا تَحْمِلْنِیْ عَلٰی عَدْلِكَ میرے اللہ میرے معاملہ کو اپنے کرم و عفو سے طے کرنا میں تیرے عدل کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس ارشاد و امام علیہ السلام کو پیش کر کے کہا کرتے ہیں کہ یہ اگر کچھ کر سکتے تو اس طرح کیوں کہا کرتے یا پھر حضرت سجاد علیہ السلام کی دعاؤں کے مجموعے کو بطور دلیل کے پیش کیا جاتا ہے سو عرض ہے کہ اس سے اور کیا بے انصافی ہو گی کہ عبد و معبود کے درمیان کی گفتگو کو دلیل قرار دیا جاتا ہے کیوں مسلمانو! اگر ایسا ہی ہے تو

کلام مناجات و مقام عبدیت

اس ارشاد مصطفیٰ کا ترجمہ اور معنی کیا کروگے حدیث ضَرْبَۃُ عَلِیٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ علی کی ایک ضربت خندق کے روز کی ثقلین کی عبادتوں سے افضل ہے پھر فرمایا بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ اِلَی الْکُفْرِ کُلِّہٖ، کل کا کل ایمان کل کفر کے مقابلہ کو جا رہا ہے۔ المجالس المرضیہ صد ۹۲ بتاؤ تاجدار رسالت نے نعوذ باللہ غلط فرمایا حضرت امیرؑ مقام عبدیت میں اپنے مالک کے سامنے عجز و انکساری کر رہے ہیں کیوں مسلمانو! یَا عَلِیُّ اَنْتَ قَسِیْمُ النَّارِ وَالْجَنَّۃِ، الصواعق المحرقہ صد ۱۲۰ اے علی تو جنت اور جہنم کو تقسیم کرنے والا ہے کیا یہ حدیث صحیح ہے یا غلط، اگر یہ حدیث درست اور صحیح ہے تو فیصلہ کرو کہ کیا ان ارشادات معصوم کو بطور دلیل کے پیش کیا جا سکتا ہے جو معصوم نے بارگاہ خداوندی میں بطور مناجات کے کہے ہیں، منقول ہے کہ حضرت موسیٰ سے خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ اے کلیمؑ کل کسی بدترین مخلوق سے کوئی مخلوق مقام مناجات پر لیتے آنا، دوسرے روز جب قدرت نے دریافت فرمایا کہ میری بدترین مخلوق سے کوئی لایا ہے تو حضرت موسیٰؑ نے عرض کی پالنے والے میں ہی تیری ساری مخلوق سے حقیر مخلوق ہوں کیوں مسلمانو! بتاؤ کیا واقعی حضرت موسیٰؑ ساری کائنات سے ادنیٰ اور پست ہیں، یا درجہ عبدیت کا تقاضا یہی ہے۔ حقائق الوسائط صد ۲۶۲ محراب میں معصوم کی آہ و زاری کو دیکھ کر کسی نے عرض کی یا مولا! کیا وجہ ہے کہ آپ اس قدر بارگاہ الٰہی میں گریہ و زاری کرتے ہیں، کیا آپ جنت کے وارث نہیں کیا آپ شفیع المذنبین نہیں کیا آپ ساقی کوثر نہیں تو معصوم نے ارشاد فرمایا کہ جس خالق کائنات نے ہمیں اس قدر درجات رفیعہ اور کمالات عالیہ عطا فرمائے ہیں اس کا شکر ادا نہ کیا جائے؟ اگر ملاں کی منطق کو تسلیم کر لیا جائے تو ساری دنیا سے زیادہ حضرت امیر المومنین محراب مسجد میں بکاء و مناجات کیا کرتے تھے تو کیا ساری دنیا سے حضرت علی معاذ اللہ زیادہ خاطی تھے اب میں ایک اور آیت قرآن مجید کی پیش کرتا ہوں۔ وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ پارہ ۱۴ رکوع ۱۸ اور ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے کہ اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے درحقیقی اطاعت کرنے والوں کے لئے ہدایت و رحمت و خوشخبری ہے۔ تمام مفسرین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے قرآن پاک میں ہر چیز کا ذکر قدرت نے کر دیا ہے یہ اور بات ہے کہ حقیقی مفسر اور وارث قرآن کی ضرورت ہے

مسلمانو! قرآن مجید میں ہر شئے کا ذکر ہے تو حضرت امیرؑ فرمایا کرتے تھے۔ اَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ وَاَنَا الْقُرْآنُ النَّاطِقُ لَا یَقُوْلُهَا بَعْدِیْ اِلَّا کَذَّابٌ۔ ابن ماجہ صہ ۱۲ منصب امامت صہ ۴۷ میں صدیق اکبر ہوں اور میں قرآن ناطق ہوں میرے سوائے کوئی یہ دعویٰ نہیں کرے گی مگر کذاب ہوگا۔ ہاں اگر قرآن پاک میں ہر شئے کا ذکر ہے تو میرے مولا کا اعلان بھی ملاحظہ ہو۔ سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ۔ تاریخ الخلفاء صہ ۱۸۱ فخر سے حضرت امیر فرمایا کرتے تھے۔ اِنِّیْ اَعْلَمُ طُرُقَ السَّمٰوٰتِ وَمِنَ الْاَرْضِ۔ میں آسمانوں کے راستے زمین کے راستوں سے بہتر جانتا ہوں۔ صلوٰۃ۔

علم غائب کے سمجھنے پر مزید ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ تاکہ اس کے بعد کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔ شیخ مفید علیہ رحمہ نے کتاب اختصاص میں بیان فرمایا ہے کہ ایک شخص حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے اُس نے کہا میں منجّم بھی ہوں اور قیافہ شناس بھی۔ حضرت نے فرمایا کیا میں تجھے ایسے مرد کا پتہ بتاؤں کہ جتنی دیر تجھے میرے پاس گزری ہے اتنی دیر میں اُس نے چودہ ہزار عالموں کا تین مرتبہ دورہ کر لیا ہو، جن میں سے ہر عالم اس دنیا سے بڑا ہے اور وہ مرد اپنی جگہ سے بھی نہیں ہٹا۔ اُس نے دریافت کیا کہ وہ مرد کون ہے تو حضرت نے فرمایا وہ میں خود ہوں اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے بتا دوں کہ تو نے کیا کچھ کھایا ہے اور تیرے گھر میں کیا ذخیرہ ہے۔ صلوٰۃ، حقائق العقائد صہ ۳۰، اس پر ایک رُباعی اپنے ایمان کے لئے عرض کرتا ہوں سنیئے!

فرشتے در پہ سلام کہتے ہیں — کبھی کبھی نہیں ہر دم مدام کہتے ہیں
نبیؐ کے بعد جو مشکل کشائے عالم ہو — ہم اپنی اصطلاح میں اُسے امام کہتے ہیں

روائح المصطفیٰ کے صہ ۱۶۲ پر مولانا جامی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک صحابی کے ہمراہ سو دینار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بطور نذرانہ ارسال کئے وہ اسے لے کر مدینے پہنچا یہاں پہنچ کر اُس نے سوچا کہ امام کے ہاتھوں میں دیناروں نے جانا ہے لہٰذا انہیں پاک کر لینا چاہیئے وہ کہتا ہے کہ میں نے ان دیناروں کو جو امانت تھے شمار کیا تو وہ ننانوے ۹۹ تھے۔ میں نے ایک دینار اپنی طرف سے ان میں ملا کر پورا کر دیا۔ جب میں حضرت

انا الصدیق الاکبر وانا القرآن الناطق

چودہ ہزار عالم کا دورہ

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپؑ نے فرمایا کہ سب دینار زمین پر ڈال دو میں نے تھیلی کھول کر زمین پر ڈال دی، آنجناب نے میرے بتائے بغیر اس میں سے میرا وہی دینار جو میں نے ملایا تھا، نکال کر مجھے دے دیا اور فرمایا کہ بھیجنے والے نے عدد کا لحاظ نہیں کیا بلکہ وزن کا لحاظ رکھا ہے جو ننانوے میں پورا ہوتا ہے، چودہ ستارے صفحہ ۳، ان واقعات کے ہوتے ہوئے کون سلیم الطبع انکار کرے کہ آئمہ طاہرین غائب نہیں جانتے۔ مسلمانو! کائنات کی لاکھوں غائب چیزیں معصوم کے سامنے ہاتھ کی ہتھیلی کی مانند ہوا کرتی ہیں۔

جناب شیخ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمہ جو حدیث کی کتاب تہذیب الاحکام اور کتاب استبصار کے بھی مؤلف ہیں۔ اپنی کتاب مصباح میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسحٰق بن عبداللہ علوی حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہُوا۔ امام علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر فرمایا، میں جانتا ہوں کہ تمہارے باپ اور تمہارے تمام چچا کے درمیان یہ امر زیر بحث ہے کہ سال کے وہ کون سے روزے ہیں جن کے رکھنے سے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے اور تم اسی کے متعلق مجھ سے سوال کرنے آئے ہو، اس نے کہا یا مولا بس یہی بات ہے، آپ نے فرمایا سُنو! وُہ چار روزے ہیں جن کے رکھنے کی تاکید ہے۔ نمبر ۱:- یوم ولادت حضرت پیغمبر اسلامؐ سترہ (۱۷) ربیع الاوّل ہے نمبر ۲:- یوم بعثت و معراج مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ستائیس (۲۷) رجب المرجب ہے نمبر ۳:- یوم دحوالارض یعنی جس دن کعبہ کے نیچے سے زمین بچھائی گئی۔ اور سفینۂ نوحؑ کوہ جودی پہ ٹھہرا اور یہ پچیس ۲۵ ذی قعدہ ہے۔ نمبر ۴:- یوم غدیر یعنی جس دن حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے جانشین ہونے کا اعلان فرمایا اور وہ اٹھارہ ذوالحجہ ہے۔ اے عبداللہ اِن دنوں میں سے کسی دن بھی اگر کوئی روزہ رکھے تو اس روزے کی برکت سے ساٹھ، ستر سال کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ دسعہ ساکبہ جلد۳ صفحہ ۱۲۳، چودہ ستارے صفحہ ۴۰۳ تعجب کا مقام ہے کہ سینکڑوں ایسے واقعات معتبر کتابوں سے ملاحظہ فرمانے کے باوجود ملاں لوگ کس طرح محمد وآل محمد کے علم غائب سے انکار کر جاتے ہیں، ہاں اگر کوئی یہ فرمائے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام ایسا غائب نہیں جانتے جیسا باری تعالےٰ تو اس سے کسی مسلمان صاحب ایمان کو انکار نہیں ہے کیونکہ وُہ خالق ہے اور یہ اس کی مصطفٰیؐ مرتضٰیؑ

امام علی نقی علیہ السلام اور علم غائب

مخلوق ہے وہ دینے والا یہ لینے والے، یہ عابد وہ معبود، یہ ساجد وہ مسجود، وُہ رازق یہ مرزوق، بے شک محمد و آلِ محمد علیہم السلام ساری دنیا کے مشکل کشا ہیں مگر اللہ تعالےٰ کی برگزیدہ مخلوق ہی تو ہیں۔ رُباعی۔

مراد حُبِ علی سے وصول ہوتی ہے   علی کے صدقے سے دُعا قبول ہوتی ہے
علیؑ کے ذکر سے خوش ہیں محب لیکن   منافقوں کی طبیعت ملول ہوتی ہے

(صلوات)

واثق کی موت کا علم

آخر میں مَیں ایک واقعہ عرض کرنے کے بعد چند فقرے مصائب کے عرض کروں گا، کتاب نورالابصار طبع مصر صہ ۱۴۹ پر لکھا ہے کہ واثق کا ایک منہ چڑھا رفیق اسباطی ایک دن عراق سے مدینے منورہ پہنچا اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہُوا، آپ نے خیر خیریت دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ بتاؤ واثق باللہ خلیفہ وقت کا کیا حال ہے، اس نے کہا کہ میں نے اسے بہ سلامت چھوڑا ہے وہ بالکل خیریت سے ہے، میں اس کا بھیجا ہُوا یہاں آیا ہوں، آپ نے فرمایا کہ وُہ فوت ہو گیا ہے۔ یہ سُن کر اسباطی نے سکوت اختیار کیا اور سمجھا کہ یہ جو آپ نے فرمایا ہے بعلم امامت معلوم کیا ہے یقیناً یہ دُرست ہو گا۔ پھر آپ نے کہا اچھا یہ بتاؤ ابن الزیات کس حال میں ہے اس نے عرض کی وہ اچھا اور خوش ہے بالکل خیریت سے ہے اس وقت اس کا طوطی بولتا ہے اور اس کا حکم چلتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا اے اسباطی سُنو! حکم خُدا کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور قلم قدرت کو کوئی نہیں روک سکتا۔ واثق باللہ کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کی جگہ المتوکل خلیفہ ہو گیا ہے اور ابن الزیات قتل کر دیا گیا ہے، اسباطی نے چونک کر کہا کہ، یا حضرت یہ سب کچھ کب ہُوا ہے میں تو ان سب کو خیریت سے چھوڑ کر آیا ہوں، آپ نے فرمایا تمہارے عراق سے نکلنے کے چھ یوم بعد یہ انقلاب آیا ہے۔ اسباطی کہتا ہے کہ چند روز کے بعد معلوم ہُوا کہ جو کچھ امام علیہ السلام نے فرمایا تھا وہی صحیح ثابت ہُوا، چودہ ستارے صہ ۳۹۴ ان تمام واقعات کے بعد بھی اگر کسی ملّاں کو آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے علم غائب پر یقین نہ آئے تو اس کا علاج قدرت ہی اسی ہسپتال میں فرمائے گی جہاں آج کل ابولہبؑ اور ابوجہلؑ کا احتیاط سے علاج کیا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے معرفت ملّاؤں کی تبلیغ سے اثر لے کر مسلمانوں نے

بتول کا چمن اُجاڑ دیا۔

عزادارو! جہاں بے معرفت لوگ موجود تھے وہاں حبیبؓ ابن مظاہر جیسے بلند اعتقاد کے لوگ بھی نظر آتے ہیں، آج مجھے جناب فقیہ آلِ محمد حضرت حبیبؓ ابنِ مظاہر کے بارے میں عرض کرنا ہے۔ علامہ حسین کاشفی لکھتے ہیں کہ ایک دن رسولؐ خدا ایک راستہ سے گذر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ چند بچے کھیل رہے ہیں آپؐ ان کے قریب گئے اور اُن میں سے ایک بچے کو اُٹھا کر اپنی آغوش میں بٹھا لیا، اور اس بچہ کی پیشانی پر بوسہ دینے لگے، ایک صحابی نے عرض کی کہ حضورؐ اس بچے میں کیا خصوصیت ہے کہ آپ نے اس کی اس درجہ قدر افزائی فرمائی ہے، آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اِسے ایک دن اس حال میں دیکھا ہے کہ یہ میرے بچے حسینؑ کے قدموں کی خاک اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگاتا ہے۔ مؤلفین حضرات کا بیان ہے کہ وہ بچہ جس سے جناب ختمیٔ مرتبت نے پیار کیا تھا، وہ حبیبؓ ابن مظاہر ہی تھا، اصحاب الیمین صہ۲۳، چودہ ستارے صہ۱۲۷۔ روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ مظاہرؓ نے جناب رسول خداؐ کی دعوت کی اور بعد ادب عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ اپنے ساتھ اپنے دونوں بچوں کو لائیں، آنحضرت نے حبیبؓ کے والد مظاہر کی دعوت کو قبول فرمایا اور مظاہر اپنے گھر واپس آکر اپنے اہل و عیال سے فرمانے لگے کہ تیاری کرو، آج جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے دونوں شہزادوں کے ساتھ ہمارے ہاں تشریف لادیں گے، حبیب کے والدین تو سامانِ دعوت کرنے میں مشغول ہو گئے اور حبیبؓ شوقِ زیارت میں اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر دیکھنے لگا، شوقِ زیارت میں حبیبؓ چند قدم آگے بڑھا کہ پاؤں پھسلا اور کوٹھے سے گر کر حبیب مر گیا، اِدھر حبیبؓ مرا، اُدھر سے رحمۃ للعالمین اپنے دونوں بچوں کو لے کر مظاہرؓ کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ مظاہرؓ نے اس خیال سے کہ اگر اس وقت گھر میں کہرام بپا ہُوا تو آنحضرت کی دعوت سے محروم ہو جاؤں گا لہٰذا مظاہر نے حبیب کی لاش گھر میں لے جا کر رکھ دی اور عورتوں سے کہہ دیا کہ جب تک حضورؐ کھانے سے فارغ نہ ہوں کوئی گریہ نہ کرے ورنہ ہم ایک بڑی سعادت سے محروم رہ جائیں گے، تھوڑی دیر کے بعد جناب رسولؐ خدا اپنے شہزادوں کے ساتھ مظاہر کے گھر تشریف لائے۔ جب امام حسینؑ علیہ السّلام نے حبیب کو نہ پایا، تو کہنے لگے، میرا حبیبؓ کہاں ہے؟

مظاہر نے ضبط سے کام لیتے ہوئے عرض کی کہ وہ کہیں چلا گیا ہے آپ کھانا تناول فرمائیں ممکن ہے آجائے آپ غم نہ کریں کھانا کھائیں حضرت امام حسینؑ نے فرمایا میں حبیبؓ کے بغیر ہرگز نہ کھاؤں گا، عزادارو! اب مظاہر سے ضبط نہ ہو سکا اور اس کونے کی طرف اشارہ کیا جہاں حبیب کی لاش رکھی تھی۔ جب حبیب کی لاش کو دیکھا گیا تو گھر میں رونے کی آواز بلند ہوئی۔ مظاہر نے تمام واقعہ عرض کیا، جناب رسول خدا نے فرمایا حبیب کی لاش کو میرے پاس لاؤ، جناب رسولؐ خدا نے حبیبؓ کے حق میں دُعا کی شہزادوں نے آمین فرمائی اور حبیبؓ اسی وقت زندہ ہو گیا اور مولا حسینؑ کے قدموں پر سر رکھ کر رونے لگا، تو مولا حسینؑ نے حبیبؓ کو گلے لگا لیا۔ مصباح المجالس جلد ۴ ص ۱۰۳

عزادارو! جب کوفہ کے لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خط لکھے تو حبیبؓ بھی پیش پیش تھے۔ جب میرے مظلوم امام کربلا میں پہنچے اور اشقیا کی فوجیں آنے لگیں تو حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے بھائی امام حسینؑ سے فرمایا کہ آپ بھی اپنے دوستوں کو خط لکھ کر بُلا لیں، امام نے فرمایا بہن زینبؑ اس بے کسی میں تیرے بھائی کی مدد کو کون آئے گا، اچھا میں آپ کے کہنے پر خط لکھتا ہوں۔ روایت میں ہے کہ مولا کائنات نے حبیبؓ ابن مظاہرؓ کو خط لکھا کہ ہم کربلا میں گھر گئے ہیں اگر ہو سکے تو نرغہ اعدار سے بچانے میں ہماری مدد کو پہنچو۔ لکھا ہے جب امام خط کو لکھ چکے تو جناب زینبؑ کو خط کا مضمون سُنایا۔ تو ثانی زہراؑ نے فرمایا ماں جائے میرے سلام کے بعد ایک فقرہ میری طرف سے بڑھا دو، حبیب کو لکھو کہ اگر آنا ہے تو جلدی آؤ، ایسا نہ ہو کہ تاخیر میں آنے سے مظلوم کا بھرا گھر تباہ ہو جائے، یہ خط قاصد کو دے کر کوفہ روانہ کیا گیا، قاصد حبیب کے گھر پہنچا اور دق الباب کیا، اس وقت جناب حبیب اپنی بیوی کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، حبیبؓ نے پوچھا کون ہے اُس نے کہا میں قاصدِ حسینؑ ابن علی ہوں آپ کے نام ایک خط لے کر آیا ہوں، حبیب فوراً دروازے پر آئے اور خط کو لے کر اُسے بوسہ دیا اور سینے سے لگا لیا مگر جب مضمون خط سے آگاہ ہوئے تو عمدًا خاموشی اختیار کی۔ حبیبؓ کی زوجہ نے کہا فرما دیں کیا میرے مولا و آقا حضرت امام حسین علیہ السلام خیریت سے تو ہیں۔ حبیبؓ نے کہا یہ خط مولا حسینؑ ہی کی طرف سے آیا ہے۔

وہ کربلا میں پہنچ کر دشمنوں میں گھر گئے اور مجھے مدد کے لئے بلایا ہے، حبیبؓ کی بیوی نے کہا پھر کیا خیال ہے کیا حضرت امام حسین کی مدد کو نہیں جاؤ گے۔ حبیبؓ نے کہا تمام شہر کی ناکہ بندی ہو چکی ہے۔ راستوں پر فوجوں کا پہرہ ہے اور اس کے ساتھ مجھے تیرا بھی فکر ہے کہ اگر میں قتل ہو گیا تو تیرا کیا حال ہو گا۔ اس زن مؤمنہ نے کہا حبیبؓ وائے ہو تم پر کہ فرزند رسولؐ دشمنوں میں گھرے ہوئے تمہیں بلائیں اور تم بہانے بنانے لگو حبیبؓ اگر تم جانا نہیں چاہتے تو اپنی تلوار مجھے دو اور میری چادر تم سر پر رکھ لو، میں خود جا کر اپنے مظلوم امام کی نصرت کروں گی۔

عزادارو! یہ سن کر حبیبؓ رونے لگے اور زوجہ سے کہا کہ میں نے تو صرف تمہارا جذبۂ ایمانی دیکھنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فرزندِ رسول یاد فرمادیں اور میں گھر میں بیٹھ رہوں اس پر حبیبؓ کی بیوی نے کہا حبیبؓ میں بھی تیرے ساتھ جاؤں گی اور اپنی آقازادی ثانیٔ زہراؑ کی خدمت کروں گی۔ لکھا ہے کہ حبیبؓ سفر کربلا کی تیاری میں مصروف ہوئے تو بازار میں مسلم بن عوسجہؓ سے ملاقات ہوئی مسلم نے کہا حبیبؓ تمہیں کچھ معلوم بھی ہے۔ کہ یہ فوجیں کہاں بھیجی جا رہی ہیں۔ حبیبؓ نے کہا مسلم، فرزند رسولؐ کو اعداء نے کربلا میں گھیر لیا ہے یہ سب مولا حسینؑ کے قتل کے سامان کئے جا رہے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ مسلمؓ نے جو خضاب خریدا تھا اُسے زمین پر پھینک دیا اور کہا حبیبؓ اب اپنی ریش کو نصرت حسینؑ میں انشاء اللہ اپنے خون سے خضاب کروں گا۔ مسلمؓ نے کہا حبیبؓ تمہارا کیا ارادہ ہے کہا کہ میں تو آج رات کو کربلا روانہ ہو جاؤں گا۔ مسلمؓ نے کہا تم چلو میں بھی شیعیان حیدر کرار کو ترغیب دے کر جلدی حاضر خدمت ہوں گا۔

خضاب پھینک دیا

منقول ہے کہ حبیبؓ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ میرا گھوڑا لے کر ناکہ پر منتظر رہو کہ میں آتا ہوں لکھا ہے کہ جب حبیبؓ کو تاخیر ہوئی تو غلام نے گھوڑے سے کہا کہ اگر حبیبؓ نہ آ سکے تو میں تجھ پر سوار ہو کر امام کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ روایت میں ہے کہ غلام کی باتیں حبیب نے سن لیں اور غلام کو آزاد کر دیا۔ مگر غلام ساتھ جانے پر مُصر ہوا۔ کہ جب حبیبؓ کربلا میں پہنچے اور اولادِ رسول کو معلوم ہوا کہ حبیبؓ ابن مظاہرؓ آگیا ہے تو جناب زینبؑ نے حبیبؓ کو سلام کہلا بھیجا۔ کہ بھائی حبیبؓ محمد کی بیٹی تجھے سلام کہتی ہے تو حبیبؓ ڈھاڑیں مار کر رونے لگے کہ کجا غلام اور

حبیب کا غلام آزاد کرنا

گی زینب سلام اللہ علیہا کا سلام کہنا، عزادارو! حضرت امام حسینؑ نے حبیبؓ کو میسرہ کا علمدار مقرر فرمایا اور اس بہادری سے حبیبؓ نے اس خدمت کو انجام دیا کہ ہزاروں کی فوج کو جرأت نہ ہوئی کہ آگے بڑھ سکیں۔ عزادارانِ حسین ایک وقت ایسا آیا کہ حبیبؓ کو میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت مل گئی۔ حضرت حبیبؓ کے مقابلہ کے لئے حصین بن نمیر نکلا حبیبؓ نے اس کی ناک پر ایسی ضرب لگائی کہ حصینؔ کی ناک اڑ گئی۔ حصینؔ بدحواس ہو کر گھوڑے سے گرا، حبیبؓ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے ساتھیوں نے اُسے فوراً اٹھا لیا، پس قوتِ ایمانی سے حبیبؓ نے فوج اشقیا پر شیر کی طرح حملہ کیا باوجود ضعیفی اور کبر سنی کے باسٹھ ۶۲ ملاعین کو واصل جہنم کیا۔ عزادارو! حبیبؓ کہاں تک لڑتے ایک وقت ایسا آیا کہ حبیبؓ نے گھوڑے سے گرتے ہوئے آواز دی یا مولا ادرکنی - اصحاب الیمین صہ ۳۲

منقول ہے کہ حبیب کی آواز سُن کر میرا مظلوم امام حضرت عباسؑ اور جناب علیؑ اکبر کو ساتھ لے کر حبیبؓ کی لاش پر پہنچے تو دیکھا کہ رمقِ حیات باقی ہے آپ قریب بیٹھ گئے اور رو رو کر فرمایا۔ حبیب میرے پیارے حبیبؓ فقیہ آلِ محمد حبیبؓ تم ہمیں زرغہ اعداء میں تنہا چھوڑ کر جا رہے ہو، مولف مصائب المعصومین لکھتے ہیں کہ ایک بار حبیبؓ نے زمین سے سر اُٹھایا، اور چہرے سے آثار اعزاز بشاشت نمایاں ہوئے۔ امام نے فرمایا حبیبؓ کس امر نے اس وقت تمہارے چہرے کو شگفتہ کیا عرض کی یا ابن رسول اللہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے جدِّ نامدار اور حیدر کرار تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ حبیب جلدی آؤ حورانِ جنت تمہارے انتظار میں ہیں، حبیب جلدی آؤ کہ ہم تم کو کوثر سے سیراب کریں۔ یہ کہہ کر حبیب نے دم توڑ دیا۔ مصباح المجالس جلد ۴ صہ ۱۰۵،

آپ لوگوں میں کافی زائر بھی تشریف فرما ہوں گے۔ اس فقیہ آلِ محمد کو وہ رُتبہ سرکارِ حسینی سے ملا کہ جب کوئی زائر مولا امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو جائے تو حرم میں داخل ہوتے ہی جناب حبیبؓ کی قبر آتی ہے۔ اور پہلا سلام زائر حضرت حبیبؓ ہی کو کرتا ہے۔ میں نے بعض علماء کرام سے یہ بھی سُنا ہے کہ جب محمد کی بیٹیاں قید ہو کر کوفہ کے بازار میں آئیں تو کوفہ کی عورتیں جو جناب زینب سلام اللہ علیہا کے ساتھ قید ہو کر آئی تھیں ان کے لواحقین ابنِ

زیاد سے اجازت لے کر چادریں لے کر آئے کہ اپنی اپنی عورتوں کے سروں پر ڈال دیں جب حبیبؓ کی بیوی کو معلوم ہوا تو فرمایا انصار حسینؑ کی بیویو چادریں ہرگز قبول نہ کرنا، کیونکہ رسول زادیاں سر برہنہ جلوۂ عام میں لائی جا رہی ہیں اور اس کے بعد اشقیا کو مخاطب ہو کر فرمایا او بے غیرت مسلمانو! تمہیں اپنی عورتیں تو یاد آ گئیں مگر محمد کی بیٹیاں کھلے بازاروں میں سر برہنہ پھرا رہے ہو، حبیبؓ کی بیوی کے اس فرمان نے بازار کا رنگ بدل دیا لوگ منہ پھیر کر رونے لگے اور انصار حسینؑ کی عورتوں نے چادروں کے لینے سے انکار کر دیا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

چوتھی مجلس

بعض لوگوں کے خلفآء کی علمی قابلیّت اور سیرت و کردار صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری کی جلا وطنی اور مقام ربذہ میں وفات حضرت ابوذر کی بچیّ کا تنہا رہ جانا اور سفرِ دمشق میں جناب سکینہ بنت الحسینؑ کی تنہائی اور ذکرِ مصائب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَفَمَنۡ یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الۡحَقِّ اَحَقُّ اَنۡ یُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا یَهِدِّیۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ یُّهۡدٰی ۚ فَمَا لَکُمۡ ۟ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ ۔ پارہ ۱۱ رکوع ۹

کیا پس وہ شخص کہ راہ دکھاتا ہے طرف حق کے بہت لائق ہے اس بات کا کہ پیروی کی جائے اس کی یا وہ شخص کہ آپ ہی نہیں راہ پاتا مگر راہ دکھانے پر پس ان دونوں میں تم کیا حکم کرتے ہو۔ روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ ظلمت سے نور بہتر ہے، باطل سے حق افضل و اعلیٰ ہے۔ کذب سے صدق برتر ہے، بے دینی سے دین اچھا ہے، جاہل سے عالم افضل ہے اور نہ جاننے والے سے جاننے والا افضل ہوا کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا مسلّم اور متفق علیہ مسئلہ ہے جس سے دنیا کے کسی انسان کو انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ عالم اور جاہل کو برابر کہنے والے حضرات آپ کو مل جائیں مگر یہ ضمیر فروش اور چمچہ گیر دھڑے دار کہلاتے ہیں۔ پس یہ درندہ سیرت انسان نما ہوا کرتے ہیں۔ تمیز اور بدتمیزی ان دو ہی لفظوں سے تو حیوان اور انسان کی تشخیص ہوا کرتی ہے۔ خداوندِ قدوس ایسے صاف اور واضح امر کا نسلِ انسانی سے فیصلہ چاہتا ہے۔ کہ اے میری اشرف المخلوقات مخلوق۔ ذرا فیصلہ تو دو کہ راہ بتلانے والا افضل ہے یا گمراہ افضل

ہوا کرتا ہے تم ان دونوں کے بارے میں کیا فیصلہ دوگے کہ کیا راہ بتلانے والا گمراہ کی پیروی کرے یا ہادی الی الحق کی گمراہ پیروی کرے۔ جہاں تک انصاف و عدل کا تقاضا ہے۔ غیرتِ نسلِ انسانی کبھی یہ فیصلہ نہیں دے گی کہ عالم جاہل کی پیروی کرے۔ مومن، منافق کا مطیع ہو جائے۔ بلکہ ہر عاقل یہی کہے گا کہ محتاج کو غنی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ نہ جاننے والا جاننے والے کی پیروی کرے، بے دین کسی دیندار کی فرمانبرداری کو اپنے لئے واجب قرار دے۔ ہاں اگر اس کے برخلاف کیا گیا تو دین و دنیا دونو برباد ہو جائیں گے۔ صلوٰۃ۔

قطعہ۔

اے صاحبانِ ہوش و خرد غور تو کرو
دیکھو علی کی ذات معمّہ ہے یا نہیں
چہرہ خدا کا آنکھ خدا کی اور خدا کے ہاتھ
اوصاف سب خدا کے ہیں لیکن خدا نہیں

اب میں ان لوگوں کے اقوال پیش کرتا ہوں جو اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کئے جاتے ہیں اور آپ حضرات سے عدل و انصاف کی بھیک مانگوں گا کہ فیصلہ تو کرو کہ ان سے پیروی کس کو کس کی کرنی چاہیئے۔ لہٰذا اسی حکم خداوندی سے آج فیصلہ ہو جائے گا کہ کون بزرگ اس لائق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ میں سب سے پہلے اجماعی خلیفہ کی کیفیت عرض کرتا ہوں تاکہ آپ پر حقیقت واضح ہو جائے روایت میں ہے کہ جب ...ہ توبہ نازل ہوئی تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تیس (۳۰) یا چالیس (۴۰) آیتیں سورہ کے اوّل کی، حضرت اوّل کو دیکر حاجیوں کا امیر بنایا اور فرمایا کہ مکّہ میں جاکر تمام قریش کو ان آیات الٰہی سے آگاہ کردو، اس صحابی کے جانے کے چند روز بعد حضرت علی مرتضیٰ کو بلاکر ناقہ غضباء پر سوار کرکے اس صحابی کے پیچھے بھیجا اور حکم فرمایا کہ اُن سے آیتیں لے کر تم خود پڑھ کر سُنانا، حضرت امیر فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اور وہ واپس آگئے اور نبیؐ اکرم سے آکر عرض کی یا رسول اللہ! کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے، آپ نے فرمایا نہیں بلکہ جبرئیل نے آکر یہ حکمِ خداوندی سنایا ہے کہ یا خود جائیے یا ایسے شخص کو بھیجیئے جو آپ ہی سے ہو۔ اب میں آپ لوگوں سے بصد ادب عرض کروں گا کہ اس

تبلیغ سورہ برأت

میں کیا خامی تھی کہ خدا تعالےٰ نے چند آیات کی تفسیر و تبلیغ کا حق بھی اُس کے پاس نہ رہنے دیا مسلمانو! جو خدا و رسول کی نگاہ میں چند آیات کی تبلیغ کا اہل نہ قرار پا سکا تو وہ پُورے دین کی اشاعت کس طرح کر سکے گا۔ یہ واقعہ مندرجہ کتب میں ملاحظہ فرماویں، تفسیر حسینی قادری جلد ا صہ ۲۷۵، المجالس المرضیہ صہ ۱۰۶، تاریخ ابوالفدا صہ ۱۴۲، در منشور، بخاری، ترمذی، نسائی، مسند احمد، تاریخ کامل وغیرھا۔ اب فیصلہ کیجئے! ان دونوں میں سے اعلیٰ کون ہے اور ادنیٰ کون ہے۔ بتائیے حضرت علی علیہ السلام اس صحابی کی پیروی کریں یا وہ صحابی حضرت علی کی پیروی کرے۔

اور سنیئے! سقیفہ میں بیعت ہونے کے بعد یہی صاحب منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا حاضرین! اگر تم چاہو تو دوسرے شخص کو خلیفہ بنا سکتے ہو۔ میں معصوم نہیں ہوں مجھ پر بھی شیطان مسلط ہے اگرچہ میں خلیفہ بنا دیا گیا ہوں مگر میں خوش نہیں ہوں۔ میں تم میں سے کسی سے بہتر نہیں ہوں یاد رکھو شیطان میرے ساتھ بھی لگا ہوا ہے جب مجھے غصہ آجائے تو مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ۔ مجھے تم پر کوئی ترجیح نہیں ہے۔ تاریخ الخلفاء صہ ۴۹، کہاں ہیں وہ لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد ساری دنیا سے یہی صحابی افضل و بہتر ہے۔ اب ان کی مانیں یا خود اس صحابی کے فرمان کی تصدیق کریں، اب میں مؤطا امام مالک کی عبارت پیش کر کے اہلِ انصاف سے مزید انصاف چاہتا ہوں۔ عَنْ اَسْلَمَ الْعَدَوِیِّ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَخَلَ عَلٰی اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ وَهُوَ یَجْبِذُهٗ لِسَانَهٗ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ مَه غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ هٰذَا اَوْرَدَنِی الْمَوَارِدَ۔ اسلم عدوی سے روایت ہے کہ حضرت عمر گئے ابوبکر صدیق کے پاس اور وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے حضرت عمر نے کہا ٹھہر و بخشے اللہ تم کو ابوبکر نے کہا اسی نے مجھ کو تباہی میں ڈالا ہے۔ مؤطا امام مالک صہ ۷۵ "هٰذا" کے دو ہی ترجمے ہو سکتے ہیں یا تو حضرت ابوبکر کا اشارہ اپنی زبان کی طرف تھا جسے کھینچ رہے تھے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہذا کا اشارہ حضرت عمر کی طرف حضرت ابوبکر نے کیا ہو۔ بہر حال دونوں طرح کے اشارے حقیقت حال کو واضح کرنے کے لئے کافی و وافی ہیں۔ کیوں مسلمانو! اس بندے کی پیروی کریں جو اپنی تباہی کا مرتے وقت اعلان کر رہا ہے یا اس کی پیروی کریں جس کے سر اقدس پر ضرب لگی تو فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَةِ خدا

کی قسم علیٰ ملّتِ رسول اللہ پر کامیاب جارہا ہے فرماؤ ان دونوں میں اعلیٰ کون ہے اور ادنیٰ کون ہے، وارثِ ہدایت کون ہے اور محتاج ہدایت کون ہے، بتاؤ ان میں سے میرے بڑے بھائیوں کا پیر کون ہے اور حیدرِ کرار کے ماننے والوں کا پیر کون ہے اس بزرگ کی شان میں رسولِ خدا کا فرمان حقیقت بیان بھی ملاحظہ ہو اَلشِّرْکُ فِی کُمْ اَخْفٰی مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلِ نورالعصر صد ۱۰۶ بحوالہ بخاری، مسلم فرمایا شرک تم میں چیونٹی کی چال سے زیادہ چھپی چال چل رہا ہے تو جس کی توحید کی اپنی کیفیت یہ ہو وہ دوسروں کی کیا رہنمائی کرے گا۔ دوسری طرف جناب حیدرِ کرار فرماتے ہیں لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا لوعج الاحزان جلد ۲ صد ۲۷ فرمایا اگر میرے سامنے سے توحید کے پردے اُٹھا دیئے جائیں تو بھی میرے یقین میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہ ہو۔ صلواۃ شعر

آلودگان دَھر سے شکوہ نہیں صادق — کہ اب تو دیکھ لی طاہر پاک دامانوں کی بیدردی

جب پہلے بزرگ کی حقیقت سے مطلع ہو جائیں تو دوسرے بزرگ کی بھی حقیقت ملاحظہ فرمادیں حضرت عمر نکاح کا خطبہ اچھا نہیں دے سکتے تھے ان کا خود بیان ہے کہ نکاح کا خطبہ مجھ سے بن نہیں آتا، الفاروق صد ۶۱۴، مولانا شبلی نعمانی نے ایک بہت بڑے راز کا انکشاف فرمایا ہے، مولانا موصوف الفاروق کے صد ۶۱۴ پر فخر سے تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عمر اگرچہ اکثر برمحل اور برجستہ خطبہ دیتے تھے لیکن معرکہ کے جو خطبے ہوتے تھے ان میں تیار ہو کر جاتے تھے۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ میں خود ان کا بیان ہے کہ میں خوب تیار ہو کر گیا تھا۔ اس مقام پر میرا ایک سوال ہے کہ اس خطبہ کی تیاری جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا ہے کس وقت کی تھی، رسولِ خدا کے انتقال سے پہلے یا انتقال کی خبر سننے کے بعد اگر مان لیا جائے کہ آنجناب کی رحلت سے پہلے انہوں نے خطبہ کی تیاری فرمائی تھی تو معاملہ اور پیچیدہ ہو جائے گا کہ انہیں کیا علم تھا کہ ہمیں ایسا خطبہ دینا ہوگا۔ مسلمانو! تیاری اس خطبے کی خطیب کیا کرتے ہیں جس کے وقت اور ماحول کا علم ہو کہ ایسا وقت آئے گا اور مجھے اس طرح کی تیاری کرنی چاہیئے بغیر قارئین کرام خود اس مسئلہ پر غور فرمالیں گے۔ دوسرا یہ کہ یہ صاحب رسولِ خدا کی رحلت کی خبر سنتے ہی خطبہ کی تیاری میں لگ گئے تھے کہ مجھے ابھی ابھی خطبہ دینا ہے اگر اس امر کو تسلیم کیا جائے تو اس واقعہ کو زندہ درگور کرنا پڑے گا۔ جس کو آج تک مورخین جلی حروف سے نقل کرتے آئے ہیں

حضرت عمر کی علمی قابلیت

کہ رسول اللہ کی رحلت کی خبر سُن کر حضرت عمرؓ نے تلوار اٹھائی کہ کون کہتا ہے کہ حضور انتقال فرما گئے ہیں. ہرگز ہرگز نہیں وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئے یا خدا کے حضور میں تشریف لے گئے ہیں ابھی واپس آجائیں گے. جس نے رسول خدا کی موت کی خبر کو بیان کیا. میں اس کا سر قلم کردوں گا. کیوں مسلمانو! جس انسان کے وفاتِ رسول اللہ کو سُن کر ہوش وحواس بھی قائم نہ رہ سکے ہوں. اس نے خطبے کی کب تیاری کی ہوگی. مجھے اس بات کے کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ محلہ سنخ سے جونہی حضرت ابوبکر آئے فوراً ہوش وحواس ٹھکانے لگ گئے یہ ایسا الجھاؤ ہے جس کے سلجھانے کی آج تک یار لوگ کوشش کر رہے ہیں. مصرع

تن ہماں داغ داغ پمبہ کجا کجا نہم

بہر حال اس واقعہ سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ نہ وہ نکاح کا خطبہ دے سکتے تھے اور نہ تیاری کے بغیر معرکہ کا خطبہ ارشاد فرما سکتے تھے اور دوسری طرف جناب حیدر کرار کا فرمان ہے. سَلُوْنِیْ سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ اِنِّیْ اَعْلَمُ طُرُقَ السَّمٰوٰتِ وَمِنَ الْاَرْضِ تاریخ الخلفاء صنا سوال کرو مجھ سے سَلُوْنِیْ سوال کرو مجھ سے قبل اس کے میں تم میں سے چلا جاؤں میں زمین کے راستے سے آسمان کے راستے بہتر جانتا ہوں. مسلمانو! فیصلہ تو دوان دونوں میں سے کس کی پیروی کی جائے.

آج کل بھی اکثر ملاں کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر جمعہ کے روز عید ہو جائے تو ایک دن میں دو خطبے ہونے کی وجہ سے ملک کے اعلیٰ فرد کو یا ملک پر وبال کا خطرہ ہے میں حیران تھا کہ خطبہ میں تو خدا تعالیٰ کی حمد اور جناب رسول خدا کی ذاتِ گرامی پر درود وسلام اور اوامر ونواہی کا حکم ہی تو ہوتا ہے یہ کونسی ایسی خطرناک بات ہے جو ملک کیلئے خطرہ بن جاتا ہے دوسری طرف ہر روز ملک میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مقام پر خطبے ہوا کرتے ہیں تو اس فلسفہ کو گھڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ کافی مدت کے بعد جب بزرگوں کے مبلغ علم کا پتہ چلا کہ انہیں ایک خطبہ یاد تھا دوسرا خطبہ یاد رکھنا ان کے بس کا روگ نہ تھا اگر ایک دن میں جمعہ اور عید کا خطبہ دینا پڑتا تو کچھ ہچکچاہٹ سی محسوس ہوتی کہ ابھی تو ایک خطبہ پڑھ کر گیا ہوں عرب ہو کر بھی چند الفاظ عربی کے نہیں بول سکتے اسلئے فتویٰ صادر فرمایا کہ دو خطبے دینے سے ملک یا صدر کیلئے خطرے کا باعث ہوتے ہیں ان بزرگوں کی خداداد ذہانت کا اس روایت سے اچھا اندازہ لگ جائے گا. عَنْ مَالِكٍ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَكَثَ

عَلٰی سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ ثَمَانِیَ سِنِیْنَ یَتَعَلَّمُہَا امام مالک نے فرمایا کہ عبداللہ ابن عُمر نے آٹھ برس میں سورہ بقرہ کو یاد فرمایا اور خطیب نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ ابن عُمر نے بارہ سال میں سورہ بقرہ کو یاد فرمایا اور جب ختم ہوگئی تو ایک اونٹ کو قربانی کیا، موطا امام مالک صد ۲۰۶ اور دوسری طرف میرے مولا حیدر کرار ہیں کہ ایک قدم رکاب گھوڑے میں ڈال کر تلاوتِ کلام پاک شروع کرتے تھے اور دوسرے قدم تک پورا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے، فرماؤ ان میں ہادی کون ہے اور محتاج ہدایت کون ہے فرماؤ کس کی پیروی کی جائے۔ المجالس المرضیہ صد ۱۵۳

ایک رکاب سے دوسری رکاب تک ختمِ قرآن

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اوّل سے کلالہ کے معنی دریافت کئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ میں جو کچھ اس کے معنی بیان کروں گا وہ میری رائے ہوگی اگر وہ رائے ٹھیک اور صائب ہے تو اللہ کا احسان سمجھنا چاہیئے اور اگر وہ رائے خطا ہے تو میرا اور شیطان کا فعل خیال کرنا چاہیئے میرے نزدیک تو اس سے ولد اور والد مراد ہے مگر جس وقت حضرت ثانی خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں حضرت اوّل کے اس قول کی تر[illegible] کروں۔ تاریخ الخلفاء صد ۹۳ مسلمانو! جب دونوں بزرگ قرآن پاک کی ایک آیت کے لفظ کلالہ کا ترجمہ نہ سمجھ سکے تو وہ پورے قرآن کے وارث کس طرح بن گئے اور دوسری طرف نبی اکرمؐ فرماتے ہیں عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِیٍّ تاریخ الخلفاء صد ۱۸۲ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ رُباعی

محکم کہیں کہیں متشابہ تیرا کلام — یارب عجیب راز یہ قرآن میں بھر دیا
اب تک مفسروں کا اُلجھنا دلیل ہے — دُنیا کو اہلبیت کا محتاج کر دیا

اب تیسرے بزرگ کے متعلق بھی چند سطور ملاحظہ ہوں۔ تاکہ اطمینان ہو جائے۔ منقول ہے کہ حضرت ثالث جب خلیفہ ہوئے اور خطبہ دینے کے لئے ممبر پہ چڑھے تو دفعتہً رُک گئے، اور زبان نے یاوری نہ دی۔ اس وقت یہ عذر کیا کہ اوّل اور ثانی خطبہ کے لئے تیار ہو کر آیا کرتے تھے اور آئندہ سے میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ الفاروق صد ۶۱۴ ان کے مُرید فخر سے انہیں غنی فرمایا کرتے ہیں یہ لقب انہیں مبارک ہو۔ مگر میرے مولا اپنے علم و عقل پر ناز ان الفاظ میں فرماتے ہیں

حضرت عثمان کا خطبہ

رَضِیْنَا قِسْمَۃَ الْجَبَّارِ فِیْنَا — لَنَا عِلْمٌ وَّلِلْاَعْدَاءِ مَالٌ

فَاِنَّ الْمَالَ یَفْنٰی عَنْقَرِیْبٍ   وَاِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَایَزَالُ

تفسیر حسینی قادری جلد ا صہ راضی ہوئے ہم خدا کی تقسیم سے جو اس نے ہم میں کی ہے۔ واسطے ہمارے علم ہے اور واسطے دشمنوں کے مال پس بے شک مال فنا ہو جائے گا عنقریب اور تحقیق کہ علم باقی ہے جو کبھی نہ زائل ہو گا۔ بتاؤ مسلمانو! ان دونوں بزرگوں میں کس کی پیروی کی جائے جو مال سے غنی ہے اس کی پیروی کریں یا جو علم میں غنی ہے۔ اس کی پیروی کریں میں دولت کو بُرا نہیں کہتا مگر دولت کے اکٹھا کرنے کی غرض سے بازار سے کھجور کی گٹھلیاں کسی غیر کو نہ چننے دینا اور بات ہے اور قدرت کے خزانے کے مالک و مختار ہوتے ہوئے جَو کی روٹیاں کھانا اور بات ہے۔ صلوٰۃ۔

ایک جماعت نے بیان کیا ہے جس میں یونس بن ظبیان، مُفضل بن عمر، ابوسلمہ سراج اور حسن ابن ابی فاختہ شامل ہیں کہ ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ امام نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس زمین کے خزانے اور کُنجیاں موجود ہیں اگر میں اپنے پاؤں سے زمین پر ٹھوکر لگا کر کہوں کہ جو کچھ تم میں سونا، چاندی موجود ہے اُسے نکال دے۔ تو وُہ ضرور نکال دے گی۔ حضرت نے ایک پاؤں سے زمین پر خط کھینچا جس سے سونے اور چاندی کے چشمے جاری ہو گئے۔ آپ نے بالشت برابر سونے کی ڈلی باہر نکال کر فرمایا کہ اس کو دیکھو تاکہ تمہیں شک نہ رہ جائے ہم نے دیکھا کہ وہ چمکتا ہوا سونا تھا پھر فرمایا زمین کی طرف دیکھو ہم نے زمین کی طرف دیکھا تو اس میں بہت سی سونے کی چمکتی ہوئی ڈلیاں ایک دوسرے پر پڑی ہوئی تھیں میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایسی چیزیں عطا کی ہیں مگر آپ کے شیعہ محتاج ہیں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور شیعوں کے لئے دین اور آخرت جمع کیا ہے اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو جنات النعیم میں داخل کرے گا اور ہمارے دُشمنوں کو نارِ جہنم میں جگہ نصیب ہو گی۔ کنوز المعجزات صہ ۲۷۹، مسلمانو! طاقت کے ہوتے ہوئے دولت کو اپنے قریبوں پر (اگرچہ طرید رسول ہوں) تقسیم کرنا اور بات ہے اور قوت کے ہوتے ہوئے توحید کی خاطر تین دن کا بھوکا پیاسہ رہ کر گلہ کٹانا اور بات ہے ایک مسدس عرض ہے۔

مجھ کو اختلاف ہے واعظ کی بات سے   مانگا تھا کب حسینؑ نے پانی فرات سے

کر سکتے تھے وضو وہاں آبِ حیات سے　　کرنا ہی تھا جسے کہ ملتا مقا ذات سے

ٹھوکر سے جس کی چشمۂ زمزم اُبل پڑے

ممکن نہیں کہ غیروں سے پانی طلب کرے　　صلوٰۃ

بتاؤ مسلمانو! کس کی پیروی کرنی چاہیئے اس کی پیروی کریں جو ہادی الی الحق ہے یا اس کی پیروی کریں جو خود محتاج ہدایت ہے۔ ہادی الی الحق وہ لوگ ہیں جنہوں نے پیدا ہونے سے لے کر وقتِ انتقال تک ایک لمحہ بھی اللہ کی رضا کے خلاف نہ گزارا ہو جن کا ہر سانس خدا کی منشأ کے تابع ہو جن کی گزری ہوئی زندگی کی قرآنِ پاک نے اگر تصدیق کر دی ہو جس کا ہر قول وفعل خدا کا دین بنے وہ ہے ہادی الی الحق، ارے وہ کیا ہادی بن سکیں گے، جن کی آخری زندگی کے سانس بھی خدا کی نافرمانی میں گزرے ہوں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر نماز ختم کی اور حضرت ابوحفص کو ان کے مکان پر لائے اور نبیذ پلائی لیکن وہ زخموں کے راستہ سے نکل گئی پھر آپ کو دودھ پلایا مگر وہ بھی زخموں سے نکل گیا۔ تاریخ الخلفاء صہ ۱۳۴، خدا جانے مسلمان نبیذ کا کیا ترجمہ کرتے ہیں۔ میں لغات کشوری کے صہ ۵۱۷ سے پیش کرتا ہوں۔ نبیذ وہ شراب جو خرما اور جو سے بنائی جائے اور بعضوں نے بمعنی اس شراب کے لکھا ہے جس کو ہندی میں بوزہ کہتے ہیں، اب اہلِ انصاف کے لئے فیصلہ کرنا بالکل آسان ہے کہ جس بزرگ کی آخری خوراک نبیذ خود اس کے مرید فخر سے تحریر کریں اس کی پہلی زندگی کا کیا مقام ہوگا یہ ایک ہی ایسے بزرگ نہیں کہ جن کو نبیذ پلائی گئی میں اور بھی ایک آدھ روایت پیش کر دیتا ہوں تاکہ اطمینان قلب حاصل ہو۔

سنیئے ۲۵ ہجری میں حضرت ثالث نے سعد کو کوفہ سے معزول کر کے ان کی جگہ ایک صحابی ولید ابنِ عقبہ بن ابی معیط کو جو آپ کی ماں کی طرف سے بھائی ہوتے تھے بھیج دیا یہ آپ پر پہلا الزام لوگوں نے قائم کیا کہ اپنے رشتہ داروں کی پرورش کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ ولید شرابی آدمی تھے ایک روز صبح کی نماز نشہ میں پڑھائی تو چار رکعت پڑھا کر سلام پھیرا اور مقتدیوں سے کہنے لگے کہو تو اور پڑھا دوں۔ تاریخ الخلفاء صہ ۱۶۲، کیوں مسلمانو! آج چودہ سو سال کے بعد ہم لوگوں کو علم ہو گیا کہ ولید منحوس نے شراب پی کر نماز پڑھائی اور مقتدیوں سے یہ بھی فرمایا کہ اگر

حضرت عمر نے نبیذ پی

ولید نے نشہ کی حالت میں نماز پڑھائی

تم چاہو تو اور بھی نماز پڑھائی جا سکتی ہے کیا اس کی خبر دربار خلافت تک نہ پہنچی ہو گی۔ ہاں یقیناً کوفہ کے لوگوں نے حضرت خلافت مآب کو بتلایا ہو گا کہ آپ کے مادری بھائی نشہ کی حالت میں ہی نمازیں پڑھا کر ہماری نمازیں باطل کرتے ہیں۔ کیا کوئی تاریخ ایسی بھی ہے کہ جس میں تحریر کیا گیا ہو کہ ولید کو اس طرح کرنے کی یہ سزا جناب خلیفۂ وقت نے تجویز فرمائی تھی اگر خلیفۂ وقت نے اس صحابی کو سزا نہیں دی تو ماننا پڑے گا کہ ان مسلمانوں کے نزدیک شراب کے نشہ کی حالت میں نماز ادا کرنا کوئی بُرا فعل نہ تھا۔ ورنہ ضرور حضرت اپنے گورنر ولید کی گرفت فرماتے اس واقعہ کو تحریر کرنے کا مقصد و مطلب صرف یہ ہے کہ آپ غور کر کے تلاش کریں کہ ولید کو شراب کے نشہ کی حالت میں نماز پڑھانے کی کیا سزا دربار خلافت سے ملی تھی اگر نہیں ملی اور تاریخ اس سلسلہ میں بالکل خاموش نظر آئے تو ولید کے ساتھ اور بزرگ بھی اس فعل سے راضی و خوش ماننے پڑیں گے اور جب اس مقام پر پہنچ جاؤ تو فیصلہ دو کہ ان دونوں میں ہادی کون ہونا چاہیئے کیا وہ ہادی ہو کہ جس کے ملک میں علی الاعلان شراب جاری تھی اور اس کے تمام قریبی رشتہ دار اسلامی ملک کے مالک بنے ہوئے تھے یا وہ جو عقیلؓ جیسے بھائی کو بھی یہ جواب دیتا ہوا نظر آئے کہ میں ایک کوڑی بھی تیری نہیں بڑھا سکتا کیونکہ میں مسلمانوں کے مال کا امین ہوں۔ اور عدل و انصاف کی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں۔ چاہے ایک لمحہ کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ جو خدا اور رسولؐ کے فرمان کے مطابق ہو۔

کتاب ابوذر غفاری میں ہے کہ یہ حضرت صاحب اپنے مکان میں محصور کر دیئے گئے تو مکان کے اُوپر سے جھانک کر فرمایا کہ تم میں حضرت علیؑ موجود ہیں لوگوں نے کہا کہ نہیں پھر آپ نے کہا کہ سعد موجود ہیں لوگوں نے کہا کہ وہ بھی نہیں ہیں آپ خاموش ہو گئے تھوڑی دیر میں آپ نے پھر فرمایا کہ کیا تم میں کوئی شخص ایسا ہے جو حضرت علی سے جا کر کہہ دے کہ وہ ہم پیاسوں کو پانی پلا دے یہ خبر حضرت علیؑ کو پہنچی آپ نے تین مشکیزے فوراً پانی کے عثمان کے ہاں بھیج دیئے۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۰۔ اب میں مسلمانوں کو خدا کے رسولؐ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ فرماؤ کہ یہ بندہ بہتر ہے جو حضرت سے کہہ رہا ہے کہ میں آپ کو مروان سے اچھا نہیں سمجھتا یا وہ بہتر ہے جو باوجود تعلقات ناگفتہ بہ ہونے کے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر پانی پہنچا

(امیرالمومنینؑ کا محصور کو پانی پہنچانا)

رہا ہے، تاریخ الخلفأ میں ہے کہ پانی اتنی مشکل سے اُن کے گھر پہنچا کہ کئی بنی ہاشم زخمی ہوگئے فرماؤ کس کو ہادی تسلیم کریں۔ ہادی الی الحق کو یا محتاج ہدایت کو۔ صلوٰۃ۔

مومن عمداً قاتل ہمیشہ جہنم میں

مگر وھڑدار ملاں کب انصاف و عدل کا خیال کرتے ہیں۔ یہ تو کتابوں اور حدیثوں کی باتیں ہیں، ملاں تو قرآن مجید کی صریح نص سے انحراف کرتے ہوئے نہیں گھبراتے۔ قرآن مجید کا اعلان ہے:۔ وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۔ پارہ ۵ رکوع ۱۰ اور جو کوئی قتل کرے کسی مومن کو جان کر پس سزا اس کی دوزخ ہے۔ ہمیشہ رہے گا بیچ اس کے اور غضب اللہ کا اور لعنت خدا کی اس پر اور تیار کیا گیا ہے اس کے لئے عذاب عظیم۔ قرآن کے واضح حکم سے انکار کرنے والا، سوائے دشمن خدا و رسول کے اور کون ہو سکتا ہے، اے مسلمانو! ذرا خدا کے واسطے غور کر کے فیصلہ تو دو کہ کیا قرآن پاک جمل اور صفین والوں کے لئے نہیں یا وہ قرآن کی اس آیت والی ہدایت سے مستثنیٰ اور مبرا کر دیئے گئے ہیں اگر قرآن پاک تمام مسلمانوں کے لئے یکساں حکم رکھتا ہے تو سنو جنگ

جنگ صفین

صفین میں حضرت علی کا لشکر نوّے ہزار تھا اور صفین میں مخالفین کا لشکر تیس لاکھ تھا، اس جنگ میں معاویہ کی فوج کے چھیاسٹھ ۶۶ ہزار آدمی قتل ہوئے اور حضرت امیر علیہ السلام کی فوج سے چار ہزار شہید ہوئے یعنی جنگ صفین میں کل ستر ۷۰ ہزار مسلمان مارے گئے۔ المجالس المرضیہ صہ۹۸ زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ جنگ صفیں میں حضرت علیؑ کے ساتھ ستاسی ۸۷ اشخاص بدری تھے۔ جن میں سے سترہ ۱۷ مہاجر اور ستر ۷۰ انصار تھے اور باقی صحابہ میں سے آپ کے ساتھ ایک ہزار آٹھ سو صحابی تھے جن میں ستر ۷۰ آدمی وہ تھے جنہوں نے رسول اللہ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔ اس جنگ میں اہل شام کے ستر ۷۰ ہزار آدمی مارے گئے تھے۔ تذکرۃ الخواص صہ۹ اسی جنگ میں عمار یاسرؓ اور حضرت اویسؓ قرنی جیسے مقدس لوگ شہید ہوئے اسی طرح جنگ جمل کا واقعہ بھی اسلام کا عجیب

جنگ جمل

المیہ ہے کہ جنگ جمل میں حضرت علی کا لشکر بیس ہزار تھا اور دوسری طرف کا لشکر تیس ہزار تھا اس جنگ میں دس ہزار مسلمان قتل ہوئے تھے المجالس المرضیہ صہ۹۶ مسلمانو! صفین و جمل میں اسّی ہزار مسلمان قتل ہوئے جن میں بدری بھی تھے اور صحابی بھی تھے اور بیعت رضوان والے بھی تھے اور خدا کا حکم ہے کہ جو مومن کو عمداً قتل کرے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور اس پر خدا کی لعنت

اور غضب ہے کیا اس آیہ کریمہ کی روشنی میں آسانی سے فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کیا محمدؐ ابن ابوبکر کا قاتل بھی رضی اللہ ہو سکتا ہے کیا حضرت اویس قرنی اور عمارؓ یاسرؓ کا قاتل بھی جنتی ہو جائے گا۔ کیا حضرت عائشہ اُمّ المومنین کا قاتل بھی خلیفۃ المسلمین کہلوانے کا حقدار ہے میں حضرت عائشہ کے قاتل کے بارے میں تاریخ اسلام سے حوالہ پیش کرتا ہوں، سنو ۵۸ھ میں حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ فوت ہو کر جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ آپ مرواںؔ کی مخالفت کیا کرتی تھیں کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہ تھے، مروان نے ایک روز دھوکے سے دعوت کے بہانے بلا کر ایک گڑھے میں جسمیں ننگی تلواریں اور خنجر دغیرہ رکھ دیئے تھے آپ کو گرا دیا آپ بہت ضعیف اور بوڑھی تھیں زخمی ہوئیں اور اُنہیں زخموں کے صدمے سے فوت ہوگئیں (تاریخ اسلام جلد ۲ صہ ۴۴) عام ملاں کہتے ہیں کہ ہم مرواںؔ کی اس حرکت ہی کی وجہ سے اُسے اچھا نہیں کہتے مگر میں کہتا ہوں کہ جو صرف حضرت عائشہ کو اپنا رہنما نہ مانے وہ تو ہُوا مسلمانوں کے نزدیک کافر اور جو حضرت عائشہ کو اس اذیّت سے قتل کرے وہ ہُوا صحابیؓ مصطفیٰ کیوں مسلمانو! مروانؔ کو کس نے مدینے کا گورنر بنایا تھا کیا اس حاکم نے جس نے مرواںؔ کو مدینہ کی سرداری بخشی تھی۔ قتل عائشہ کے جُرم میں اُس ملعون کو قتل کیوں نہ کیا۔ میں کہتا ہوں کہ امیر شام نے مروانؔ کو اس جُرم میں معزول ہی کیا ہوتا ادھر حضرت عثمان کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے حضرت علیؓ کے مقابلہ کو جمل صفین جیسی جنگیں رونما ہوگئیں اور اسّی ہزار مسلمان قتل کر دیئے گئے اُدھر قتل عائشہ پر مسلمانوں کے کانوں پر جُوں تک نہ رینگی یہ ہے دھڑے داری اور باطل کی پاسداری۔ صلوٰۃ۔

ملاں کہتے ہیں کہ یہ مجتہد کا استنباط ہے امیر شام نے بھی استنباط کیا اگر مجتہد استنباط سے حق کو پالے تو دوہرا اجر ملے گا۔ ایک استنباط اور دوسرا حق کے واضح کرنے کا اور اگر استنباط سے حق تک نہ پہنچ سکے تو پھر ایک اجر تو ضرور مل جاتا ہے کیونکہ اس نے محنت تو کی تھی۔ لہٰذا امیر شام نے استنباط کیا اور ایک اجر کا مستحق ہو گیا میں حضرت معاویہ کے استنباط کو نقل کر کے ہر اہل انصاف سے انصاف چاہتا ہوں۔ ابن سعد نے طبقات میں عبداللہ ابن عمرو بن عاص سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ تم لوگوں نے عمارؓ کو قتل کیا حالانکہ میں نے رسولؐ اللہ

حضرت عمارؓ اور حضرت حمزہؓ

سے سُنا تھا کہ عمارؓ سے کہہ رہے تھے کہ تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ امیر شام نے یہ بات سُن لی تو اس سے کہنے لگا تو ایک بے وقوف بڈھا ہے۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بری بات ہمارے پاس لاتا ہے۔ جیسے اپنے پیشاب میں دبائے ہوئے ہوتا ہے کیا ہم نے عمارؓ کو قتل کیا ہے۔ عمارؓ کو تو اُس نے قتل کیا ہے جس نے اُسے میدانِ جنگ میں بھیجا ہے۔ اس روایت میں ہے کہ جب یہ بات حضرت علیؑ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کیا جناب حمزہؓ کو رسول اللہ نے قتل کیا ہے کیونکہ جنگِ اُحد میں وُہ ہی انہیں ساتھ لے گئے تھے۔ تذکرۃ الخواص ص۱۱۱ اس استنباط پر بھی امیر شام کو دوہرا نہیں تو اکہرا تو اجر بقول مُلاں ملنا چاہیئے۔ استغفر اللہ ربی ـــــ میں ان لوگوں کے لئے ایک اور معاملہ کا استنباط عرض کرتا ہوں تاکہ جلاء الاذہان ہو جائے۔ سُنو مسعودی نے مروج الذہب

بدھ کے روز نماز جمعہ

میں نقل کیا ہے کہ امیر شام نے جنگ صفین کو جاتے ہوئے جمعہ کی نماز بدھ کے روز کو پڑھا دی اور ارشاد فرمایا کہ ہم معذور ہیں اور ایسا ہی کرنا شریعت ہے۔ تذکرۃ الخواص ص۱۲۱ مسلمانو اگر اس طرح کا استنباط قابلِ گرفت نہیں بلکہ ایک درجہ ثواب کا رکھتا ہے تو پھر کونسی بات ہے جس میں گرفت ہو گی بس استنباط کرو اور جو چاہو اور جیسا چاہو کرو جائز و حلال قرار دے لو صلوٰۃ۔

امیر شام کو یا رسول اللہ کہا گیا

ان لوگوں کا ایک اور استنباط بھی ملاحظہ ہو۔ طبری میں ہے کہ ایک دفعہ مصر سے دمشق پہنچا تو ایک آدمی نے بھرے دربار میں امیر شام کو السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر سلام کیا تو اس نے خندہ پیشانی سے اس کا جواب دیا۔ پھر کیا تھا ہر آدمی نے السلام علیک یا رسول اللہ! کہہ کر سلام کرنا شروع کر دیا اور ہر آدمی کو محبت ـــ سلام کا جواب ملتا رہا۔ نہ کسی سُننے والے نے ٹوکا اور نہ ہی کسی دیندار کی غیرت نے آنکھ کھولی۔ بلکہ خوشی کے مظاہرے ہوئے۔ کتاب سیاست معاویہؓ و یزید ص۱۲ بس خدا تم سے فیصلہ چاہتا ہے کہ بتاؤ ان میں سے کس کی پیروی کی جائے صلوٰۃ۔ ہمیں تو بتول کے لال نے ہدایت فرمائی ہے کہ اے میرے نانے کا کلمہ پڑھنے والو۔ خبردار! ہر ایک تکالیف کو خوشی سے برداشت کرنا پڑے تو کرو مگر پیروی حق کی ہی کرنا اور اس طرح حق کی حمایت کرنا جس طرح میں نے حق کی حمایت کی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ مسدس

کیا گُل یہ گُل حسینؑ کھلاتا چلا گیا — ایوانِ شام و کوفہ ہلاتا چلا گیا

دنیا سے کفر و شرک مٹاتا چلا گیا — وحدانیت کے باغ لگاتا چلا گیا

ذرّہ کو آفتاب بناتا چلا گیا، خود مٹ کے نقشِ کفر مٹاتا چلا گیا
جس کو یزیدیوں نے دبایا نہ دب سکا امومی حکومتوں نے گھٹایا نہ گھٹ سکا
عباسیوں نے لاکھ چھپایا نہ چھپ سکا ہر چند سب نے مل کر مٹایا نہ مٹ سکا
اپنا ہی رنگ حسینؑ جماتا چلا گیا بندوں کو پھر خدا سے ملاتا چلا گیا

آج مجھے حق کی پیروی کرنے والے بزرگ حضرت ابوذر غفاریؓ کا ذکر کرنا ہے جس کی زندگی حق کے لئے اور موت حق کی حمایت کے لئے تھی حدیث وَعَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللہ علیہ وَآلہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَآ اَظَلَّتِ الْخَضْرَآءُ وَلَآ اَقَلَّتِ الْغَبْرَآءُ اَصْدَقَ مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ ۔ حضرت عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا کہ نیلگوں آسمان نے کبھی ایسے شخص پر سایہ نہیں کیا اور غبار آلود زمین نے کبھی ایسے شخص کو نہیں اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صہ ۲۹۳، اس عاشقِ مصطفےٰؐ کو مسلمانوں نے طرح طرح کی تکالیف دیں حضرت ثالث نے انہیں دمشق جانے پر مجبور کیا، مگر وہاں سے امیر شام نے بھی ان کے کلماتِ حق سے تنگ آکر انہیں لاغر شتر بے کجاوہ پر سوار کر کے مدینہ واپس کر دیا۔ جس سے ابوذرؓ کے پاؤں کا گوشت اُڑ گیا۔ اب مدینہ میں ابوذرؓ کا کلمۂ حق جاری رہا تو عثمان نے ایک روز انہیں بُلا کر دریافت کیا کہ تجھے ساری دنیا سے بہتر کونسا مقام نظر آتا ہے۔ ابوذرؓ نے فرمایا۔ مدینۃ الرسول، عثمان نے کہا کہ ساری دنیا سے بدتر مقام تیری نگاہ میں کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ ربذہ جہاں میں نے جاہلیت کے ایام گزارے ہیں۔ اس پر عثمان نے کہا کہ میں تجھے ربذہ ہی کی طرف جلا وطن کرتا ہوں اس کے ساتھ منادی کرادی کہ کوئی آدمی ابوذر کو وداع کرنے نہ جب یہ خبر جناب امیر علیہ السلام کو تو آپ نے ابوذر کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور حضرت امام حسنؑ امام حسینؑ عقیلؓ اور عمارؓ یاسر حضرت امیرؑ کے ساتھ حضرت ابوذرؓ غفاری کو رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے حضرت امیر المؤمنین نے بہتے ہوئے آنسوؤں سے حضرت ابوذرؓ غفاری کو رخصت کیا۔

عزادارو! حضرت ابوذرؓ ربذہ میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عثمان نے بعد ہجرت کے پھر مجھے اعرابی بنا دیا۔ خدا کی قسم وہ بروز قیامت میرے پہلو میں خدا کے سامنے بازپرس کے

لئے کھڑا کیا جائے گا۔ ابوذرؓ غفاری ربذہ میں نہایت عسرت و تنگی کی زندگی بسر کرنے لگے آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ اُمِ ذر ایک لڑکا ذر نامی ایک بچی اور چند دُنبیاں بھی تھیں روایت میں ہے کہ ایک دفعہ اتفاقاً ایک بیماری جسے نقاذ کہتے ہیں یہ جانوروں کے لئے مثل طاعون کے ہوتی ہے آئی جس سے آپ کی تمام دُنبیاں مرگئیں اور آپ کو فاقے پہ فاقے آنے لگے کچھ عرصہ کے بعد آپ کے لڑکے ذر نے انتقال کیا۔ باپ کو نوجوان بیٹے کا کافی صدمہ ہوا روایت میں ہے کہ چند روز کے بعد ابوذر کی زوجہ نے بھی انتقال کیا۔ اب صرف باپ بیٹی رہ گئے عزادارو! حضرت ابوذر کو اکثر فاقے آنے لگے، ایک دفعہ تین دن کا فاقہ آیا، دونوں باپ بیٹی جنگل کو نکل گئے کہ کہیں سے گھاس لے آئیں اور گزر اوقات ہو جائے۔ ابوذرؓ غفاری کی لڑکی راوی ہے کہ جب ہم جنگل میں پہنچے تو گھاس کو بھی نہ پایا میرا باپ نہایت کمزور ہو چکا تھا، ایک مقام پر پہنچ کر میرے باپ نے ریت جمع کی اور سرہانہ بنا کر سو رہے۔ میں نے عرض کیا بابا یہ کیا؟ فرمایا بیٹی میری موت کا وقت آگیا ہے۔ میرے مرنے کے بعد میرے مُنہ کو میری عبا سے چھپا دینا اور سرِ راہ جا کر بیٹھنا جب کوئی قافلہ آئے تو انہیں میری موت کی خبر کرنا تاکہ وہ مجھے غسل و کفن دیں اور دفن کریں۔ عزادارو! حق کے حمایتی نے دم توڑا اور معصوم بچی نے چیخ ماری ہائے بابا ہائے بابا اس پردیس میں میرا کون ہے؟ آخر معصومہ اپنے باپ کو عبا سے چھپا کر سرِ راہ جا کر بیٹھی رہی۔

وفاتِ حضرت ابوذرؓ

تھوڑی دیر کے بعد عراق کی طرف سے ایک قافلہ آیا جس میں عبداللہ ابن مسعود حجر بن عدی اور مالک اشتر بھی تھے۔ بچی نے قافلہ والوں کو دیکھ کر سر میں خاک ڈالی، اور کھڑی ہو گئی اور بآواز بلند فرمایا قافلہ والو! تم میں کوئی رسولؐ اللہ کا کلمہ پڑھنے والا ہے لوگوں نے پہچانا کہ یہ تو ابوذرؓ غفاری کی بچی ہے دوڑ کر گلے سے لگایا، بچی نے رو کر کہا لوگو رسول اللہ کا صحابی میرا بابا غربت میں انتقال کر گیا ہے۔ خدا کے لئے غسل و کفن اور دفن میں میری مدد کرو! بس اتنا سننا تھا کہ صحابی دوڑ پڑے اور ابوذرؓ کی میت کو سنبھالا۔ روایت میں ہے کہ مالک اشتر نے ابوذرؓ غفاری کو چار ہزار درہم کا کفن پہنایا۔ اور بعد دفن ابوذرؓ غفاری کے ان کی بچی کو مدینہ لا کر آلِ محمد کے حوالے کیا۔ ہائے اس وقت مجھے ایک اور بچی یاد آگئی۔ لواعج الاحزان جلد ۲ صہ ۲۸۵، المجالس المرضیہ صہ ۱۱۴ جس کو باپ کی لاش سے طمانچے مار کر جدا کیا گیا ہائے سکینہؑ تیری مظلومی۔

ابوذرؓ کی بچی

عزادارو! اس وقت مجھے ایک روایت کو عرض کرنا ہے۔ آپ تحمل سے سماعت فرمادیں
مصنفِ مظلوم کربلا نے تحریر فرمایا ہے کہ بحر المصائب میں ہے کہ آلِ رسولؐ کا قافلہ جب کربلا سے
شام کی طرف روانہ ہوا تو دوران سفر میں شمر علیہ اللعن نے عسقلان پہ پہنچ کر قیام کا حکم دیا کیونکہ
یہاں سرد اور شیریں چشمے تھے، روایت میں ہے کہ اشقیا کے خیمے لگ گئے اور محمدؐ کی بیٹیاں
دھوپ پر بیٹھ گئیں۔ آلِ محمد کی ایک معصومہ بچی جسے شدت کا بخار تھا اُٹھی اور ایک خار دار جھاڑی
کے نیچے لیٹ گئی اور بخار کی شدت سے بچی غش کھا گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد شمر ملعون نے ایک
غلط افواہ کی بنا پر قافلہ کو جلدی چلنے کا حکم دیا۔ عزادارو! اس عجلت سے قافلہ چلا کہ مستورات
بچے نہ سنبھال سکیں ایک فرسخ کے فاصلے پر جب پہنچے تو جناب زینبؑ کو معلوم ہوا کہ میرے بھائی
کی بچی بچھڑ گئی ہے۔ حضرت زینبؑ نے فرمایا بیٹا سجاد میرے بھائی کی نشانی رہ گئی ہے قافلہ
روک دو۔ عزادارو! اِدھر قافلہ رُکا اُدھر معصومہ نے غش سے آنکھ کھولی تو قافلہ نظر نہ آیا معصومہ
کا دل بیٹھ گیا۔ بچی روتی ہوئی ایک ٹیلے پر چڑھ گئی اور مُنہ کربلا کی طرف کرکے آواز دی بابا
سارے ساتھی چھوڑ کر چلے گئے۔ تعجب نہیں کہ حضرت معصومہ نے حضرت عباس کو آواز دی ہو
یا عمّاہ ادرکنی۔ منقول ہے کہ جس طرف قافلہ گیا تھا، بچی قافلے کے پیچھے دوڑی۔ پاؤں میں
چھالے اور چھالوں میں خون اُتر آیا، معصومہ فریاد کرتی ہوئی جارہی تھی، کہ دُور سے قافلہ نظر آیا
راوی کہتا ہے کہ جب قافلہ رُکا تو زجر بن قیس ملعون بچی کی تلاش کو دوڑا۔ اس ملعون کے تیور
دیکھ کر راوی نے خیال کیا کہ یہ ملعون معصومہ کو مارے گا۔ ایک تو یتیمی پر دیس کا عالم بخار کی
شدت اور قافلے کی جدائی کی وجہ سے بچی پہلے ہی مرنے کے قریب ہوگئی، اس کے ساتھ منحوس
شکل کو دیکھ کر بچی مرجائے گی۔ یہ سوچ کر راوی بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ عزادارو! جب معصومہ
نے دُور سے اس منحوس کو دیکھا تو زمین پر بیٹھ گئی اور مُنہ مدینے کی طرف کرکے آواز دی یا جدّاہ ادرکنی
نانا دشمن آگیا میری مدد کو جلدی پہنچ جاؤ۔ منقول ہے کہ زجر بن قیس ملعون بچی کے قریب آکر جلدی
سے گھوڑے سے اُترا اور ہاتھ کو بلند کیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے جلدی سے گھوڑا چھوڑا اور
زجر بن قیس سے کہا خبردار تو نے اس معصومہ کو کچھ کہا تو تیرا سر قلم کر دوں گا۔ اس یتیم معصوم
نے تیرا کیا بگاڑا ہے، عزادارو! جب بچی نے راوی کو مخلص دیکھا تو دوڑ کر راوی کے پیچھے کھڑی

ہوگئی اور ننھے ننھے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ مرد خدا اس ظالم سے بچالے میں اپنے نانا محمد مصطفےٰ سے تیرے لئے جنت کی سفارش کردں گی۔ روایت میں ہے کہ زجر بن قیس نے ہاتھ روک لیا اور راوی سے کہا کہ اسے جلدی قافلہ میں لے چلو منقول ہے کہ معصومہ نے زجر ملعون سے فرمایا کہ اگر تونے واقعی مجھے قتل کرنا ہے تو ایک مرتبہ پھوپھی اماں سے ملا دو، ایک مرتبہ سجادؑ کی زیارت تو کرلوں، بعد میں قتل کر دینا یہ سُن کر راوی کا دل بھر آیا اور ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ کی اور معصومہ سے فرمایا کہ معصومہ آپ فکر نہ کریں آپ ہر طرح سے محفوظ اور امان میں ہیں۔ وہ دیکھو قافلہ قریب آگیا ہے۔ منظلومۂ کربلا صد ۳۱۵، اَلَا لَعنَۃُ اللّٰہِ علی القوم الظّالمین وسیعلم الذین ظلموا اَیَّ منقلبٍ ینقلبونَ۔

پانچویں مجلس

اعتقاد اور عمل، محبّان اہلبیت سے سیّد سجاد کی وصیّت، دعا کی عدم قبولیّت کے اسباب۔ علی بن یقطین کی وزارت کا جواز۔ شتربان سے بحکم امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام معافی طلب کرنا۔ ظالم حاکم کے لئے مچھلیوں کا مہیّا ہونا۔ خمس کی اہمیّت۔ توبہ کا طریقہ۔ امام رضا علیہ السّلام کی نیشاپور میں آمد۔ کلیم اللہ کا ایک بدکردار کو شہر بدر کرنا۔ سعید بن عبداللہ کی شہادت۔ انوار مقدّسہ کی آمد۔ ثانی زہراؑ کی زندانِ شام میں نماز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ پ۶ ۱۱ پس جو کوئی توبہ کرے پیچھے ظلم اپنے کے اور نیکی کرے پس تحقیق اللہ مہر آتا ہے اُوپر اُس کے یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ترجمہ رفیع الدین)

ایمان اور عمل کے لحاظ سے دنیا میں چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ گروہ جن کا اعتقاد بھی درُست ہے اور عمل بھی دوسرا وہ گروہ جن کا نہ عمل ٹھیک اور نہ اعتقاد درست، تیسرا وہ گروہ جس کا اعتقاد غلط اور عمل درست، چوتھا وہ گروہ جن کا ایمان و اعتقاد درست اور عمل بے کار ان چاروں گروہوں کے بارے میں عرض کرنا ہے کہ ان میں سے جنّت میں کونسا گروہ جائے گا۔ اور دوزخ کن لوگوں کا حصّہ ہے سنئے! پہلا گروہ جن کا ایمان و اعتقاد بھی درست ہے اور عمل بھی ٹھیک ہے یہ لوگ یقیناً جنّت میں جائیں گے ان کے بارے میں بھی بحث کی ضرورت نہیں ہے یہ لوگ خدا کی رحمت سے یقیناً فیضیاب ہوں گے دوسرا گروہ جن کا اعتقاد عمل دونوں غلط یہ لوگ یقیناً جہنّم میں جائیں گے۔ ان کے بارے میں بحث کی ضرورت نہیں ہے یہ یقیناً آخرت کو نامراد ہی رہیں گے بحث تو صرف دو گروہوں کے متعلق ہے ایک وہ جن کا ایمان و اعتقاد غلط اور عمل درست

اس کے بارے میں بھی تمام مسلمانوں کا فیصلہ ہے کہ ان کی بخشش ناممکن اور محال ہے، کیونکہ عمل مؤخر ہے اور ایمان مقدم ہے۔

میو ہسپتال اور سر گنگا رام ہسپتال

پاکستان میں میو ہسپتال اور سر گنگارام ہسپتال بنوانے والے دونوں مسلمان نہ تھے۔ ایک انگریز تھا اور دوسرا ہندو، دونوں نے وہ کام کیا کہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے قیمتی جانوں کی حفاظت کا سامان مہیا کیا۔ اس سے بہتر اور کیا نیک عمل ہو سکتا ہے۔ اس کے باوجود کون مسلمان ہے جو یہ کہہ دے کہ دونو جنت میں جائیں گے۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ ہر مفتی کہے گا بے شک ان کے عمل اچھے تھے مگر بخشش کا تعلق اعتقاد سے ہے۔ اس طرح کی اور سینکڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں کہ کافروں اور مشرکوں نے کام تو اچھے کئے مگر اعتقاد درست نہ ہونے کی وجہ سے جنت میں نہ جا سکے۔ صلاۃ۔ بس صرف چوتھا گروہ ہے کہ جس کا ایمان و اعتقاد درُست اور عمل بے کار ہیں یہ کہاں جائے گا۔ مسلمانو! اس گروہ کے لئے یقیناً جنت ہے مگر مگر خدا جانے انہیں کب جنت ملے گی۔ ایمان و اعتقاد کی بلندی کی وجہ سے تو انہیں دوزخ میں نہیں جانا ہوگا۔ یقیناً صاحب ایمان فردوس بریں کا ساکن ہوگا۔ مگر اس کے ساتھ بُرے اعمال کی سزا بھی اُسے ضرور بھگتنا پڑے گی۔ بس کچھ تو جہنم میں جلنے کے لئے جائیں گے اور کچھ لوگ صاف ہونے کے لئے دوزخ کا منہ دیکھیں گے۔ مثلاً لکڑی آگ میں جلنے کے لئے ڈالتے ہیں اور کپڑا بھٹی پہ میل نکھارنے کے لئے دھرا جاتا ہے۔ بس جتنی زیادہ میل ہُوا کرتی ہے۔ اتنی ہی بھٹی تیز کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر صاحبِ ایمان اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنی میلِ عصیاں کو ملاحظہ کر کے اپنے لئے بھٹی تجویز کر لے کہ کتنی دیر میں عصیاں کا میل دھل اور نکھر سکتا ہے مسلمانو! بداعمال مومن اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد ایک نہ ایک دن ضرور نعیم جنت میں جائے گا۔

دعا کی عدم قبولیت کے اسباب

ہاں! بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ مولانا ہم دعا مانگتے ہیں اور ہماری دُعا قبول نہیں ہوتی، اس کی کیا وجہ ہے۔ سو عرض ہے کہ پاپنچ بندوں کی دعا اگر قبول نہ ہو تو ان کی اپنی کوتاہی ہے کیونکہ خداوند قدّوس کے دربار اقدس میں نجاست کی کوئی گنجائش نہیں، سُنیئے! پانچ بندوں کا قلب نجس ہے ان کی دُعا ہرگز قبول نہیں ہوگی۔ ان کی نجس آواز دربار الٰہی سے ہرگز نہیں ٹکراتی،

وہ دروازہ اجابت تک ہی نہیں پہنچتی ہیں ان پانچ آدمیوں کا قدرے تفصیل سے ذکر کئے دیتا ہوں۔

جس کا پیشہ حرام ہے اس کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی، پیشہ حرام مثلاً شراب[1] بنانا یا بیچنا، سینما[2] بنانا، مردوں کی[3] ڈاڑھی مونڈنا، جہر کی[4] اقسام کی چیزیں خرید کرنا یا بیچنا۔ مثلاً گڑیاں[5] بنانا وغیرہ، یعنی جس کا پیشہ حرام ہوگا اس کا قلب بے نور ہوگا۔ اس کی دعا میں اتنی قوت ہی نہیں کہ دربار الٰہی تک پہنچ سکے۔

روایت میں ہے کہ جب حضرت سجّاد قید سے رہا ہو کر مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ آپ کی خدمت میں پُرسہ کے لئے حاضر ہوئے اور امام کو پُرسہ دینے کے بعد عرض گزار ہوئے کہ مولا ہمارے لئے کوئی حکم ہو تو ارشاد فرماویں۔ مسلمانو! میرے مولا نے خون کے آنسو روتے ہوئے فرمایا لوگو! اگر تم کچھ میری مدد کرنا چاہتے ہو تو تین کام نہ کرنا۔ عرض کی مولا وہ تین کام کون سے ہیں۔ امام نے فرمایا: شراب نہ پینا، کیونکہ جب میں یزیدؔ ملعون کے دربار میں پہنچا تو وہ میرے سامنے شراب بھی پیتا تھا اور میرے باپ کے سر کے ساتھ بے ادبی بھی کرتا تھا۔ جب کبھی شراب کا ذکر آتا ہے تو مجھے یزیدؔ عنید کا دربار یاد آجاتا ہے۔ دوسرا فرمایا کہ مسلمانو! ڈاڑھی نہ مونڈوانا فرمایا جب میں دربار شام میں یزیدؔ کے سامنے پیش ہوا تو وہ کم بخت تازی ڈاڑھی مونڈوا کر تخت پر بیٹھا تھا۔ ڈاڑھی منڈے کو دیکھ کر یزیدؔ یاد آتا ہے۔ پھر فرمایا لوگو تیسرا کام یہ ہے کہ شطرنج نہ کھیلنا کیونکہ یزیدؔ بدبخت دربار میں شطرنج کھیل رہا تھا اور میں رسول اللہ کی بہو بیٹیوں کو لے کر اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا، پس شطرنج کا ذکر آتے ہی مجھے دربار یزید کا منظر یاد آجاتا ہے۔ اب کون شیعہ مسلمان ہے جو اپنے قیدی امام کی اس اپیل پر غور نہ کرے۔ شریعتِ مصطفٰے میں تو شراب حرام ہے اور مسلمان کا ایثار دیکھئے کہ شرابیوں کو رحمۃ اللہ علیہ کے خطابات سے نوازا کرتے ہیں خیر میں عرض کر رہا تھا کہ جس کا پیشہ حرام ہے اس کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی۔ دوسرا اس شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی جس کی ملازمت حرام ہو، یعنی جابر حاکم کی ملازمت حرام ہے سودی کاروبار کرنے والے کی ملازمت حرام ہے، شراب والی دکان کی ملازمت حرام ہے چاہے کتنی ہی محنت سے ملازم کام کیوں نہ کرے۔ خون پسینہ ایک کر کے سارا دن بوتلیں صاف کرے۔ اگر کوئی شریف

علی بن یقطین اور امام مظلوم

شتربان سے معافی طلب کرنا

آدمی آجائے تو اُسے بطور نمونہ مالک کی اجازت سے چند گھونٹ شراب کے پیش کر دے یہ سب حرام ہے، جابر حاکم کی ملازمت صرف اس صورت میں جائز ہے کہ اپنی قوم کی حفاظت کرے گا، اور ان کے جائز حقوق سے انہیں محروم نہیں ہونے دے گا۔ بلکہ ایسی ملازمت یقیناً بہت بڑا ثواب ہے جہاں اپنے مومن بھائیوں کے حقوق کی حفاظت کرنا مقصود ہو۔

میں یہاں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں جو میرے مقصدِ بیان کو اُجاگر کرتا ہے۔ صلوٰۃ، روایت میں ہے کہ ہارون رشید کی حکومت میں علی بن یقطین وزیرِ اعظم تھا جو محبانِ اہلبیت میں سے تھا علی بن یقطین نے کئی بار امام عالی مقام حضرت موسیٰ کاظم سے عرض کی کہ مولا میں اس جابر حاکم کی ملازمت نہیں کرنا چاہتا اگر آپ اجازت دیں تو میں ملازمت چھوڑ دوں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ علی بن یقطین ملازمت کئے جاؤ تیری وجہ سے ہمارے شیعوں کے کافی حد تک حقوق محفوظ ہیں۔ امام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دورانِ حج ہمیں علی بن یقطین کی وفاداریاں یاد آگئیں تو میں اس کے حق میں دعا کرنے لگا اور اس قدر دعا کو طول دیا کہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کے آنے تک میں علی بن یقطین کے حق میں دعائیں کرتا آیا اس سے اندازہ لگائیں کہ نگاہ امام میں علی بن یقطین کا کیا مقام ہے اس علی بن یقطین کے پاس کوفہ سے ابراہیم نامی شتربان کسی غرض کو لے کر بغداد پہنچا چونکہ علی بن یقطین ایک بڑی حکومت عرب و عراق وغیرہ کا وزیرِ اعظم تھا اس لئے شتربان ابراہیم غریب کی اس تک رسائی نہ ہو سکی۔ تین چار روز کے بعد جب ملاقات بھی ہوئی تو علی بن یقطین نے ابراہیم کو ٹال دیا کہ پھر کبھی تشریف لائیے گا۔ آخر مایوس ہو کر ابراہیم واپس آگیا کچھ عرصہ کے بعد علی بن یقطین حج کے ارادے سے مکہ گیا اور واپسی پر مدینہ منورہ میں زیارت نبوی کے بعد امام عالی مقام کی بارگاہ میں شرف یاب ہوا تو امام نے اپنا رُخ پھیر لیا، اس نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا اگر تیرے پاس ابراہیم کے لئے وقت نہیں ہے تو ہمارے پاس تیرے لئے وقت نہیں ہے علی بن یقطین کو جب واقعہ یاد آیا تو امام کے قدموں پر گر کر عرض کی مولا میری غلطی کو معاف فرمائیں، آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ حضور نے فرمایا جب تک ابراہیم شتربان راضی نہ ہو گا اس وقت تک میں راضی نہیں ہو سکتا۔ علی بن یقطین نے عرض کی مولا کہاں کوفہ اور کہاں مدینہ اس کے پاس پہنچنے تک میں کہاں آپ کی ناراضگی برداشت کر سکتا ہوں۔ آپ نے

نے فرمایا علی تم اس پہاڑ پر چلے جاؤ وہاں ایک ناقہ تجھے ملے گی اس کو میرا سلام کہہ دینا اور میرا حکم اُسے پہنچانا کہ تمہیں جلدی کوفہ پہنچا دے تو فوراً کوفہ پہنچ جائے گا وہاں سے معافی لے کر اُسی پر سوار ہو کر ابھی میرے پاس آجانا چنانچہ علی بن یقطین باعجاز امام مدینہ سے کوفہ پہنچا اور شتربان کا گھر تلاش کر کے اس کو دروازے پر بُلایا وُہ خوف زدہ تھا کہ شاید مجھے کوئی سزا دینا چاہتا ہے جونہی ابراہیم باہر نکلا علی بن یقطین نے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنا شروع کی۔ شتربان نے اُسے معافی دے دی معافی کی سند یہ قرار پائی کہ علی بن یقطین زمین پر لیٹ گیا اور ابراہیم شتربان نے اپنا گرد آلود قدم اس کے رُخسارے پر رکھ کر نشان کر دیا پس وہ معافی لے کر باعجاز امام اسی وقت مدینہ واپس آیا اور امام نے بھی اسے معاف کر دیا اور فرمایا اے علی بن یقطین یاد رکھو اگر مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت نہ کروگے تو یہ ملازمت ناجائز اور حرام ہے۔ تفسیر انوار النجف جلد ۸ صـ۷۵

میں عرض کرتا ہوں کہ اگر ملازمت بھی حلال و جائز ہو اور پیشہ بھی جائز تو تیسرا ہے مصرف حرام پس جس کا مصرف حرام ہوگا۔ اس کی دُعا قبول نہیں ہوگی۔ مثلاً حلال رزق لے کر سنیما چلا گیا یا ناچ گھر جسے آجکل کلب کا نام دیا گیا ہے۔ چلو چندہ ہی دے دیا یا جیسا کہ ہمارا دستور ہے، بیاہ شادی پر خدا رسولؐ کو اپنے گھر سے نکال دیتے ہیں کہ ہمارے نوجوان بیٹے کی شادی ہے ہم نے ناچ گانا ہی تو کرنا ہے آپ چھ ماہ تک چھٹی کریں، ایسے خرچ کرنے والے کی کوئی دعا قبول نہ ہوگی

بیاہ شادی پر ناچ گانا

ایک بزرگ نے فرمایا مولانا ہم نے کئی ایسے آدمی دیکھے ہیں جن میں تمام عیوب بھی ہوتے ہیں اور ان کی دعائیں بھی خدا منظور و قبول فرماتا ہے۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ حضور بحث قبولیت دُعا سے ہے وافر رزق سے نہیں ہے۔ کیا نمرودؑ۔ فرعونؑ۔ شدادؑ۔ قارونؑ۔ ہامانؑ ابوجہل وغیرہم جو بڑے مالدار اور امیر و غنی تھے کیا ان کی دعائیں قبول ہوا کرتی تھیں ہرگز ہرگز نہیں یہ تو ڈھیلا رسا دیا گیا ہے تاکہ حجّت تمام ہو جائے لوگو! خدا کسی ملعون کی دعا قبول نہیں کرتا بلکہ مہلت دیتا ہے کہ کل قیامت کو کوئی عذر نہ کر سکیں۔

روایت میں ہے کہ ایک مومن متقی بیمار ہُوا تو حکیم نے کہا کہ فلاں نسل کی مچھلی لے آؤ تاکہ تمہیں دوا تیار کر کے دی جائے موسم بھی مچھلیوں کا تھا، قدرت نے تمام مچھلیوں کو حکم دیا کہ گہرے

ظالم کے لئے مچھلیوں کا مہیا ہونا

پانی میں چلی جاؤ۔ لوگوں نے کافی کوشش کی مگر مچھلی حاصل نہ ہو سکی اور وہ مومن کافی عرصہ تک بیمار رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک بادشاہ بدکار بیمار ہوا۔ حکیم نے اس کے لئے بھی اُسی نسل کی مچھلی تجویز کی کہ اس میں دوا تیار کرنا پڑے گی۔ لہذا اس مچھلی کو مہیا کیا جائے موسم بھی مچھلیوں کا نہیں تھا مگر قدرت نے مچھلیوں کو حکم دیا کہ کنارے جالگو بس اُس ظالم بدکار کے لئے آسانی سے مچھلی مل گئی۔ اس زمانے کے نبی نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ پالنے والے کیا وجہ ہے کہ دشمن کو بے موسم بھی مچھلی عطا کر دی اور دوست کو موسم میں بھی محروم رکھا گیا۔ پیغمبر کو وحی ہوئی کہ دوست کو بیمار رکھ کر اس کا درجہ بڑھانا مطلوب تھا اور دشمن کو بے موسم نعمت عطا کر کے حجت تمام کرنی تھی۔ تاکہ قیامت کو اپنے وافر انعامات کی ناشکری پر اُسے سزا دی جائے۔ صلواۃ، میں نے عرض کیا ہے کہ پیشہ حرام، ملازمت حرام، اور مصرف حرام ان تین گروہوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اب چوتھا سنیئے جس کی دعا قبول نہ ہوگی وہ ہے اُجرت حرام یعنی پیشہ بھی جائز و حلال۔ ملازمت بھی جائز اور مصرف بھی جائز مگر جو اُجرت لے رہا ہے اس کا اُسے یقین کل ہے کہ مالک مجھے حرام اُجرت دے رہا ہے اگر پھر ایسی اُجرت لے لی تو اُجرت حرام بھی ہے اور کوئی دُعا قبول نہ ہوگی۔ مثلاً ملازم کو یقین کامل ہے کہ میری محنت نوکری کی اُجرت جو مجھے گائے بھینس یا بکری وغیرہ زمیندار دے رہا ہے یہ چوری کی ہے اگر اُس نے زمیندار سے ایسی اُجرت وصول کر لی تو حرام ہوگی۔ لہذا حلال ملازمت کی حلال اُجرت لینی چاہیئے۔

اب پانچواں گروہ سنیئے کہ جس کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی وہ ہے غاصب مسلمانو! غاصب سے بڑھ کر اور کون ظالم ہو سکتا ہے آج تک ملّتِ شیعہ غاصبوں کا رونا رو رہی ہے۔ فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر مالک کو معلوم ہو جائے کہ درزی نے میری قمیض میں دو گز دھاگہ کسی کا غصب کر کے لگایا ہے تو اس قمیض کو پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے یہی نہیں فقہا بیان کرتے ہیں کہ اگر تمہارے وضو کا پانی بہہ کر کسی ایسے آدمی کی زمین ملکیت میں جاتا ہے اور وہ اس پر راضی نہیں تو وُہ وضو درست نہیں ہے ایسے وضو سے نماز پڑھنے میں اشکال ہے۔ فقیہان دین فرماتے ہیں کہ اگر ایک آدمی حلال رزق مہیا کر کے حج پر خرچ کرے حاجی کا لباس بھی پاک ہو۔ سفر بھی بے خطر ہو، اور ارکان حج بھی صحیح طریقے پر بجا لائے۔ ہاں! جو مال حج پر خرچ کیا ہے وہ ہے

خمس کی اہمیت

تو اپنے گاڑھے خون پسینہ کی کمائی کا نتیجہ، مگر اس سے خمس نہیں نکالا گیا۔ لہٰذا اس کا حج درست وجائز نہیں کیونکہ مال ایسا پاک نہ تھا، جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔ جس مال سے خمس نہ نکالا جائے اُسے چاہے کتنی ہی دیانتداری سے کیوں نہ کمایا ہو وہ پاک اور حلال نہیں ہوتا، شیعو! اگر ایک آدمی کے غاصب کی دعا قبول نہیں تو خمس میں تو چھ ہستیوں کا حق ہے اس کی دعا کیسے قبول ہو جائے گی، خمس کے حقدار چھ ہیں۔ خداؑ، رسولؐ، امامؑ، سید فقیرؑ، سید مسافرؑ، سید مسکینؑ۔ خمس ادا نہ کرنے والے کے گریبان میں قیامت کو چھ ہستیوں کا ہاتھ ہوگا، اَستَغفِرُ اللہ ربّی و اتوبُ الیہ۔ ان پانچ قسم کے لوگوں کا ایمان و اعتقاد کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، ان کی دُعا قبول نہ ہوگی، معصوم فرماتے ہیں کہ دولت کمانے کی غرض سے حد سے تجاوز نہ کرو، کہیں قیامت کے دن یہی دولت وبال نہ بن جائے مسلمانو! ہر بشر کو ملتا تو وہی ہے جو اس کا مقسوم ہے، حلال اور حرام انسان خود کر لیتا ہے، روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ امیر علیہ السلام گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے، کہ راستہ میں نماز کا وقت ہو گیا آپ نے ایک مقام پر ایک آدمی کے سپرد گھوڑا کر کے نماز ادا کرنا شروع کی اور دو درہم جیب سے نکال کر رکھ دیئے کہ جس نے میرا گھوڑا سنبھال رکھا ہے اُسے اُجرت کے طور پر ادا کردوں گا۔ ادھر گھوڑا پکڑنے والے نے سوچا کہ کیوں میں خواہ مخواہ گھوڑے کی حفاظت کرتا رہوں اس نے گھوڑا باندھ دیا ہے اور اس کی کاٹھی یعنی زین اتار کر بازار میں دو درہم کو بیچ کر بھاگ گیا، جناب امیرؑ نماز سے فارغ ہوئے اور دو درہم ہاتھ میں لے کر جب گھوڑے کے قریب آئے تو کیا دیکھا کہ گھوڑے کا پاسبان زین سمیت غائب ہے۔ آپ دونوں درہم ہاتھ میں لئے بازار میں تشریف لائے اور ایک دوکان سے زین خریدنا چاہی، دوکاندار نے عرض کی کہ ابھی ایک آدمی دو درہم کو یہ زین فروخت کر گیا ہے۔ آپ دو درہم دے کر یہ زین خرید لیں۔ حضورؑ نے دو درہم دوکاندار کو دے کر وہی زین لے لی اور فرمایا کہ لوگو اس کی قسمت میں دو درہم لکھے تھے اگر چند لمحہ صبر کرتا تو حلال کے مل جاتے۔ مگر اس نے حرام خود کر لئے ہیں۔ بس رزق وہی ملتا ہے جو قدرت نے مقسوم کیا ہے حلال حرام کرنے میں ہم فاعل مختار ہیں صلوٰۃ۔

بندہ خود حلال اور حرام کرتا ہے

اتنی طویل بحث کے بعد یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ اگر آج بھی کوئی انسان پختہ ارادہ کرلے

توبہ

کہ میں آئندہ رزق حلال حاصل کروں گا۔ سابق کی ہوئی لغزشوں سے توبہ کر لے تو خدا فرماتا ہے اِنَّ اللہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ یقیناً اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے اور خدا تعالےٰ کی سب سے بڑی کریمی یہ ہے کہ اس نے توبہ کرنے والے کی اجابت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ توبہ ایسی کرنی چاہیئے جس طرح معصوم کا فرمان ہے منقول ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام جب نیشاپور کی طرف تشریف لا رہے تھے تو محبانِ آلِ محمد نے امام علیہ السلام کی آمد کی خبر سُن کر اپنے مکانات اور لباسوں میں خاص اہتمام شروع کیا۔ ہر شیعہ نے اپنے گلی کوچوں کی صفائی کرنا شروع کی۔ مکانوں کی لپائی اور سفیدی کا انتظام و اہتمام دیکھ کر ایک غیر شیعہ نے ایک مُحب سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ اس قدر انتظام و اہتمام کر رہے ہیں کہ جیسے شہنشاہ کی آمد کی خبر ہے محبِ آلِ محمد نے کہا تمہیں نہیں معلوم کہ شہنشاہ کون و مکان وارث زمین و زماں امام دو جہاں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی آمد کی خوشخبری ہے اس لئے اس نواسۂ رسولؐ کی تشریف آوری پر ان کی زیارت کو ہم لوگ جائیں گے یا یں وجہ لباس پاک و پاکیزہ اور نئے تیار کر رہے ہیں۔ دریافت کرنے والا چونکہ امام علی رضاؑ کی ذات والا صفات سے واقف نہ تھا اُس نے تو اپنے پیر و مرشد اور امام ہی دیکھے تھے، تعجب سے کہا کہ ہمارے بھی تو رہنما آیا کرتے ہیں مگر ہم نے اس قدر کبھی اہتمام نہیں کیا۔ مُحبِ آلِ محمد نے کہا کہ تم لوگوں کے رہنماؤں اور ہمارے رہنماؤں میں بڑا فرق ہے کہا کہ کیسے؟ محب نے کہا کہ تمہارے امام وہ ہیں جن کو تم نے بنایا ہے اور ہمارے امام وہ ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے بنایا ہے اور محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا تعارف کرایا ہے۔ اُس غیر شیعہ نے کہا کہ جب آپ کا مولا تشریف لائے تو مجھے بھی اطلاع کرنا تاکہ میں بھی اس کی زیارت کر سکوں، الحاصل جب امام علیہ السلام نیشاپور میں وارد ہوئے تو بے شمار دنیا شوقِ زیارت کے لئے آگے بڑھی، دستداران آلِ محمدؐ کی تعداد ہزاروں سے زیادہ تھی، اس روز اس مُحبِ آلِ محمد نے اپنے پڑوسی کو ساتھ لیا اور حضرت کی زیارت کو چلے لاکھوں کا ہجوم دیکھ کر وہ غیر شیعہ محو حیرت تھا کہ کون بزرگ ہے جس کے شوقِ زیارت کے لئے بے شمار دنیا جمع ہو رہی ہے۔ بس لوگ انتظار میں کھڑے ہی تھے کہ حضرت کی سواری نمودار ہوئی اس وقت آپ قاطر پر سوار تھے جس کا تمام ساز و سامان نقرئی تھا، امام المحدثین

امام رضا کی نیشاپور میں

حافظ ابو زرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی آگے اور ان کے پیچھے اہلِ علم اور محدثین کی ایک عظیم جماعت آ رہی تھی ۔ لوگوں نے بایں کلمات امام علیہ السلام کی خدمت میں گذارش کی ۔ اے جمیع سادات کے سردار ، اے تمام اماموں کے امام ، اے مرکزِ پاکیزگی ، آپ کو اپنے جدِ نامدار جناب رسولِ خدا کی عظمت کا واسطہ اپنے اجداد کے صدقہ میں اپنے دیدار سے فیضیاب فرمایئے ! اور کوئی حدیث اپنے جدّ کی ارشاد فرمایئے یہ استدعا سُن کر آپ نے اپنی سواری کو روکا ، اور اپنے چہرہ انور سے پردہ اُٹھایا ۔ حاضرین نے جونہی وہ نورانی چہرہ فرزند رسولؐ کا دیکھا سینوں میں دل بے تاب ہو گئے ۔ دو زلفیں روئے انور پر مانند گیسوئے مشک بوئے جناب رسولِ خدا صلعم چھوٹی ہوئی تھیں ۔ زائرین کو یارائے ضبط نہ رہا ۔ سب کے سب بے اختیار ڈھاڑیں مار کر رونے لگے کچھ زمین پر گر کر لوٹنے لگے ۔ بعض سواری کے گرد و پیش گھومنے اور چکر لگانے لگے اور مرکب کی لجام و زین کو بوسے دینے لگے گویا حاجی کعبہ کا طواف کر رہے ہیں غرضیکہ عجیب طرح کا ولولہ تھا کہ جمال باکمال کو دیکھتے دیکھتے نہ تھکتے تھے ۔ یہاں تک کہ دوپہر کا وقت ہو گیا اس کے بعد علماء و فقہا کی کثیر جماعت نے عرض کی فرزندِ رسولؐ کچھ ارشاد فرمایئے ۔ پس میرے مولا نے خدا کی حمد و ثناء اور درود سرکار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد ارشاد فرمایا ۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ اَلٰکِنْ بِشُرُطِھَا وَشُرُوطِھَا وَاَنَا مِنْ شُرُوطِھَا ، لوگو جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اس پر جنت واجب ہو گئی لیکن کچھ شرطوں کے ساتھ اور ان شرطوں میں سے ایک میں بھی ہوں ۔ علمائے تاریخ نیشاپور کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس حدیث کے لکھنے میں مفرد دواتوں کے علاوہ چوبیس ہزار قلمدان کھل گئے اس کے بعد امام علیہ السلام نے حلال و حرام کے مسائل بیان فرمائے ۔ اور دنیا ہمہ تن گوش سننے لگی ، محبِ آلِ محمد کے پڑوسی غیر شیعہ کی زندگی کا پہلا دن تھا کہ اس نے امام کا کلام اثر بیان سُنی آخر میں امام نے گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم سُنایا ، امام کے کلام معجز نما سے متاثر ہو کر اس غیر شیعہ نے محبِ آلِ محمد سے کہا کہ اپنے امام سے دریافت کرو کہ اگر میں بھی توبہ کر دوں تو کیا میری توبہ بھی قبول ہو جائے گی ، محبِ آلِ محمد نے کہا کہ آؤ امام علیہ السلام سے ہی دریافت کر لیتے ہیں ۔ دونوں مل کر امام کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور توبہ کرنے کے بارے میں عرض کی اس غیر شیعہ نے کہا کہ میں نے ساری زندگی لوگوں
کی لوٹ کھسوٹ پر ہی گزاری ہے کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے امام نے فرمایا جس طرح میں کہوں
اگر اس طرح توبہ کرے گا تو ضرور توبہ قبول ہوگی، اس گنہگار نے عرض کیا کہ جس طرح آپ ارشاد
فرمائیں گے میں اس طرح توبہ کر چکا، امام نے فرمایا اگر تو توبہ کر چکا تو میں تیری جنّت کا ضامن ہو
چکا۔ اس کے بعد امام نے توبہ کرنے کا طریقہ ارشاد فرمایا کہ جس کسی کا مال کھایا یا لوٹا ہے اس
کو واپس کر کے اس سے معافی حاصل کرنا اور جو لوگ نہ مل سکیں ان کی طرف سے ان کا مال راہِ
خدا میں خرچ کرنا تاکہ اس کا ثواب اُن کے نامۂ اعمال میں درج ہو۔ مسلمانو! توبہ یہ تو نہیں کہ
ساری زندگی دنیا کو لوٹتا رہے جب ضعیفی آگئی کمر جُھک گئی بصارت ختم ہو گئی ہاتھ ہلنے لگے
کانوں نے جواب دے دیا گھر والے بات نہ سُنیں اس وقت مسجد میں جا بیٹھا، میرے اللہ میری
توبہ یہ تو خدا کو فریب دینا ہے توبہ یہ ہے کہ جس کا کھایا یا نقصان کیا ہے ان سے معافی لی
جائے، مالکوں کو راضی کرنے کے بعد مالکِ حقیقی سے گڑگڑا کر دعا کی جائے اے ستارالعیوب
بحق محمد و آلِ محمدؐ میری توبہ قبول فرما یہ ہے توبۂ حقیقی، الغرض وہ گنہگار امام عالیمقام سے
توبہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد گھر آیا اور اپنا تمام سامان چونکہ سب حرام طریقے سے حاصل
کیا ہوا تھا لوگوں کو واپس کرنا شروع کیا جس مال کے وارث نہ مل سکے اس کو مالکوں کی طرف سے
تصدق کر دیا۔ یہاں تک کہ مُحبّ آلِ محمدؐ سے پہننے کا لباس عاریتہً حاصل کر کے اپنا تمام لباس
بھی راہ خُدا میں دے دیا، سب کچھ دینے سے بعد اب حلال روزی کمانے لگا، کچھ عرصہ کے بعد
محنت و مشقت کرنے پر بیمار ہو گیا اور اس قدر بیماری نے طول پکڑا کہ زندگی کی امید جاتی رہی،
جب مرنے لگا تو اتفاق سے محبِ آلِ محمدؐ اس کے پاس ہی تھا، تائب آلِ محمد نے محبِ آلِ محمدؐ کو
کو قریب بلا کر کہا کہ بھائی جو تیرے امام نے میرے ساتھ جنّت کا وعدہ کیا تھا وہ امام نے پورا
کر دیا، یہ کہہ کر تائب آلِ محمد مر گیا، غسل و کفن اور دفن کے بعد یہ محبِ آلِ محمدؐ امام عالیمقام
کی خدمت میں طوس حاضر ہوا، اور حضور سے زیارت کی استدعا کی۔ امام عالیمقام جس لباس میں
گھر تشریف فرما تھے اسی سے باہر تشریف لائے اور باہر آتے ہی ارشاد فرمایا کہ بھائی تیرے
پڑوسی سے جو ہم نے جنّت کا وعدہ کیا تھا وہ ہم نے پورا کر دیا۔ کیونکہ اس نے اپنے وعدے کے

ایک آدمی کا تائب ہونا

جنّت حاصل کرنا

مطابق توبہ کی ہے۔ صلوٰۃ مسند امام رضاؑ صہ مطبع مصر ۱۳۴۱ھ، چودہ ستارے صہ ۳۴۴ غالباً یہی وجہ ہے کہ میرے مولا کو امام ضامن کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر اس طرح توبہ کی جائے تو خدا رسول بھی راضی ہوتے ہیں اور یقیناً دعا قبول ہوتی ہے۔

معاذ بن جبل نے رسول خدا صلعم سے عرض کی کہ حقیقت توبہ کیا ہے آنجناب نے فرمایا کہ گناہوں سے اس طرح توبہ کرے کہ پھر گناہوں کی طرف رجوع نہ کرے، جیسے شیر پستان کی طرف رجوع نہیں کرتا بعد دوہنے کے۔ اللہ اکبر۔ منقول ہے کہ حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک اعرابی کو سُنا کہ وہ بار بار کہتا ہے میرے اللہ میری توبہ، جناب امیرؑ نے فرمایا جلدی جلدی توبہ کرنا جھوٹوں کی سی توبہ ہے، اس نے عرض کی مولا توبہ کس طرح کی جائے فرمایا توبہ کی چھ شرطیں ہیں۔ (۱) پشیمانی گزشتہ گناہوں پر (۲) جو فرائض مثل نماز روزہ وغیرہ کے نہیں بجالائے ان کو ادا کرے (۳) جن آدمیوں کے حقوق جو اپنے ذمہ رکھتا ہے ان کو ادا کرے کہ اُن لوگوں کو پہنچ جائیں (۴) — معافی مانگے ان لوگوں سے جن کا کچھ رہ گیا ہے یا کسی کو ستایا یا کسی کی غیبت کی ہے (۵) — ارادہ مصمم ہو کہ آئندہ گناہ نہ کرے گا، اور ہرگز نہ کرے۔ (۶) — اپنے نفس کو اطاعت خداوندی میں اس طرح تلخی کا مزہ چکھائے جس طرح نافرمانی خدا کی شیرینی کا مزہ چکھایا تھا پس یہ توبہ کامل ہے صلوٰۃ تفسیر عمدۃ البیان جلد۳ صہ ۴۲۵، اب میں دنیا کی بے ثباتی پر مثنوی کی طرز پر چند اشعار سپرد قلم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ پند و نصیحت کا مجموعہ ثابت ہوگا۔ مثنوی

ہے یہ دنیا بے وفا پُر مکر و فن — نوجوان آتی نظر یہ پیر و زن
ابتدا سے انتہا تک کر نظر — ہو گئے برباد کیسے نامور
دیکھ وہ دار اسکندر ہیں کہاں — ہیں کہاں دربار لشکر شاہ جہاں
چھوڑ گئے ویران کر خالی مکان — رستم و سہراب جیسے پہلوان
آدمؑ، ادریسؑ، موسیٰؑ نہ رہے — یوسفؑ، یعقوبؑ، عیسیٰؑ نہ رہے
سرورِ کونینؐ رحلت کر گئے — اس جہان فانی پہ وہ بھی نہ رہے
کیوں تو ہے مغرور اس کے حُسن پہ — آج کل جاوے گا تو بھی چھوڑ کر

یار اس کے پیار میں دل مت لگا
کیونکہ کر دیتی ہے یہ حق سے جُدا

آخر میں اس رحیم و کریم کے کرم اور بخشش کا ایک واقعہ درج کرکے مجلس کو ختم کرتا ہوں مجالس المتقین میں منقول ہے کہ جناب موسیٰؑ کے زمانے میں بنی اسرائیل میں ایک نوجوان فاسق و فاجر تھا، کہ اس کے فسق و فجور سے لوگ تنگ آکر اکثر دعائیں کرتے تھے کہ پالنے والے اس ظالم کے شر سے ہمیں محفوظ رکھ، آخر کار حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ اس بدکار کو اس شہر سے باہر نکال دو ایسا نہ ہو کہ اس کی معصیت کی وجہ سے اس سرزمین پر کوئی بلا نازل ہو۔ جب کلیم اللہ نے اس کو شہر سے نکال دیا تو وہ گنہگار دوسرے قریہ میں چلا گیا۔ پھر وحی الٰہی ہوئی کہ اس کو یہاں سے بھی نکال دو بس وہ اس قریہ سے بھی نکالا گیا، آخر تنگ آکر اس گنہگار نے صحراء میں جہاں نہ بستی تھی نہ آبادی، ایک غار میں سکونت اختیار کی، آخر ایک روز وہ بیمار ہوا اور بہ سبب نہ ہونے کسی مونس و مددگار اور تیمار دار کے اس کی بیماری روز بروز بڑھتی گئی، جب اس کی حالت نازک ہوگئی تو پیشانی خاک پر رکھ کر اپنی بے کسی اور غربت و تنہائی اور ذلت پر زار زار رونے لگا اور یوں مناجات کی کہ اے میرے مالک و خالق اگر میری ماں بالینِ سر ہوتی تو میرے حال پر رحم کھاتی اور میری غربت و ذلت پر گریہ و زاری کرتی۔ اگر میرا باپ میرے پاس ہوتا تو مجھ کو غسل و کفن دیتا اور اگر میرے بچے اور میری بیوی میرے پاس ہوتے تو جنازے پر روتے۔ یَا رَبِّ اِذَا قَطَعْتَنِیْ وَفَرَّقْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ وَالِدَیَّ وَزَوْجَتِیْ وَاَوْلَادِیْ فَلَا تَقْطَعْنِیْ مِنْ رَّحْمَتِكَ۔ یا اللہ جب تو نے میرے ماں باپ سے اور زن و فرزند سے مجھے جدا کر دیا اور ان کے دیدار آخری سے بھی مجھے محروم رکھا تو رب اپنی رحمت سے مایوس نہ کرنا، پس خداوند ارحم الرّاحمین نے دو حوریں اس کی زن و مادر سے مشابہ اور ایک فرشتہ اس کے باپ کی صورت کا اور کچھ غلمان اس کی اولاد کے مشابہ بھیجے جو سب اس کے پاس بیٹھ کر رونے لگے جب اس جوان نے آنکھ کھولی تو اپنے پاس ماں باپ اور بیوی بچوں کو دیکھ کر دل کو تسکین ہوئی اور اسی عالم میں دار فانی سے عالم جاودانی کو روانہ ہوگیا، ادھر اس نے رحلت کی ادھر رب العزت کی جانب سے حضرت موسیٰ کو حکم ہوا۔ یٰمُوْسٰی اِنَّہٗ قَدْ مَاتَ

وَلِیٌّ مِّنْ اَوْلِیَآئِیْ فِیْ مَوْضِعِ کَذَا فَاذْهَبْ اِلَیْهِ فَغَسِّلْهُ وَکَفِّنْهُ وَصَلِّ عَلَیْهِ وَادْفَنْهُ۔ اے موسیٰ فلاں قریہ کے غار میں ہمارا ایک محبّ مر گیا ہے خود جاکر اُسے غسل کفن دو اور نمازہ جنازہ پڑھ کر دفن بھی کرو۔ حضرت کلیم حکم خداوندی پاکر جو اس مقام پر پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ یہ وہی جوان فاسق ہے جسے شہر بدر کیا تھا مردہ پڑا ہے متحیر ہو کر عرض کی، بار الٰہی ! یہ میّت تو اس جوان کی ہے جسے تیرے حکم سے شہر سے نکال دیا گیا تھا، حکم ہوا کلیم بے شک وہی جوان ہے مگر اس نے آخری وقت میں خلوص دل سے توبہ کر کے میری طرف رجوع کیا اور ہم نے اسے اپنے رحم و کرم سے بخش دیا۔ صلوٰۃ، لوائح الاحزان جلد ا صد ۳۶۵، اللہ اکبر۔

کائنات میں خدا کی فرمانبرداری کرنے والوں کی کمی نہیں ہے، دیکھنے ہیں تو کربلا آؤ، دنیا داروں کے لئے کربلا والے درس عبرت دے گئے ہیں کہ ظہر کا وقت ہو تو ابُو ثمامہ صیداوی نے خدمت عالیمقام میں حاضر ہو کر عرض کی مولا ظہر کی نماز کا وقت ہے دل چاہتا ہے کہ یہ آخری نماز جماعت سے ہو جائے، بس اتنا سُننا تھا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ذَکَرْتَ الصَّلٰوۃَ جَعَلَکَ اللّٰہُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ یعنی تو نے نماز کو یاد کیا خُدا تجھے نماز گزاروں سے اٹھائے اور آسمان کی طرف سر بلند کر کے فرمایا پالنے والے سُن رہا ہے میرا چنا ہُوا کیا کہہ رہا ہے، اس کے بعد امام نے حکم دیا کہ صفیں تیار کرو اور آپ نے خود اذان کہی مگر اشقیائی کی طرف سے جنگ جاری ہی رہی امام علیہ السلام نے زہیر ابن القین اور سعید ابن عبد اللہ حنفی کو فرمایا کہ تم دونوں میرے آگے کھڑے ہو جاؤ تاکہ بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ادا کیا جاسکے، امام کا حکم سنتے ہی دونو صحابی حضور کی صف کے آگے ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے جدھر سے تیر آتے تھے سعید بن عبد اللہ آگے بڑھ کر اپنے سینے میں لیتے ادھر کائنات کا بے مثال امام اپنی مٹھی بھر جماعت کو کائنات سے انوکھی نماز پڑھاتا رہا، اور اُدھر دشمن کے تیر سعید بڑھ بڑھ کر اپنے سینے پر لیتے رہے، روایت میں ہے کہ ادھر امام کی نماز تمام ہوئی اُدھر تیرہ تیر کھاکر سعید بے ہوش ہو کر گر پڑے، المجالس المرضیہ صد ۱۷۱، شہید انسانیت صد ۳۹۰، بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ا صد ۲۲۵، [illegible]،

کہتے ہیں کہ امام مظلوم نے سعید کا سر اپنی گود میں رکھا، سعید نے آنکھ کھول کر عرض کی مولا! کیا

ذکرت الصلوٰۃ

سعید بن عبداللہ حنفی کی شہادت

میں نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ امام نے فرمایا بھائی سعیدؓ تم میرے ساتھ جنت میں ہو گے اس کے بعد سعیدؓ نے عرض کی مولا میرے سرہانے ایک بزرگ رو رہا ہے۔ فرمایا سعیدؓ میرا نانا ہے میرا سلام کہہ دو عرض کی مولا! میری دائیں جانب ایک بزرگ رو رہے ہیں۔ فرمایا سعیدؓ میرا بابا ہے میرا سلام کہہ دو، سعیدؓ نے عرض کی مولا میری بائیں جانب ایک بزرگ کھڑے ہیں، فرمایا بھائی حسنؑ ہے میرا سلام کہہ دو۔ عزادارو! سعیدؓ نے سامنے کی طرف جونگاہ کی رو کر کہا مولا کوئی بی بی سیاہ برقعہ پہنے رو رہی ہے۔ فرمایا سعیدؓ پاؤں کھینچ لے میری ماں زہراؑ ہے۔

انوار مقدسہ کی آمد

جو میں مظلوم کے ساتھ ہر وقت ہے ممکن ہے کوئی صاحب اعتراض کر دے کہ کس طرح ان انوار مقدسہ نے ورود فرمایا جواباً عرض ہے کہ علامہ حسین بخش صاحب نے اصحاب الیمین کے صـ۱۶۳ پر لکھا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون نے بکر بن عمران کو کہا کہ مسلمؑ کا سر قلم کر کے لے آ تو وہ آپ کو مکان کی چھت پر لے گیا، جب مسلمؑ کو قتل کرنا چاہا تو ہاتھ شل ہو گئے اور وہ نیچے اتر آیا، دوسرا آدمی بھیجا گیا جب اس نے تلوار چلانے کا ارادہ کیا تو حضرت رسالت مآب کو دیکھا کہ وہ سامنے تشریف فرما ہیں، خوفزدہ ہو کر گر گیا اور وہیں مرگیا، پھر ایک شامی کو مامور کیا جس نے مسلمؑ کو شہید کیا تھا اگر رسول خدا یہاں تشریف لا سکتے ہیں تو عین ممکن ہے کہ سعید بن عبداللہ کی لاش پر بھی اپنے پورے کنبہ کے ساتھ تشریف لے گئے ہوں، عزادارو!

سعیدؓ کا عزم اور عزیمت

سعیدؓ بن عبداللہ حنفی وہ بزرگ ہیں جن پر معصوم کی بارگاہ سے زیارت ناحیہ مقدسہ میں سلام وارد ہے اور قائم آل محمدؑ نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ زیارت کا ترجمہ یہ ہے میرا سلام ہو سعیدؓ بن عبداللہ حنفی پر جس کو امام حسینؑ نے چلے جانے کی اجازت دے دی تھی، لیکن اس نے جواب میں عرض کیا تھا خدا کی قسم اگر میں جان لوں کہ قتل ہوں گا اور پھر زندہ کیا جاؤں گا۔ پھر جلایا جاؤں گا، پھر ہوا میں میرے ذرات کو پراگندہ کیا جائے گا اور میرے ساتھ سترؔ مرتبہ یہ سلوک کیا جائے گا، تب بھی آپ سے جدا نہ ہوں گا۔ اور آپ پر جان قربان کروں گا، اور اب آپ کو کیوں کر چھوڑوں کہ جب مجھے علم ہے کہ صرف ایک ہی دفعہ قتل ہونا ہے اور اس کے بعد دائمی اور سرمدی باعزت زندگی ہو گی، جس کے لئے کوئی فنا نہ ہو گی، خدا ہمیں آپ کے ہمراہ شہداء میں جگہ دے اور ہمیں اعلیٰ علیین میں آپ کی رفاقت کرامت فرمائے۔ اصحاب الیمین صـ۵۵ اس کلام

معصوم سے اندازہ لگائیں سعیدؓ کتنا بلند وارفع انسان تھا

عزادارو! میں نے آپ کو کربلا کی ایک نماز یاد دلائی ہے، اب جی چاہتا ہے کہ مجلس کو ختم کرنے سے پہلے ایک نماز زندان شام کی بھی سُنا دوں، تاکہ بات مکمل ہو جائے۔ غور سے سُننا محمد کی بیٹی کی نماز ہے جگر کو تھام کر بیٹھنا کیونکہ اس نماز کی کیفیت کو سُن کر حضرت سجادؑ نہ سنبھل سکے، بلکہ میرا قیدی امام غش کھا گیا تھا۔ روایت میں ہے کہ ایک روز بیمار کربلا نے جناب ثانی زہراؑ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اور گھبرا گئے طوق و زنجیر سنبھالے ہوئے پھوپھی کے پاس تشریف لائے اور عرض کی پھوپھی اماں میں آج کیا دیکھ رہا ہوں کہ آپ جیسی زاہدہ، عابدہ مخدرہ عصمت وطہارت بیٹھ کر نماز ادا کر رہی ہیں۔ یہاں تک کہ بیماری کے عالم میں بھی آپ ہمیشہ کھڑے ہو کر نماز ادا فرمایا کرتی تھیں، آج کے سوا آپ کو کبھی بیٹھ کر نماز پڑھتے نہیں دیکھا فرمایا علیؑ بن حسینؑ بیٹا اس کی وجہ نہ پوچھو تم کمزور ہو تمہارے دل میں اتنی تاب نہیں کہ اس غم کی داستان کو سُن کر اپنے دل کو قابو میں رکھ سکو، جب زیادہ اصرار کیا تو جناب زینبؑ نے حضرت اُمّ کلثومؑ سے فرمایا بہن آؤ ذرا بیمار بھتیجے کا بازو تو تھام لو ایسا نہ ہو کہ سجاد کو غش آ جائے۔ عزادارو! جناب زینبؑ نے فرمایا بیٹا سجادؑ جب سے ہم قید خانہ میں آئے ہیں یزیدؔ ملعون کی طرف سے جو کھانا آتا ہے وہ اتنا کبھی نہیں آیا کہ ہم سب کو کافی ہو، بیٹا میں اپنے حصّہ کا کھانا اب تک بچوں کو کھلاتی رہی ہوں اور خود فاقے کئے ہیں جب تک بدن میں طاقت رہی کھڑے ہو کر نماز ادا کرتی رہی، اے قیدی بیٹا! اب زینبؑ میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں عزادارو! بس اتنا سُننا تھا کہ حضرت سجادؑ ایک مرتبہ ہائے غریبی ہائے بے کسی کہہ کر غش کھا گئے، ہائے ظالموں نے آلِ رسولؐ کو ستانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، مصباح المجالس ج ۲ صد ۲۶۲، جلد ۴ صد ۳۱۳، لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ سخت روایت نہ پڑھا کرو، کیوں عزادارو! ہم آپ کے لئے سہل اور نرم روایتیں کہاں سے لائیں جناب قبلہ حضرت مولانا سید محمد باقر اعلی اللہ مقامہ کی کتاب المجالس المرضیہ کے صد ۵۷ پر علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ ایک ذاکر نے مجلس میں بیان کیا کہ جب شمرؔ ملعون، حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرپاک کو جُدا کر چکا تو اتنے زور سے زمین پر پھینکا کہ گرد بلند ہوئی سامعین میں سے کسی نے روک دیا کہ

زندان شام میں ثانی زہراؑ کی نماز

ذاکرین من گھڑت مصائب نہ پڑھیں

اتنی سخت روایت نہ پڑھو، اس پر ذاکر خاموش ہوگیا، رات کو غمزدہ ہوکر سویا تو عالم خواب میں امام مظلوم کی زیارت نصیب ہوئی، ذاکر سے حضور نے پریشانی کا سبب دریافت کیا، تو اُس نے واقعہ عرض کیا کہ مولا آج مجلس میں میں نے اس روایت کو بیان کیا ہے اور لوگوں نے پڑھنے سے روک دیا ہے۔ عزادارو! امام مظلوم نے فرمایا یہ لوگ اتنا بھی نہیں سُن سکتے حالانکہ میرے ساتھ اس سے بھی زیادہ ظلم ہُوا ہے۔ کیوں مسلمانو! میرے مولا کی لاش پر گھوڑے نہیں دوڑائے گئے یہ کوئی ظلم کم ہے، محمد کی بیٹیوں کی چادریں اتاری گئیں۔ سکینہؑ بالی کے دُر چھینے گئے۔ خیام کو آگ لگی، سجادؑ کو ہتھکڑیاں پہنائی گئیں اور ہزاروں کے ہجوم میں مخدرات آلِ محمد کو بازاروں میں برہنہ پھرایا گیا، یہی وجہ تھی کہ سجادؑ ساری زندگی خون روتا رہا۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

چھٹی مجلس

ہلاکت اور انتقال کا بیان، مرض سے پہلے دواء، شدّاد کی پیدائش اور موت، جنت شداد کا نامعلوم ہونا، حضرت نوح کی زندگی، حضرت خضر کا سیّد سجاد کی زیارت کیلئے آنا، شہید اور غیر شہید، حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ، حذیفہ یمانی کی میّت، شیخ صدوق کی میّت، بشر حافی کی عظمت سیّد احنف (بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) کی شہادت

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط پارہ ۴ رکوع ۱۰ ہر ذی رُوح موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ بلاغت و فصاحت کا قاعدہ ہے کہ بات موقعہ کے مطابق کی جائے ہر وہ بات جو موقع و محل کے مطابق نہ ہو چاہے کتنی ہی اچھی اور بہتر کیوں نہ ہو عقلاً اُسے ہرگز پسند نہیں کرتے، میں کہتا ہوں ساری کائنات سے افضل و اکمل کلام الٰہی ہے اگر اسے بھی موقع و محل کے خلاف تلاوت کیا جائے تو لوگ سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میں اس کی وضاحت اس مثال سے کرتا ہوں۔ سنیئے! میرے ایک دوست کے ہاں۔ مدت کے بعد لڑکا پیدا ہوا، گھر میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ افرادِ خانہ خوشی و انبساط سے پھولے نہیں سماتے، لوگ لڑکے کی مبارک بادی دے رہے تھے کہ میں بھی خوشی میں مبارک بادی کے لئے پہنچ گیا اور دوست کو مبارک باد دی بچے کو دیکھ کر میں نے خوشی میں آکر دعائیں دیتے ہوئے محبت سے کہا کہ ایک مرتبہ سب بھائی سورۂ فاتحہ تو تلاوت کریں، فرمائیے کیا جواب ملے گا، ہاں یقیناً قرآن مجید کی تلاوت باعث برکت و خیر و خوبی ہے مگر موقع کے خلاف دنیا والے قرآن پاک کی تلاوت سننا بھی گوارا نہیں کریں گے۔ اور سنیئے میرے ایک دوست کے اٹھارہ سالہ نوجوان کی شادی ہو رہی تھی، قوم و قبیلہ

کے افراد رسوم شادی میں شریک تھے اور دُلہا میاں پہ ماں بہنیں سو جان سے قربان ہو رہی تھیں کہ میں نے محبت سے کہا کہ ایک مرتبہ سورہ فاتحہ تو پڑھ لیں یقیناً مجھے جواب نقد ملے گا جو میری برداشت سے باہر ہوگا۔ تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ کلام مقدس جیسی بابرکت اور خیر و خوبی کی آیات بھی اگر موقع کے مطابق نہ ہوں تو دنیا والے سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ لہذا عُقلاء ہمیشہ موقع کے مطابق ہی گفتگو کرتے اور سنتے ہیں۔ صلوٰۃ

چونکہ یہ فاتحہ خوانی کی مجلس ہے لہذا مجھے موت کے ہی بارے میں عرض کرنا ہے۔ ویسے میں بے ربط باتیں کرنے کا عادی بھی نہیں ہوں آج مجھے موت کے ذائقہ اور موت سے بچنے کا طریقہ عرض کرنا ہے۔ سنئیے اور غور سے سنئیے! ہاں اس حقیقت کو بھی سُن لیں کہ قدرت نے ہر ایک بیماری اور مرض کا علاج بیماری کے پیدا ہونے سے پہلے مہیا فرمایا ہے۔ بیماری بعد میں پیدا ہوتی ہے اور علاج قدرت والا پہلے مہیا فرماتا ہے کوئی مرض ایسا نہیں کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے علاج نہ مہیا کیا ہو۔ مولانا الطاف حسین حالی کا ایک مسدس ملاحظہ ہو۔

مسدس

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا   مرض تیرے نزدیک مہلک ہے کیا کیا
کہا دُکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا   کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں

بس ایسے مریض کا کوئی بھی علاج نہیں کہ حکیم دوا تجویز کر رہا ہو اور مریض حکیم کو ہذیان کی تہمتیں لگا رہا ہو۔ باقی دنیا کی ہر مرض کا علاج قدرت نے پیدا فرما دیا ہے۔ صلوٰۃ،

مرض سے پہلے علاج

لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چند آدمی ارسطو کے پاس آکر کہنے لگے کہ حکماً کا یہ قول ہے کہ مرض سے پہلے قدرت علاج کو پیدا کرتی ہے کیا یہ درست ہے ارسطو نے فرمایا کہ بالکل ٹھیک ہے، انہوں نے کہا کہ ہمارے علاقہ میں ایک نئی بیماری پیدا ہوئی ہے جس کا علاج ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا فرمادیں اس کا علاج کونسا ہے ارسطو نے کہا کہ واقعی اللہ تعالےٰ نے اس کا علاج تو پیدا فرمایا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم اس علاج کا سراغ نہ لگا سکیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ چونکہ آپ بہت بڑے حکیم ہیں آپ ہی ہمیں علاج تلاش کرکے ثابت کریں کہ علاج مرض سے پہلے پیدا ہوتا ہے۔

اس پر ارسطو ان لوگوں کے ساتھ ان کے گاؤں میں تشریف لائے اور بہت سے چرواہوں کو اکٹھا کر کے دریافت کیا کہ تم میں سے کسی نے کوئی نئی بوٹی دیکھی ہو جو پہلے جنگل میں کبھی نظر نہ آئی ہو۔ اس پر ایک بوڑھے چرواہے نے کہا کہ میری ساری زندگی مویشی چرانے میں گزری ہے دو ایک سال گزرے ہیں کہ میں نے ایک نئی بوٹی دیکھی ہے جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی ارسطو نے اُسی بوٹی کو منگوا کر جب اس کا نسخہ تیار کیا تو وہی نئی بیماری کا علاج ثابت ہوا۔ سبحان اللہ؛

جب ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالٰے ہر مرض کا علاج مرض کے پیدا کرنے سے پہلے مہیا فرماتا ہے تو سنیئے! موت تو ایک مرض بلکہ سنگین مرض ہے، کیا قدرت نے اس کا علاج نہ پیدا کیا ہو گا۔ یقیناً اللہ تعالٰے نے اس کا بھی علاج پیدا فرمایا ہے۔ مسلمانو! موت تو ہر مرض سے سنگین مرض ہے، قرآن پاک نے اس مرض کو لفظ یقین سے تعبیر فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے حَتّٰى اَتٰنَا الْيَقِيْنُ۔ پارہ ۲۹ رکوع ۱۶، یہاں تک کہ آئی ہم کو موت، چونکہ قاعدہ الٰہی ہے کہ علاج پہلے پیدا کرتا ہے اور مرض بعد میں تو موت کا علاج وہ ہو گا جو موت سے پہلے ہو قرآن سُنیئے! اَلَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ۔ پارہ ۲۹ رکوع ۱ وہی تو اللہ ہے جس نے موت اور حیات کو خلق فرمایا حضور موت بھی مخلوق اور حیات بھی مخلوق جو ان سے پہلے پیدا ہوا ہو گا وہ ہے اس کا علاج اب حضور پُر نور حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سنیئے! اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِىْ۔ اللہ تعالٰے نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ ینابیع المودۃ ص۱۰ صلوٰۃ، ہاں، میں عرض کر رہا تھا کہ موت نہایت سنگین مرض ہے۔ موت کی گرفت سے کوئی نہ بچ سکا۔ بڑے بڑے ظالم و جابر۔ فاتح و غالب، متکبر و متفخر اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ کہاں ہیں دارا و سکندر کہاں ہیں، بخت نصر اور ہلاکو خان چنگیز کہاں ہیں، نمرودؔ، فرعون کہاں ہیں، شدادؔ۔ ہامان۔ کہاں ہیں۔ بابر و جہانگیر کہاں ہیں، قارون و یزیدؔ کہاں ہیں، رستم و سہراب کہاں ہیں، محمود و ایاز کہاں۔ متوکل حجاجؔ ملعون موت نے ہر ظالم کی گردن کو مروڑ کر خاک میں ملا دیا، چند اشعار ملاحظہ ہوں۔ نظم

دارا یہاں رہا نہ سکندر یہاں رہا — اور بخت نصر کا بھی نہ وہ خانماں رہا

جاتے رہے جہاں سے سارے عمالقہ — وہ ان کا حشم اور نہ وہ زور و تواں رہا
شدّاد بھی ارم کو بنا کر چلا گیا — زندہ نہ کوئی دہر میں شاہ کیاں رہا
نمرودؔ کو جلا دیا آتش نے مرگ کی — فرعونیوں کا بحر فنا میں مکاں رہا
سلجوقیوں کا اب نہیں لیتا ہے کوئی نام — ساسانیوں کا بھی نہیں نام و نشاں رہا
نابود و نیست ہو گئے سارے اکاسرہ — باقی دیالمہ کا نہ خورد و کلاں رہا
جورِ بنی اُمیّہ اور عباسیوں کا ظلم — دیکھو تو اب زمانے میں ہے وہ کہاں رہا
" نوشیرواں کا عدل نہ حاتم کی جود ہے — وہ حکم نادری نہ وہ زور یلاں رہا
اچھے کو بُرے کو سبھی کو زوال ہے — صفوی رہے نہ اور وہ چنگیز خاں رہا
وہ کیا ہوئے جو کرتے تھے دعویٰ خدائی کا — سب خاک ہو گئے نہ کوئی جاوداں رہا

جیتا رہے گا نہ کوئی دنیا میں جز خدا
ہم کیا رہیں گے جب نہ شہ مُرسلاں رہا

حضرت انیسؔ اعلی اللہ مقامہ کی ایک رُباعی ملاحظہ ہو ؎

کہاں تخت اور کہاں تاج ہیں وُہ — جو اوج پہ تھے زیرِ زمین آج ہیں وُہ
قرآن لکھ لکھ کے وقف جو کرتے تھے — اک سورۂ الحمد کے محتاج ہیں وُہ

صلوٰۃ

مسلمانوں دو قوتیں ہیں جن سے ہمارا واسطہ ہے ایک قوتِ امام اور دوسری قوتِ شیطان، امام چاہتا ہے کہ مخلوقِ خدا کو موت یاد رہے۔ تاکہ مرتے وقت ایمان سلامت ہو۔ شیطان چاہتا ہے کہ اللہ کی مخلوق کو موت بھول جائے تاکہ مردود ہو کر مریں۔ شیطان وسوسے ڈالتا ہے اور طولِ زندگی کی تسلّیاں دیتا ہے اگر بچّے کو باپ نے بھول کر کہہ دیا کہ کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے۔ تو شیطان، عورت کے دل میں یہ پروگرام مرتب کرتا ہے کہ بچے کی ماں بول اٹھتی ہے۔ ہائے ہائے ابھی تو منہ سے دودھ کی بُو آتی ہے اگر دس ۱۲ بارہ سال کی عمر والے بچّے کو نہیں باپ نے خدا و رسول کا کلمہ پڑھنے کو کہا تو عورت نے شوہر کے سامنے رد کر کہا ابھی تو میرے بچے کے کھیل کود کے دن ہیں ابھی سے ملّاں بنانے لگے ہو۔ اور اگر جوانی

شیطان کے وسوسے

کے زمانے میں کسی بزرگ نے کہہ دیا کہ بیٹا کبھی کبھار نماز بھی پڑھ لیا کرو تو جوان کی ماں گلے کا ہار بن گئی ہائے ہائے کیسے بدبختوں میں ہم پھنس گئے ابھی تو میرے بچے نے جوانی کی بہار بھی نہیں دیکھی۔ پھر بال بچوں کی فکر پڑ گئی، اگر کسی دفت کان میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ۔ کی آواز پڑ گئی تو شیطان نے سبق پڑھایا کہ ابھی تو نے پوتوں کی شادیاں کرنی ہے۔ فلاں گاؤں میں ایک ۱۲۰ صد بیس سال کا آدمی زندہ بیٹھا ہے۔ دنیا کے دھندوں سے فارغ ہو کر خدا کی بارگاہ میں توبہ کر لوں گا میں نے کونسا جلدی مرنا ہے، شاید میں نے مرنا بھی ہے یا نہیں۔ یہ ابلیس کا پروگرام ہے جو موت کو بھلانے کی تجویزیں کرتا ہے۔

کتاب قصص الانبیاء کے صد ۴۵۹ پر ہے کہ شب معراج جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم چوتھے آسمان پر پہنچے تو ملک الموت نے حاضر ہو کر آپ کی زیارت کی آنجناب نے عزرائیل سے دریافت فرمایا کہ کبھی کسی کی روح کو قبض کرتے ہوئے تجھے ترس بھی آیا ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ دو ۲ مرتبہ روح کو قبض کرتے ہوئے میں بھی رو پڑا تھا فرمایا وہ کونسا مقام ہے اور کس کی رُوح کو قبض کرتے ہوئے تو رو پڑا تھا۔ تفصیل سے بیان کر ملک الموت نے عرض کی مولا ایک بار ایک کشتی سمندر میں رواں دواں جا رہی تھی کہ قدرت کا حکم ہُوا کہ کشتی کو پر مار کر غرق کر دو، میں نے کشتی کو پر مار کر توڑ دیا سوائے ایک عورت کے تمام آدمیوں کی روحیں میں نے قبض کر لیں۔ وہ عورت ایک تختے پر بچ گئی اس عورت کو سمندر کی لہروں پر تین دن گزر گئے۔ تین دن کے بعد اس عورت کا حمل وضع ہُوا۔ قدرت نے اُسے ایک لڑکا دیا، جب بچہ پیدا ہُوا تو قدرت کا حکم ہُوا کہ اس عورت کی رُوح بھی قبض کر لے یا رسول اللہ اس عورت کی رُوح کو قبض کرتے ہوئے میں رو پڑا تھا کہ چاروں طرف پانی ہی پانی ہے اس ایک دن کے بچے کا کون وارث اور محافظ ہے اور دوسری مرتبہ شدّاد کی رُوح کو قبض کرتے ہوئے میں حیرت میں ڈوب گیا تھا کہ اس نے ایک لاکھ آدمی تین سو سال تک جنّت کی تعمیر پہ لگا رکھے تھے جس کی خود خالقِ کائنات نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُھَا فِی الْبِلَادِ ۝ پارہ ۳۰ رکوع ۱۴ ارم ستونوں والے کے وہ جو نہیں پیدا کیا گیا مانند ان کے بیچ شہروں کے۔ مگر شدّاد کو اس جنّت میں قدم رکھنا بھی نصیب نہ ہُوا، جنّت کے تیار ہونے پر جب یہ جنّت کے دیکھنے کیلئے

دروازۂ بہشت پر آیا تو قدرت کا حکم ہوا کہ اس ملعون کی رُوح قبض کر لے کیونکہ ملعونوں کو جنّت میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے ، جب ملک الموت نے یہ واقعہ سُنایا تو قدرت کی طرف سے وحی ہوئی میرے حبیب یہ میری قدرتِ کاملہ کے کرشمے ہیں کہ جو بچہ سمندر کی لہروں پر اکیلا رہ گیا تھا، میں نے اس کے ساتھ یہ احسان کیا کہ سمندر کی لہروں کو حکم دیا کہ تختے کو کنارے لگا دو، بچہ تختے پر کنارے لگا۔ میں نے ایک پرندے کو حکم کیا کہ بچّے کو اٹھا کر ایک درخت کے نیچے ڈال دے پھر میں نے ایک ہرنی کے دل میں بچّے کی اُلفت ڈالی کہ وُہ اس بچے کو دُودھ پلائے۔ میں خالق نے گرمی سردی بیماری سے بھی بچّے کو محفوظ رکھا، تین سال کے بعد ایک قافلہ کہیں چلا، وہ رستہ بھُول کر ادھر آ گئے اور ایک انسانی شکل کے بچّے کو پاکر ساتھ لے گئے میں نے اس بچّے کو صحت اور جوانی وافر عطا کی اور دنیا کی بادشاہت سے سرفراز کیا میرے حبیب یہ وہی شدّاد ہے جس نے میرے مقابلے میں جنّت بنائی اور خدائی دعوے کئے ۔ اللہ اکبر

جنت شداد

روایت میں ہے کہ عبداللہ ابن قلابہ نے اپنے اونٹ کو تلاش کرتے ہوئے صحرائے عدن میں اس جنت کو دیکھا تھا جس کا معاویہ کے سامنے ذکر ہوا تو اُس نے کعب الاحبار کو بلا کر حال دریافت کیا اُس نے کہا یہ جنّت ہے جو شدّاد نے صحرائے عدن میں بنوائی تھی، معاویہ نے کافی کوشش و تلاش کی کہ وہ جنّت مل جائے مگر قدرت نے دنیا کی آنکھوں سے غائب کر رکھی تھی مسلمانو! جس اللہ نے اتنی بڑی جنّت کو دنیا سے غائب کر رکھا ہے اُسی اللہ نے میرے بارہویں امام کو دُنیا میں غائب کر رکھا ہے صلواۃ ، حیات القلوب جلد۱ صہ۱۹۴، تفسیر حسینی قادری جلد۲ صہ۶۲۸ ، یہ ہے شیطان کا پروگرام کہ موت بھلا دیتا ہے۔ اب امام کا پروگرام سنیئے! کہ امام کوشش کرتا ہے کہ مخلوق خدا کو موت یاد رہے تاکہ انہیں جنت نصیب ہو، معصوم کا فرمان ہے کہ تیری زندگی

زندگی کے تین دن

کے صرف تین ہی دن ہیں ایک کل جو گزر گیا اب چاہے ساری کائنات خرچ کر دے یہ واپس نہیں آئے گا ، لہٰذا کسی گزرنے والے وقت کو ضائع نہ گزرنے دے دوسرا کل صبح کا دن جو آنے والا ہے۔ مگر ہزاروں ایسے ہیں کہ جن کا صبح نہیں آئے گا، صبح سے پہلے ہی موت کی گرفت میں پھنس جائیں گے کہیں تیرا بھی ان ہی میں شمار نہ ہو، تیسرا آج کا دن ہے لہٰذا اِسی میں جو کرنا ہے ذکرِ خدا کر لے اور یہی موقع تیرے لئے غنیمت ہے۔ اللہ اکبر۔

روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو تین چار مرتبہ دیکھا کہ سر سجدے میں رکھے رو رہا ہے۔ حضرت کلیم نے اس سے دریافت فرمایا کہ میں جب بھی یہاں سے گزرتا ہوں تجھے عبادت الٰہی میں ہی مشغول پاتا ہوں کیا تیرا کوئی مکان اور گھر نہیں ہے۔ اس نے عرض کی اے اللہ کے رسول مجھے حضرت دانیال ملے تھے اور انہوں نے فرمایا کہ تیری زندگی صرف چھ سو سال ہے میں نے خیال کیا کہ اتنی کم عمر کے ہوتے ہوئے مکان بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ چلو ذکر الٰہی ہی میں گزار دو۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کی عمر اڑھائی ہزار سال تھی جب ملک الموت حاضر خدمت ہوئے تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ دنیا میں کیسے گزاری آپ نے فرمایا گویا ایک مکان کے دو دروازے تھے، ایک سے داخل ہوا دوسرے سے نکل گیا، ملک الموت نے عرض کیا مولا آپ نے تو کوئی معقول مکان بھی تعمیر نہیں کیا۔ آپ کی اولاد سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو لوہے کے مکان بنائیں گے فرمایا ان کی تو عمریں لاکھوں برس کی ہوں گی۔ عرض کی نہیں بلکہ یہی ساٹھ ستر سال کی زندگیاں ہوں گی۔ فرمایا خدا کی قسم اگر میری زندگی اتنی ہوتی تو میں ایک ہی سجدے میں گزار دیتا۔ سبحان اللہ صلوٰۃ۔

میرے چوتھے امام علیؑ زین العابدینؑ بچپنے میں اکیلے سفر حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ ابراہیم بن ادہم کی نگاہ پڑی۔ ابراہیم بن ادہم نے خیال کیا کہ یہ جنگل اور صحرا وسیع و عریض اور یہ لڑکا اکیلا تنہا چلا جا رہا ہے، ابراہیم نے قریب جاکر سلام کیا اس شہزادے نے سلام کا جواب دیا، ابراہیم کہتا ہے میں نے کہا لڑکے کہاں کا ارادہ ہے فرمایا خدا کے گھر جاتا ہوں۔ میں نے کہا شہزادے تم بچے ہو تم پر تو حج نہ واجب ہے اور نہ سنت، جواب دیا یا شیخ! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ مجھ سے کم عمر کے لوگ بھی مر جاتے ہیں، موت جوان بوڑھے اور بچے کی تمیز اور رعایت نہیں کرتی، میں نے کہا آپ کے پاس تو زاد راہ بھی نہیں ہے فرمایا زہد میرا زاد راہ ہے میں نے کہا سواری بھی تو نہیں ہے فرمایا توکل میری سواری ہے میں نے کہا شہزادے اتنے طویل سفر میں کوئی چیز کھانے کو تیرے پاس نہیں ہے جواب دیا شیخ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص تجھے اپنے گھر دعوت دے اور تو اپنے گھر سے کھانا ساتھ لے جائے۔ میں نے کہا نہیں فرمایا جس نے مجھے اپنے گھر بلایا ہے وہی میرے کھانے اور پانی وغیرہ کا ذمہ دار ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھا کہ ایک

عمر نوح
حضرت نوح علیہ السلام
حضرت علی ابن الحسینؑ اور حضرت حج

بزرگ نہایت حسین وجمیل تشریف لائے جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے اس لڑکے پر ادب سے سلام کیا اور معانقہ فرمایا میں نے بڑھ کر اس جوان سے پوچھا قسم ہے آپ کو اس خدا کی جس نے آپ کو یہ حُسن وصورت عطا کیا ہے تو یہ بتایئے کہ یہ لڑکا کون ہے۔ اُس نے کہا کیا تو نہیں پہچانتا، یہ علی ابن الحسینؑ ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔ پھر میں اس لڑکے کے پاس آیا، اور کہا کہ آپ کو قسم ہے اپنے آبائے طاہرین کی بتایئے یہ بزرگ کون تھے فرمایا یہ خضرؑ ہیں جو ہر روز ہمارے پاس سلام کے واسطے آیا کرتے ہیں۔ صلوٰۃ، لواعج الاحزان جلد ۱ صہ ۲۰۸ چودہ ستارے ۱۹۹

اب میں موت کی قسمیں عرض کرتا ہوں۔ مسلمانو! موت ہر ذی روح کو ایک طرح کی نہیں آتی کچھ لوگ مرتے ہیں تو ہلاک ہوتے ہیں اور کچھ لوگ انتقال کرتے ہیں۔ انتقال کا ترجمہ اور ہے اور ہلاکت کا ترجمہ اور ہے۔ اسے میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں غور فرمادیں اگر گھاس کو کاٹ کر جلا دیا جائے تو راکھ ہو جائے گا۔ پہلے گھاس تھا اب راکھ ہو کر ہلاک ہوگیا یعنی نباتات سے جمادات ہوگیا اعلیٰ سے ادنیٰ ہوگیا اور اگر گھاس بکری کو کھلا دیں تو انتقال کر گیا۔ پہلے نباتات تھا اب جزو حیوان ہوگیا یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ ہوگیا اگر بکری مرجائے تو ہلاک ہوگئی۔ حیوان سے جمادات ہوگئی، اسی طرح اگر انسان بغیر ولائے آلِ محمد کے مرگیا تو ہلاک ہوگیا اور اگر آلِ محمد کی ولا پر مرا تو انتقال کر کے شہید ہوگیا، یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ ہوگیا حدیث مَنْ مَاتَ عَلیٰ حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَھِیْدًا وَمَنْ مَاتَ عَلیٰ بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ کَافِرًا۔ مودۃ القربیٰ صہ ۱۲۷، المجالس المرضیہ صہ ۳۲۷، صہ ۳۲۸، تفسیر انوار النجف جلد ۱ صہ ۲۳۱ و صہ ۲۳۱، صلوٰۃ۔ ہلاکت پر ایک اور مثال بھی واضح ہو ایک دھوبی گھاٹ پر کپڑے دھو کر خشک کرنے کے لئے سبزے پر ڈالتا گیا، سبزے کا پلاٹ ختم ہوگیا اور چند کپڑے ململ کے بچ گئے جو اُس نے بیری کے کانٹوں پہ ڈال دیئے اور اطمینان سے کپڑے دھونے میں مشغول رہا۔ اچانک اُسے معلوم ہوا کہ آندھی سر پر آگئی وہ کپڑے اکٹھے کرنے کے لئے بھاگا جو کپڑے سبزے پر ڈالے تھے انہیں کونے سے پکڑ کر سرکایا تو فوراً صحیح وسالم ہاتھ میں آگئے اور جو کپڑے بیری کے کانٹوں پہ تھے انہیں پکڑ کر زور سے کھینچا تو تار تار ہوگئے۔ بس سبزے والے کپڑوں نے انتقال کیا اور کانٹوں والے کپڑے ہلاکت کی بھینٹ چڑھ گئے بس جو انسان دنیا کے کھیل میں مشغول رہا اور موت سے بے نیاز رہا۔ وہ ہلاک ہوتا ہے اور جو حرف

آلِ محمد کی عطا کی ہوئی تعلیم پر زندگی بسر کرتا رہا، اس نے انتقال کیا کیونکہ اس کا دنیا میں رہنا ایک مسافر خانہ میں رہنے کے برابر تھا۔ صلوٰۃ

روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے جناب صادق علیہ السلام سے عرض کی یابن رسول اللہ کبھی کبھار سرحدوں پر فوجوں میں جھڑپیں ہو جاتی ہیں کیا وہ سب مرنے والے شہید ہیں۔ فرمایا نہیں اگر کوئی محمدؐ و آل محمدؐ کی ولا پر مرا چاہے گھر میں مرا شہید مرا، اور اگر آل محمد کے بغض پر مرا چاہے جنگ میں مرا کافر مرا، بس شہادت اس کو نصیب ہوگی جو خدا اور رسولؐ پر کامل ایمان رکھتے ہوئے مرے گا صلوٰۃ۔ کلام پاک میں بھی خداوند قدوس نے دو طرح کی موت کا ذکر فرمایا ہے ۱۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ ط بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔ پارہ ۲ رکوع ۳ خدا کے راستہ میں قتل ہونے والوں کو مُردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی کا تمہیں شعور نہیں ہے۔ قدرت کا ارشاد ہے تمہارے مریں تو مردے اور ہمارے مریں تو شہید مریں تو کوثر کے پانی سے ملائکہ غُسل آکر دینے کو فخر سمجھیں

روایت میں ہے کہ حضرت حنظلہؓ کی شادی عبداللہ ابن ابی ابن سلول کی لڑکی سے میدان اُحد کی لڑائی سے ایک روز پہلے ہوئی تھی۔ رات کو عروس سے ہمبستری کی صبح کو کان میں آواز آئی کہ حضورؐ پُر نور مشرکین مکہ سے لڑنے کی تیاری کا حکم صادر فرما رہے ہیں۔ حضرت حنظلہؓ سیدھے مسجد رسولؐ کے دروازے پر پہنچے اور مسجد کی دہلیز پکڑ کر دعا مانگی اَللّٰهُمَّ لَا تَرُدَّنِي إِلٰى أَهْلِي میرے اللہ مجھے اب میرے اہل کی طرف نہ پلٹانا یہ دعا مانگ کر حضرت حنظلہؓ جس نے کل ایک مشہور منافق عبداللہ ابن ابی بن سلول کی لڑکی سے شادی کی تھی (ہاں یہ درست ہے کہ کبھی کبھی مومن بھی منافقوں کی لڑکیاں لے لیا کرتے ہیں) میدان احد میں لڑا دشمن نے سینے میں نیزہ مارا یہ نیزہ کھا کر زورِ ولائے محمدؐ میں آگے بڑھا۔ نیزہ سینے سے پشت کی طرف نکل گیا مگر گرتے گرتے اپنے قاتل کو جہنم پہنچا دیا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جب حضرت حنظلہؓ کی لاش تلاش کی گئی تو دو کافروں کی لاشوں کے نیچے سے لاش ملی تو کیا دیکھا کہ اس کے لمبے لمبے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے آنحضرتؐ نے اس کا نام غسیل الملائکہ قرار دیا اب حضرت حنظلہؓ اس لقب سے پکارے

شہید آل محمدؐ زندہ ہیں

حنظلہ غسیل الملائکہ

جاتے ہیں۔ مسلمانو یہ بھی ایک موت ہے کہ فرشتے آکر غسل دیتے ہیں۔ تفسیر انوار النجف جلد۲ ص۱۲، کوکب دری ص۴۳۵ ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان کی صرف روحانی زندگی کا ہی علان نہیں فرمارہا بلکہ ارشاد ہوتا ہے :۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ پارہ ۴ رکوع ۸ ۔ اللہ کے راستے میں قتل ہونے والوں کو مرے ہوئے مت گمان کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کی طرف سے رزق پاتے ہیں۔ جناب صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر تم شہیدوں کو دیکھ لو تو اسی طرح پہچان لو جس طرح دنیا میں انہیں پہچانتے تھے۔ حاشیہ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد ص۵۴

نیز جنگ احد میں عبداللہ ابن عمر بن حزام شہید ہوا تھا۔ جس کی قبر میدان احد میں ہی بنادی گئی تھی۔ ۴۶ھ میں بارش کی زیادتی کی وجہ سے قبروں کے ضائع ہونے کا فکر لاحق ہوا تو حکومت وقت نے حکم دیا کہ شہداء احد کی لاشیں نکال کر کسی اونچی جگہ دفن کر دی جائیں۔ جب حضرت عبداللہ مذکور کی قبر کھودی تو کیا دیکھا کہ شہید زندوں کی طرح اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر سو رہا ہے۔ جب اس کے ہاتھ کو علیحدہ کرنا چاہا تو عبداللہ بن عمر بن حزام نے فرمایا کہ میرے ہاتھ کو نہ ہلاؤ۔ میرے سینے میں نیزہ لگا تھا اس کے درد کی وجہ سے ہاتھ سینے پر رکھا ہوا ہے۔ تاریخ واقدی جلد۱ ص۱۸۷ شاہ نامہ اسلام جلد۴ ص۳۶ یہ ہیں۔ وہ لوگ جو مرتے ضرور ہیں۔ مگر ہلاک نہیں ہوتے بلکہ انتقال فرماتے ہیں۔ صلوٰۃ۔ میں نے یہ بھی پڑھا ہے کہ حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ جو اکابر صحابہ میں سے تھے۔ ان کی وفات پر انہیں بغداد کے قریب دریائے دجلہ کے کنارے دفن کیا گیا تھا۔ تیرہ سو سال بعد پانی کے سیلاب کی زیادتی کی وجہ سے کہ صحابی رسولؐ کی قبر پانی میں گھر کر معدوم نہ ہو جائے۔ حاکم وقت کے حکم سے ۱۹۳۲ء میں لاش مقدس کو نکالا گیا تو ابھی کفن بھی میلا نہیں ہوا تھا۔ اس محافظ رسولؐ راز دار مصطفٰے ۔ پاسبان محمد کی شکل وصورت کو دیکھ کر معلوم کیا کہ آنحضرت کے زمانے کی شکل وصورتیں اس طرح کی ہوا کرتی تھیں۔ اس واقعہ کی خبر اخباروں میں بھی دی گئی اور امین محمد حضرت حذیفہؓ کی میت کا فوٹو بھی اخباروں میں شائع ہوا تھا۔ مجالس شیعہ ص۱۶۹۔ سبحان اللہ یہ ہے انتقال اور عظمت کہ ممکن ہے کہ کوئی بزرگ

عبداللہ شہید احد

حذیفہ یمانی کی میت

اعتراض کریں کہ کسی سُنی کتاب کا حوالہ تو نہیں دیا گیا اور حوالے کے بغیر ملاں تو مانتا ہی نہیں اعتبار و یقین صرف لکھے ہوئے پر ہی میاں جی کرتے ہیں ۔

لطیفہ

حکایت ہے کہ ایک زمیندار اپنے ملازم سے کثرت سے کام لیتا تھا ایک کام کرنے کا حکم دیا ابھی وہ پُورا کرنے ہی نہ پاتا کہ دوسرا حکم صادر کر دیا ۔ ایک روز ملازم نے کہا کہ حضور آپ مجھے پورے ایک دن کے کاموں کی فہرست بنا کر دے دیا کریں ۔ تاکہ علی الترتیب اطمینان سے کام کرتا رہا کروں ۔ زمیندار نے کہا بالکل درست اور ٹھیک ہے ۔ دوسرے دن ملازم کو فہرست ملی کہ سب سے پہلے میرا حقہ بھرنا پھر بستر سنبھال کر رکھنا ۔ پھر ناشتہ کرانا ۔ پھر گھوڑے پر زین کسنا اور میرے ساتھ فلاں گاؤں میں جانا وغیرہ وغیرہ ملازم نے حکم کی تعمیل کر دی اور ناشتہ کرانے کے بعد گھوڑا تیار کر کے زمیندار کے حوالے کیا ۔ زمیندار گھوڑے پر سوار ہوا اور ملازم کو ساتھ لے کر گاؤں کی طرف چلا اتفاق سے راستہ میں گھوڑا دبکا اور زمیندار کا ایک پاؤں رکاب سے نکل گیا ۔ اور دوسرا قدم رکاب میں پھنس گیا ۔ گھوڑا ڈر کر دوڑا ۔ زمیندار کچھ زمین پر اور کچھ گھوڑے پر اور لگا ملازم کو دہائی دینے کہ گھوڑا روک ، گھوڑا پکڑ ، ملازم فہرست نکال کر دیکھنے لگا ۔ کہ کیا لکھا ہوا ہے کہ جب گھوڑا ڈرے تو پکڑنا ۔ جب فہرست میں نہ ملا تو کہا دفع ہو مرتا ہے تو مر جا فہرست میں کہیں نہیں ہے کہ گھوڑا بھاگے تو پکڑنا ہم تو بھائی لکھے ہوئے پر ہی عمل کریں گے ۔ بس یہی وطیرہ آج کے ملاں کا ہے کہ کسی کتاب کا حوالہ دو ۔ لو میں آج کے ملاں کو آجکل کے ایک فاضل مجتہد کی کتاب کا حوالہ دے دیتا ہوں ۔ سنو اور غور سے سُنو ! اور انصاف کرو ۔

شیخ صدوق کی میت

کتاب احسن الفوائد صفحہ ۳۵ پر جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے کہ جناب ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی علیہ الرحمتہ کا انتقال ۳۸۱ سنہ ھ میں ہوا ۔ طہران کے قریب شہزادہ عبدالعظیم حسنی کے مضافات شہروں میں سے ایک شہر میں مدفون ہوئے ۔ سنہ ۱۲۳۸ ھ جبکہ ایران میں فتح علی شاہ قاچار کی بادشاہت تھی ، بارش کی وجہ سے جناب شیخ مذکور کی مرقد میں شگاف پڑ گیا ۔ اس کی اصلاح کی غرض سے

جو معمار مقبرہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ نیچے ایک سرداب میں حضرت شیخ صدوق مدفون ہیں اور ان کی لاش بالکل صحیح وسلامت موجود ہے اور اس قدر لاش محفوظ ہے کہ ابھی ہاتھوں پہ مہندی کے نشانات بھی باقی ہیں۔ جو شیخ صاحب کے ہاتھوں پر انتقال کے وقت تھے۔ مسلمانوں اگر ایک عالم دین کی لاش بارہ سو سال تک صحیح و سالم رہ سکتی ہے تو اصحاب رسول کی لاش تو یقیناً درست و سلامت باکرامت رہی ہو گی۔ صلواۃ، چونکہ یہ ایک شیعہ عالم ہے ممکن ہے کوئی دوسرا بزرگ اعتراض کر دے کہ ہماری کتابوں میں تو کوئی ایسا واقعہ موجود ہی نہیں ہے کہ مرنے کے بعد بھی کوئی اس طرح رہ سکتا ہے اس سلسلہ میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔

روایت میں ہے کہ بُشر حافی ایک صوفی بزرگ گزرے ہیں ان کی توبہ کا واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت بُشر کے مکان پر ناچ گانا ہو رہا تھا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا مکان کے قریب سے گزر ہوا۔ اتفاق سے بُشر کی کنیز مکان سے باہر کچھ چھلکے پھینکنے کو نکلی تو امام علیہ السلام نے دریافت کیا۔ کہ بی بی یہ کس کا مکان ہے۔ خادمہ نے عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ تو ایک مشہور مالدار بُشر کا مکان ہے۔ آپ نے فرمایا بشر غلام ہے یا آزاد ہے کنیز نے عرض کی کہ میرا مالک کیوں کسی کا غلام کہلائے۔ حضور میرے مالک کے تو ہزاروں غلام ہیں۔ امام نے فرمایا! کہ کیا وہ جہنم اور حساب و کتاب محشر سے آزاد ہو گیا ہے۔ کنیز جواب دیئے بغیر واپس ہو گئی۔ اِدھر بشر مکان سے دیکھ رہے تھے کہ میری کنیز کس سے باتیں کر رہی ہے۔ کنیز کے آنے پر بُشر نے، اس سے دریافت کیا کہ تو باہر کس سے باتیں کر رہی تھی۔ خادمہ نے کہا کہ جعفر بن محمد علیہما السلام تھے کہا وہ کیا کہتے تھے کہا انہوں نے پوچھا کہ بُشر غلام ہے یا آزاد، تو میں نے کہا کہ میرا مالک کیوں کسی کا غلام ہو اس کے تو سینکڑوں غلام ہیں بُشر نے کہا کہ پھر اُنہوں نے کیا فرمایا، کہا کہ انہوں نے فرمایا کہ ہاں کام تو آزاد لوگوں جیسے ہی کر رہا ہے۔ شاید محشر کے حساب و کتاب سے فارغ ہو گیا ہو گا اور قدرت نے جہنم سے آزادی کا پروانہ اسے عطا کر دیا ہو گا۔ بس اتنا سننا تھا کہ بُشر کے دل پہ چوٹ لگی،

اور امام کے پیچھے بھاگا اور حضورؑ کے قدموں پر گر کر عرض کی یا بن رسول اللہ میں آزاد نہیں غلام ہوں - اب میں توبہ کرتا ہوں اس کے بعد بُشر نے خالص توبہ کی لکھا ہے بُشر نے جس وقت امام کے ہاتھوں پر توبہ کی تھی، پاؤں سے ننگا تھا - پھر ساری زندگی جوتی نہیں پہنی، لوگ کہتے کہ آپ جوتی پہن لیں تو فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت امام کے ہاتھوں پر توبہ کی تھی، پاؤں سے ننگا تھا - اب جوتی پہنتے ہوئے شرم آتی ہے - اب اس کا نام دنیا میں بُشر حافی مشہور ہو گیا اور بلندی ایمان یہ تھی کہ بغداد کے گلی کوچوں میں جانور پیشاب گوبر نہیں کرتے تھے کہ تائب آل محمد کا گزر ہوگا - کہیں اس کے پاؤں نجس نہ ہو جائیں - عیسیٰ مکی کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ بغداد آیا تو رات کو مجھے خواب آیا کہ میرے سر پر عرش ہے اور میں اُسے اٹھائے جا رہا ہوں جب خواب سے بیدار ہوا تو سوچا کہ اس خواب کی تعبیر کس سے دریافت کی جائے - سوچ بچار کے بعد خیال آیا کہ بغداد میں تو تائب آل محمد رہتا ہے صبح بشر حافی سے اپنے خواب کی تعبیر دریافت کروں گا - صبح کو جب وہ مکان سے باہر نکلا تو بازار میں چند آدمیوں کو روتے دیکھا دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ دیکھو بازار میں گوبر پڑا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ آج تائب آل محمد بُشر حافی انتقال کر گئے ہیں - جب عیسیٰ ان لوگوں کے ساتھ مل کر بُشر کے مکان پر آیا تو معلوم ہوا کہ واقعی بُشر حافی نے انتقال کیا ہے لوگ بُشر حافی کو غسل دینے میں مشغول تھے - عیسیٰ مکی کہتا ہے کہ میں بھی مشایعت جنازہ کے لئے ٹھہر گیا - جب لوگ جنازہ لے کر چلے تو میرے دل میں بھی شوق پیدا ہوا کہ میں بھی تائب آل محمد کو کاندھا دوں مگر کثرت ہجوم کی وجہ سے میں اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا - آخر میں جنازے کے نیچے ہو گیا - ادھر میں جنازے کے نیچے ہوا تو اُدھر بشر حافی نے آواز دے کر فرمایا عیسیٰ تیرے رات والے خواب کی یہی تعبیر ہے - سبحان اللہ صلوٰۃ - مسلمانو! یہ تو تائب آلِ محمدؐ کا مقام ہے خود آلِ محمد کیسے ہوں گے - اللہ اکبر، بس ثابت ہوا کہ ہر مرنے والے کی موت ایک طرح کی نہیں ہوا کرتی - کچھ لوگ مر کر ہلاک ہوتے ہیں اور کچھ لوگ انتقال کرتے ہیں -

تذکرۃ الاولیاء کے صفحہ نمبر ۴ پر فرید الدین عطار کی توبہ کی وجہ یہ تحریر کی گئی ہے کہ ایک روز فرید صبح کے وقت دکان کھول کر اشیاء ترتیب دینے میں مشغول تھے کہ ایک ملنگ نے آکر صدا دی اور چند مرتبہ شَیْئًا لِلّٰہِ کہا مگر فرید نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور برابر دکان کو درست کرنے اور چیزوں کو بالترتیب رکھنے میں مصروف رہے تب اس ملنگ نے کہا کہ تم کیسے عجیب آدمی ہو۔ میں نہیں جانتا کہ تم کس طرح مرو گے۔ فرید نے جواب دیا کہ جس طرح تم مرو گے فقیر نے کہا تم میری طرح مر سکتے ہو۔ فرید الدین عطار نے فرمایا کیوں نہیں میں تیری ہی طرح مروں گا۔ تب ملنگ نے اپنا کاسہ ایک طرف رکھ کر زمین پر لیٹ کر کہا کہ لے میں مر رہا ہوں تو بھی مر کے دکھلا ایک مرتبہ یا اللہ کہا اور فقیر مر گیا۔ آپ نے دونوں طرح کی موت سن لی کہ ایک ہلاکت ہے اور دوسرا انتقال ہے۔ بہرحال مرنا ضرور ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ ہمارا انجام بخیر ہو۔ حضرت دبیر اعلی اللہ مقامہ کی رباعی سنیئے!

رحمت کا تیری امیدوار آیا ہوں — منہ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہوں
چلنے نہ دیا بار گناہوں نے پیدل — تابوت میں کاندھوں پہ سوار آیا ہوں

بس موت کا علاج ہے ولائے محمد و آل محمد اگر آل محمد کی ولا ہو گی تو اس کی موت لاکھ زندگیوں سے افضل اور بہتر ہو گی۔ بلندی موت کی آخری منزل سنیں۔

روایت میں ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین علیہ السلام کو گود میں لے کر پیار فرما رہے تھے کہ یکدم چہرہ انور پہ ملال آیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے شروع ہو گئے، حضورؐ اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئے کہ صحابہ کرام میں بھی آہ و بکاء کی آوازیں بلند ہوئیں، آخر صحابہ نے حضورؐ پُرنور سے عرض کی۔ یا رسول اللہ اس قدر رونے کا سبب کیا ہے فرمایا: اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اِنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ وَلَدِی الْحُسَیْنَ۔ میرے پاس آکر جبرئیل نے خبر دی ہے کہ میری امت کے لوگ میرے بچے حسینؑ کو نہایت بے دردی سے قتل کریں گے اور یہ مٹی بھی کربلا کی مجھے لا کر دی ہے کہ جس روز سرخ خون کی طرح ہو جائے گی اس روز میرا فرزند شہید ہو جائے گا۔ پس

جو کوئی اس بے کسی اور تشنگی میں میرے فرزند دلبند حسینؑ کی مدد کرے گا تو جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ ثَوَابَ سَبْعِیْنَ شَہِیْدًا تو اللہ تعالےٰ اُسے ستر (۷۰) شہیدوں کا ثواب عطا فرمائیگا۔

عزادارو! اس واقعہ کو سُن کر آنحضرت کے ایک صحابی سید اخنف رضؓ نے دل میں عہد کر لیا کہ میں ہر ممکن مظلوم کربلا حضرت امام حسینؑ کی نصرت میں اپنا سر کٹاؤں گا۔ پس اس عہد کو چند روز ہی گزرے تھے کہ آنحضرتؐ نے کفار سے جنگ کرنے کا تیاری کا حکم صادر فرمایا۔ سید اخنف رضؓ بھی حضورؐ پُر نور کے ہمراہ کفار سے جنگ کرنے کو چلا لڑائی کے دوران اخنف رضؓ کسی کافر کے ہاتھ سے شدید زخمی ہو گئے۔ تاجدار رسالت اخنفؓ کی لاش پر تشریف لائے کہ اخنف دم توڑ رہا تھا۔ آنحضرتؐ نے اخنف رضؓ کو جنت کی خوشخبری دی اور فرمایا اخنف رضؓ اگر کوئی تمنا آرزو باقی ہے تو بیان کرو، اخنف نے عرض کی، یارسول اللہ! آپ کی نظر رحمت سے ہر انسان اپنی دلی مراد کو پاتا ہے اور میں باوجود رحمۃ للعالمین کی شرف باریابی کے اپنے ارادے پورے کئے بغیر محروم جارہا ہوں آنحضرتؐ نے فرمایا اخنف اپنے ارادے کو بیان کرو تو تیری تمنا پوری کی جائے گی۔ اخنف رضؓ نے دم توڑتے ہوئے عرض کی یارسول اللہ! آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص میرے فرزند امام حسین کی نصرت میں شہید ہوگا۔ اسے ستر شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ مولا میری تمنا تھی کہ میں حسینؑ کی نصرت میں جان دیتا مگر یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ خدا جانے وہ زمانہ کب آئے گا کہ حسینؑ ھَلْ مِنْ نَاصِرٍ کی آواز بلند کرے گا۔ میری آرزو و تمنا تو یہ تھی کہ میں بتولؑ کے لال کی نصرت میں جان دیتا مگر آج پیمانہ زندگی لبریز ہو گیا، عزادارو! جب آنحضرتؐ نے اخنف رضؓ کی تمنا سُنی تو اخنف رضؓ کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور ارشاد فرمایا اخنف رضؓ اب تم اطمینان سے سو جاؤ، واقعہ کربلا کو تو کافی عرصہ باقی ہے۔ ہاں میں رحمۃ للعالمین ہو کر وعدہ کرتا ہوں کہ جب میرا مظلوم فرزند میدان کربلا میں آواز استغاثہ بلند کرے گا تو تجھے دوبارہ قدرت زندگی عطا فرمائے گی اور کربلا میں تجھے پہنچانے کا انتظام بھی کیا جائے گا۔ پس اخنف رضؓ رسول اللہ کا وعدہ سُن کر اطمینان کی نیند سو گیا۔ عزادارانِ حسینؑ اس واقعہ کو نصف صدی سے کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا کہ محمد مصطفےٰ کی امت کے

سید اخنف رضؓ کی تمنا

علماء نے فتوے صادر کر دیئے کہ راکب دوش رسولؐ کو شہید کر دو اور رسولؐ کی بہو بیٹیوں کو بازاروں اور درباروں میں بے مقنعہ و چادر پھراؤ۔ ادھر سفینۂ اسلام کے ناخدا نے توحید اور اسلام کی بقا اور نبوت مصطفےٰ کی حیاتِ نو کی تیاری کے لئے بہتر (۷۲) نفوس کا انتخاب فرمایا اور مدینۃ الرسول سے ہجرت کر کے مکہ معظمہ تشریف لائے مگر نانے کی امت نے :۔

(وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا پارہ ۴ رکوع ۱۔ جو کوئی اس میں داخل ہوا وہ امن میں آگیا) اس امن والے مقام پر امن سے نہ رہنے دیا۔ میرا مظلوم امام آٹھ ذی الحجہ کو حج کے احرام کو عمرہ سے بدل کر بیت اللہ کو آخری سلام کر کے عراق کی طرف روانہ ہو گیا اور ۲ محرم ہجری ۶۱ھ کو اپنی مٹھی بھر فوج ظفر موج کو لے کر وارد کربلا ہوئے۔ ساتویں محرم کو مسلمانوں نے محمد کی بیٹیوں کا پانی بند کر دیا۔ دسویں محرم کو باطل کی بے پناہ طاقت سے عزم و استقلال کے بے مثال پیکروں نے وہ جنگ کی کہ قیامت تک اس کی مثال مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے باطل کی چٹانیں مظلوموں کے خون کی لہروں میں بہہ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گئیں مسدس

بے درد کی حسرت کو نکلتے نہیں دیکھا
کاغذ کی ناؤ کو کبھی چلتے نہیں دیکھا
ظالم کو کبھی پھلتے پھولتے نہیں دیکھا
ٹھوکر یہ وہ ہے کہ سنبھلتے نہیں دیکھا
وہ تخت ہے کس قبر میں وہ تاج کہاں ہے
اے ظالم تو ہی بتا زور یزید آج کہاں ہے

عزادارو! دسویں محرم کو حق و باطل کا معرکہ ہوا۔ میرا مظلوم امام ہنگام عصر تک لاشیں اٹھا اٹھا کے لاتا رہا اور محمد کی بیٹیاں لاشیں سنبھالتی رہیں۔ ایک وقت وہ آیا کہ میرے مولا نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور فرمایا۔ هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا کوئی ہے جو میں مظلوم کی مدد کرے اذ نادا ہ مَلَكٌ قُمْ يَا اَخْنَفُ اَتَجْزَمُ مَا دَعَدَتْ اِنَّ ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَحِيْدٌ غَرِيْبٌ بَيْنَ الْاَعْدَآءِ فِىْ طَفِّ كَرْبَلَا ناگاہ ایک فرشتے نے آواز دی اٹھ اے اخنفؓ آج روز وعدہ وفائی کا ہے آج فرزند رسول بیکس تنہا نرغہ اہل جفا میں گرفتار ہے۔ فرشتے کی آواز سن کر سید اخنفؓ نے آنکھ کھولی تو فرشتے نے کہا کہ تیرا امام تجھے کربلا میں بلا رہا ہے۔ پس اخنفؓ کفن کو سنبھال کر بھاگا۔ اور

سیّد اخنفؓ کا کربلا میں آنا

قرآن کی آیت وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ ؕ
اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا پارہ ۱۳ رکوع ۱۰ کو تلاوت کرتا ہوا
چشم زدن میں میدان کربلا میں پہنچا گیا دیکھا کہ ایک طرف ہزاروں انسان خوشی کے نقارے
بجا رہے ہیں اور دوسری طرف چند خیمے ہیں جن میں معصوم بچوں کی آواز آتی ہے۔
ہائے پیاس ہائے پیاس، سیّد اخنفؓ نے مولا حسینؑ کے خیام کا ایک چکر لگایا
کوئی مرد ہو تو اس سے دریافت کیا جائے۔ عزادارو! جب کوئی آدمی نہ ملا، تو اخنفؓ
نے ایک مرتبہ خیمہ کی چوب کو پکڑ کر گریہ کیا کہ مولا مجھے بلا کر کہاں تشریف لے گئے۔
جونہی اخنفؓ کی آواز بلند ہوئی۔ خیمہ سے ایک بی بی نکلی جس نے اخنفؓ سے فرمایا
میرے نانا کے صحابی آگئے ہو، بس اتنا سننا تھا کہ اخنفؓ کی چیخ نکل گئی اور دریافت
کیا بی بی آپ کون ہیں؟ اور میں رسول اللہ کا صحابی ہوں، فرمایا سیّد اخنفؓ میں
زہراؑ کی بیٹی زینبؑ ہوں، میرے جدّ کے صحابی میرا بھرا گھر تباہ ہو گیا۔ عزادارو! آلِ
محمد کے بچوں نے جب سُنا کہ رسول اللہ کا کوئی صحابی نصرت حسینؑ کو آگیا ہے تو بچوں
نے اخنفؓ کا دامن پکڑ لیا العطش العطش کی آوازوں کو بلند کرنا شروع کیا۔ اخنفؓ نے
عرض کی بی بی فرزند رسول کہاں ہیں؟ فرمایا ابھی وہ میدان کو گئے ہیں اور مجھے فرما گئے ہیں
کہ ماں جائی زینبؑ میرے جدّ کا صحابی آئے گا۔ اسے جلدی میرے پیچھے بھیج دینا، تاکہ
اس کی بھی آرزو پوری ہو جائے، عزادارو اخنف روتا ہوا میدان کو چلا دیکھا کہ حضرت
امام حسین علیہ السّلام گھوڑے سے اُتر چکے تھے اور آخری سجدے کی تیاری فرما رہے
تھے کہ اخنفؓ نے قریب جا کر کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلٰى جَدِّكَ
وَاَبِيْكَ وَاُمِّكَ وَاَخِيْكَ شیعو اخنفؓ کا سلام سُن کر میرے مظلوم امام نے
سر اٹھا کر فرمایا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا شَهِيْدُ۔ فرمایا اخنفؓ آگئے ہو، عرض کی
مولا یہ کیا ہو گیا۔ فرمایا اخنفؓ نانے کی امت نے مودۃ القربیٰ کا اجر دیا ہے۔
ممکن ہے کہ میرے مظلوم امام نے اخنفؓ کو اٹھ کر ملنا چاہا ہو، مگر میرا امام اس قدر
نحیف ہو چکا تھا کہ اٹھ نہ سکے امام نے فرمایا اخنفؓ جاؤ اور اپنے ارادہ کو پورا کرو، بس

اخنفؓ میدان میں اشقیا سے جنگ کرنے لگا۔ بہت سے ملعونوں کو واصل جہنم کر کے خود درجہ شہادت پہ فائز ہو گیا۔ مگر عزادارو! میں نے کسی کتاب میں نہیں پڑھا کہ اخنفؓ نے گھوڑے سے اُترتے ہوئے اپنے مظلوم امام کو پکارا ہو۔ ارے اخنفؓ کیونکر پکارتا وہ تو جانتا تھا کہ حسینؑ اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ میری مدد کو نہ آسکے گا۔ ادھر اخنف کا گھوڑے سے گرنا تھا اُدھر محمد کی بیٹی نے مدینے کو منہ کر کے فرمایا نانا آپ کے صحابہؓ کی مدد سے بھی میرا مظلوم ویر نہ بچ سکا خلاصتہ المصائب ص۱۶۴ اور مناقب ابیطالب جلد ۲ ص ۱۸۳۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔ سُننے والوں سے سُنا کہ سیّد اخنف کی دلائے حسینؑ میں آواز آرہی تھی۔ مسدس

پنہاں ہماری موت میں ہے راز زندگی
انجام ہے ہمارا آغاز زندگی
بجتا رہے گا یونہی یہ ساز زندگی
نوک سناں پہ آئے گی آواز زندگی
ہم موت کو حیات کا عنوان بتائیں گے
مرتا نہیں شہید ہم مر کر بتائیں گے

جناب سیّد اخنفؓ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت کے طور پہ رُباعی عرض ہے

راہ حق میں موت بھی ہنس کر قبول کی
لیکن بچائی آبرو دین رسولؐ کی
اپنے عمل سے تو نے جہاں کو بتا دیا
ہوتی ہے اس طرح سے حفاظت اصُول کی

ساتویں مجلس

دینِ اسلام کا مفہوم ، خدا مقنّن دین اور رسول مبلّغ دین ہے ، دین میں جبر نہیں ، حضرت علی علیہ السّلام نے تلوار کیوں نہ اٹھائی ، حسنین علیہما السّلام کا وضو کی تعلیم دینا ، آل محمّد اور اصحاب محمّد ، وہم ، شک ، ظن ، یقین وغیرہ ، اعلم امّت علیؑ ہیں ، یہ حیوان بکرا ہے یا کتّا ، کافر کی کھوپڑی پر عذاب ، حضرت عیسٰی بن زید کی بیٹی کی وفات ، مصائب جناب فاطمہ بنت الحسین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ پارہ ۳ رکوع ۱۷ ، اور جو کوئی چاہے سوائے اسلام کے دین پس ہرگز قبول نہ کیا جاوے گا ، اس سے اور وہ بیچ آخرت کے خسارہ پانے والوں سے ہے ۔

دنیا میں کچھ لفظیں ایسی ہیں جو کثرت سے لکھی جاتی ہیں ، کثرت سے سُنی جاتی ہیں ۔ کثرت سے پڑھی جاتی ہیں اور کثرت سے بولی جاتی ہیں ۔ مگر باوجود اتنے تعلق اور واسطہ کے ان کے حقیقی معنی و مقصود کو سمجھنے کی چنداں کوشش نہیں کی جاتی ۔ انہی لفظوں میں سے لفظ اسلام بھی ہے آپ جس مسلمان سے سوال کریں گے کہ آپ کا دین کیا ہے فوراً کہے گا

اسلام کا معنی

اسلام، بھیّا اسلام کے معنی کیا ہیں کہ اسلام، حضورؐ جو دین اسلام کے معنی نہ بتا سکا وہ
نہ اسلام پر نہ وہ اُس لام پہ۔ مسلمانو! سمجھو کہ اسلام کے معنی کیا ہیں؟ اور اسلام کس
طرح حاصل کیا جاتا ہے آج مجھے دین اسلام کے معنی عرض کرنے ہیں کہ دین کیا چیز ہے
اور اس کا مالک و خالق کون ہے اور دین کہاں سے ملتا ہے۔ قرآن سنیئے! مَالِكِ
يَوْمِ الدِّيْنِ یعنی مالک ہے دن جزا کا تو دین کا ترجمہ ہوا جزا۔ بدلہ۔ معاوضہ، عوض و
اُجرت، بس دین میں معاوضہ ہوگا یعنی عوض اور بدلہ ہوگا۔ قرآن مجید سنیئے:۔
فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ - وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔
پارہ ۳۰ رکوع ۲۲ ۔ جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے بھی دیکھے گا اور جو کوئی ذرہ برابر
برائی کرے گا اُسے بھی پلے گا ثابت ہوا کہ دین وہ صحیح ہے جس میں ہر نیکی و بدی
کا بدلہ ملے گا یہ ہے معاوضہ والا دین۔ بتاؤ مسلمانو! یہ بدلہ و معاوضہ اور عوض کون دے
گا۔ کیا کوئی ولی، غوث، قطب، ابدال، قلندر، سالک خلیفہ امام یا نبی دے گا۔ ہرگز ہرگز
نہیں بلکہ قیامت کو صرف اور صرف معاوضہ، بدلہ، عوض، اُجرت، خدا تعالےٰ ہی کی
ذات والاصفات والا دے گی۔ جیسا کہ ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کیوں؟
مسلمانو! جس دین کا بدلہ خدا تعالےٰ ہی دے گا اس دین کو بنانے والا کون ہوگا۔ بس جو اُجرت
و عوض دینے کا حق رکھتا ہے وہی تو دین کو بنائے گا۔ حضور دین کا بنانا کام ہے اللہ کا مقنن
دین ہے خدا اور مبلغ دین ہے رسول جیسا کہ يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ
مِنْ رَّبِّكَ پارہ ۶ رکوع ۱۴ اے میرے رسول تبلیغ کر اُس کی جو تیرے رب نے
تیری طرف نازل کیا ہے۔ مسلمانو! دین بنانا نبی کا کام بھی نہیں ہے بلکہ خدا کا کام ہے
اور سنئے:۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ پارہ ۳۰ رکوع ۱۳ میرے حبیب آپ تو صرف ڈرانے
والے ہی ہیں۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ پارہ ۳۰ رکوع ۱۳
میرے حبیب آپ تو صرف نصیحت ہی کرنے والے ہیں آپ ان پہ داروغہ نہیں لگائے
گئے میں کہتا ہوں نبی دین کیا بنائے گا بلکہ انداز بیان بھی نہیں بدل سکتا يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ
پارہ ۲۸ رکوع ۱۱ فرمایا میرا حبیب تو صرف اور صرف آیات خدا کی تلاوت کرتا ہے۔

خدا مقنن دین اور نبی مبلغ دین ہے

سنیئے! بیان کرنے کے چار طریقے ہیں، اوّل اپنا کلام کرنا جیسا کہ میں آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں یہ میرا کلام کہلائے گا۔ دوم۔ غیر کے کلام کو اپنے لفظوں میں ادا کرنا، یعنی ترجمہ کرنا، اس سے بسا اوقات مطلب بدل ہی نہیں جاتا بلکہ بالکل مفقود بھی ہو جاتا ہے قرآن پاک سے ہی مثال سُن لیجئے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ میرے حبیب کہو اللہ ایک ہے حالانکہ احد کا ترجمہ ایک نہیں ہے بلکہ یکتا ہے حضور ایک وہ ہوتا ہے جس کے دو آدھے ہو سکیں یا دو آدھوں کے مجموعے کو ایک کہتے ہیں۔ مثلاً دو اٹھنیوں کا ایک روپیہ یا ایک روپے کی دو اٹھنیاں خدا تعالےٰ ایسا ہرگز ہرگز ایک نہیں ہے۔ میرا خالق ایک نہیں بلکہ احد یعنی یکتا ہے بلکہ احد کا ترجمہ ہماری زبان میں ہو سکتا ہی نہیں۔ یہاں اعتراض ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو واحد بھی تو کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ جس کا معنی ایک ہے سو عرض ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ کے لئے لفظ واحد استعمال ہُوا ہے وہاں صرف واحد ہی نہیں ہو گا۔ بلکہ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ (وہ واحد کہ جس کا کوئی شریک نہیں) آپ کو ملے گا اکیلا واحد ہرگز نہ ہو گا۔ یقیناً میرا خدا یکتا ہے کہ جس کے نہ دو آدھے ہو سکتے ہیں اور نہ وہ ترکیب سے ثابت ہوتا ہے۔ اور تیسرا کلام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کے کلام کو اسی کے لفظوں میں ادا کیا جائے۔ صرف لہجہ میں تبدیلی واقعہ ہو، اس طرح بھی مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے گا۔ لہجہ کی تبدیلی کلام کے رُخ کو بدل دیتی ہے مثلاً مرید نے پیر صاحب سے عرض کی کہ حضور فرمادیں میرے گھر میں لڑکا ہو گا یا لڑکی، پیر صاحب نے تعویذ لکھ کر دیا اور اس پر صرف یہ تین حرف تھے (لڑکی نہ لڑکا) اور کہا جب بچہ پیدا ہو تو تعویذ کو کھول کر دیکھنا جو کچھ آج لکھ رہا ہوں وہی کچھ پیدا ہو گا، اب ان تین لفظوں کی ادائیگی بدلنے سے چار معنی ہو سکتے ہیں۔ غور فرمادیں لڑکی نہ۔ لڑکا اس طرح کی ادائیگی سے لڑکا ثابت ہو گیا، دوسری طرح لڑکی نہ لڑکا، اب معلوم ہوا کہ پیر صاحب نے لڑکی کی پیدائش کی خبر تحریر فرمائی تھی اگر مُخنّث پیدا ہوا تو پھر بھی پیر صاحب ولی ہی رہے کہ انہوں نے تو فرمایا تھا لڑکی نہ لڑکا یعنی مخنث ہو گا اور اگر اسقاط ہو گیا تو پیر صاحب کی ولایت پھر بھی برقرار رہی یعنی پیر صاحب نے تو تحریر فرما ہی دیا تھا کہ لڑکی نہ لڑکا یعنی اسقاط ہو گا

اس طرح کے ہزاروں پیر دنیا نے بنائے اور سادہ لوح مسلمانوں کو پیروں نے اپنے جال اور دام میں پھنسایا، اب چوتھا طریقہ کلام کا عرض کرنا ہے وہ ہے تلاوت یعنی غیر کے کلام کو اُسی کے الفاظ و لہجہ انداز میں بیان کرنے کا نام ہے تلاوت تو بس قدرت کا ارشاد ہے۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ پارہ ۲۸ رکوع ۱۱ وہ ذات ہے جس نے اُمّیین میں رسول کو بھیجا جو آیات کی تلاوت کرتا ہے۔ ارے نبی دین کیا بنائے گا بلکہ لہجہ و بیان کو بھی نہیں بدل سکتا۔

غور طلب امر یہ ہے کہ یتلو فعل مضارع ہے جو حال واستقبال کے معنی میں ہے یعنی قدرت کا فرمان ہے کہ میرا حبیب تلاوت کرتا ہے اور تلاوت کرتا رہے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حافظہ پر خدا تعالیٰ کو اتنا اعتبار و یقین ہے کہ اپنے حبیب کے کلام کو اپنا کلام فرمایا۔ قرآن پاک جو قیامت تک کے لئے قانون ہے اس کو تورات کی طرح ایک مرتبہ نازل نہیں فرمایا، بلکہ تھوڑا تھوڑا کبھی مسجد میں، کبھی میدان میں، کبھی کبھی سفر میں کبھی حضر میں، کبھی عرش پر، کبھی فرش پر اور کبھی تو دس دس دن تک کاتب کا بھی انتظام نہ ہوتا تھا اور حضور اکرمؐ ہفتوں کے بعد وحی لکھواتے تھے۔ اندازہ لگائیے! کہ حضورؐ پرنور کا ذہن کتنا پاک اور اعلیٰ ہے کہ خالق کائنات تلاوت کی سند فرما رہا ہے میں کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے کہ یہ کلام میرا ہے تو دنیا کیونکر اعتبار نہ کرتی۔ کون تھا؟ جو جھٹلاتا کہ یہ آپ کا کلام نہیں ہے دنیا میں تو اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ شاعر کی اولاد اپنے باپ کے کلام کو اپنا کلام بیان کرتی ہے حالانکہ انہیں یہ بھی خطرہ ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس کلام کو کسی نے پہلے اپنے پاس محفوظ کر رکھا ہو۔ باوجود اس خوف ندامت کے پھر بھی لوگ دوسروں کے کلام کو اپنی طرف منسوب کر لیتے ہیں۔ آمنہ کے لال کو تو یہ بھی خطرہ نہ تھا کہ کوئی ٹوک کر کہہ دے گا کہ یہ آپ کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ خدا کا ہے، حبیب خدا کی کتنی دیانت بلند ہے کہ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ فرما رہا ہے۔ کہ میرا حبیب تو لہجہ بھی نہیں بدلتا بلکہ تلاوت کرتا ہے۔ اسی لئے تو کسی مقبول شاعر نے بلندئ مصطفےٰ کا ان الفاظ میں اظہار کیا ہے۔ رباعی

کوہ و صحرا ئے ہیں یا بوسیدہ مکان چاند میں ہیں   زندگانی کے آثار کچھ عیاں چاند میں ہیں
کچھ کہے رد سے مگر میں تو یہی سمجھا ہوں   اے محمد تیرے قدموں کے نشاں چاند میں ہیں

بس دین وہ ہوگا جس کو اللہ تعالے بنائے گا اور محمد مصطفیٰ پہنچائے گا اور امام جس کو بچائے گا، باقی ساری بے دینی ہوگی۔ میں آج اس دین کے چند قواعد عرض کرتا ہوں، جس کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے محمد نے پہنچایا ہے اور حسینؑ ابن علیؑ نے بہنوں کی چادریں دے دے کر بچایا ہے۔ سنیئے اور انصاف سے اس کا جواب تلاش کر کے مجھے سمجھائیے کوئی مولوی مفتی، محدث، مفسر، مورخ مجھے قرآن پاک سے یہ دکھلائے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہ کہے اسے قتل کر دو۔ تختۂ ارض پر ایک انسان بھی ایسا نہیں دکھلا سکو گے جو قرآن پاک سے یہ ثابت کرے کہ جو لا الہ الا اللہ نہ پڑھے اسے قتل کر دیا جائے بلکہ قرآن پاک میں تو ہے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ پارہ ۳ رکوع ۲ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ اس آیہ کریمہ کے شانِ نزول کے بارے میں بعض مفسرین تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ تاجر وارد مدینہ ہوئے انہوں نے حصین انصاری کے دو بیٹوں سے راہ و رسم قائم کی اور انہیں نصرانیت کی دعوت دی پس وہ دونوں نصرانی ہو گئے اور ان لوگوں کے ساتھ شام چلے گئے اس واقعہ کی حصین انصاری نے رسولؐ خدا کو خبر دی کہ کسی طرح ان دونوں لڑکوں کو واپس لاکر اسلام لانے پر مجبور کیا جائے تو قدرت کی طرف سے حکم ہوا کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ تفسیر انوار النجف جلد ۳ صـ ۱۳۷۔

مسلمانو! جب شریعتِ محمدیہ میں خدا و رسولؐ کے دشمن کو قتل کرنا جائز نہیں، تو علی المرتضیٰ پر اپنے دشمنوں کو قتل کرنا کیونکر جائز ہو جاتا۔ بتایئے آج جو کافر و مشرک ہیں یہ خدا تعالےٰ کے دشمن ہیں کہ نہیں یقیناً مشرکین اور کفار خدا کے دشمن ہیں۔ ہاں اگر کافر و مشرک خدا کے دشمن ہیں تو اللہ تعالیٰ پر فتویٰ لگاؤ کہ تلوار کیوں نہیں اٹھاتا۔ اگر اپنے دشمنوں کو وافر رزق دے کر خدا خاموش رہ کر اپنی توحید بچا سکتا ہے تو علی بھی اپنے دشمنوں سے درگزر کر کے اپنی امامت کو بچا سکتا ہے۔ دھڑ دار ملاں کو اس فرمانِ خداوندی کا جواب دینا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ

شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پارہ ۱۵ رکوع ۱۶ ، پس جس کا جی چاہے مومن رہے اور جس کا جی چاہے کافر بن جائے ۔ دین میں کوئی جبر نہیں ہے ۔ بتاؤ مسلمانو! تلوار سے اسلام پھیلانا کہاں جائز ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے کس نبی نے تلوار کے زور سے دین کو پھیلایا ہے ۔ مسلمانوں خدا تعالیٰ کا فضل وکرم اور شفقت و رحم ملّاں کی طرح نہیں ہے کہ جو مولوی صاحب کو اعلیٰ حضرت نہ کہے وہ کافر ہو جائے ۔

حضرت نوحؑ کے برتن

روایت میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو ہر ممکن سمجھایا مگر نوسو پچاس برس مسلسل محنت کرنے کے بعد آخر تنگ آکر بد دعا کی ۔ ساری دنیا زیرِ آب ہو گئی، اس چوڑی چکلی ساری زمین پر چند نفوس بچ گئے جنہوں نے کشتیٔ نجات کو وسیلہ قرار دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پانی ختم ہو گیا ۔ دنیا پھر نئے سرے سے آباد ہونا شروع ہوئی ایک مرتبہ قدرت کی طرف سے حضرت جبرئیل جناب نوحؑ کے پاس پیغام لائے کہ اے نبی اللہ، خدا تعالےٰ کا حکم ہے کہ آپ مٹی کے چند برتن تیار کر کے انہیں آدے میں پکائیں ۔ حضرت نوحؑ علیہ السلام نے ارشادِ خداوندی کی تعمیل کی جب برتن تیار ہو گئے تو جبرئیل نے عرض کی کہ خدا کا حکم ہے کہ آپ ایک برتن کو اٹھا کر زمین پہ زور سے ماریں تاکہ ٹوٹ جائے ، حضرت نے ایک برتن کو اٹھا کر پھینکا کہ برتن ٹوٹ گیا، حکم ہُوا کہ دوسرا برتن بھی اسی طرح اٹھا کے پھینکو جب قدرت کی طرف سے تیسرے برتن کے توڑنے کا حکم ہُوا تو حضرت نوحؑ نے جبرئیل سے فرمایا کہ اے جبرئیل اگر اسی طرح سارے برتن ہی توڑنے ہیں تو پر مار کے تو ہی توڑ دے میں نے بڑی محنت سے بنائے ہیں ان کے توڑنے کو جی نہیں چاہتا ۔ قدرت کی طرف سے آواز آئی ۔ اے میرے حبیب اپنے مٹی کے بنائے ہوئے لوٹے اتنے پیارے کہ توڑنے کو جی نہیں چاہتا اور میری مخلوق کو بد دعا کر کے ساری غرق کرا دی کبھی خیال تک نہ آیا ، اے نوحؑ اگر میری تمام مخلوق میری عبادت میں دن رات سربسجود رہے تو میرا سنورتا کچھ نہیں اور اگر تمام دنیا نافرمانی کرنے لگ جائے تو میرا بگڑتا کچھ نہیں ، مجھے کسی کتاب سے تو دکھلاؤ کہ خدا کا حکم ہو کہ مخلوقِ خدا کو جبراً کلمہ پڑھاؤ ہرگز ہرگز ایسا کہیں نہیں ہے ، بلکہ قرآن مجید میں واضح حکم موجود ہے

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ پارہ ۱۴ رکوع ۲۲ بلاؤ طرف راہ پروردگار اپنے کے ساتھ حکمت کے اور نصیحت نیک کے اور جھگڑا کرو ان سے ساتھ اس چیز کے کہ وہ بہت بہتر ہے۔

میں معصومین علیہم السّلام کا طریقۂ تبلیغ عرض کرتا ہوں تاکہ اس طریقہ سے آج کے ملاں کی تبلیغ کا تطابق کر کے حق و باطل کا آسانی سے فیصلہ کیا جا سکے۔ صلوٰۃ۔

حسنین علیہما السلام کا وضو

روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہما السلام نے دیکھا کہ ایک آدمی وضو کر رہا ہے جو بالکل اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے دونوں بھائیوں نے بزرگ کے غلط وضو کو دیکھ کر اس اعرابی سے فرمایا کہ اے شیخ ہمارا دونوں بھائیوں کا وضو کے بارے میں اختلاف ہے آپ ہم دونوں کا وضو دیکھ کر فیصلہ تو کریں کہ ہم میں سے کس کا وضو صحیح ہے اس کے بعد پہلے حضرت امام حسنؑ علیہ السلام نے اعرابی کے سامنے وضو فرمایا۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی وضو کیا۔ دونوں شہزادوں کا طریقہ وضو دیکھ کر شیخ صاحب نے کہا! شہزادو تم تو فرزند رسولؐ ہو تمہارا طریقۂ وضو کیونکر غلط ہو گا حضور وضو کرنے کا طریقہ تو میرا ہی غلط ہے۔ اب میں نے آپ دونو کا طریقہ وضو دیکھ کر اپنا وضو صحیح کرنا سیکھ لیا ہے۔ مسلمانو! شہزادوں نے اس اعرابی کو وضو کرنے کا طریقہ کس حسن و خوبی سے سمجھا دیا، سبحان اللہ، آلِ رسولؐ کے طریقۂ تبلیغ کو بطور نمونہ مشت از خروارے پیش کیا گیا ہے ورنہ اس موضوع پر تو میرے جیسا بے علم انسان بھی ضخیم کتاب تیار کر سکتا ہے۔ صلوٰۃ۔ یہ شہزادوں کی از حد کریمی اور ستاری ہے کہ اس بزرگ کا نام تک کسی کو نہیں بتلایا کہ کہیں اس کو ندامت و خجالت نہ ہو۔ مصباح المجالس جلد ۴ ص۴۸۔

ہندو سب کو مسلمان سمجھتا ہے

آج کا ملاں دین کو غلط انداز میں پیش کرتا ہے۔ اپنوں کو کافر کہنے والو ذرا یہ تو بتاؤ کہ جب بھارت کی پاکستان کے ساتھ جنگ چھڑی تھی تو کیا بھارتی سپاہیوں نے صرف شیعہ ہی قتل کئے تھے اور دیوبندی حضرات دوست سمجھ کر چھوڑ دیئے گئے تھے یا بریلوی حضرات کو ہی قتل کیا جاتا تھا اور اہلحدیث چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوا۔ ہندو دشمن کی نگاہ میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ

رَسُوْلُ اللّٰہِ کہنے والے سب ایک تھے ایک دوسرے کو کافر کہنے والو کافر تمہیں ایک سمجھتا ہے یاد رکھو خدا نہ کرے اگر پھر بھی کبھی ایسا موقع آگیا تو کافر پھر بھی تمہیں ایک ہی خیال کرے گا۔ ہندو کی تلوار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے والے پر چلتی ہے۔ شیعہ سنی، بریلوی، دیوبندی نہیں پوچھتی۔ مسلمانوں جب تم مرنے پر ایک ہو تو جینے میں ایک کیوں نہیں ہوتے شعر

سبھی کچھ ہو رہا ہے اس ترقی کے زمانے میں
الٰہی کیا غضب ہے۔۔۔۔ انسان نہیں ہوتا (صلوٰۃ)

ہاں اگر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے منکر کا قتل کرنا قرآن و حدیث سے نہ ملے تو چلو کوئی صاحب یہ دکھلا دے کہ جو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ نہ کہے اس کو قتل کر دو۔ ارے جب خدا تعالےٰ کے لئے نہیں تو نبی کے لئے کہاں ملے گا تاجدارِ رسالت کا تو فرمان ہے اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ یَدِہٖ وَلِسَانِہٖ۔ بخاری شریف جلد ا ص۹ مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے انسان محفوظ رہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں کافر جزیہ اور مسلمان زکوٰۃ دے کر حضور کے ملک میں اکٹھے رہتے تھے۔ او بے مروت مسلمان نبی کا فرمان بھی دیکھ اور اپنا فتویٰ اور اعلان بھی دیکھ غیروں کا گمان بھی دیکھ ملک کا نقصان بھی دیکھ اور اس بارے میں حدیث اور قرآن بھی دیکھ، قرآن مجید میں تو اخلاقِ مصطفےٰ کو اس طرح اجاگر کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے عبداللہ ابن اُبی بن سلول جیسے مشہور منافق دشمن خدا اور رسول کی نماز جنازہ تک پڑھا دی، حالانکہ حضورؐ پُر نور کو بھی یہ یقین تھا کہ اس کی بخشش نہیں ہو گی، یہ ہے روا داری اسلام سبحان اللہ! کیوں مسلمانوں جب خدا کا حبیب اپنے دشمنوں کو قتل نہیں کرتا تو علی المرتضیٰ اپنے دشمنوں کو کیوں قتل کرے اگر محمد مصطفےٰ منافقوں سے درگزر کر کے محمد مصطفےٰ رہ سکتا ہے تو علی المرتضیٰ بھی منافقوں سے درگزر کر کے علیؑ المرتضیٰ رہ سکتا ہے صلوٰۃ

کتنے تعجب کی بات ہے کہ لوگ اس مقدس انسان کو اپنے دشمنوں سے لڑتا دیکھنا

چاہتے ہیں جس نے تمام مسلمانوں کے سامنے عمرو بن عبدود جیسے ملعون کو محض اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ اُس نے حضرت علی کے چہرۂ انور سے گستاخی کی تھی، جب صحابہ کرام نے حضرت علی سے استفسار کیا تو فرمایا کہ عمرو کی اس حرکت سے مجھے غصہ آگیا تھا مگر میری تلوار میری ذات کے لئے نہیں اٹھتی، بلکہ خدا و رسولؐ کے دشمنوں کے لئے نیام سے نکلا کرتی ہے۔ صلواۃ، عظمتِ حیدر کرّار اور حسنین علیہم السّلام کی شان میں رُباعی سنیئے!

علی ولی کے پسینے سے پھول بنتے ہیں — انہیں کے نقش قدم سے اصول بنتے ہیں
تو ان کے باپ دادا کی منزلت نہ پوچھ — جن کے بچوں کے مرکب رسولؐ بنتے ہیں

منقول ہے کہ ایک مرد شامی حضرت امام حسن علیہ السلام کو گالیاں دینے لگا آنحضرت نے ضبط و تحمل سے کام لیا اور جب بکواس ختم کر چکا تو آپ نے فرمایا اے شخص اگر تو بھوکا ہے تو میں تیرے لئے کھانا لاؤں اور اگر کپڑا درکار ہو تو تجھ کو کپڑا لا کر دوں اگر مقروض ہے تو تیرا قرضہ ادا کروں۔ اگر کسی مصیبت میں گرفتار ہے تو تیری مصیبت کو دُور کروں اگر سواری کی ضرورت ہو تو سواری مہیا کر دوں کوئی اپنی حاجت ہو تو بیان کر۔ آ میرے ساتھ چل اور میرا مہمان ہو وہ شامی حضرت کے ساتھ چلا آیا آپ نے عمدہ عمدہ کھانے اس کو کھلائے پھر چار ہزار درہم اس کو عطا کئے یہ دیکھ کر شامی رونے لگا۔ آپ نے فرمایا کیا رقم کی کمی کی وجہ سے روتا ہے شامی نے کہا حضور ایسا نہیں ہے بلکہ اپنی غلطی پر روتا ہوں کہ میں نے آپ کو نہ سمجھا اَللّٰہُ یَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ پارہ ۸ رکوع ۲ اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ رسالت کے لئے کونسا ظرف مناسب ہے۔ حضور آپ تو خلق کے امام منصوص من اللہ ہیں۔ اس کے بعد وہ شامی حضور کے دوستوں میں شامل ہوگیا اور امام حسن علیہ السّلام نے اس کی خطا کو معاف فرما دیا۔ مصباح المجالس جلد ۴ صـ۷۸

تو یہ ہے معصوم کا کردار، ملاں لوگ معصوم علیہ السّلام کے اخلاق و کردار کو اپنے کردار کے آئینہ میں دیکھنا چاہتے ہیں اور اسی وجہ سے ہی تو مذہبی افتراق پیدا ہوگیا ہے۔ ہاں میں ذکر کر رہا تھا کہ قرآن و حدیث میں کہیں بھی یہ نہیں ہے کہ جو رسولؐ اللہ کو نہ مانے اُسے

قتل کر دو۔ مسلمانوں انبیائ علیہم السّلام کے گھروں میں تو کافرہ عورتیں بھی نظر آتی ہیں قرآن سنیئے! ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰھُمَا پارہ ۲۸ رکوع ۲۰ بیان کی اللہ نے مثال واسطے ان لوگوں کے جو کافر ہوئے عورت نوحؑ کی اور عورت لوطؑ کی تھیں دونوں ہمارے بندوں کی بیویاں جو صالحین تھے پس خیانت کی ان دونوں نے، اس فرمانِ خداوندی نے تو تمام جھگڑے ہی ختم کر دیئے کیوں مسلمانو! جب حضرت نوحؑ اُولی العزم پیغمبر اپنی بیوی کافرہ کو تلوار کے زور سے اسلام پر لانے کا حق نہیں رکھتا تو اور کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ تلوار کے زور سے دنیا کو مسلمان کرے، لوگو! اگر حضرت علیؑ تلوار اٹھا کر جنگ کرتے تو اس آیت کریمہ کے بارے میں کیا جواب دیتے اور کس آیت کی رو سے دنیا کو جبرًا اسلام پر اکٹھا کرتے، پس ثابت ہوا کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے کیونکہ دین کا تعلق دل سے ہے اور دل پر تلوار سے حکومت نہیں کی جا سکتی بلکہ تلوار سے تو سر جھکائے جا سکتے ہیں دل تو نہیں جھکائے جا سکتے میں کہتا ہوں کوئی آدمی مجھے قرآن و حدیث سے کہیں یہ دکھلا دے کہ جو حضرت ابوبکر یا حضرت علیؑ المرتضیٰ کو نہ مانے اسے قتل کر دو ہرگز ہرگز نہیں دکھلا سکو گے جب خدا اور رسول کے نہ ماننے پر قرآن و حدیث میں کسی کا قتل ثابت نہیں تو حضرت ابوبکر اور حضرت حیدر کرار کے نہ ماننے والے کا قتل کہاں سے ثابت کرو گے یہی وجہ تھی کہ حضرت علیؑ نے کسی کو کچھ نہ کہا زہری کہتا ہے کہ تعجب ہے کہ عبداللہ بن عمر اور سعد بن ابی وقاص نے حضرت علیؑ کی بیعت تو نہ کی اور یزید بن معاویہ کی بیعت کر لی۔ تذکرۃ الخواص صہ ۴۹ ، اس تمام بیان سے ثابت ہو گیا کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے جس کا جی چاہے مومن بنے اور جس کا جی چاہے کافر ہو جائے بس قیامت کو ہی باز پرس ہو گی کہ تو نے اس دین کو کس دلیل سے اختیار کیا تھا۔ صلوٰۃ ملاں کی خدمت میں رُباعی عرض ہے۔

دستور تیرا اسوۂ شبیرؑ نہیں ہے ۔۔۔ اسلام تیرا تخریب ہے تعمیر نہیں ہے
ہر اک پہ لگا دیتا ہے تو کفر کے فتوے ۔۔۔ اسلام تیرے باپ کی جاگیر نہیں ہے

(صلوٰۃ)

صلوٰۃ محمدؐ و آلِ محمدؐ، بس دین وہ ہوگا جسے اللہ بنائے گا جسے محمد مصطفٰےؐ پہنچائے گا اور امام وہ ہوگا جو دین کو بچائے گا۔

تو اب یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ دین اللہ کا بنایا ہوا دین ہے۔ اور یہ خدا کا بنایا ہوا ہے مشکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تک تو ہم جا نہیں سکتے ورنہ خدا تعالےٰ ہی سے پوچھ لیتے کہ پالنے والے تو ہی بتا کہ کونسا دین تیری ذات نے پسند فرمایا ہے ہم خدا تک جا نہیں سکتے کیونکہ آدمیت خطرے میں اور خدا ہم تک آ نہیں سکتا اگر وہ آئے تو توحید خطرے میں، اگر ہماری محفل میں آکر یہ فرمائے کہ میں تمہارا خدا ہوں تو یہی تو اس کی توحید کے باطل ہونے کی دلیل ہے کیونکہ جو دکھائی دے گا وہ کوئی شئی ہوگا عرض و طول والا جسم ہی تو ہوگا ادھر قرآن میں ارشاد ہوتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ پارہ ۲۵ ع۲ اس کی مانند کوئی شئی نہیں ہے اسی طرح رسولؐ خدا ابھی ہم سے ڈیڑھ ہزار سال ہونے کو ہے کہ جُدا ہوگئے تاجدار رسالت ہماری محفل میں تشریف نہیں لائے اور اپنی پاک و پاکیزہ محفل میں بُلانا کسی کو پسند نہیں فرماتے ہاں اگر کسی مقدس انسان کو بلا بھی لیتے ہیں تو وہ واپس آکر نہیں بتلاتا کہ حضورؐ پرنورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ خدا کا پسندیدہ دین ہے جو میں نے دنیا تک پہنچایا تھا اب خدا اور رسولؐ تک تو ہماری رسائی نہیں پھر جس سے ہی دین دریافت کروگے وہ تو یہی کہے گا کہ میں نے اپنے استاد سے سُنا ہے انہوں نے کتاب میں لکھا ہے بس دو گروہ ہیں ایک کا سلسلۂ سند اصحاب محمد تک پہنچتا ہے اور دوسرے کا سلسلۂ سند آل محمد تک پہنچتا ہے کسی نے دین کی تسلی اصحاب سے کرلی اور کسی نے دین کی تسلی آل محمد سے کرلی، جنہوں نے دین کی تسلی اصحاب رسولؐ سے کی انہیں کہتے ہیں اہلسنّت والجماعت اور جنہوں نے دین کی تسلی آل محمد سے کرلی انہیں کہتے ہیں شیعہ اہلسنّت اصحاب سے باہر نہیں جاتے اور اہلِ شیعہ آلِ محمدؐ سے باہر نہیں جاتے۔ اصحاب والو تمہیں اصحاب محمد مبارک ہوں اور آل والو تمہیں آل محمدؐ مبارک ہوں مگر یاد رکھو جتنا عرصہ کوئی محمد مصطفٰےؐ کے پاس رہا اتنا ہی تو دین بتائے گا۔ اصحاب زیادہ سے زیادہ تیئس برس رسولؐ اللہ کے ساتھ رہنے کا دعویٰ کرسکتے ہیں، اصحاب رسولؐ اللہ کے

کے ساتھ مسجد میں تو رہ سکتے ہیں مگر گھر میں تو نہیں جا سکتے نبی اکرمؐ کے زمانہ میں تین گروہ تھے اصحاب رسولؐ جو رسولؐ اللہ کا ساتھ گھر سے باہر دے سکتے ہیں مگر گھر میں نہیں رہ سکتے ادھر گھر کی ڈیوڑھی آئی ادھر اصحاب کی منزل ختم ہو گئی دوسرا گروہ ازداج رسولؐ وہ آنحضرتؐ کے ساتھ رہ سکتی ہیں مگر گھر کی چار دیواری تک اِدھر ڈیوڑھی کا دروازہ آیا، اُدھر ازداج کی منزل ختم، اصحاب اندر نہیں آ سکتے اور ازداج باہر نہیں جا سکتی تیسرا گروہ ہے آلِ محمدؐ کا یہ اتنا بلند معیار اور اختیار رکھتا ہے کہ جہاں محمدؐ ہو گا وہاں یہ ہوں گے، سفر حضر، گھر، مسجد، عرش، فرش ہر جگہ ساتھ رہ سکتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ امّ سلمہؓ جیسی بیوی کو اِنَّكِ عَلَى الْخَيْرِ کہہ کر چادر سے ہٹایا جا سکتا ہے مگر آل محمدؐ کو چادر سے کوئی طاقت نہیں ہٹا سکتی بلکہ آیتہ تطہیر ان کی آمد کی انتظار میں رُکی ہوتی ہے اُدھر آلِ محمد کے کل افراد چادر کے نیچے داخل ہوئے ادھر آیت تطہیر نے بڑھ کر استقبالؑ کیا صلوٰۃ بس آل والو تمہیں آل محمدؐ مبارک اور اصحاب والو تمہیں اصحاب محمد مبارک ہوں، صلوٰۃ، رُباعی عرض ہے۔

ابو تراب کافی ہے | نعمت بے حساب کافی ہے
ان کا ہو گا حساب محشر میں | کہتے ہیں جو کتاب کافی ہے

لوگو اصحاب زیادہ سے زیادہ تیئس سال رسولؐ اللہ کے ساتھ رہے اور علیؑ وہ ہے کہ علیؑ کی آنکھ کھلی تو گود رسولؐ اللہ میں اور رسولؐ اللہ کی آنکھ بند ہوئی تو علیؑ المرتضٰی کی گود میں۔ خیال فرماؤ کہ کس کو زیادہ موقعہ نبیؐ اکرم کے پاس رہنے کا نصیب ہوا۔

اور اس کے علاوہ ضروری ہے کہ سُننے والے کا حافظہ بھی درست ہو ورنہ کلام مصطفٰی سن کر بھی یاد نہیں رکھ سکیں گے ہر صحابی کا حافظہ ایک جیسا نہ تھا قرآن مجید کی گواہی سُنو!

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ج حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ط پارہ ۲۶ رکوع ۶ اور بعض ان میں سے ایسے شخص ہیں کہ سُنتے ہیں طرف تیرے، یہاں تک کہ جب باہر نکلتے ہیں تیرے پاس سے۔ کہتے ہیں، واسطے ان لوگوں کے کہ دیئے گئے ہیں علم کیا کہا تھا اس نے ابھی، حضرت امیر المومنینؑ

علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول خدا کے پاس ہوتے اور حضرت ہم کو وحی کی باتیں سناتے تو میں ان کو یاد رکھتا اور واللہ اوروں کو کچھ بھی یاد نہ رہتا اور جب آنحضرت کی خدمت سے اٹھ کر باہر آتے تو مجھ سے ہی دریافت کیا کرتے کہ آنحضرت نے ابھی ابھی کیا فرمایا تھا۔ حاشیہ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد صاحب صد ۱۲۰۱ بحوالہ تفسیر مجمع البیان اب اس آیت کے پیش نظر ضرورت اس امر کی ہے کہ کسی کامل انسان ہی سے رسول اللہ کی باتیں دریافت کی جائیں، ورنہ معاملہ غلط ملط ہو جائے گا۔ لوگو! کامل اعتبار والے انسان کو تلاش کرو سنو! اعتبار کی بھی سات قسمیں ہیں۔

(۱) وہم (۲) شک (۳) ظن (۴) یقین (۵) علم الیقین (۶) عین الیقین (۷) حق الیقین۔

ان سات قسموں کی قدرے تشریح کرتا ہوں، تاکہ راوی کی حقیقت واضح ہو جائے

پہلا ہے وہم:۔ اس کو یوں سمجھو کہ ذہن میں دو پلڑے ہیں ایک طرف کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ خدا واحد لاشریک ہے اور اکثر یہی خیال کارفرما رہتا ہے کہ خدا واحد لاشریک نہیں ہے یعنی دونوں پلڑوں میں سے اگر باطل کا پلڑا وزنی ہو تو سمجھو کہ یہ وہمی انسان ہے وہمی انسان ہمیشہ باطل کی حمایت ہی کرتا ہوا نظر آئے گا۔ ایک مرتبہ ہمارے ملک کے مشہور شاعر جوش نے وہم کا ترجمہ یوں واضح کیا جوش نے کہا! کہ میں نے ایک بار خدا تعالیٰ کی ذات کا شکوہ لکھا! سننے والوں نے خوب داد دی اور راز دار الٰہی بیباک انسان کا خطاب عطا فرمایا، پھر میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرکار میں شکوہ عرض کیا، لوگوں نے عاشق رسولؐ اور رند کے لقب سے سرفراز فرمایا! پھر میں نے صحابہ کرام کا شکوہ لکھا بس سننے والوں کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور ہر طرف سے رافضی شیعہ بے دین کافر تک کے خطابات ملاں لوگوں نے عنایت فرمائے، یہ ہے حقیقت وہم یاد رکھو مسلمانو! کسی وہمی انسان سے رسول اللہ کا دین نہ سیکھنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

دوسری قسم ہے ۲۔ شک جس کے دونوں پلڑے برابر ہوں اسے کہتے ہیں شک یعنی اگر دن میں دس مرتبہ خیال آئے کہ آمنہ کا لال خدا کا رسولؐ ہے تو دس مرتبہ ہی خیال آئے کہ محمدؐ اللہ تعالیٰ کا رسولؐ نہیں ہے۔ مسلمانو اگر نماز میں شک ہو جائے کہ یہ پہلی رکعت ہے

یا دوسری تو نماز باطل ہے اور اگر نبوّت میں شک ہو جائے تو اس کا دین کیونکر نہ باطل ہوگا یاد رکھو شکی المزاج انسان نہایت ہی خطرناک ہوتا ہے شک چاہے حدیبیہ میں ہو یا خیبر میں خندق میں ہو یا تبوک میں ہو شک احد کے میدان میں ہو یا قلم و دوات کے بیان میں ہو۔ بہرحال شکی المزاج انسان اس قابل نہیں کہ اس سے دین سیکھا جائے۔ صلوٰۃ۔

تیسری قسم ہے ظنّ قرآن سنو! یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ پارہ ۲۶ رکوع ۱۴ اے لوگو جو ایمان لائے ہو بچو ظن سے تحقیق بعض ظن گناہ ہے ظن کا ترجمہ صحیح یہ ہے کہ حق کا پلڑا وزنی ہو یعنی کبھی کبھی یہ خیال آجائے کہ رسولؐ خدا نبی نہیں ہیں اور اکثر یہ خیال رہے کہ محمدؐ مصطفٰے خدا کے رسول ہیں تو جس انسان کے ادراک و حافظہ کی یہ کیفیت ہو خدا تعالٰی فرماتا ہے کہ اس سے بچو یہ جتنا بھی بلند ہو گیا شرک چیونٹی کی چال پھر بھی چلتا ہوا ہی نظر آئے گا۔ صلوٰۃ

چوتھی قسم ہے یقین مگر یہ بھی قابلِ اعتراض ہے قابلِ اعتبار نہیں قرآن سنو! حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْیَقِیْنُ پارہ ۲۶ رکوع ۱۶ یہاں تک کہ ہمیں موت آئی باوجود موت کے یقین ہونے کے پھر بھی یقین کامل نہیں ہے ہم سب مسلمان جانتے ہیں کہ ایک روز ضرور مرنا ہے یہ دنیا مسافر خانہ ہے آئے دن ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے لواحقین اور رفقاء کو دفن کرتے ہیں مگر گناہ سے احتراز نہیں کرتے بلکہ مرنے کی تیاری بھی ہے اور گناہ جھوٹ زنا بدکاری بھی ہے یقین ذاتِ باری بھی ہے اور بحرِ عصیان میں غوطہ زنی جاری بھی ہے۔ یہ یقین کی منزل نہ ہونے کے برابر ہے لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ خدا تعالٰی کی ذات نظر نہیں آتی اس لئے گناہ کرنے پر خاطی انسان تل جاتا ہے میں کہتا ہوں یہی تو یقین کی کمزور منزل ہے۔ میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں اگر ملازم کو معلوم ہو جائے کہ سامنے والے مکان جس کے دروازے پر چق لگی ہے اس کے اندر مجسٹریٹ بیٹھا مجھے دیکھ رہا ہے کیا اس دروازے کے سامنے ملازم رشوت لے سکے گا ہرگز ہرگز نہیں کیونکہ اُسے یقین ہے کہ میں چق سے نہیں دیکھ سکتا مگر مجسٹریٹ مجھے پس پردہ دیکھ رہا ہے اگر ہمارا خدا تعالٰی پر اتنا بھی یقین ہوتا جتنا ملازم کو مجسٹریٹ کا ہوتا ہے۔ تو ہم سے

کوئی گناہ سرزد نہ ہوتا، ہاں بے دھڑک گناہ کئے جانا ہی تو یقین پہ کامل یقین نہ ہونے کی دلیل ہے۔

پانچواں ہے علم الیقین قرآن میں ہے لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ کاش کہ تم جانو علم یقین سے۔

چھٹی قسم ہے عین الیقین قرآن لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ پارہ ۳۰ رکوع ۲۷ البتہ دیکھو گے تم اس کو دیکھنا یقین کا۔

ساتویں قسم ہے حق الیقین قرآن سنو! اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۔ تحقیق وہ ہے حق یقین پارہ ۲۷ رکوع ۱۶ میں ان آیات کریمہ سے یہ ثابت کر رہا ہوں کہ سب سے اعلیٰ وارفع منزل ہے حق الیقین کی ہیں مثال ہے۔ وضاحت کرتا ہوں، میں نے ایک آدمی سے سنا کہ فلاں مقام پر آگ ہے یہ ہے منزل یقین کی، اُس جگہ سے دھواں اٹھتا دیکھا تو یہ علم الیقین کی منزل ہو گئی۔ آگ کے شعلے نکلتے دیکھے تو یہ منزل ہے عین الیقین کی آگ کو استعمال کیا تو یہ ہے حق الیقین کی منزل بس دین اس سے لینا کہ جس کا ادراک اور حافظہ حق الیقین کی منزل پہ ہو، ورنہ گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے مسلمانوں ساری کائنات میں صرف اور صرف میرے مولا کا ہی فرمان ہے۔ لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا لواعج الاحزان جلد ۲ صفحہ ۲۷ اگر میرے سامنے سے توحید کے تمام پردے جو عبد و معبود کے درمیان ہیں اٹھا دیئے جائیں تو بھی میرے یقین و ایمان میں ذرہ بھر اضافہ نہ ہوگا۔ صلوٰۃ، یہ ہے حق و یقین کی اصل منزل، اللہ اکبر۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب مقام فخر میں فرمایا کرتے تھے کہ هٰذَا مَا زَقَّنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ زَقًّا زَقًّا۔ رسول اللہ نے مجھے علم اس طرح بھرایا کہ جس طرح کبوتر اپنے بچے کو دانا بھراتا ہے سبحان اللہ۔ محافل و مجالس صفحہ ۳۶ چودہ ستارے صفحہ ۶ مجالس شیعہ صفحہ ۱۴۶، یوں نہیں فرمایا کہ جس طرح ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے اس میں فرق یہ ہے کہ دودھ تحلیل ہو کر بچے کے جسم میں جاتا ہے اور اس میں تغیر و تبدل کا ہونا ضروری ہے مگر طائر اپنے بچے کو بعینہٖ پوری امانت ادا کرتا ہے اِس

میں تغیرات نہیں ہوتے اسی طرح رسول اللہ نے حضرت امیر علیہ السلام کو اسی طرح علم عطا فرمایا، جس طرح خدا تعالےٰ کی طرف سے آپ کو عنایت ہوا تھا، یہی وجہ ہے کہ تاجدارِ رسالت نے فرمایا عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَعْلَمُ اُمَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ ۔ سلمانؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت میں سب سے زیادہ تر صاحب علم علیؑ ابن ابی طالب ہے ۔ مودۃ القربیٰ صـــ۶۲ اب تیری مرضی ہے اس سے دین کا علم حاصل کر جس کو حضورؐ نے سب سے زیادہ عالم قرار دیا ہے یا ان لوگوں سے دین حاصل کرے جو خود محتاج علم ہیں میں ایک اور فرمانِ مصطفےٰ پیش کر کے دامن تقریر سمیٹ لیتا ہوں، حدیث عَنِ ابْنِ عباسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قُسِّمَ الْعِلْمُ عَشَرَۃَ اَجْزَاءٍ فَاُعْطِیَ عَلِیٌّ مِنْھَا تِسْعَۃً وَھُوَ بِالْجُزْءِ الْعَاشِرِ اَعْلَمُ مِنَ النَّاسِ ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے علم کے دس حصے کئے اس میں سے نو حصے خاص علی کو عطا فرمائے اور دسواں حصہ سب مخلوق پر تقسیم کیا مگر اس دسویں حصہ سے بھی ساری دنیا سے زیادہ علی کو حصہ علم ملا مودۃ القربیٰ صـــ۶۳ صلوٰۃ ۔ رباعی عرض ہے ۔

ادھر تو اک زمانہ معترض مشکل کشائی کا
نصیریؔ نے اُدھر کلمہ پڑھا معجز نمائی کا
نبوت حیدرِ کرار کو آتی تو کیا ہوتا
امامت کا یہ عالم ہے کہ دھوکا ہے خدائی کا

دنیا نے ہر چند کوشش کی کہ کسی وقت علیؑ کے منہ سے نکل جائے کہ یہ مسئلہ مجھے نہیں آتا۔ تاکہ ہم بھی کہہ سکیں کہ اگر ہمیں گھر سے دریافت کرنے کی ضرورت لاحق ہوا کرتی تھی تو علیؑ کو بھی تو فلاں مسئلہ نہیں آیا تھا لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چند آدمی سوچ سمجھ کر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا علیؑ ایک مسئلہ بڑا مشکل پیش آیا ہے آپ اس کو حل فرما دیں آپ نے فرمایا کہو کونسا مسئلہ مشکل ہے ۔ عرض کی یا علی ایک بکری نے بچہ جنا ہے اس کی آدھی شکل بکرے کی ہے اور آدھی کتے کی طرح ہے فرما دیں حلال ہے یا حرام ہے، آپ نے مسکرا کر فرمایا یہ تو بالکل آسان ہے اس بچے

کو پانی ڈالو اگر کتے کی طرح پانی کو چاٹے تو حرام ہے ورنہ حلال ہے عرض کی یہ تو کر کے دیکھ لیا ہے کبھی پانی کو کتے کی طرح چاٹتا ہے اور کبھی دیگر جانوروں کی طرح پیتا ہے۔ فرمایا اُسے غذا ڈال کر دیکھو کھانے کے بعد جگالی کرے تو حلال ہے ورنہ حرام ہے عرض کی یہ بھی کر کے دیکھ لیا ہے کبھی جگالی کرتا ہے اور کبھی نہیں کرتا، ان کا پروگرام تھا کہ ہر بات کے دونوں پہلو تسلیم کرتے جائیں گے آخر تنگ آکر کہہ دے گا کہ میں نہیں جانتا مگر انہیں یہ یقین نہ تھا کہ یہی وہ ہستی ہے جس پر خود علم کو ناز ہے، آپ نے فرمایا اسے بولتا دیکھو اگر کتے کی طرح بھونکے تو حرام ہے اور اگر بکرے کی طرح بولے تو حلال ہے کہا کبھی کتے کی طرح بھونکتا ہے اور کبھی بکرے کی طرح بولتا ہے فرمایا اسے بیٹھتا دیکھو اگر حلال جانور کی طرح بیٹھتے وقت اگلے پاؤں زمین پر پہلے رکھے تو حلال ہے ورنہ حرام ہے عرض کی کبھی ــــــــ حلال جانور کی طرح بیٹھتا ہے اور کبھی حرام جانور کی طرح بیٹھتا ہے فرمایا اُسے پیشاب کرتے ہوئے دیکھو اگر کتے کی طرح پیشاب کرے تو حرام ہے اور اگر حلال جانور کی طرح پیشاب کرے تو حلال ہے کہا کبھی کتے کی طرح کرتا ہے اور کبھی دیگر جانوروں کی طرح پیشاب کرتا ہے آپ نے فرمایا اُسے ریوڑ کے ساتھ چھوڑ کر دیکھو آگے رہے یا ریوڑ کے درمیان رہے تو حلال ہے اور اگر پیچھے رہے تو حرام ہے کیونکہ کتا ہمیشہ پیچھے ہی رہتا ہے عقلمند جانور ہے کہ اگر حملہ آور آگیا تو میں پیچھے سے ہی بھاگ جاؤں گا کتا دو ہی تو کام کرتا ہے یا بھونکتا ہے یا بھاگتا ہے بھونکنے پہ آجائے تو مالک کے روکنے سے رکتا ہی نہیں اور اگر بھاگنے پر آجائے تو مالک کی ایک نہیں سُنتا۔ انہوں نے کہا یا علیؑ ریوڑ میں چھوڑ کر بھی دیکھ لیا کبھی آگے کبھی درمیان اور کبھی ریوڑ کے پیچھے لگ جاتا ہے فرمایا جاؤ اس کو ذبح کر دو اگر اوجھڑی نکلے تو حلال ہے اور اگر صرف انتڑیاں نکلیں تو حرام ہے اب نہیں کہتے کہ کبھی اوجھڑی نکلتی ہے اور کبھی انتڑیاں نکلتی ہیں۔ صلوٰۃ۔

کتاب موت کا منظر مرنے کے بعد کیا ہوگا کہ صد ۱۴۶ پر تحریر کیا گیا ہے کہ ایک مجوسی حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے پاس تین مردہ سروں کی کھوپڑیاں تھیں، اُس نے کہا کہ اے عمر تمہارے صاحب (پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلام

کافروں کی کھوپڑیوں پر عذاب

کے سوا کسی دوسرے دین پر مرے گا تو وہ آگ میں جلایا جائے گا۔ عمر نے کہا کہ بے شک ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ کا فرمان صحیح ہے یہ سُن کر اس مجوسی نے وہ تینوں سر نکالے اور کہا یہ سر میرے باپ کا ہے یہ سر میری ماں کا ہے اور یہ سر میری بہن کا ہے یہ تینوں مجوسی دین پر مرے ہیں میں اپنا ہاتھ ان کھوپڑیوں پر رکھتا ہوں تو مجھے گرمی محسوس نہیں ہوتی یعنی تمہارے قول کے مطابق ان کھوپڑیوں کو گرم ہونا چاہیئے کیونکہ یہ آگ پر پیش کی جاتی ہیں، یہ سُن کر حضرت عمر نے سکوت اختیار کیا اور اپنے خادم کو بھیج کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو بلایا، جب حضرت علی تشریف لائے تو حضرت عمر نے کہا اے مجوسی اب اپنے اعتراض کو ذرا دُھرا دے اس نے اعتراض کو دہرایا۔ اعتراض سُن کر حضرت علیؑ نے ایک لوہا اور پتھر منگوایا، جب حاضر کیا گیا تو آپ نے اس مجوسی سے کہا کہ تو اس لوہے اور پتھر پہ ہاتھ رکھ کر بتا کہ گرم ہے یا سرد مجوسی نے ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہ تو سرد ہیں حضرت علی نے پھر فرمایا اچھا تو لوہے کو پتھر پہ مار۔ جب مجوسی نے لوہے کو پتھر پہ مارا تو اس میں سے چنگاری نکل پڑی اس پر حضرت علی نے مجوسی کو مخاطب کرکے فرمایا! جس طرح اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت سے ٹھنڈے پتھر اور لوہے کے درمیان آگ پیدا کر دی ہے اسی طرح وہ اس چیز پر قادر ہے کہ جن کھوپڑیوں میں تجھے گرمی محسوس نہیں ہوتی ان کے اندر گرمی پیدا کر دی ہو اور تجھے محسوس اور معلوم نہ ہو رہی ہو۔ یہ کھوپڑیاں جن کو سرد محسوس کر رہا ہے ان کو اللہ تعالےٰ اس طرح آگ پر پیش کرتا ہے کہ تو اس کی گرمی محسوس نہیں کرتا حالانکہ وہ اللہ تعالےٰ کی آگ میں جلتی رہتی ہیں۔ صلوٰۃ یہ مسلمانو! خدا کے واسطے فیصلہ تو کرو کہ ان دونوں بزرگوں میں کس سے دین حاصل کرنا مفید ثابت ہوگا سائل سے پوچھیں یا اس سے دریافت کریں جو درس الٰہی سے مسند علم پر فیضیاب نظر آتا ہے۔

جناب امیر المومنین کا اہل قبور سے خطاب

ایک واقعہ اور سُن لو۔ حضرت سعیدؓ بن مُسیّب کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہٗ کے ہمراہ مدینے کے قبرستان میں گئے۔ حضرت علیؑ نے قبر والوں پر سلام کرکے فرمایا اے قبروں میں سونے والو تم اپنی خبر بتاؤ گے یا ہم تمہیں بتلائیں۔ سعیدؓ کہتا ہے کہ

ہم نے قبرستان سے وعلیکم السلام کی آواز سُنی اور یہ جواب سنا کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا تھا کہ اے امیرالمومنین آپ فرمادیں ہمارے بعد کیا ہُوا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا سُن لو جن لوگوں سے تم اپنی بیویوں کو پردے میں رکھتے تھے اُن سے تمہاری بیویوں نے شادی کرلی تمہارے مال بٹ گئے تمہاری اولاد یتیموں میں شامل ہوگئی اور تمہارے مکانوں میں تمہارے دشمنوں نے سکونت اختیار کرلی یہ سُن کر ایک مردے نے اپنے یہاں کی خبر بتاتے ہوئے کہا مولا ہمارے کفن پارہ پارہ ہوگئے۔ بال جھڑ کر بکھر گئے کھالیں ریزہ ریزہ ہوگئیں۔ آنکھیں بہہ کر رخساروں پر آگئیں اور ہمارے سروں میں کیڑوں نے سکونت کررکھی ہے۔ ہم نے جو کچھ آگے بھیجا ہے اس کو پالیا ہے اور جو کچھ پیچھے چھوڑا اس میں نقصان ہُوا۔ کتاب مرنے کے بعد کیا ہوگا صفحہ ۱۲۹ بحوالہ تاریخ نیشاپوری۔ بس دین اسی سے لینا چاہیئے جو مردوں سے بھی کلام کرواسکے۔ نہ کہ ان لوگوں سے علم حاصل کریں جو خود محتاج ہدایت ہیں،

یہی وجہ ہے کہ دنیا نے اپنی مرضی کا دین بنایا اور خدا کے معلّمین کو رُلا رُلا کر مارا۔

منقول ہے کہ حضرت زید بن علی زین العابدین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُن کے فرزند عیسےٰؓ بن زیدؓ حکومت کے خوف کی وجہ سے کوفہ میں ہی روپوش ہوگئے۔ اور کافی عرصہ کے بعد آپ نے کوفہ میں ہی ایک عورت سے شادی کرلی آلِ محمد کی دنیا اس قدر دشمن ہوگئی تھی کہ حضرت عیسےٰ بن زید نے اپنی بیوی تک کو اپنا حسب ونسب نہ بتلایا کہ ہم کس خاندان سے ہیں جناب عیسےٰ نے ایک امیر خوشحال مالدار سقّے کی ملازمت اختیار کرلی تھی کہ اس کے لئے اونٹ پر دُور سے پانی لایا کرتے تھے اسی اثنا میں حضرت عیسےٰؓ بن زیدؓ کے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہوگئی اور جس سقّا کے ہاں! آپ ملازم تھے اس کا ایک لڑکا بھی جوان تھا ایک دن سقا اور اس کی زوجہ نے باہم مشورہ کیا کہ اپنے لڑکے کی شادی اپنے ملازم عیسےٰؓ کی لڑکی سے کرنا چاہیے اگرچہ وہ ہمارا ملازم ہے مگر زہد وتقویٰ اور عفت وپاکبازی اور اطاعت کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اس کے بعد سقّا کی عورت نے جناب عیسےٰؓ بن زیدؓ کی بیوی سے رشتہ کے بارے میں ذکر کیا کہ اگر آپ لوگ مناسب سمجھیں تو اپنی بچی کا رشتہ ہمارے لڑکے کو دیدیں یہ نہایت

ہی مناسب و بہتر ہے چونکہ سقاجس کے ہاں عیسیٰؒ ملازم تھے وہ ان کے خاندانی حالات سے واقف نہ تھا اور نہ ہی عیسیٰؒ کی بیوی کو علم تھا کہ میرا شوہر اولاد بتول سے ہے جب عیسیٰ کی بیوی کو رشتہ کا پیام ملا تو وہ مارے خوشی کے پھول گئی کہ اس کو کبھی گمان بھی نہ تھا کہ اس غریب کی لڑکی کی شادی ایسی جگہ ہوگی جس کے ہاں اس کا شوہر ملازم ہے عیسیٰؒ کی بیوی نے سقا کی عورت سے کہا کہ میں اپنے خاوند سے رات کو ذکر کروں گی اور رشتہ آپ لوگوں کو دے دیں گے ۔عزادارو! جب رات کو جناب عیسیٰؒ گھر تشریف لائے تو بیوی نے خوشی سے بچی کے رشتہ کے بارے میں سقا کے لڑکے کا ذکر کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ اتنا اچھا لڑکا ہمیں مل گیا ہے ۔ مجھے تو گمان بھی نہ تھا کہ ہم غریب لوگوں کی لڑکی کا رشتہ اتنے بڑے مالدار لوگوں کے ہاں ہو جائے گا ۔بس بیوی سے رشتہ کا واقعہ سن کر عیسیٰؒ گھبرا گئے اور ضبط نہ کر سکے ایک مرتبہ چیخ نکل گئی اور تین مرتبہ فرمایا ! ہائے غیرت ہائے غیرت ہائے غیرت افسوس ایسا زمانہ اولاد رسولؐ پر آگیا کہ ان کی بچی ایک سقے کے ساتھ منسوب ہونے لگی رو کر درگار خدا میں عرض کی پالنے والے ہم نے ہر طرح کی مصیبت برداشت کی مگر یہ ہمارے بس کا روگ نہیں کہ بتولؑ کی اولاد کی غیر مردوں سے شادی کی جائے ۔عزادارو! حضرت عیسیٰؒ کی دعا کے الفاظ تھے کہ پالنے والے میری اس بچی کو کو اٹھالے ورنہ اولاد رسول پر ایک آفت ٹوٹ پڑے گی اِدھر عیسیٰؒ کی دُعا کے الفاظ ختم ہوئے اُدھر بچی نے انتقال فرمایا ۔محبان حسینؑ بچی کا دم توڑنا دیکھ کر حضرت عیسیٰؒ ڈھاڑیں مار کر رونے لگے جناب عیسیٰؒ کے بعض احباب جو ان کے واقف و ہمراز تھے کہا کہ اگر ہم سے کوئی پوچھتا کہ روئے زمین پر کون شجاع تر ہے تو ہم تمہارا ہی نام بتاتے اور تم ایک لڑکی کے مرنے پر اس قدر گریہ و زاری کرتے ہو کہا لوگو میں اس بچی کے مرنے پر نہیں روتا بلکہ سادات کی غربت پر روتا ہوں کہ یہ بچی پیدا ہوئی اور جوان ہو کر مر بھی گئی مگر اسے معلوم نہ ہو سکا کہ میں فاطمہ زہراؑ کی پوتی ہوں ۔ لواعج الاحزان جلد ۲ صفحہ ۲۳

ہائے اولاد رسولؐ اللہ کے ساتھ مسلمانوں نے کیا برا سلوک کیا ۔ فاطمہ بنت حسین فرماتی ہیں کہ بعد شہادت اپنے پدر بزرگوار کے خیمہ پر کھڑی دیکھ رہی تھی کہ اب یہ ظالم

ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ اتنے میں ایک شخص کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہماری طرف بڑھا اور نیزہ کی نوک سے مخدرات کو زخمی کرنے لگا۔ اس حالت کو دیکھ کر بچوں اور عورتوں میں کہرام مچ گیا ایک کے پیچھے دوسری چھپتی پھرتی اور پناہ ڈھونڈتی تھیں۔ آخر اس ملعون نے بیبیوں کے سروں سے چادریں چھین لیں اور ہاتھوں سے کنگن اتار لئے فاطمہ بنت الحسین فرماتی ہیں کہ میں خوف سے کانپنے لگی اور اپنی پھوپھی اُمّ کلثوم کو ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اتنے میں وہ شقی میری طرف چلا میں خوف سے بھاگی اور پکارا وَ جَدَّاہ وَ عَلِیَّاہ وَ عَبَّاسَاہ مگر اس شقی نے پہنچ کر ایسا نیزہ میری پشت پر مارا کہ میں منہ کے بل گر پڑی اس نے میرے کانوں سے گوشوارے کھینچ لئے اور میرے سر سے چادر بھی اتار لی پھر وہ ملعون دوسرے خیموں کی طرف چلا گیا میرے رخسارہ پر خون جاری تھا اور میں بے ہوش ہو گئی جب ہوش آیا تو دیکھا کہ میری پھوپھی میرے سرہانے بیٹھی رو رہی ہے میں نے کہا پھوپھی کوئی چادر ہو تو دو میرا سر برہنہ ہے فرمایا بیٹی چادر کہاں اشقیا چادریں اتار کر لے گئے۔ فاطمہ بیٹی میرے سر پر بھی چادر نہیں ہے بی بی فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی علی زین العابدین کو دیکھا کہ منہ کے بل غش کھا کر زمین پر پڑے ہیں بھوک و پیاس اور بیماری کی وجہ سے اتنی طاقت نہیں کہ اٹھ کر بیٹھ سکیں۔ لواعج الاحزان جلد ۲ صفحہ ۲۳۸ بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۱ صفحہ ۲۶۹۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

آٹھویں مجلس

الحدید کی تشریح، ذوالفقار کا نازل ہونا، جنگِ خیبر کی غنیمت سے مسلمانوں کا مالدار اور غنی ہو جانا، کریم، سخی، بخیل، لئیم کی وضاحت، جناب امیر کا تمام پیغمبروں کی امداد کرنا، جنگِ خندق کی تفصیل اور نکات، والئ دکن کا مذہب شیعہ قبول کرنا، ایک سیّد زادی کا مجوسی کے ہاں مہمان ہونا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ وَ رُسُلَہٗ بِالْغَیْبِ ط اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ پارہ ۲۷ رکوع ۱۹

اور ہم نے خاص لوہا نازل کیا جس میں سخت خوف بھی ہے اور لوگوں کے فائدے بھی اور یہ غرض بھی کہ اللہ یہ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی غائب میں مدد کون کرتا ہے بے شک اللہ قوت و غلبہ ہے (ترجمہ مولانا مقبول احمد صاحب قبلہ)

اللہ تعالیٰ نے اکثر چیزیں زمین سے پیدا کی ہیں اور چند چیزیں آسمان سے بھی نازل فرمائی ہیں۔ تمام چیزیں نہ زمین سے پیدا ہوئیں اور نہ تمام اشیاء آسمان سے قدرت نے نازل کی ہیں۔ قرآن سنیئے! وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً پارہ ۱۳ رکوع ۸ ہم نے پانی کو آسمان سے نازل کیا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ پارہ ۳۰۔ تحقیق قرآن مجید کو ہم نے شب قدر میں نازل فرمایا۔ معلوم ہوا کہ قرآن پاک زمین سے پیدا نہیں ہوا بلکہ

اُدھر سے نازل ہُوا ہے اور سنیئے! قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پارہ ۲۲ رکوع ۹ کہہ کہ کون رزق دیتا ہے تم کو آسمانوں سے اور زمین سے معلوم ہوا کہ رزق آسمان سے بھی نازل ہوتا ہے۔ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى پارہ ۱ رکوع ۶ اور نازل کیا ہم نے تم پر من و سلویٰ۔ ان چند اشیاء میں سے جو قدرت نے آسمان سے نازل فرمائی ہیں ان میں ایک خاص لوہا بھی ہے۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ۔ ہم نے خاص لوہا نازل کیا جس میں خوف یعنی رُعب سخت ہے۔ بتاؤ مسلمانوں جو لوہا آسمان سے نازل ہُوا، اس کی شکل و صُورت کیسی تھی؟ بندوق تھی، گن تھی، توپ تھی یا کلہاڑا تھا۔ برچھا تھا یا چاقو تھا ایرن تھی یا ہتھوڑا تھا بتاؤ کس شکل میں تھا جو لوہا آسمان سے نازل ہُوا۔ ہرگز نہ بتا سکو گے ہاں اگر نہ بتا سکو تو نہ کہا کرو کہ قرآن کافی ہے ان سے دریافت کرو جو قرآن کے مالک و وارث ہیں۔ صلواۃ

منقول ہے کہ جنگ بدر کے روز تاجدار رسالت کے ایک صحابی جناب عکاشہ بن محض رضؓ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ نبی اکرمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے۔ کہ یا رسولؐ اللہ! میری تلوار ٹوٹ گئی آنحضرت نے ایک لکڑی کو اٹھایا ادھر لکڑی کا دستِ نبوت میں آنا تھا کہ تلوار بن گئی۔ آنحضرت نے عکاشہؓ کے حوالے کی اور انہوں نے جنگ جاری رکھا۔ کنوز المعجزات صفحہ ۳۴۔ مگر جب جنگِ احد میں حضرت علیؑ کی تلوار ٹوٹی کیونکہ جناب امیر علیہ السلام نے نو مرتبہ تلوار کو ٹیڑھا ہونے پر سیدھا فرمایا تھا آخر ٹوٹ گئی۔ تلوار کو پھینک کر حضورؐ سے آکر عرض کی۔ یا رسول اللہ ہتھیار نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ مولا میری تلوار ٹوٹ گئی آنحضرتؐ کی اپنی کمر میں دو تلواریں تھیں۔ نہ اپنی کمر سے تلوار نکال کر عطا فرمائی اور نہ ہی معجزے سے تلوار بنا کر عنایت فرمائی اُدھر میدان کی حالت ناگفتہ بہ ہے کہ جس سے بھاگ جانا بھی بہادری کی دلیل بن رہا ہے۔ تھوڑی دیر تو جناب حیدرؑ کرار خاموش رہے۔ یہاں تک کہ آسمان سے جبرئیل تلوار لے کر حاضر ہوئے اور حضرت امیر المؤمنین کو اُدھر سے قدرت نے ذوالفقار بھیجی اور مولا علیؑ نے جنگ جاری رکھا۔ میں تو یہی سمجھا ہوں کہ چونکہ پہلوان اُدھر کا تھا لہٰذا دنیا کا ہتھیار اس کے دست یداللّٰہی کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جدھر کا پہلوان

ذوالفقار کا نازل ہونا

تھا اُدھر ہی سے ہتھیار بھیجا۔ صلوٰۃ ۔ تلوار آتے ہی اپنی بلندی کا کلمہ پڑھوا لیا۔ سنو! خدا کا کلمہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور محمد مصطفیٰ کا کلمہ ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ۔ علی کا کلمہ لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ اور تلوار کا کلمہ لَاسَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ۔ صلوٰۃ حضرت صادق آلِ محمد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جبرئیل آسمان و زمین کے درمیان سُنہری کرسی پر بیٹھ کر اُحد کے روز فرماتے تھے لَاسَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ تفسیر انوار النجف جلد ۴ صـ۴۰ سیرۃ ابن ہشام صـ۳۸۷، تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ صـ۳۶۳، حاشیہ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی صاحب صـ۸۶۳، حاشیہ ترجمہ قرآن مجید مقبول احمد صاحب صـ۱۰۷۹۔ مودۃ القربیٰ صـ۱۵۔

جنگِ احد میں ذوالفقار نازل ہوئی تو جنگ کے خاتمہ کے بعد کسی نے عرض کی۔ یارسول اللہ یہ تو ہمارے اوپر اللہ تعالےٰ کا ہی احسان ہے کہ اس نے ذوالفقار کو جلدی نازل فرمادیا اگر چند لمحہ ذوالفقار نہ آتی تو یہ مشرکین تو ہمیں تعاقب کرکے مدینہ میں بھی نہ چھوڑتے۔ آنحضرت نے فرمایا لوگو! صحابی اور علیؑ میں یہی تو فرق ہے جو بتلانا مقصود تھا صحابی کی آخری منزل ہے کہ وہ محمدؐ سے پاتے ہیں اور علیؑ کا یہ وقار ہے کہ خدا تعالےٰ سے منگواتے ہیں صلوٰۃ۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں کسی سنّی بھائی نے دو شعر لکھے جن کو بے معرفت شیعہ لوگوں نے بھی بڑے اہتمام سے مجالس میں پڑھنا شروع کیا۔ وہ اشعار یہ تھے

ہر سپاہی لڑ رہا تھا شانِ حیدر کی طرح
ٹینک اڑتے تھے ہوا میں بابِ خیبر کی طرح
توپ کے دہانے سے آتی یہ صدا تھی بار بار
لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَاسَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

مگر السید تصدق حسین صاحب تصدق شیرازی بطرز رُباعی اس کا جواب خوب تحریر فرماتے ہیں۔ تصدق کی رُباعی سنیئے۔

مر گئی دنیا علیؑ بننے کی جھوٹی آس میں
فرق ہے کچھ سورہ توحید اور والنّاس میں

حیدر کرار سے تشبیہہ دینا ہے گناہ
ہاں جھلکتی شان حیدرؑ کی فقط عباسؑ میں

(صلوٰۃ)

جب الحدید یعنی خاص لوہا جو آسمان سے نازل ہوا وہ تو ذوالفقار ثابت ہوگیا۔ لو اب پوری آیت کی تشریح و تفسیر بالکل آسان ہوگئی آگے ہے۔ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ؕ یعنی ذوالفقار حیدرؑی میں رُعب ہے اور انسانوں کے لئے فائدے ہیں۔ رُعب تو یہ ہے کہ علی کا نام ہی میدان کی زینت ہے۔ حیدر کرار کے نعرے میں یہ تاثیر ہے کہ اپنے بیگانے اسے فتح کی دلیل سمجھتے ہیں۔ رُباعی

جیسے ہیں علیؑ ہر میدان کی زینت ویسے ہیں محبوں کے ایمان کی زینت
اصحاب پیغمبر میں تو فرق ہے کافی کئی فاتح خیبر کئی دستر خوان کی زینت

(صلوٰۃ)

انسانوں کے لئے فائدے ہیں ذوالفقار میں فائدے کیا ہیں سنیئے! اور رُوحِ ایمان کو تازہ کیجئے، چمن اسلام کی محافظ ہے ذوالفقار، اور کمزور و نادار انسانوں کو دولت سے مالا مال کرنے والی ہے ذوالفقار، مسلمانوں کو اس سے اور زیادہ کیا فائدہ ہوگا۔

بی بی عائشہ اور خیبر کی کھجوریں

جناب عائشہ اُم المومنین جو دین و دنیا کے شہنشاہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی تھی۔ خیبر کی فتح کے بعد فرماتی ہیں۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ قُلْنَا الْآنَ نَشْبَعُ مِنَ التَّمْرِ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا کہ اب ہم کھجوریں پیٹ بھر کر کھایا کریں گے۔ بخاری شریف ج۲ ص۶۱۸

اب اہل انصاف فیصلہ کریں کہ جب شہنشاہ دین و دنیا کی غربت و تنگ دستی کی یہ حالت ہے کہ ان کی بیوی خیبر کی فتح پر عُسرت و افلاس سے نجات کا خوشی سے اعلان فرما رہی ہے تو اوروں کا کیا حال ہوگا۔ دھڑ دار ملاں کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں روپے کی دولت دین مصطفیٰ پر قربان کر دی۔ بزرگوں نے خلافت کو پا کر کون سی دولت جمع کرلی تھی بلکہ اپنا تمام سرمایہ بھی دین پر خرچ کر دیا۔ مگر میری اہل انصاف

سے گذارش ہے کہ پہلے کوئی بزرگ یہ تو ثابت کرے کہ اُن کی اپنی مالی کیفیت کیا تھی۔ اُن کے پاس دولت کہاں تھی اور کب یہ غنی بنے تھے۔ لو میں انہی کی زبان سے اور بخاری شریف کے بیان سے اُن کی سابقہ حالت کو پیش خدمت کرتا ہوں۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عنہ قَالَ مَاشَبِعْنَا حَتّٰی فَتَحْنَا خَیْبَرًا۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ فتح خیبر سے پہلے ہم نے پیٹ بھر کر کبھی کھانا ہی نہیں کھایا۔ بخاری شریف جلد ۲ ص۶۱۸ جس جنگ خیبر کی فتح کے بعد مسلمانو کو پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا وہ جنگ تو ہجرت کے ساتویں سال فتح ہوا تھا تو ثابت ہُوا کہ سات ہجری سے پہلے تو صحابہ کرام نہایت ہی قلاش و نادار تھے۔ خیبر کے مال غنیمت نے مسلمانوں کی حالت کو یکسر بدل دیا۔ غریب امیر ہو گئے مفلس ساہوکار ہو گئے۔ گداگر شہنشاہ ہو گئے۔ جن کو ساری زندگی پیٹ بھر کر ایک دن بھی کھانا نصیب نہ ہُوا وہ غنی بن گئے یہ ہوا ہے ذوالفقار سے لوگوں کو پہلا فائدہ جس سے اسلام کی جان میں جان آ گئی جو لوگ ہجری گیارہ میں تختِ حکومت پر قابض نظر آتے ہیں ان کی سابقہ مالی حالت کو تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ کر کے فیصلہ کرو کہ ان بزرگوں نے اسلام پر کیا کچھ خرچ کیا ہے ارے یہ تو علیؑ کی ذوالفقار کے صدقہ سے غنی بنے ہیں۔ صلوٰۃ

جنگ بدر کی لڑائی میں مسلمانو کی مالی حالت بزبان حفیظ جالندھری سنیئے۔ شعر

تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

جنگ خندق میں خود نبی کریمؐ چار دن کے فاقہ میں نظر آتے ہیں اس حالتِ غربت کو علیؑ کی ذوالفقار نے بدل دیا۔ فضائل مرتضوی ص۱۳۲ پر ہے کہ خیبر کا سونا جب تقسیم ہوا تو ہر ایک کے حصہ میں ایک ایک من سونا آیا تھا۔ اندازہ لگاؤ چاندی، پارچات، برتن، غلہ وغیرہ کتنا کتنا ملا ہو گا یہ تھی ذوالفقار کی پہلی برکت جو مسلمانوں کو فائدہ ہُوا۔ اعتراض ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ کو بھی تو حصہ خیبر کے مال غنیمت سے ملا تھا وہ بھی اسی ذوالفقار کی ہی برکت سے غنی ہوئے ہوں گے۔ جواباً عرض ہے کہ میرے مولا امیر المومنین کو بیشک جناب رسولخداؐ نے مال غنیمت سے حصہ دیا تھا۔ جب میدان میں علم چھوڑ کر آنے والے

بزرگوں کو مالِ غنیمت کا حصّہ پُورا مل گیا تو علیؑ کو کیونکر نہ ملتا ضرور ملا تھا۔ مگر علیؑ علیؑ ہے۔ لوگو علیؑ صرف سخی نہیں بلکہ کریم ابن کریم ہے۔

سنیئے! سخاوت کے چار درجے ہیں پہلا درجہ ہے کریم کا۔ کریم وہ ہوتا ہے جو رزق کمائے اور خود نہ کھائے بلکہ دوسروں کو کھلائے یہ ہے کریم، دوسرا درجہ ہے سخی اور سخی وہ ہوتا ہے جو رزق کمائے خود بھی کھائے اور اللہ کی مخلوق کو بھی کھلائے یہ ہے سخی تیسرا درجہ ہے بخیل کا یعنی بخیل وہ ہوتا ہے جو رزق کمائے خود تو کھائے مگر مخلوق خدا کو نہ کھلائے یہ ہے بخیل، چوتھا درجہ ہے لئیم۔ بس لئیم وہ ہوتا ہے جو رزق کمائے نہ خود کھائے نہ کسی کو کھلائے۔ صندوق میں جوڑ کے مر جائے۔ اسے کہتے ہیں لئیم، ایسے لوگ بھی تو دنیا میں ہیں کہ جن بچاروں کو کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ ہمارے علاقہ ساہیوال میں ایک ایسی مثال دیکھنے میں آئی ہے کہ ایک بہت بڑا زمیندار جس کا لڑکا نہ لڑکی، نہ بیوی دس مربعہ زمین کا مالک نہ بچارے کو دن میں آرام نہ رات کو چین ایک پاؤ بھر گوشت لے کر دو دن خود اور باورچی عید مناتے تھے۔ باورچی کو تول کر آٹا دیتے تھے کہ کہیں زیادہ نہ پک جائے۔ باورچی مُشکل سے ایک مہینہ اس کی ملازمت میں نکالتا تھا۔ ساری زندگی بچارے کی دولت جمع کرتے کرتے گزر گئی۔ جب پیمانۂ زندگی لبریز ہوگیا اور مرنے کے قریب پہنچا تو ٹھنڈی سانس لی۔ لواحقین کے دریافت کرنے پر کہا کہ ہائے میں اپنی مراد کو نہ پہنچا پوچھا گیا کہ آپ کی مراد کیا تھی کہا کہ دس لاکھ روپیہ جمع کرنے کی تمنا تھی۔ مگر نہ پُوری کر سکا نامراد ہی جا رہا ہوں۔ لواحقین نے پوچھا کتنے کم ہیں کہا کہ دس پندرہ ہزار ہی تو کم ہیں۔ لواحقین نے اپنی طرف سے رقم ڈال کر پوری کر کے اس کو دکھلا دیئے۔ بس دس لاکھ کی رقم دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے آپ کو ملک الموت کے حوالے کر دیا یہ ہے صحیح لئیم کی قسم۔ تو ان چار قسموں میں مومن سخی ہیں اور حیدر کرار کریم ہے بلکہ ابن کریم ہے۔ میں خیبر کی دولت کا ذکر کر رہا تھا کہ میرے مولا حیدرؑ کرار کے حصّے کا ڈھیر لگا پڑا ہے کہ آپ نے دیکھا کہ میدان سے دُور کچھ عورتیں اور بچے کھڑے ہیں۔ آپ نے قنبرؓ سے فرمایا ان عورتوں اور بچوں کو بلا کر لے آؤ۔ جب عورتیں حاضر ہوئیں تو حضرت علیؑ نے فرمایا: بیبیوں کیا تمہاری

نساء امیر کا مال غنیمت میں حصّہ

بھی کوئی غرض ہے کہا ہاں ہماری غرض بھی ہے۔ مگر اس شخص سے ہے جس نے کل خیبر کو فتح کیا ہے فرمایا بیان کرو وہ محمد مصطفٰے کا غلام میں ہی ہوں۔ کہا اے! دنیا کے مشکل کشا ہم بیوہ عورتیں ہیں اور یہ ہمارے یتیم بچے ہیں۔ آپ نے خیبر کو فتح کر کے بیشمار دولت حاصل کی ہے برائے کرم کچھ ہمیں بھی عنایت کریں بس اتنا سننا تھا کہ مولا نے فرمایا قنبرؓ میرے حصّہ کا مال ان عورتوں اور بچوں میں تقسیم کر دے جس طرح خالی دامن گئے تھے ویسے ہی خالی دامن جھاڑ کر واپس تشریف لائے۔ جب جناب سیّدہ نے مالِ غنیمت کے بارے میں عرض کی تو فرمایا بتولؑ بے شک آپ کی اولاد تین دن کی بھوکی تھی مگر علیؑ مجبور تھا۔ سیّدہ تیرے باپ نے خیبر میں دولت مجھے دی اور میں نے آپ کے خدا کو دیدی۔ جناب سیّدہ نے اتنا سُنا تو سجدۂ شکر ادا کیا کہ پالنے والے تیری ذات کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے فاطمہؑ کو علیؑ جیسا شوہر عطا فرمایا ہے۔ صلوٰۃ رُباعی عرض ہے۔

توڑ دے جس کو علی پیوند ہوتا ہی نہیں — دے جسے حیدر وہ حاجتمند ہوتا ہی نہیں
ڈر نہیں ماہتاب کو گر باب تو بہ بند ہو — علم کے گھر کا کبھی در بند ہوتا ہی نہیں

اگلا حصّہ آیت کا ہے۔ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ —— اور اللہ یہ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی بِالْغَيْبِ یعنی چھپ چھپ کے کون مدد کرتا ہے اس آیت سے تو ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ بھی اس مرد کو ظاہر کرنا چاہتا ہے جو اس کی مدد کرے۔ مسلمانو! قرآن میں ہے کہ اللہ تعالےٰ مدد مانگتا ہے۔ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ مدد مانگے تو جائز اور اگر ہم اس مرد سے مدد مانگیں تو کیونکر ناجائز اور شرک ہوگا۔ قرآن پاک سے ایک اور آیت سُن لیجئے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ پارہ ۲۶ رکوع ۵ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو مدد کرے گا تمہاری اللہ اور ثابت رکھے گا تمہارے قدموں کو۔ اب تو ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بھی مومنوں سے مدد کا طالب ہے۔ مفسرین نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اگر تم اللہ تعالےٰ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالےٰ بھی تمہاری مدد کرے گا کہ تم کو ثابت قدم رکھے گا معلوم ہوا کہ جو بزرگ ثابت قدم میدان میں نہ رہ

خدا کا لوگوں سے مدد مانگنا

سکے ان کی خدا نے کوئی مدد نہیں کی۔ ورنہ ثابت قدم رہتے اور اگر یہ اللہ کے دین کی مدد کرتے تو ضرور خدا تعالےٰ بھی ان کی مدد کرتا۔ بس جنگ سے بھاگنے والوں نے نہ خدا کی مدد کی اور نہ خدا نے ان کی کوئی مدد کی اور جو میدانِ جہاد سے کبھی نہیں بھاگا بلکہ قرآن شاہد ہے كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ پارہ ۲۸ رکوع ۹ کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جم کر لڑتے تھے تو بس اُس نے ہی خدا کی مدد کی اور خدا نے اس کی مدد فرمائی کہ ثابت قدم رکھا وہ ہے ذات علی ابن ابیطالب علیہ السلام مسلمانو! جب خدا تعالےٰ علیٰ کل شیئٍ قدیر جو مدد کا خالق ہے جو علی المرتضیٰ کا معبود و مسجود ہے وہ دین میں علیؑ کی مدد کا طلب گار ہے تو تیری میری علیؑ کے بغیر کیسے گزر جائے گی۔ صلوٰۃ رُباعی

لے کے دین میں مدد اب رب دوسرا ہی رہا مدد رسول سے لی تو مصطفےٰ ہی رہا
ہمیں سے ضد ہے کہ ہے شرک یا علیؑ کہنا نبی نبی ہی رہا اور خدا خدا ہی رہا
(تصدّق)

اب مجھے قدرے پیغمبروں کی مدد کے بارے میں عرض کرنا ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہر مومن اپنے زمانہ کے رسول کی مدد کرے۔ مگر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک انسان پیغمبروں کی مدد کرے جس نبی کی شریعت پر ہے اس کی تو ہر مدد ہو سکتی ہے سابقہ رسولوں کی کیونکر اور کیسے کوئی مدد کرے گا اور تمام رسول ایک وقت میں ہوتے تو سب کی مدد ممکن تھی، مگر بعد میں پیدا ہونے والے کس طرح گزرے ہوئے انبیاء کی مدد کر سکتے ہیں۔ یہ ہے مسئلہ مشکل جو بغیر مشکل کشا کے حل نہیں ہو گا۔ ماننا پڑے گا کہ کوئی ایسا کامل انسان قدرت نے پیدا فرما دیا ہے۔ جس نے ہر نبی کی مدد کی۔ حدیث قدسی سنیئے! يَا اَحْمَدُ اَرْسَلْتُ عَلِيًّا مَعَ كُلِّ نَبِيٍّ سِرًّا وَّمَعَكَ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً، مناقب مرتضوی صـ ۲۳۸ حقائق الوساسط صـ ۲۲۳، اے احمد میں نے علیؑ کو ہر ایک نبی کے ساتھ پوشیدہ طور پر بھیجا ہے اور تیرے ساتھ پوشیدہ اور ظاہر دونوں طرح بھیجا ہے۔ یہ ہے رسولوں کی مدد کرنا جس کو خود میرے مولا ان الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں۔ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللّٰهِ قَدْ كُنْتُ مَعَ اِبْرَاهِيْمَ فِى النَّارِ وَاَنَا الَّذِىْ جَعَلْتُهٗ بَرْدًا وَّسَلَامًا

جناب امیر نے پیغمبروں کی مدد کی

وَكُنْتُ مَعَ نُوحٍ فِي السَّفِيْنَةِ فَنَجَّيْتُهُ وَكُنْتُ مَعَ مُوسٰى عَلَى الطُّوْرِ وَكَلَّمْتُهُ وَكُنْتُ مَعَ يُوسُفَ فِي الْجُبِّ فَانْجَيْتُهُ مِنْ كَيْدِ إِخْوَتِهِ وَكُنْتُ مَعَ عِيْسٰى فِي الْمَهْدِ وَعَلَّمْتُهُ الْإِنْجِيْلَ کتاب حقائق الوسائط صـ۲۲۴

میں تھا ابراہیمؑ کے ساتھ اور اس آگ کو ٹھنڈا کرنے والا میں تھا۔ نوحؑ کے ساتھ اور طوفان سے کشتی کو نجات دینے والا میں تھا۔ موسٰیؑ کے ساتھ طور پہ باتیں کرنے والا میں تھا یوسفؑ کے ساتھ کنویں میں اور اس کے بھائیوں کے مکر سے اُسے بچانے والا اور میں تھا عیسٰیؑ کو ماں کی گود میں انجیل پڑھانے والا۔ اللہ اکبر۔ کوئی صاحب اس فرمان امام کو پڑھ کر گھبرا نہ جائے اس دور کے محقق اعظم مولانا محمد حسین صاحب قبلہ ڈھکو نے بھی اصولِ الشریعۃ کے صـ۱۴۷ پر تسلیم و تحریر فرمایا ہے کہ کبھی عالم ارواح میں سیّد الاوصیاء کو بھیج کر اپنے کسی برگزیدہ نبی کی مدد فرمائی ہو۔ صلوٰۃ بر محمدؐ وآل محمدؐ، رُباعی

شاہانِ جہاں سب ہیں گدائے حیدرؑ ہے ابر کرم دستِ سخائے حیدرؑ
یعقوبؑ، خلیلؑ، یوسفؑ، آدمؑ، نوحؑ سب کی مشکل میں کام آئے حیدرؑ

انبیاء علیہم السّلام کی مدد پر ایک دو واقعے سُن لیں۔ منقول ہے کہ ایک جن جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر تھا کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام تشریف لانے لگے وہ جن جناب امیر کو دیکھ کر گھبرایا اور اپنے کو چھپانے کے لئے چڑیا کی شکل میں ہوگیا اور کہنے لگا یارسول اللہ مجھے پناہ دیجئے، حضرت نے دریافت کیا کہ کس سے پناہ چاہتا ہے۔ عرض کی کہ اس جوان سے جو سامنے آرہا ہے۔ حضرت نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ تو اس قدر خائف ہے۔ عرض کی یارسول اللہ! میں حضرت نوحؑ علیہ السّلام کے زمانے کا ہوں اور طوفانِ نوحؑ میں کشتیٔ نوحؑ کو میں سوراخ کرنے لگا تھا کہ کشتی غرق ہوجائے ابھی میں نے اپنا مذموم کام شروع ہی کیا تھا کہ یہ جوان ظاہر ہُوا، اور میرے ہاتھ پہ ایسی ضرب لگائی کہ میرا ہاتھ کٹ گیا، آنحضرتؐ نے فرمایا بے شک تو درست کہتا ہے۔ واقعی یہ وہی جوان ہے۔

مدینۃ المعاجز صـ۲۰، تفسیر البرہان جلد ۲ صـ۱۳۱۷، حقائق الوسائط صـ۴۲۱

اسی طرح تفسیر البرہان جلد ۲ صـ۴۹۰ پر روایت تحریر کی گئی ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ

جنابِ امیرؑ سے حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کی مدد

اور ہارونؑ دونوں فرعون کے پاس تشریف لائے تو فرعون نے پہریداروں سے کہا کہ ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہ آنے پائے۔ مگر جب دونوں پیغمبر آگے بڑھے تو انہیں کچھ خطرات محسوس ہوئے فوراً ایک جوان شہسوار ان کی مدد کو آگیا اور فرعون سے کہا کہ ان دونوں پیغمبروں کی بات سنو! ورنہ تجھے قتل کر دوں گا۔ فرعون نے ڈرتے ہوئے موسیٰؑ سے کہا کہ صبح کو جواب دوں گا۔ جب موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں باہر چلے گئے تو فرعون نے پہریداروں کو بلایا اور غصے میں کہا کہ یہ جوان شہسوار ہمارے دربار میں کس طرح چلا آیا، کس کی اجازت تھی کہ اسے آنے دیا۔ پہریداروں نے فرعون کی عزت کی قسم کھا کر کہا کہ ان دو پیغمبروں کے سوا اس دروازے سے کوئی داخل نہیں ہوا یہ جوان شہسوار جس نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کی مدد فرمائی علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ حقائق الوسائط صد ۴۲

بس قدرت نے علیؑ کے ذریعہ سے انبیاء کی مدد فرمائی۔ یعنی علیؑ نے تمام انبیاء کی مدد کی۔ چھپ چھپ کر مدد کی اور رسولؐ خدا کی مدد چھپ کر بھی فرمائی اور اعلانیہ بھی فرمائی۔ جیسا کہ حدیث قدسی سے ظاہر ہے ایک صاحب نے فرمایا کہ تمام انبیاء کی مدد ظاہر کیوں نہ کی تاکہ آج اشکال و انکار کی گنجائش نہ رہتی۔ میں نے عرض کیا حضور ایک نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد ظاہر فرمائی تب بے معرفت لوگوں نے خدا مانا اور مشرک ہو گئے آج بھی دنیا میں وہ مشرکین جنہیں لوگ نصیری کہتے ہیں موجود ہیں۔ جناب من ایک نبی کی ظاہری مدد پر یہ عالم ہے اگر سارے انبیاء کی مدد ظاہر بظاہر علیؑ کرتے تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے لوگ آج دنیا میں توحید پرست نظر آتے۔

جن اور علیؑ

اب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدد کے بارے میں ایک واقعہ نقل کرتا ہوں۔ روایت میں ہے کہ ایک روز جناب رسالتمآبؐ کی خدمت اقدس میں ایک جن حاضر تھا کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوئے۔ جن نے جناب امیر علیہ السلام کو آتا دیکھ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں استغاثہ کیا اور عرض کی کہ مجھے اس جوان سے بچائیے حضرتؐ نے فرمایا! اس جوان نے تیرے ساتھ کیا کیا ہے؟ جن نے عرض کی کہ حضورؐ میں نے حضرت سلیمانؑ نبی سے سرکشی کی تھی تو انہوں نے کچھ جنات میری گرفتاری کے لئے بھیجے

تھے مگر میں ان کے قابو میں نہ آیا۔ پھر یہ جوان میرے سامنے آیا اور مجھے ضرب لگا کر زخمی کر دیا اور گرفتار کر کے جناب سلیمانؑ کے پیش کیا۔ یا رسول اللہ! اس ضرب کا نشان دیکھئے ابھی تک باقی ہے۔ مدینۃ المعاجز صد۲، حقائق الوسائط صد۲۲۴ انبیاء علیہم السّلام کی مدد جو امیر المومنینؑ نے فرمائی ہے اس کے چند نمونے بیان کرنے کے بعد اب جناب رسولؐ خدا کی مدد کے دو واقعے ایک بزم کا اور ایک رزم کا عرض کر کے دامن تقریر سمیٹ لوں گا۔ بزم کی مدد سنو جب خداوند کریم نے حکم کیا۔ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ پارہ ۱۹ رکوع ۱۵ میرے حبیب اپنے قریبیوں کو ڈراؤ یعنی پہلے اقربین کو تبلیغ توحید کرو۔ پہلے الف والے اقربین کو سمجھاؤ پھر عقرب عین والے درست کرنا۔ اس حکم خداوندی کو پاکر آپ نے حضرت علیؑ کو دعوت کی تیاری کا حکم صادر فرمایا۔ جناب امیرؑ نے سوا سیر گندم کی روٹیاں اور ایک ران بکرے کا گوشت اور ایک پیالہ دودھ کا مہیا فرمایا۔ جناب رسولؐ خدا نے عبد المطلب کی تمام اولاد کو جمع کرنے کا حکم فرمایا جو تقریباً چالیس آدمی تھے۔ جناب امیر علیہ السّلام نے سب کو کھانا کھلایا اور کاسہ سے دودھ بھی پلایا۔ سب کے سب سیر ہو گئے اس معجزہ کو دیکھ کر ابولہب نے کہا کہ دیکھو محمدؐ کتنا بڑا جادوگر ہے ایک آدمی کا کھانا ہم چالیس آدمیوں سے بھی ختم نہ ہو سکا یہ سُن کر تمام کے تمام اُٹھ کر چلے گئے اور حضورؐ کو کہنے کا موقعہ نہ ملا اس پر نبی اکرمؐ نے فرمایا علیؑ دیکھا تو نے کہ اس شخص نے کیسی سبقت کی ہے محمدؐ کو بولنے ہی نہیں دیا اب پھر کل اسی طرح سامان کھانا تیار کرنا جیسا کہ آج تیار کیا ہے۔ دوسرے روز اسی طرح حضرت علیؑ نے کھانا تیار فرمایا اور پھر اولاد عبد المطلب کو جمع کر کے کھانا کھلایا جب وہ کھانے سے فراغت پا چکے تو اس وقت رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم تم لوگوں کی بہت اچھی قسمت اور نصیب ہے کیونکہ میں ایسی خیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لایا ہوں کہ اس سے تم کو دنیا پر فضیلت حاصل ہو گی۔ خدا تعالےٰ نے مجھ کو تمہاری ہدایت کا حکم دیا ہے۔ کون شخص تم میں سے اس میں میرا شریک کار ہو کر میرا بھائی اور وصی اور خلیفہ بننا چاہتا ہے۔ حضرت کی اس تقریر کو سُن کر سب خاموش تھے کہ حضرت علیؑ نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ اس سلسلہ میں آپ کی مدد میں کروں گا۔ میں آپ کے دشمنوں کو نیزے ماروں گا۔

میں آپ کے دُشمنوں کی آنکھیں پھوڑ دونگا اور اُن کے پیٹ چیر دوں گا ٹانگیں توڑ دوں گا۔ آنحضرتؐ نے اس وقت حضرت علیؑ کی گردن پر ہاتھ مبارک رکھ کر ارشاد فرمایا:۔ یَا عَلِیُّ اَنْتَ اَخِیْ وَ وَصِیِّیْ وَخَلِیْفَتِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اے علیؑ تو میرا بھائی ہے میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے دنیا اور آخرت میں۔ اے اولاد عبدالمطلب اس کی سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ یہ سُن کر سب قوم کے لوگ از روئے تمسخر ہنس کر کھڑے ہو گئے اور ابو طالبؑ سے کہنے لگے کہ اپنے بیٹے کی بات سُن اور اطاعت کر۔ تاریخ ابو الفدا صہ ۳۳، تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ صہ ۴۹۴، خلفائے راشدین صہ ۲۷۔

دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ اسلام کا وہ مشہور واقعہ ہے کہ جس سے کوئی مفسّر و مورّخ اور محدّث انکار نہیں کر سکتا۔ دعوت ذوالعشیرہ میں نبی اکرمؐ نے اپنے تمام قریبیوں کو بلایا مگر خدیجۃ الکبریٰ کو نہ بلا کر حضورؐ نے ثابت کر دیا کہ کل کوئی عقد کی وجہ سے قریبی ہونے کا دعویٰ نہ کرے۔ جب نکاح کی وجہ سے خدیجۃ الکبریٰ قریبی نہ بن سکی تو اور کون ہے جو قریبی ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ دوسرا اس دعوت میں عورتوں میں صفیہ بنت عبدالمطلب۔ اُمّ ہانی فاطمہ بنت اسد اور فاطمہ بنت محمدؐ تو نظر آجائے گی مگر تین اور رسول کی صاحبزادیاں دنیا کی کسی کتاب میں نظر نہیں آسکتیں۔ مسلمانو! اگر یہ صاحبزادیاں میدانِ اُحد میں نبی اکرمؐ کی شہادت کی خبر سُن کر بتولؑ کی طرح نہ پہنچ سکیں تو تم نے کہا کہ ان کا انتقال ہو چکا تھا اگر مباہلہ میں رسولؐ خدا کے ساتھ تشریف نہ لے گئیں تو تم نے انتقال کا ہی بہانہ فرمایا۔ اگر ہم نے کہا کہ وراثت رسول اللہ پر بتول کا ساتھ انہوں نے کیوں نہ دیا تو تم نے کہا کہ وہ پہلے مر چکی تھیں اب دعوتِ ذوالعشیرہ میں بھی تو نظر نہیں آتیں۔ اب کوئی بہانہ کرو۔ یا انہیں اقربین سے خارج کرو یا انہیں دعوتِ ذوالعشیرہ میں ثابت کرو۔ بس ذوالعشیرہ میں اکیلی بتولؑ کا ہونا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ رسولؐ اللہ کی صُلبی ایک ہی بیٹی تھی اگر کوئی دوسری بھی بتولؑ کی بہن ہوتی تو ضرور دعوت میں شرکت فرماتی۔ مسلمانو! اگر رسولؐ اللہ کے قریبی دیکھنے ہیں تو دعوتِ ذوالعشیرہ میں غور سے دیکھو تو معاملہ صاف ہو جائے گا۔ صلوٰۃ۔

بزم کی مدد سُن چکے تو اب ایک رزم کی مدد بھی سُن لیں تاکہ اس انسان کا مکمل پتہ

جنگ خندق مفصل

چل جائے کہ اللہ کے دین کی اور رسولوں کی کون مدد کرتا ہے۔ سنیئے! ہجری پانچ آٹھ ذیقعدہ کو ایک جنگ مسلمانوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں ہوئی اس جنگ کو جنگ خندق یا احزاب کہتے ہیں۔ اس لڑائی میں عرب کی تمام طاقتیں جمع ہو کر مشعل اسلام کو گُل کرنا چاہتی تھیں۔ کتب تاریخ میں کم از کم دس ۱۰ ہزار اور زیادہ سے زیادہ پچیس ۲۵ ہزار کفار بیان ہوتے ہیں۔ رسول خدا نے اپنی ظاہری قوت کو کمزور سمجھ کر مدینے کے ارد گرد خندق کھودنے کا حکم دیا ادھر خندق تیار ہوئی اُدھر ابوسفیان پچیس ۲۵ ہزار کا لشکر لے کر آ پہنچا۔ مشرکین نے بیس ۲۰ روز تک محاصرہ رکھا۔ آخر ایک روز کسی تنگ دل کی کھدی ہوئی تنگ جگہ سے عمرو بن عبدود دو ساتھیوں سمیت اندر آ گیا۔ اور گھوڑا دوڑا کر خیمہ رسول کے قریب آیا اور کہا ھَلْ مِنْ مُبَارِزْ ہے کوئی جو میرے مقابلہ کو آئے کہا مسلمانو تمہارا تو اعتقاد و ایمان ہے کہ جو قتل کر دے وہ غازی ہو کر جنت جاتا ہے اور جو میدانِ جنگ میں قتل ہو جائے وہ شہید ہو کر فوراً جنت چلا جاتا ہے آؤ جس کو جنت کا شوق ہے میری تلوار کی نوک میں تمہاری جنت ہے آؤ جس نے جلدی جنت جانا ہے میں اُسے فوراً جنت پہنچا دوں بس عمرو بن عبدود کا کلام سُن کر اسلامی فوج کی حالت دگرگوں ہو گئی کَاَنَّھُمْ عَلٰی رُؤُسِھِمُ الطَّیْرُ اس طرح سر جھکائے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں کہتے ہیں عمرو بن عبدود نے خیمہ رسولؐ میں آ کر نیزہ مارا اور گستاخانہ انداز میں کہا کہ اے محمدؐ اگر کوئی اور جوان تیرا مقابلہ کو نہیں آتا تو خود باہر نکل کر میرے ساتھ جنگ کر آنحضرتؐ نے غصہ سے فرمایا مَنْ لِھٰذَا الْکَلْبِ فَلَہٗ نَبَایَتِیْ مِنْ بَعْدِیْ کون ہے جو اس کتے کو جواب دے اور میرے بعد میرا خلیفہ بنے

من لھذا الکلب

آج نبی اکرمؐ نے امت کو سمجھا دیا کہ میرے جیسا خلیق و کریم انسان بھی اُسے کتا کہتا ہے۔ جو معصوم کے دروازے پر آ کر گستاخی کرے یعنی نگاہ مصطفیٰ میں وہ کتا ہی ہے جو معصوم کے دروازے پر آ کر گستاخی کرے۔ عمرو بن عبدود کی مبارز طلبی سُن کر حضرت عمر نے فرمایا۔ لوگو یہ عمرو بن عبدود ہے ایک مرتبہ ہم طائفہ قریش کے ساتھ جن میں عمرو بن عبدود بھی تھا بہت سامانِ تجارت لے کر شام کی طرف جا رہے تھے کہ ناگاہ ہزار کے قریب رہزنوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ اہل قافلہ نے جان و مال سے ہاتھ دھو لیے اسی اثنا میں عمرو بن عبدود

نے ایک شتر بچہ بجائے ڈھال ہاتھ میں لے کر شیر ژیاں اور پیل دماں کی طرح مخالفوں پر حملہ کیا اس کا ان کی طرف منہ کرنا تھا کہ وہ سب کے سب بھاگ گئے اور ہم سلامتی سے گزر گئے میں نہیں سمجھتا کہ حضرت عمر نے کس سیاست کے تحت عمرو بن عبدود کا تعارف اس انداز میں کرایا تھا۔ عمرو بن عبدود کی مبارز طلبی پر تین مرتبہ حیدرؑ کرار شیر خدا کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسولؐ اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس کا سر کاٹ کر حاضر کروں۔ تیسری بار رسولؐ اللہ نے فرمایا علی جانتے نہیں کہ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ عرض کی یارسولؐ اللہ! وہ عمرو بن عبدود ہے تو میں علیؑ ابن ابی طالب ہوں۔ بس رسولؐ اللہ نے اپنی زرہ اپنی عبا اپنی نعلین اپنی قبا حضرت علیؑ کو پہنائی اور خیمہ سے باہر لا کر اپنا عمامہ علیؑ کے سر پر رکھا میں نے عرض کی یارسولؐ اللہ! عمامہ بھی مولا علیؑ کے سر پر خیمہ میں رکھ دیتے، فرمایا عبا، قبا، نعلین کا میرے بعد جھگڑا نہیں ہوگا۔ جھگڑا ہوگا دستار کا۔ آج تمام صحابہ کے سامنے علیؑ کے سر پر عمامہ رکھ کر دنیا کو بتا رہا ہوں کہ میرے بعد میری دستار کا وارث یہ علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ علیؑ میدان کو چلے کسی نے کہا شیر خدا جا رہا ہے کسی نے کہا مولا مرتضیٰ جا رہا ہے کسی نے کہا میرا پیشوا جا رہا ہے کسی نے کہا جبرئیل کا استاد جا رہا ہے کسی نے کہا محمد کا داماد جا رہا ہے کسی نے کہا خدا کا خانہ زاد جا رہا ہے۔ نبی نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ اِلَی الْکُفْرِ کُلِّہٖ کسی نے عرض کی ہوگی کہ مولا علیؑ کو تو کل ایمان ہے مگر عمرو بن عبدود کل کفر کیسے؟ فرمایا ہوگا علی کے مقابلہ کو جو جو رہا ہوگا یعنی علیؑ کے مقابلے کو کُل کفر ہی تو آتا ہے۔ ثابت ہوا کہ باپ کل ایمان ہے۔ اور بزبان معین الدین اجمیری۔

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ   دین است حسینؑ، دین پناہ است حسینؑ

سر داد نہ داد دست در دست یزید   حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

بیٹا کل دین ہے جو باپ سے پھر گیا وہ بے ایمان ہوگیا جو بیٹے سے پھر گیا وہ بے دین ہوگیا صلوٰۃ

علیؑ میدان میں آئے کائنات میں سناٹا چھا گیا۔ بہتے ہوئے دریاؤں کا دھارا رُکا گل کی بُو رُکی۔ کلیوں کی چٹخ رُکی، خاروں کی خشک رکی۔ سبزے کی لہک رُکی۔ پھولوں کی مہک رُکی

اشاعت ادارہ دربار حسینی

سورج کی چمک رُکی، ستاروں کی دمک رُکی، بادل کا شور رُکا، ہوا کا زور رُکا، گھڑی گھڑیال رُکے۔ جبرئیل نے منادی کی لوگو میرے استاد کی جنگ دیکھو! بس حیدرِ کرار نے میدان میں آکر عمرو بن عبدود سے فرمایا میں نے سُنا ہے کہ تیرا اعلان ہے کہ اگر کوئی تجھ سے تین باتیں کہے ایک ان سے تو مان جاتا ہے کہا کہ ہاں! فرمایا اسلام قبول کر لے کہا کہ ہرگز نہیں فرمایا واپس چلا جا کہا کہ ہرگز نہیں عرب کی عورتیں طعنے دیں گی کہ بھاگ آیا ہے۔ بُزدل میدان سے بھاگتے ہیں۔ فرمایا میں پیدل ہوں تو بھی پیدل ہو کے میرے ساتھ جنگ کر عمرو بن عبدود فوراً گھوڑے سے کود پڑا اور گھوڑے کے پَے کر دیا کہ بھاگنے کی ندامت نہ اٹھانی پڑے یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب عمرو بن عبدود گھوڑے پہ تھا تو نبی اکرمؐ نے علیؑ کو گھوڑا کیوں نہ دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آج علیؑ کو تمغۂ کُلِ ایمان کا ملنے والا تھا اگر گھوڑا ساتھ ہوتا تو آج کا ملّاں کہہ دیتا کہ کُلِ ایمان تو حضورؐ نے گھوڑے کو فرمایا۔ بس علیؑ کی تلوار چلی اور عمرو کے دو ٹکڑے ہو گئے صحابہ کی جان میں جان آئی، لگے نعرے پہ نعرے لگانے نبیؐ نے وجد میں آکر فرمایا۔ ضَرْبَةُ عَلِيٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ علیؑ کی خندق کے روز کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے صلوٰۃ ادے جس کی ایک ضربت کائنات کی عبادت سے افضل ہو تو اس کی تریسٹھ سال کی پوری عبادت کتنی بلند ہو گی۔ ثقلین میں انسان۔ حیوان۔ جن۔ فرشتے۔ پرندے۔ چرندے۔ نبی اولالعزم پیغمبر۔ سورج ستارے۔ قمر حوریں غلمان سب کچھ ہے۔ مگر علیؑ کی ایک ضرب سب کی عبادت سے افضل، پھر خدا جانے کتنی افضل ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں تک عقل انسانی کی رسائی نہیں ہے۔

ابن عبدود کی بہن

روایت میں ہے کہ جناب امیرؑ نے عمرو بن عبدود کو قتل کر کے اس کا لباس زرہ نہیں اتاری۔ لوگوں نے کہا تو فرمایا میں نے عمرو سے جنگ صرف اور بس صرف رضائے الٰہی کے لئے کی ہے۔ جاؤ جس کو ضرورت ہے اس کا لباس اتار کر لے آئے۔ عمرو بن عبدود کی کی بہن بھائی کی لاش پہ آکر حیران ہو کر کہتی ہے۔ قَتَلَهُ كُفْوٌ كَرِيمٌ۔ میرے بھائی کا قاتل کوئی کریم انسان ہے جس نے لاش کی بے حرمتی نہیں کی۔ المجالس المرضیہ صفحہ ۶۲ تاریخ ابوالفداء صفحہ ۸۹

روضتہ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۰۹، رسول مقبول صفحہ ۱۴۸، ارجح المطالب صفحہ ۱۸۶، فضائل مرتضوی صفحہ ۴۴
لوگ حضرت علیؑ کے کمالات صحابہ کرام میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ خواہ مخواہ ہمارے واعظ بھی کہتے ہیں کہ صحابہ کا نام کلمہ میں کوئی نہیں۔ درود میں نہیں، آذان میں نہیں، نماز میں نہیں اقامت میں نہیں۔ صحابہ نے مرحب۔ عنتر، عمرو بن عبدود کو قتل نہیں کیا۔ میں کہا کرتا ہوں لوگو! اتنی اونچی بات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ صحابہ کا نام تو جگنی میں بھی نہیں ہے جگنی لاشئی ہے پر جگنی بھی نام علیؑ دا لیندی آ، لوگو صحابہ کا مقابلہ کسی صحابی سے کرو اور علیؑ کا مقابلہ کسی علیؑ سے کرو۔ صلوٰۃ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت علیؑ نے ہر نبی کی مدد چھپ کے کی اور رسولخداؐ کی مدد چھپ کر بھی کی اور ظاہر بھی کی۔ حضرت مولانا قبلہ علامہ حسین بخش صاحب نے تفسیر انوار النجف کی جلد ۴ صفحہ ۱۴۱ پر تحریر فرمایا ہے۔ ومعہ سابکہ میں بحار الانوار سے مروی ہے کہ جنگ احد کے روز ہاتف سے حضرت رسالتمآبؐ کو یہ ندا پہنچی

نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ   تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ
كُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَيَنْجَلِي   بِوَلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ

ترجمہ: اے میرے حبیب علی کو پکارو جو ظاہر ہونے عجائبات کا مرکز ہے۔ پائے گا تو اسے مددگار اپنے لئے، حاجتوں میں۔ ہر مصیبت اور غم ختم ہو جادیں گے۔ بطفیل ولایت تیری کے یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ۔ کیوں مسلمانوں اب تو یا علی کہنا حکم خدا اور رسول سے ثابت ہو گیا کہ نہیں۔ صلوٰۃ رُباعی

بیٹھا ہے مشکلات کے رستے میں ہار کے   او بدنصیب دیکھ علی کو پکار کے
مرحب کا قتل بھی کوئی خیبر میں قتل تھا   پھینکا تھا ذوالفقار کا صدقہ اتار کے

اپنے اعتقاد کی رُباعی پیش خدمت ہے۔

پہلے یہ مان لے کہ ہیں مشکل کشا علیؑ   پھر دیکھ تیرے واسطے کرتے ہیں کیا علیؑ
ٹل جاتی ہیں ہماری تو ساری مصیبتیں   ہم جب کبھی خلوص سے کہتے ہیں یا علیؑ

ممکن ہے کوئی کہہ دے کہ مولا علی زندگی میں مدد کر سکتے تھے۔ شہادت کے بعد مدد نہیں کر سکتے اس سلسلہ میں دو ایک معتبر واقعات سن لیں۔ اسانید صحیحہ سے ثابت ہو

مرہ بن قیس کا دو ٹکڑے کرنا

چکا ہے کہ مرہ بن قیس نامی ایک کافر جو نہایت ہی مالدار اور صاحب جاہ و مرتبت تھا، اس نے سُنا کہ علیؑ ابن ابی طالب نے میرے بزرگوں کو قتل کیا ہے یہ دو ہزار بہادر ساتھ لے کر نجف اشرف آیا کہ آپ کی قبر مُطہر سے بے ادبی کرے۔ نجف کے لوگوں نے مقدور بھر شہر کی حفاظت کی آخر یہ ملعون چھ روز کے بعد روضہ اطہر میں داخل ہوگیا اور پکار کر کہا اے علیؑ اٹھ اور میرا مقابلہ کر تو نے ہی میرے آباؤ اجداد کو قتل کیا ہے۔ آج بدلہ لینے آیا ہوں۔ بس اتنی گستاخی کرنی تھی کہ روضۂ انور سے دو انگلیاں حیدر کرار کی ظاہر ہوئیں اور ملعون کو واصل جہنّم کر دیا۔ فضائل مرتضوی ص۳۸۷ یہ واقعہ اتنا مشہور و معروف ہے کہ اس سے انکار کرنا محالات میں سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب یہ کہہ دے کہ نجف میں مقیم ہے۔ وہاں تو مدد کر سکتا ہے مگر اور کسی جگہ پر مدد کرنا علی المرتضیٰ و آئمہ کا وظیفہ نہیں ہے۔

والیٔ دکن کا شیعہ مذہب قبول کرنا

میں ایک واقعہ جس کو سنّی تاریخ فرشتہ نے بھی ص۱۱۵ جلد ۲ مطبوعہ لکھنؤ۔ فتویٰ عزیزی جلد ا ص۴۲ پر مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ شہنشاہ دکن برہان نظام شاہ جو ۹۱۴ھ سے ۹۶۱ھ تک بادشاہ رہا ہے۔ اس کا بیٹا عبدالقادر تپ محرقہ میں گرفتار ہوا، کافی علاج معالجہ ہوا حکماء کے علاج کر ڈالے کوئی فائدہ نہ ہوا برہمنوں کے بت خانوں میں صدقات بھجوائے۔ ہندو اور مسلمان سب سے دعائیں کرائیں مگر عبدالقادر کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ فرشتہ اجل کی انتظار ہونے لگی تو مولانا شاہ طاہر شاہ جو ایران سے دکن تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ محمد و آلِ محمد علیہم السّلام سے استغاثہ کریں۔ یقیناً مدد کو تشریف لائیں گے۔ برہان نظام شاہ نے مولانا طاہر شاہ سے ہدایات حاصل کر کے محمد و آلِ محمد کی سرکار میں فریاد کی اِدھر عبدالقادر دم توڑ رہا تھا اُدھر دعا قبول ہوگئی۔ رات کو جناب رسولِ خُدا اور بارہ بزرگ تشریف لائے اور برہان نظام شاہ سے فرمایا تیرا لڑکا ٹھیک ہوگیا۔ اپنا وعدہ پُورا کرنا۔ اب جو بیٹے کے چہرہ پہ باپ کی نگاہ پڑی تو بیماری غائب اور بچہ میٹھی نیند سو رہا ہے۔ برہان نظام شاہ نے مذہب شیعہ اختیار کیا۔ اور علماء سے واقعہ بیان فرمایا۔ آج تک یہ خاندان شیعہ اثنا عشری چلا آتا ہے جوہر قرآن ص۱۰۵ مصنفہ مولانا السیّد علی حیدر صاحب مرحوم و مغفور مدیر رسالہ اصلاح کھجوا (صوبہ بہار) سبحان اللہ

ایک سیّد زادی کا مجوسی کے ہاں مہمان ہونا

خالقِ کائنات نے کتنے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ انسان پیدا فرمائے ہیں۔ اسی طرح ایک واقعہ قبلہ مفتی محمد عباس صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ نے نظم کیا ہے جس کو میں نے مع حوالہ تقریر ۱۲ میں درج کر دیا ہے۔

وہ علیؑ جو دنیا کا مشکل کشا تھا، مسلمانوں نے اس کی قدر نہ کی جن کی عزت و توقیر رسولؐ خدا کرتے تھے۔ مسلمان انہیں کے درپے آزار ہوئے۔ مصائب بھی اسی مناسبت سے سنیئے! علامہ سبط ابن جوزی اپنی کتاب تذکرۃ الخواص ص ۲۴۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بلخ میں ایک شخص اولاد علیؑ سے رہتا تھا اس کی ایک بیوی اور چند لڑکیاں تھیں۔ وہ شخص فوت ہو گیا اس کی بیوی کہتی ہے کہ میں شماتتِ اعداء کے خوف سے اپنے بچوں کو لے کر سمرقند کی طرف چلی گئی۔ جب ہم سمرقند پہنچے تو سخت سردی تھی میں نے اپنی لڑکیوں کو ایک مسجد میں بٹھایا اور اکیلی شہر کو چلی تاکہ ان کے کھانے کے لئے کوئی انتظام کروں میں نے ایک جگہ لوگوں کو ایک شیخ کے گرد جمع دیکھا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ رئیسِ شہر ہے میں نے آگے بڑھ کر اس سے اپنے حالات بیان کئے اس نے کہا کہ کوئی گواہ لے آؤ کہ تم اولاد علیؑ سے ہو۔ یہ کہہ کر رئیس نے اس سے منہ پھیر لیا میں مایوس ہو کر مسجد کی طرف واپس آ رہی تھی کہ راستہ میں چند لوگوں کو ایک شخص کے پاس دیکھا میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے کہ یہ ضامن البلاد یعنی شہر کا داروغہ ہے اور یہ مجوسی ہے میں نے بادل نخواستہ اس سے سوال کیا کہ میں سیّد زادی ہوں۔ میری بچیاں مسجد میں بیٹھی ہیں شہر کے رئیس نے اولاد علیؑ سے ہونے کے گواہ طلب کئے ہیں۔ پس اس مجوسی نے اپنے خادم کو آواز دی اور اسے کہا کہ اپنی مالکہ سے کہو کہ اپنا برقعہ اوڑھ کر آئے۔ جب اس کی بیوی آئی تو اس نے کہا کہ اپنی کنیزوں کے ساتھ جا کر مسجد سے اس عورت کی بچیوں کو لے آؤ۔ وہ عورت سیّدانی کے ساتھ گئی اور بچیوں، کو ساتھ لے آئی ایک علیحدہ مکان انہیں دیا اور نہایت ہی اچھی طرح خاطر و تواضع کی۔ جب آدھی رات ہوئی تو۔ رئیس شہر مسلمان نے خواب دیکھا کہ میدان محشر ہے۔ لواء الحمد جناب رسالتمآبؐ کے سر پر سایہ فگن ہے۔ اچانک اسے ایک محل زمرد سبز رنگ کا نظر آیا۔ دریافت کیا کہ یہ محل کس کا ہے؟ کہا

گیا کہ یہ مسلمان موحد کے لئے ہے اس نے آگے بڑھ کر رسولؐ خدا کو سلام کیا۔ آپؐ نے منہ پھیر لیا۔ اس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ میں تو مسلمان ہوں۔ نبی اکرمؐ نے غصے سے فرمایا اپنے مسلمان ہونے کا گواہ پیش کر اس نے عرض کی مولا اس وقت گواہ کہاں۔ فرمایا تو میری بچیوں سے گواہ طلب کرتا تھا یہ مکان اس کو ملے گا جس کے ہاں میری بچیاں مہمان ہیں پس وہ خواب سے بیدار ہوا اور اپنے منہ پر طمانچے مارنے لگا اور رونا شروع کیا آخر اس نے اپنے سارے غلام شہر میں دوڑا دیئے کہ کہیں اس سیدانی کا پتہ معلوم کرو۔ آخر اسے خبر ملی کہ وہ (داروغہ شہر) مجوسی کے ہاں ہے یہ داروغہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک ہزار دینار لے لو اور یہ علویہ سیدہ میرے سپرد کر دو، مجوسی نے کہا کہ اگر تو مجھے ایک لاکھ دینار دے تو بھی تجھے نہ دوں گا۔ زیادہ اصرار کرنے پر کہا کہ جو خواب تو نے دیکھا ہے وہی میں نے دیکھا ہے۔ اور جو محل و قصر تو نے دیکھا ہے وہ میرے لئے قدرت نے تیار کرایا ہے تو اپنا اسلام جتلاتا ہے خدا کی قسم میں اور میرے گھر والے اس وقت تک نہیں سوئے جب تک کہ ہم سب اس سیدانی کے ہاتھ پر مسلمان نہیں ہوئے اب ہم پر خدا کی رحمتیں برابر نازل ہو رہی ہیں اور رسولؐ خدا نے ہمیں بشارت دی ہے کہ تم نے میری اولاد سادات کی عزت کی۔ لہٰذا جنت تمہارے لئے واجب قرار دی گئی ہے۔ مگر ہائے! مسلمانوں نے آل محمدؐ کو رُلا رُلا کر مارا۔ کوئی کربلا، کوئی نجف، کوئی سامرہ، کوئی کاظمین کوئی شام اور کوئی طوس اور قم میں مدفون ہوا خلاصۃ المصائب صہ ۳۴۲ - الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ط

نویں مجلس

قرآن کی شان۔ قرآن اور اہلبیت۔ نماز گناہوں سے روکتی ہے۔ جنابِ امیرؑ کی نماز۔ بنتِ رسولؐ کی ناراضگی۔ نماز جنازہ جناب سیدہؑ۔ منعم علیہم، مغضوب علیہم، یاعلیؑ مدد، سہل بازار شام میں۔ مصائب دردمشق۔ ہندہ کا دربار میں آنا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۚ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ط پارہ ۱۳ رکوع ۱۰۔ اور اگر تحقیق کوئی قرآن ہو کہ چلائے جائیں اس کے ساتھ پہاڑ اور تسگافتہ کی جائے زمین یا بلوائے جائیں ساتھ اس کے مردے تو وہ یہی ہے بلکہ سارا معاملہ اللہ کے قبضہ میں ہے (ترجمہ علامہ حسین بخش صاحب قبلہ)

اس وقت ساری دنیا کی آبادی اڑھائی ارب کے قریب ہے جس میں سے مسلمان تقریباً ستر کروڑ ہیں۔ ان ستر کروڑ مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ قرآن پاک معجزہ ہے قرآن مجید کا ہر فیصلہ اور حکم حق ہے کلام پاک کی ابتداء میں اس کا اپنا اعلان ہے لَارَيْبَ فِيْهِ اس میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں جس نے قرآن پاک میں شک کیا وہ یقیناً کافر ہے اور جو صامت کتاب میں شک کرے وہ کافر تو جو ناطق قرآن میں شک کرے۔ وہ کیا ہوگا۔ صلوٰۃ

مسلمانو! اگر یہ درست ہے ہاں یقیناً درست وصحیح ہے قرآن معجزہ ہے اس کا

ہر حکم تقدیر الٰہی ہے تو یہاں میرا ایک سوال ہے وہ یہ کہ قرآن پاک کا دعویٰ ہے کہ میرے پڑھنے سے پہاڑ چلائے جا سکتے ہیں۔ زمین کی مسافتیں طے ہو سکتی ہیں قرآن پڑھ کر اللہ کے حکم سے مردے زندہ کئے جا سکتے ہیں۔ قرآن مجید کا دعویٰ اپنے مقام پر آج بھی حق ہے مگر مشاہدہ اس کے خلاف ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی سورۂ یٰسین کو پڑھ کر زندوں کو مارا جاتا ہے۔ میں خود اس کا قائل ہوں کہ ہر مرنے والے کو سورۂ یٰسین سناؤ تاکہ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ یعنی یہ سن کر مرے کہ امام مبین کے پاس ہر شئے کا علم ہے۔ زندگی میں امام مبین کے خلاف رہا تو مرتے ہوئے تو سن کے جائے جب ہر شئے کا علم ہے تو امام مبین میرے اعمال سے بھی واقف و آگاہ ہے۔ زندگی میں نہیں مانا تو شاید مرتے ہوئے ہی مان جائے۔ لوگو بے شک قرآن کی تلاوت سے پہاڑ چلائے جا سکتے ہیں۔ زمین کی مسافتیں طے ہو سکتیں ہیں اور مردے بھی زندہ کئے جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ قرآن کا وارث قرآن کی تلاوت کرے۔

اب میں حقیقتِ قرآن عرض کرتا ہوں تو ہر چیز کے چار درجے ہوتے ہیں (۱) لفظی (۲) مکتوبی (۳) ذہنی (۴) چوتھا ہے حقیقی۔ مثلاً مجھے تقریر کرتے ہوئے پسینہ آگیا تو زبان سے کہتا رہوں رومال۔ رومال پسینہ خشک نہیں ہو گا یہ ہے لفظی رومال۔ اگر کاغذ پر لکھ دوں تو بھی پسینہ صاف نہ ہو گا یہ ہے مکتوبی رومال۔ تیسرا اگر رومال کا نقشہ ذہن میں لے کر کھڑا ہو جاؤں تو پسینہ خشک نہ ہو گا یہ تینوں صورتیں ہیں رومال کی مگر کامل فائدہ صرف چوتھی شکل و صورت اصلی رومال سے ہی ہو گا جب ہر چیز کے چار وجود ثابت ہیں تو اسی طرح قرآن مجید کے بھی چار وجود ہیں جو ہم پڑھتے ہیں یہ مکتوبی قرآن ہے۔ حقیقی قرآن سنو! إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۝ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ پارہ ۲۷ رکوع ۱۶ تحقیق وہ قرآن باکرامت ہے۔ بیچ کتاب پوشیدہ کے نہیں اس کو مس کرتے مگر مطہر لوگ۔ ہے۔ کوئی قرآن جو کتاب پوشیدہ میں ہے اور مطہرون کے بغیر وہاں تک کسی کی رسائی ہی نہیں ہے۔ تفسیر قادری جلد ۲ صفحہ ۵۰۳ پر صاحب تفسیر تحریر فرماتے ہیں کہ اس قرآن پاک کو صرف معصوم ہی مس کر سکتے ہیں چونکہ فرشتے معصوم ہیں لہٰذا فرشتے اس کو مس کرتے ہیں۔ حقیقی قرآن کتاب مکنون

ہیں ہے ایک اور آیت سنیئے۔ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ پارہ ۲۱ رکوع ۱ بلکہ وہ آیتیں اُوْتُوا الْعِلْمَ کے سینوں میں ہیں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ کی تلاوت فرما کر اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ صدور ہمارے سینے ہیں جس میں قرآن کریم ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ سے مراد آئمہ ہیں۔ ترجمہ قرآن مجید مقبول احمد صاحب حاشیہ صد ۸۰۲ بحوالہ کافی تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ صد ۴ علمائے خاصہ اور عامہ بیان فرمایا کرتے ہیں کہ قبر میں سورہ الملک وغیرہ انسان کی اس طرح حفاظت کرے گی۔ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو چھپاتی ہے وہ جس طرح بھی قرآن مجید کی شکل و صورت ہوگی۔ وہ ہے حقیقی قرآن اور یہ ہے مکتوبی قرآن، ہاں اس مکتوبی قرآن پاک کو بغیر وضو کے مس کرنا بھی حرام ہے اگر ضرورت پڑے اور وضو نہ ہو تو قرآن کے ورق کنارے سے پکڑ کر الٹنے چاہئیں۔ ہاں میں قرآن پاک کی عظمت و طاقت بیان کر رہا تھا کہ اس کے پڑھنے سے مردے زندہ ہوتے ہیں۔ مگر آج معاملہ اس کے برعکس ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارا حقیقتِ قرآن سے کامل تمسک نہیں ہے ورنہ مُردے بھی زندہ ہوتے زمین کی مسافتیں بھی طے ہوتیں اور پہاڑ بھی چلائے جا سکتے۔

روایت میں ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ جو شخص ستر بار سورہ الحمد کو مردے پر پڑھے تو مُردہ زندہ ہوتا ہے فرمایا ہاں! صحیح ہے، ستر نہیں بلکہ سات مرتبہ پڑھنے سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ سائل نے حیران ہو کے کہا کہ کیا سات بار الحمد پڑھنے سے مردہ زندہ ہو سکتا ہے فرمایا بلکہ ایک بار پڑھنے سے بھی مردہ زندہ ہو سکتا ہے۔ سائل نے تعجب سے کہا یابن رسول اللہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے فرمایا بلکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے سے بھی مردہ زندہ ہو جاتا ہے اس نے کہا فرزند رسول میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا ہے مگر کوئی زندہ نہیں ہوا۔ فرمایا سورہ میں تو وہی اثر ہے مگر زبان کی نجاست سے کام بگڑ جاتا ہے اس نے کہا کہ مولا مجھے مردہ زندہ کر کے دکھلائیے فلاں شخص مرا پڑا ہے۔ اسے چل کر زندہ کر دیجئے فرمایا چلو

اُوْتُوا الْعِلْمَ

سورۃ الحمد سے مردہ زندہ ہوا

جب حضورؑ وہاں پہنچے تو لوگوں نے سُنا کہ امام نے سورہ الحمد صرف ایک مرتبہ تلاوت فرمایا اور مردے سے کہا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ وہ فوراً بستر مرگ سے اٹھ بیٹھا آپ نے سائل سے کہا کہ قرآن جیسی پاک کتاب کے لئے اس جیسا پاک قاری ہونا چاہیئے۔ صلوٰۃ تحفۃ الابرار ص۳۴

اور سنیئے! ابی خالد کابلی یحییٰ بن ام الطویل سے نقل کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ اس اثنا میں ایک نوجوان روتا ہوا آیا۔ آنجناب نے اس سے رونے کا سبب پوچھا اس نے کہا ابھی ابھی میری والدہ نے انتقال کیا ہے وہ مالدار تھی مگر وہ اپنے مال کے بارے میں کوئی وصیّت نہیں کر گئی اور نہ ہی اس کا کوئی اتہ پتہ بتا گئی ہے۔ البتہ اس نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ اس کی تجہیز و تکفین سے قبل آپ کو اس کی موت کی اطلاع دوں یہ سُن کر امام علیہ السلام نے فرمایا چلو اس مومنہ کے پاس چلیں چنانچہ سب لوگ اس کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ عورت مردہ حالت میں کپڑے میں ڈھانپی ہوئی پڑی ہے۔ امام علیہ السلام نے چند کلمات زبانِ اقدس سے تلاوت فرمائے ابھی امام علیہ السلام کا کلام ختم ہوا تھا کہ قادر مطلق نے عورت کو زندہ کر دیا وہ کلمہ شہادت پڑھتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی اور امام کو دیکھ کر عرض کی اُدْخُلِ الْبَیْتَ یَا مَوْلَایَ۔ میرے مولا اندر تشریف لائیے۔ چنانچہ امام عالی مقام اندر تشریف لائے اور تکیہ پر بیٹھ گئے۔ اس مومنہ سے فرمایا کہ وَصِیِّ یَرْحَمُکِ اللّٰہ خدا تم پر رحم کرے اپنی وصیّت کر اس نے عرض کی، یابن رسول اللہ میرے پاس اتنا مال ہے جو فلاں جگہ رکھا ہے۔ اس کا تیسرا حصّہ تو میں آپ کی نذر کرتی ہوں تاکہ آپ جہاں مناسب سمجھیں اپنے محبّوں میں صرف فرمادیں اور دو حصّے اپنے اس بیٹے کو دیتی ہوں بشرطیکہ آپ کے نزدیک آپ کے محبّوں میں شامل ہو ورنہ یہ بھی آپ کا مال ہے۔ فَلَا حَقَّ لِلْمُخَالِفِیْنَ فِیْ اَمْوَالِ الْمُؤْمِنِیْنَ کیونکہ مخالفین کا اہلِ ایمان کے مال میں کوئی حق نہیں ہے پھر اس مومنہ نے امام علیہ السلام سے التماس کی کہ آپ ہی میرا جنازہ پڑھیں اور تجہیز و تدفین کا خود انتظام فرمادیں۔ اس کے بعد امام کو سلام کر کے سابقہ حالت کی طرف لوٹ گئی یعنی مرگئی۔ سعادت الدارین ص۶۹ صلوٰۃ، حقیقت قرآن کے حامل۔ کربلا

عورت کا زندہ ہو کر وصیّت کرنا

کے میدان میں حُرؑ سے میرے مولا نے فرمایا تھا۔ رُباعی

میں ہوں حسین مجھ پہ وفا کو بھی ناز ہے — میری عطا پہ اہل خطا کو بھی ناز ہے
تقدیر کی لکیر سمجھ میرا فیصلہ — میری رضا پہ حق کی رضا کو بھی ناز ہے

بھائیو! قرآن مجید سے ان ہی لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ جن کے قلوب عظمتِ قرآن سے لبریز ہوں اور جو لوگ قرآن پاک کو صرف کاغذ اور سیاہی تک ہی محدود سمجھتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ان کا اعتقاد ہے کہ قرآن مجید ایک عربی زبان کی کتاب ہے جس کی حقیقت سے ہر انسان واقف و آگاہ ہو سکتا ہے اس کے لفظوں کو دہرانے سے نہ تو کوئی فائدہ ہی ہے اور نہ ہی نقصان ہوتا ہے تو بس واقعی ایسے لوگوں کو قرآن پاک سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں بطور تسلی کے ایک روایت ہی سن لیں۔ چنانچہ اکبر مہاوندی نے کتاب خزینۃ الجواہر کے صد ۲۸۵ و صد ۵۷۲ میں کتاب جامع النورین سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت امیرؑ المومنین کے کسی صحابی کا ایک ہاتھ ایک جنگ میں کٹ گیا، پس وہ حضرت کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اس کا کٹا ہوا ہاتھ اپنے مقام پر جوڑ کر کچھ پڑھا پس وہ تندرست ہو گیا اور خوشی سے چلا گیا جب دوسرے روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کی حضور میرے دستِ بریدہ پر آپ نے کل کیا پڑھا تھا کہ وہ تندرست ہو گیا آپ نے فرمایا میں نے سورۂ فاتحہ کو ہی پڑھا تھا تو اس شخص نے حقارت آمیز لہجہ میں کہا اچھا آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھا تھا۔ بس یہ کہنا تھا کہ اس کا وہی ہاتھ اسی مقام سے دوبارہ جدا ہو گیا اور مرتے دم تک ویسے ہی رہا۔ بے شک تلاوتِ قرآن پاک سے تو مردے زندہ ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ قاری کے دل میں عظمتِ قرآن موجزن ہو صلوٰۃ

تفسیر انوار النجف جلد ۲ صد ۶ عباد بن کثیر کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے پوچھا کہ مومن کا اللہ تعالےٰ پر کیا حق ہے آپ نے منہ پھیر لیا۔ میں نے آپ سے تین دفعہ یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا مومن کا اللہ تعالےٰ پر یہ حق ہے کہ اگر اس کھجور کو اپنے پاس بلائے تو کھجور بھی چل کر آ جائے۔ عباد نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ وہ کھجور جو وہاں موجود تھی اس نے آنے کیلئے حرکت شروع کر دی حضرت نے اشارہ کر کے فرمایا ٹھہر جا تکلیف نہ کر۔ کنوز المعجزات صد ۹۰

قرآن اور اہلبیت

بس قرآن مجید معجزہ ہے مگر معجز نماکے اشارے کی ضرورت ہے اسی لئے تو خدا کے حبیب جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو چیزوں کے تمسک کا حکم دیا ہے ایک قرآن دوسرے وارث قرآن یعنی اپنے اہل بیت. بس لفظ ہوں قرآن پاک کے اور اشارہ ہو اہلبیت کا تو زمین کی مسافتیں بھی طے ہو جائیں گی۔ مردے بھی زندہ ہو جائیں گے اور پہاڑ بھی چلائے جا سکیں گے۔ ادیب اعظم قبلہ مولانا سید ظفر حسن صاحب کراچی نے مصباح المجالس جلد۲ صا۸۱ پر آلٓمٓ کی تفسیر قول رسول خدا سے بیان فرمائی ہے کہ آلٓمٓ سے مراد آل محمدؐ ہیں یعنی آل محمد ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ آل محمدؐ اور یہ کتاب وہ ہیں، جن میں کوئی شک شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ المجالس المرضیہ اور ان دونوں سے متقیوں کو ہدایت ہوتی ہے۔ اگر اکیلا قرآن ہی کافی ہوتا تو حضور پُر نور حدیث ثقلین بیان نہ فرماتے۔ بس ان دونوں سے جس قدر جی چاہے معجزے طلب کرو ظہور میں آتے جائیں گے۔ صلوٰۃ

نماز گناہوں سے روکتی ہے

اب میں قرآن مجید کی حقیقت کے بعد دوسری حقیقت نماز کی پیش کرتا ہوں تاکہ معاملہ بالکل صاف ظاہر ہو جائے سنیئے:۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ پارہ ۲۱ رکوع ۱۔ یقینا نماز منع کرتی ہے۔ بے حیائی سے اور نامعقول سے اور البتہ اللہ کی یاد بہت بڑی شے ہے اس فرمان خداوندی سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نماز گناہوں سے روکتی ہے کیوں مسلمانو! قرآن پاک سے تو اعلان ہے کہ نماز گناہوں سے روکتی ہے تو پھر کیا مشاہدہ بھی ایسا ہی ہے کہ نمازی گناہ نہیں کرتے یعنی نماز بُرے کاموں سے روکتی ہے لہٰذا نمازی بُرے کام ہی نہیں کرتے کیونکہ نماز روکتی ہے اب اگر کوئی نمازی گناہ کرتا ہوا دکھائی دے تو دو باتوں سے ایک بات تو ماننی پڑے گی۔ یا تو یہ مانو کہ قرآن پاک کا دامن صداقت سے خالی ہے اور ایسا خیال کرنا یقینا کفر ہے تو پھر دوسرا پہلو ہے کہ جو نماز گناہوں سے روکتی ہے وہ کوئی اور نماز ہے جس کے ادا کرنے سے گناہ پیچھا چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر نمازی نماز بھی پڑھتا رہے اور گناہ سے بھی باز نہ آئے تو سمجھو کہ اس نے نماز نہیں پڑھی بلکہ عادت پوری کی ہے لہٰذا عادت اور شئے ہے عبادت اور شئے ہے۔ صلوٰۃ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ صـ۲ نیز معصوم نے فرمایا کہ نمازی اپنے گناہوں پر نگاہ ڈالے بس جس قدر اس نے گناہوں سے اجتناب کیا اسی قدر اس کی نماز بارگاہ احدیت میں قبول ہوئی۔

لطیفہ

لطیفہ :۔ ساہیوال شہر میں کچھ عرصہ میں پیش نماز رہا۔ میرے ایک دوست مغربین کی نماز میں بلاناغہ تشریف لایا کرتے تھے۔ میں ان کی اس روش سے نہایت ہی خوش تھا ایک مرتبہ وہ مغربین کی نماز پر اس وقت تشریف لائے۔ کہ

نماز با جماعت ہو چکی تھی انہوں نے مسجد میں تشریف لا کر جماعت کے پہلے ہو جانے کا افسوس ظاہر کیا میں نے عرض کیا کوئی حرج نہیں نماز فرادی بھی تو ہو سکتی ہے ثواب ہی کم ہوگا واجب تو ادا ہو ہی جائے گا کہا نہیں مولانا میں جماعت میں شامل ہو کر اطمینان سے دن بھر دکان کا حساب بھولا ہوا یاد کر لیتا ہے مگر آج موقعہ ہاتھ سے نکل گیا تو یہ حالت ہے۔ ہماری نمازوں کی اور جو حقیقی نمازی ہیں ان کی نماز کا انداز ہی نرالا ہے ادھر اسی حجرے کو آگ لگی جس میں نماز ادا فرما رہے تھے آگ کے شعلے اٹھے لوگوں نے آکر آگ کو بجھایا اور نمازی اطمینان سے نماز ادا کرتا رہا۔ نماز کے بعد میرے آقا حضرت علیؑ زین العابدین فرماتے ہیں چونکہ میں نماز میں مصروف تھا۔ دنیا کی آگ کا علم ہی نہ ہو سکا۔ سبحان اللہ مصباح المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۴

سنی و شیعہ دونوں فرقوں کے علماء فخر سے تحریر فرماتے ہیں کہ کسی جنگ میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پائے اقدس میں ایک تیر پیوست ہو گیا تھا اور جب اس کو نکالنا چاہتے تھے تو آپ کو سخت اذیت ہوتی تھی۔ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا جانے دو جب علی سجدے میں ہو تو تیر نکال لینا لہذا جب میرے مولا نے نماز شروع کی تو سجدے کی حالت میں تھے کہ تیر نکال لیا گیا۔ مصلیٰ خون سے تر ہو گیا۔ نماز کے بعد فرمایا خدا کی قسم علیؑ کو پتہ ہی نہیں کہ تم نے تیر کب نکالا ہے مصباح المجالس ۳ صفحہ ۵ صلوٰۃ۔ میں اس واقعہ پر مفتیان دین سے استفسار کرتا ہوں کہ تیر نکلنے سے مصلیٰ خون سے تر ہو گیا اور نمازی نماز ادا ہی کرتا رہا اور یقیناً یہ خون لباس مرتضیٰ سے مس ہوا ہوگا۔ کیا وضو ٹوٹ گیا کیا نماز دوبارہ آپ نے ادا فرمائی یا یہ نماز کامل و اکمل نمازوں میں سے ہے۔ لوگو! یہ توحید رکرار کی نمازوں میں سے ایک نماز کا ذکر ہے۔ ادھر ایک اور بزرگ کی نماز بھی سنیئے! ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ہم نے ایک مرتبہ نماز مغرب حضرت عمر کے پیچھے پڑھی تو انہوں نے قرأت نہ پڑھی جب نماز کے بعد ہم نے قرأت کے متعلق پوچھا تو کہنے لگے میں اس وقت شام کی طرف قافلہ روانہ کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ منزل بہ منزل طے کر کے شام تک پہنچا۔ عکرمہ سے مروی ہے کہ عشاء کی نماز میں بھی ایسا ہوا تو نماز سے فارغ ہو کر گھر چلے گئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف پیچھے گیا اور اجازت لے کر اندر داخل ہوا اور پوچھا کہ

کیا تو نے رسول اللہؐ کو ایسا کرتے کبھی دیکھا ہے کہ نماز میں قرأت نہیں پڑھی۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ میں بھول گیا ہوں کیونکہ میں اس وقت ایک قافلہ شام بھیج رہا تھا۔ پھر خیال ہی خیال میں اس کو وہاں سے واپس مدینہ تک لایا۔ چنانچہ دوبارہ اذان کہی گئی اور نماز دوبارہ ہوئی اور بعد از نماز بر سر اجلاس حضرت عمر نے اپنا عذر بیان کیا۔ اسی طرح عبدالرحمٰن بن اسود سے مروی ہے کہ حالت نماز میں حضرت عمر جوئیں مارا کرتے تھے۔ نیز مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کو نسیان طاری ہو گیا تو ایک شخص کو پیچھے کھڑا کر دیتے تھے اور پھر اس کی یاد دہانی سے رکوع و سجود اور قیام کیا کرتے تھے۔ کنز العمال و المجالس المرضیہ صہ ۳۲۶

دوسری طرف کی ایک روایت اور سن لیں تاکہ معاملہ کی صفائی میں کمی باقی نہ رہے۔ منقول ہے کہ ایک بار حضرت سلمانؓ روتے ہوئے درِ بتولؑ پہ آئے اور جناب سیدہؑ سے عرض کیا کہ امیر المومنین علیہ السلام کا آج انتقال ہو گیا۔ فرمایا کیسے؟ عرض کی کہ محراب مسجد میں سجدے کی حالت میں بے حس و حرکت پڑے ہوئے ہیں۔ بتولؑ نے فرمایا سلمانؓ پریشان نہ ہو ہمارے اکثر نمازیں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں۔ مصباح المجالس جلد ۲ صہ ۲۰ میرے مولا کے بارے میں خود حضرت عمر کا بیان ہے۔ هُوَ الْبَكَّاءُ فِي الْمِحْرَابِ لَيْلاً۔ هُوَ الضَّحَّاكُ فِي الضِّرَابِ۔ ابذار موت میں مسکرانے والا اور محراب مسجد میں رونے والا ابوالحسنؑ سے بڑھ کر کوئی بشر نہیں ہے۔ ثابت ہو گیا کہ جب تک حقیقت نماز کا اعترافِ ولایت نہ ہو نماز ایک عادت سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ملاں لوگ نماز تو پڑھتے ہیں مگر حقیقتِ نماز کے ویری اور دشمن بنے ہوئے ہیں۔ سادہ مزاج لوگوں کو تبلیغ کی جاتی ہے کہ خدا تعالےٰ کے علاوہ کسی سے مدد نہ مانگو ورنہ مشرک بن جاؤ گے غیر از خدا سے مدد مانگنا شرک ہے۔ اور نماز کی آیت۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ زور و شور سے پیش کی جاتی ہے کہ تم کم از کم سترہ بار ایک دن میں مسجد میں باوضو ہو کر نماز کی حالت میں کعبہ کو منہ کر کے خدا سے کہتے ہو۔ بارالٰہا تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ پھر یا علیؑ مدد یا رسول اللہؐ ادرکنی کے کیا معنی، یہی تو شرک ہے۔ موالیانِ حیدرؑ کرار سے عرض ہے کہ اسی آیت میں اس سوال کا جواب بھی ہے۔ سنیئے! کیوں مسلمانوں تم وضو کر کے مسجد میں کھڑے

۲۶

ہو کر کعبہ کو منہ کر کے ہی نہیں بلکہ کعبہ کے اندر بھی کہتے ہو بار الٰہا ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں تو بس کہتے جو ہو کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو وعدے کے مطابق صرف خدا تعالیٰ ہی کی عبادت کرو۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر نماز، اذان، کلمہ، درود وغیرہ میں محمدؐ وآل محمدؐ کا نام نہ آنے دو صرف اللہ کے نام پر ہی عبادت کو تمام کر کے دکھاؤ مسلمانو! وعدے کے پکے رہو اذان کہو مگر محمدؐ کا نام نہ آنے پائے ورنہ مشرک ہو جاؤ گے کلمہ پڑھو پر محمدؐ کا نام نہ آنے دو ورنہ مشرک بن جاؤ گے اقامت کہو مگر محمدؐ کا نام نہ آنے دو نماز پڑھو لیکن تشہد میں محمد وآل محمد پر درود نہ بھیجو ورنہ مشرک بن جاؤ گے۔ مولانا اِیَّاکَ نَعْبُدُ سے انہیں نکال دو کہیں مشرک نہ بن جاؤ

عبادت واستعانت

کہا نہیں ان کا ذکر ہی تو خدا کی عبادت ہے۔ میں نے کہا بالکل درست ہے ان سے مدد مانگنا ہی تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا ہے۔ ارے جب تم اِیَّاکَ نَعْبُدُ سے انہیں نہیں نکال سکتے تو وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ سے ہم کس طرح نکالیں تم اِیَّاکَ نَعْبُدُ سے انہیں علیحدہ کر دو پھر ہم وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ سے جدا رکھنے کی تجویز کریں گے۔ رباعی

رباعی

کہتے ہم زبان سے جب یا علیؑ مدد — مشکل کشا زمانے کے حق ولی مدد
آجاتے ہیں مدد کو مدینے سے مصطفےٰ — کرتا ہے مشکلات میں رب جلی مدد

ارے ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ کہو یا علیؑ مدد۔ ہوگی اللہ کی عبادت کہو یا علیؑ مدد، کہو یاحسینؑ ہوگی اللہ کی عبادت۔ لوگو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بھی تو ہے۔ ذِکْرُ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ۔ صواعق محرقہ وفضائل مرتضوی صہ ۱۶۱ رباعی عرض ہے۔

رباعی

علیؑ سے پہلے عبادت کا انتظام نہ تھا — ادب رسولؐ کا خدا کا احترام نہ تھا
نماز قائم بھی ہوتی تو کس طرح ہوتی — خدا کا گھر تو تھا لیکن امام نہ تھا

(صلوٰۃ)

صراط مستقیم

اس کے بعد نمازی پڑھتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اس آیت کا ترجمہ مسلمانو کے دونوں فرقے علیحدہ علیحدہ کرتے ہیں۔ جناب مولانا رفیع الدین محدث اہلسنت ترجمہ فرماتے ہیں۔ دکھا ہم کو راہ سیدھی۔ اور شیعہ عالم مولانا مقبول احمد صاحب کا ترجمہ ہے۔ خاص راہ حق پر ہم کو ثابت قدم رکھیو۔ ایک فرقہ سیدھی راہ کی تمنا کرتا ہے اور دوسرا فرقہ سیدھی راہ پر قائم رہنے کی خدا سے دعا کرتا ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ سیدھی راہ کی طلب کرنے والے

سورہ حمد کے ختم ہونے پر آمین کہتے ہیں کہ پالنے والے ہماری دُعا قبول فرما کر سیدھی راہ کی ہدایت کر دے اور شیعہ چونکہ سیدھی راہ حاصل کر چکے ہیں وہ اس نعمت کے حاصل ہونے پر سورہ حمد کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہہ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ پس جس جس کو سیدھی راہ ملتی جاتی ہے وہ آمین کو چھوڑ کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا شروع کر دیتا ہے۔ صلوٰۃ۔ اب میں صراط مستقیم کی وضاحت قرآن مجید سے عرض کرتا ہوں۔ قرآن مجید اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ پارہ ۱۲ رکوع ۵ تحقیق پروردگار میرا اوپر سیدھی راہ کے ہے۔ ثابت ہوا کہ صراط مستقیم نیچے اور پروردگار اس کے اُوپر ہے اور سُنیئے!

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ پارہ ۲۲ رکوع ۱۸، اے سیّد قسم ہے قرآن محکم کی تحقیق تو البتہ بھیجے ہوؤں سے ہے۔ اور اوپر راہ سیدھی کے ہے اس فرمان باری تعالےٰ سے بھی ثابت ہوا کہ جناب ختمی المرتبت اوپر سیدھی راہ کے ہیں۔ پس دو ہستیاں ہیں ایک خدا تعالےٰ دوسرے حبیبِ خدا دونوں راہ مستقیم کے اُوپر ہیں باقی تمام کائنات صراط مستقیم کے نیچے ہے۔ مسلمانو! انبیاء علیہم السّلام بھی صراطِ مستقیم کے اُوپر نہیں بلکہ صراطِ مستقیم کے طرف ہیں۔ قرآن۔ وَوَھَبْنَا لَہٗ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ط کُلًّا ھَدَیْنَا ج وَنُوْحًا ھَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمَانَ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ وَمُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ط وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَزَکَرِیَّا وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی وَاِلْیَاسَ ط کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا ط وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعَالَمِیْنَ ۝ وَمِنْ اٰبَآئِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ وَاِخْوَانِھِمْ ج وَاجْتَبَیْنٰھُمْ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ پارہ ۷ رکوع ۱۶ اور دیئے ہم نے واسطے اس کے اسحٰقؑ اور یعقوبؑ ہر ایک کو ہدایت دی ہم نے اور نوحؑ کو ہدایت دی ہم نے پہلے اس سے اور اولاد اس کی میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو اور اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم احسان کرنے والوں کو اور ذکریا کو اور یحیٰی کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو ہر ایک صالحین سے تھا اور اسماعیل کو اور الیسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور ہر ایک کو بزرگی دی ہم نے اوپر عالمین کے اور باپوں ان کے

سے اور اولاد ان کی سے اور بھائیوں ان کے سے اور پسند کیا ہم نے ان کو اور ہدایت کی ہم نے ان کو طرف راہ سیدھی کے اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ ہر نبی کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی ہے۔ صراط مستقیم کے اوپر صرف خدا اور رسولؐ ہی ہیں دیگر انبیاء علیہم السلام صراط مستقیم کی طرف ہیں۔ قرآن مجید کی ایک اور آیت سنیئے! قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ پارہ ۱۴ رکوع ۳ کہا کہ یہ راہ ہے اوپر میرے سیدھی، اس ترجمہ سے تو معلوم ہوا کہ اب راہ اوپر اور اللہ تعالیٰ نیچا ہو گیا۔ یعنی کبھی راہ اُوپر کبھی خدا اُوپر۔ ملّاں جو چاہے ترجمہ کریں مگر میرے آقا مولا جناب علی زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ صراطِ مستقیم سے مراد امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہی ہیں۔ حاشیہ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد ص۵۲۶، نیز تفسیر برہان میں مناقب ابن شاذان سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن خطاب نے عرض کی حضورؐ آپ تو علیؑ کے متعلق فرماتے ہیں أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى، حالانکہ قرآن مجید میں ہارونؑ کا ذکر موجود ہے۔ اور علی علیہ السلام کا نہیں ہے تو آپ نے جھڑک کر فرمایا کہ کیا اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں نہیں فرمایا هٰذَا صِرَاطُ عَلِيٍّ مُسْتَقِيْمٌ تفسیر انوار النجف جلد ۸ ص۱۸۶ صلوٰۃ بر محمدؐ و آلِ محمدؐ، مناقب خوارزمی میں ہے کہ حسن بصری بھی اس آیت کو عَلِیٌّ ہی پڑھا کرتے تھے۔ حاشیہ ترجمہ قرآن مجید فرمان علی ص۴۲۰، اب تاجدارِ رسالت کی حدیث سنیئے!

يَا عَلِيُّ أَنْتَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ وَمِيْزَانُ الْأَعْمَالِ۔ مصباح المجالس جلد ۴ ص۴۰ اے علیؑ تو ہی صراط مستقیم ہے اور تو ہی عمل کی میزان ہے۔ اس کے علاوہ الصراط المستقیم کے حروف ہیں چودہ (۱۴) معلوم ہوا کہ چودہ کا راستہ سیدھا ہے۔ جس پر قائم رہنے کی ہم لوگ دعا مانگتے ہیں اور دوسرے بزرگ اس راستہ کی تلاش میں سرگرداں ہیں کہتے ہیں پالنے والے ہمیں سیدھا راستہ دکھلا خدا کرے انہیں بھی یہ راستہ مل جائے۔ (صلوٰۃ)

آگے ہے صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہ راہ ان لوگوں کی کہ نعمت کی ہے تُو نے اُوپر ان کے میرے اللہ جن پر تُو نے اپنی نعمتیں نازل فرمائی ہیں، ہمیں اُن کے راستے پر قائم رکھنا، اب علمائے کرام سے عرض ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر خُدا

تعالیٰ نے انعام کیا ہے اور نعمت سے کیا مراد ہے کیا ان کا راستہ طلب کرتے ہو جن کے پاس گندم زیادہ ہے۔ جن کے پاس روپے کی فراوانی ہے پھر تو یقیناً قارون کے راستہ کی دعا مانگتے ہوں گے یا مربعے اور حکومت والوں کا راستہ تلاش کر رہے ہو۔ کیوں بھائی روس کا راستہ مانگتے ہو یا امریکہ کا، جاپان کا راستہ مانگتے ہو یا چین کا فرانس کا راستہ مانگتے ہو یا برطانیہ کا، بتاؤ وہ کون لوگ ہیں جن کے راستہ پر چلنے کی دعا مانگتے ہو اور وہ انعام کی نعمت کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کی ہے۔ ذرا سوچ سمجھ کر ان کی نشاندہی تو کرنا یمفسرین جن کا چاہیں راستہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ انعام والے ہیں۔ مگر مجھے تو جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان واجب البیان ہی ماننا ہے۔ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے وہ علیؑ کے شیعہ ہیں یعنی علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت ومحبت جن کے قلوب میں راسخ ہے وہ ہی لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ نے انعام نازل فرمایا ہے تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ صـ۱۵ کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی انعام والوں کی فہرست ان الفاظ میں بیان کی ہے۔ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا پارہ ۵ رکوع ۶ اور جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور رسولؐ کی پس یہ لوگ ساتھ ان لوگوں کے ہیں کہ نعمت کی ہے اللہ نے اوپر ان کے پیغمبروں سے اور صدیقوں سے اور شہیدوں سے اور صالحین سے اور اچھے ہیں یہ لوگ رفیق۔ صلوٰۃ۔ تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نبیین سے مراد جناب رسولؐ خدا اور صدیقین اور شہداء سے مراد ہم ہیں اور صالحین سے مراد تم ہو۔ حاشیہ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد۔

اور عیون اخبار الرضا میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول ہے کہ ہر امت میں ایک صدیق اور فاروق ہوتا ہے اور اس امت کے صدیق اور فاروق علیؑ ابن ابی طالب ہیں ماخوذ حاشیہ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد صاحب صـ۱۷۵ پس ثابت ہوا کہ حقیقی انعام الٰہی کے مالک و وارث محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام ہی ہیں۔ جن کے راستہ پہ قائم

رہنے کی ہم لوگ دعا مانگتے ہیں اور دوسرے بزرگ اس راستہ کی تلاش میں کوشاں ہیں۔
حضرت جی شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

سرگروئے تمام رندانم　　آبروئے عاشقان مستانہ
ہادیٔ سالکانِ عرفانم　　من سگِ کوئے شیر یزدانم

نیز رُباعی عرض ہے:۔

ہم آلِ محمدؐ کی ولا رکھتے ہیں　　پروانۂ جنت بخدا رکھتے ہیں
بگڑی بن جاتی ہے کہنے سے نادِ علیؑ　　موسیٰ کی طرح ہم بھی عصا رکھتے ہیں

تذکرۃ الخواص کے ص۵۹ پر علامہ سبط ابن جوزی رسولؐ خدا کی حدیث نقل فرماتے ہیں
یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اے علیؑ تو اور تیرے شیعہ ہی کامیاب و کامران ہوں گے۔ مودۃ القربیٰ ص۹۲ مسلمانو۔ نماز
میں جن کے راستہ کی تمنا واجب سمجھتے ہو۔ نماز کے بعد کیوں ان سے انکار کرتے ہو۔

آگے ہے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ میرے اللہ جن پر تیری ذات
غضبناک ہے اور جو لوگ گمراہ ہو گئے ان کے راستہ سے ہمیں بچانا۔ اب ہر مسلمان پر واجب
ہے کہ ان کے راستہ سے بچے جن پر خدا تعالےٰ غضبناک ہوا اور جو گمراہ ہو گئے۔ اب کیسے پتہ
چلے کہ خدا تعالےٰ فلاں بزرگ پر غضبناک ہے کیونکہ ہم تو خدا تعالےٰ تک پہنچ نہیں سکتے اور
نہ ہی باری تعالیٰ کوئی شکل و صورت رکھتا ہے وہ تو لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ کا مصداق ہے
ارے نہ ہی خدا ہماری طرح خوش ہوتا ہے اور نہ ہی ہماری طرح غضبناک ہوتا ہے۔ کیونکہ
ہمارے غصہ کی حالت میں چہرے کے آثار اور ہوتے ہیں اور خوشی کے وقت کیفیت اور
ہوتی ہے اور تغیر و تبدل ملاّں میں تو آسکتا ہے خدا کی ذات تو اس سے بلند و بالا اور ارفع و
اعلیٰ ہے۔ لوگو! جس کی شکل و صورت میں تبدیلی واقع ہو جائے وہ کسی مسجد کا مُلاّں تو ہو سکتا
ہے۔ مگر خدا واحد لاشریک نہیں ہو گا۔ تو بس اللہ تعالیٰ کی رضا و مرضی کے معلوم کرنے کا ایک
ہی طریقہ ہے قرآن سنیئے! قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ
اللّٰهُ پارہ ۳ رکوع ۱۲ میرے حبیب ان سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو

فاطمۃ بضعۃ منی

تو میری پیروی کرو اس سے ثابت ہوا کہ رسولؐ خدا کی پیروی وخوشنودیٔ خدا کی دلیل ہے اور سنیئے! مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ پارہ ۵ رکوع ۸ جو کوئی اطاعت کرے رسولؐ کی پس یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی پس ان دونوں آیتوں سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ جس نے رسول اللہ کو راضی وخوش کیا لہٰذا اس سے خدا راضی وخوش ہوگیا اور جس نے رسولؐ خدا کو ناراض کیا تو اس پر اللہ تعالےٰ ناراض ہوگیا۔ یعنی رسولؐ اللہ کا غضب اللہ تعالےٰ کا غضب ہے اب حدیث نبوی پر غور کریں۔ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِيْ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صنہ ۲۷ یہ حدیث متفق علیہ ہے فرمایا فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا اور قرآن رہنمائی کرتا ہے کہ جس نے محمدؐ کو غضبناک کیا اس نے قہر الٰہی کو دعوت دی تو اب بتولؑ ہی سے پوچھ لو بی بی آپ کس کس پر غضبناک ہیں تاکہ ہم ان ان لوگوں کو چھوڑ دیں کیونکہ فاطمہؑ کا غضب خدا کا غضب ہے اور اللہ تعالےٰ جس پر غضبناک ہوا وہ ابدی جہنمی اور لعنتی ہی ہوگا۔ کیوں مسلمانو بتولؑ ان سے راضی گئیں جنہوں نے کہا کہ بی بی آپ مسئلہ سے بھول گئیں کیا فاطمہؑ ان پر خوش گئیں جنہوں نے سیدہ سے کہا کہ تیرے گواہ قابلِ قبول نہیں کیا رسولؐ اللہ کی بیٹی ان سے راضی گئی جنہوں نے دروازے پر آگر آگ لگانے کی دھمکی دی۔ استغفر اللہ

بنت رسولؐ کی ناراضگی

مولانا شبلی نعمانی جو مسلمانوں میں شمس العلماء کے خطاب سے یاد کئے جاتے ہیں وہ اپنی مشہور کتاب الفاروق کے صہ ۱۲۴ پر فخر سے تحریر فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں علاّمہ طبری نے تاریخ کبیر میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت فاطمہؑ کے دروازے پر کھڑے ہوکر کہا یا بنت رسولؐ اللہ خدا کی قسم آپ ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہیں تاہم اگر آپ کے یہاں لوگ اس طرح مجمع کرتے رہے تو میں ان لوگوں کی وجہ سے گھر کو آگ لگا دونگا مولانا شبلی صاحب آگے فرماتے ہیں اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کر سکتے کیونکہ اس روایت کے رواۃ کا حال ہم کو معلوم نہیں ہوسکا۔ تاہم درایت کے اعتبار سے اس سے انکار کی کوئی وجہ نہیں رحضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں۔ ایک منصف مزاج خود بخود فیصلہ کرلے گا کہ کیا اس بزرگ پر بتولؑ راضی

گئی تھیں یا اپنے جنازہ میں بھی ان کو شمولیت سے منع کر دیا تھا۔

لوگ کہتے ہیں کہ ——— حکام خلافت نے جنازہ بتولؑ میں شرکت کی تھی مگر میں ایک روایت نقل کر کے عقل کے مدعیان سے انصاف چاہتا ہوں کہ بتاؤ بتول ان پر غضبناک ہے یا کہ نہیں روایت سنیئے! علامہ طبری نے دلائل الامامۃ میں محمد بن ہمام سے نقل کیا ہے کہ جب مسلمانوں کو جناب فاطمہ زہراء کے انتقال کی خبر ملی تو وہ سب بقیع میں آئے وہاں ان کو چالیس جدید قبریں نظر آئیں۔ اس وجہ سے ان کو معلوم نہ ہو سکا کہ ان قبروں میں سے کونسی قبر جناب فاطمہؑ کی ہے تو ان کو بہت رنج ہوا اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ تمہارے نبیؐ نے فقط ایک لڑکی ہی تو چھوڑی تھی وفات بھی پا گئی دفن بھی ہو گئی اور تم نہ اس کی رحلت کے وقت حاضر ہوئے اور نہ اس پہ نماز پڑھی یہاں تک کہ تم اس کی قبر سے بھی واقف نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ اس پہ حکام خلافت نے کہا کہ جاؤ مسلمانوں کی عورتوں کو بلا لاؤ اور وہ ان قبروں کو کھودیں تاکہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ فاطمہؑ کی کونسی قبر ہے تو پھر ہم ان پر نماز پڑھیں اور ان کی زیارت کریں۔ یہ خبر حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کو بھی پہنچی، آپ غصّے میں بھرے ہوئے آنکھیں سُرخ، رگہائے گردن غصّے سے پھولی ہوئیں اور زرد قبا اوڑھے ہوئے جو آپ ہمیشہ گھسان کی لڑائی میں اوڑھا کرتے تھے اور اپنی ننگی تلوار ذوالفقار پر تکیہ کئے ہوئے بقیع میں تشریف لائے لوگوں پر رُعب و خوف چھا گیا اور کہنے لگے دیکھو کس غُصّے کی حالت میں علیؑ ابن ابی طالب تشریف لائے ہیں اور کہہ رہے ہیں خدا کی قسم کھا کے کہ اگر کسی نے ایک پتھر بھی ان قبروں کا اکھاڑا تو میں اس کی گردن اس تلوار سے اڑا دوں گا۔ اب حکام خلافت ٹھنڈے پڑ گئے اور ان میں سے ایک شخص نے حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے ابوالحسن آپ کو کیا ہوا ہے اور آپ کا کیا نقصان ہے کہ ہم تو اس لئے قبر فاطمہ کو اکھیڑنا چاہتے ہیں کہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام نے اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑوں پہ مکّہ مارا اور برہنہ تلوار کو زمین پہ زور سے دے مارا اور فرمایا کہ میں نے اپنا حق تو صرف اس وجہ سے چھوڑا کہ اس کے لینے کے لئے تلوار نہ اٹھائی کہ لوگ مُرتد

ہو جاتے لیکن قبر فاطمہؑ۔ تو اس قادر مطلق کی قسم ہے کہ جس کے قبضۂ قدرت میں علیؑ کی جان ہے اگر تو نے یا تیرے اصحاب نے ایک ڈھیلا بھی اس قبر سے اٹھایا تو میں اس زمین کو تم سب کے خون سے سیراب کر دوں گا پس اگر چاہتا ہے تو لے سامنے آجا۔ اب دوسرے صاحب جو نرمی سے گفتگو کرنے والے تھے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر بولے کہ رسولؐ خدا کے حق کی قسم اور اس کے حق کی قسم جو عرش کے اوپر ہے ہم اب یہ کام نہ کریں گے کہ جس سے تم ناراض ہوتے ہو یہ کہہ کر وہ لوگ چلے گئے اور پھر کسی نے ادھر کا خیال نہ کیا۔ اعیان الشیعہ الجزء الثانی ص ۵۴۹ طبع ثانی ماخوذ سیرت حضرت فاطمہ زہراؑ ص ۲۷۱

اس ایک ہی روایت سے اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہ کی بیٹی کس کس بزرگ پر غضبناک گئی ہے۔

کیا رسولؐ اللہ کی بیٹی ان لوگوں پر راضی ہوگی جنہوں نے رسولؐ اللہ کی بیٹیوں کو دربدر پھرایا۔ منتخب میں ہے کہ سہل بن سعد شہر روزی کہتے ہیں کہ میں بیت المقدس کی زیارت کی غرض سے شام سے گزرا جب شہر میں داخل ہوا کیا دیکھا کہ مکانوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں دکانیں بند ہیں، گھوڑے زین و لگام سے آراستہ ہیں جا بجا پھریرے اڑ رہے ہیں۔ بازاروں اور گلیوں میں لوگوں کا اس قدر ہجوم ہے کہ کہیں جگہ نہیں ملتی۔ ہر شخص لباس ہائے پُرتکلف پہنے خوش خوش پھرتا ہے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتا ہے۔ سہل کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی سے تعجب سے دریافت کیا کہ آج کو؟ عید کا دن ہے یہ اہل شہر اس قدر کیوں خوشیاں کر رہے ہیں۔ اُس نے کہا شاید تو مُسافر ہے مگر ایک شخص نے عراق میں ہمارے خلیفہ یزیدؔ پر خروج کیا تھا یزیدؔ نے اس پر فتح پائی ہے یہ اُسی کی خوشی ہے میں نے پُوچھا اس خروج کرنے والے کا نام کیا تھا اُس نے کہا کہ حسینؑ ابن علیؑ جو نبی کا نواسہ اور فاطمۃ الزہرا کا فرزند تھا اس نے کہا ہاں وہی حسینؑ مارا گیا میں نے کہا وائے ہو تم پر کیا ان کا قتل کافی نہ ہُوا کہ تم نے نام بھی ان کا .... رکھا ہے افسوس یہ کیسی مسلمانی ہے کہ نواسۂ رسولؐ کو قتل کر کے خوشیاں مناتے ہو اس نے کہا خاموش ہو جا جو بھی ان کی حمایت کا ایک کلمہ منہ سے نکالتا ہے اس کا سر تن سے جُدا کر دیا جاتا ہے۔ سہل کہتا ہے کہ میں ڈر کے

مارے چپ ہوگیا، اتنے میں کیا دیکھا کہ بڑے دروازے سے طبل ونشان داخل ہوئے لوگوں نے کہا کہ اسی دروازے سے سر بھی داخل ہوں گے۔ میں وہاں ٹھہر گیا۔ جس قدر سر قریب آتے جاتے تھے لوگ زیادہ خوش ہوتے تھے اتنے میں سر امام حسین علیہ السلام ظاہر ہوا جس سے نور مثلِ نورِ رسولؐ خدا ساطع ہو رہا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنا منہ پیٹ لیا گریبان چاک کیا اور سیّدانیوں کی بے کسی پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا کیونکہ شتران بے کجاوہ پر سر ننگے محمدکی بیٹیاں وَاُمُحَمَّدَاہُ وَاعلیاہ وَاحسناہُ وَافَاطِمَہَ وَاحُسَیْنَاہُ یارسولؐ اللہ کاش کہ آپ ہماری اس حالت کو دیکھتے اور ہمارے بچے جوان اور بوڑھے سب شہید کر دیئے گئے اور ہمارے سروں سے چادریں تک اتار لی گئیں۔

سہل کہتا ہے کہ ان قیدی بیبیوں میں ایک بی بی حضرت عباسؑ کو بار بار پکارتی تھی میں نے پوچھا یہ کون خاتون معظمہ ہے تو معلوم ہوا کہ جناب امیرؑالمومنین کی بیٹی اُم کلثوم ہے میں نے قریب جاکر باآواز بلند کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ بَیْتِ النَّبُوَّۃِ وَمَعْدِنَ الرِّسَالَۃِ اے اہل بیت نبوّت اے معدن رسالت تم پر میرا سلام ہو، انہوں نے کہا تو کون ہے جو اس حال خراب میں ہم مصیبت زدوں پر سلام کرتا ہے حالانکہ جب سے ہمارے بھائی مارے گئے آج تک سوائے تیرے کسی نے ہم پر سلام نہیں کیا میں نے رو کر عرض کیا اے میری شہزادی میں سہل بن سعد ہوں میں آپ کے نانا رسولؐ خدا کا صحابی ہوں کیونکہ میں نے ان کی زیارت کی ہے۔ جناب اُمّ کلثوم نے فرمایا سہل دیکھتے نہیں، کہ ان ملعونوں نے محمدؐ کا بھرا گھر اُجاڑ دیا۔ ہمارے مردوں کو شہید کر دیا۔ میرے بھائی حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے ہم کو مثل کنیزوں کے قید کیا اور اونٹوں پر بٹھا کر بازاروں میں لئے پھرتے ہیں جن پر نہ کجاوہ ہے اور نہ ہمارے سروں پر، چادریں ہیں کہ نامحرموں سے اپنے چہروں کو بچا سکیں۔ اے سہل اگر ممکن ہو تو ان لوگوں کو جو سروں کو لئے ہوئے ہیں کہہ دو کہ آگے چلے جائیں تاکہ لوگ ان سروں کو دیکھنے میں مشغول ہوں اور ہم ان کی نظروں سے بچ جائیں۔ سہل کہتے ہیں میں ان لوگوں کے پاس گیا جن کے پاس سروں والے نیزے تھے اور بہت منّت وسماجت کی کہ سروں کو ذرا آگے لے جایئے

مگر اشقیا نے میری ایک نہ مانی بلکہ حکم دیا کہ سروں کو قیدیوں کے ارد گرد رکھو تاکہ تماشائی زیادہ جمع ہوں۔ سہل کہتا ہے کہ میرے ساتھ ایک نصرانی بھی بیت المقدس کی زیارت کو جا رہا تھا اور تلوار اپنے کپڑوں میں چھپائے ہوئے تھا اس نے جب سرِ امام مظلوم سے قرآن پاک کی اس آیت کو سُنا لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔ پارہ ۱۳ رکوع ۱۹ جو کچھ ظلم کرتے ہیں اُن سے خدا کو غافل ہرگز نہ جانو۔ نصرانی حیران ہو کر سوچنے لگا کہ یہ کس نبی کا گھر اُجڑ گیا ہے کہ لوگ تو منبروں پر قرآن پڑھتے ہیں مگر یہ نوک نیزہ پر اکیلا سر تلاوت کر رہا ہے کہتے ہیں کہ اس نصرانی کی ایک کم سِن بچی نے باپ کا دامن پکڑ کر کہا بابا یہ اکیلا ہی قرآن نہیں پڑھ رہا بلکہ وہ معصوم سر جو نوک نیزے پر بلند ہے بابا وہ بھی قرآن کی تلاوت کرتا آ رہا ہے ہائے یہ کس ماں کی گود اُجڑ گئی بابا اس معصوم نے کسی کا کیا بگاڑا ہو گا؟

عزادارو! نصرانی حیرت سے کہنے لگا یہ تو ہمارے عیسیٰؑ سے بھی کوئی بلند شخصیت ہے یہ سوچ کر میرے قیدی امام کے قریب آیا اور عرض کی۔ قیدی بتا تم کس شہر کے رہنے والے ہو امام نے فرمایا مدینے کے کہا کہ وہی مدینہ جس میں مسلمانوں کا نبی رہتا تھا فرمایا ہاں نصرانی کہتا ہے او بے حیا مسلمانو! تم نے اپنے نبی کے پڑوسی کا بھی خیال نہ کیا پھر نصرانی کہتا ہے قیدی اللہ واسطے بتا کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے امام کی چیخ نکل گئی، فرمایا میں محمدؐ مصطفیٰ کا نواسہ ہوں نصرانی کہتا ہے کیا آپ فرزندِ رسولؐ ہیں فرمایا ہاں بس اتنا سُننا تھا کہ قدموں پر گر کر کہا قیدی کلمہ پڑھا اور اسی وقت کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط اس کے بعد تلوار کو کپڑوں سے نکال کر اشقیا پر ٹوٹ پڑا۔ یہانتک ایک جماعت کثیر کو واصل جہنم کیا آخر بہت سے لوگوں نے اس مردِ مومن کو گھیر کر شہید کر دیا۔ عزادارو! جب اس غریب کا سر کاٹ کر نوک نیزے پر بلند کیا تو جناب اُمّ کلثوم کا منہ مدینے کی طرف پھر گیا اور عرض کی نانا اس اُمت سے تو کوئی غیرتمند نہ نکلا مگر ایک نصرانی آیا ہے۔ جس نے آپ کی بیٹیوں کی پردے کی حمایت میں اپنی جان دے دی ہے۔ اصحاب الیمین صـ۱۶۴ لواعج الاحزان جلد۱ صـ۳۷۶ مصباح المجالس جلد۲ صـ۲۳۴،

صاحب مناقب نے لکھا ہے اور ابو مخنف وغیرہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ یزیدؔ عنید نے سر مبارک امام مظلوم کو اپنے قصر کے دروازے پر لٹکانے کا حکم دیا اور اہلبیت کو اپنے گھر میں ہندہ کی پیشی کے لئے بلوایا، عزادارو! جب جناب زینبؑ کو معلوم ہوا کہ اب ہمیں ہندہ کے سامنے پیش ہونا ہے تو گھبرا کر فرمایا بیٹا سجادؑ میرے لئے موت کی دُعا کرو، بیٹا میں ہندہ سے جاکر کیا کہوں گی کہ میں عباس کی بہن اُجڑ کر آئی ہوں امام نے فرمایا پھوپھی اماں فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ کوئی بہتر صورت پیدا کر دے گا منقول ہے کہ اِدھر قید خانہ سے رسولؐ اللہ کی بیٹیاں چلیں اُدھر ہندہ نے شہر کی رئیس عورتوں کو بُلا کر سُنہری کرسیوں پر بٹھایا شاہی دربار لگایا اور عورتوں سے کہا کہ چند قیدی عورتیں میرے دربار میں آ رہی ہیں، جب میں اُن سے بات کروں تو تم اُن کا مذاق اڑانا لکھا ہے کہ ہندہ کو بیٹھے بیٹھے اپنی کرسی پر غنودگی سی آگئی خواب میں کیا دیکھا کہ جناب فاطمہؑ زہرا کے سر کے بال کھُلے ہیں گریبان چاک ہے سر میں خاک ہے اور ہندہ سے فرمایا ہندہ تجھے بادشاہی یاد ہے زینبؑ اُجڑ کے آگئی، بس ہندہ کی آنکھ کھُلی تو کیا دیکھا کہ قیدیوں کا قافلہ دروازے سے اندر داخل ہوا، ہندہ دوڑی اور سر پیٹ کر پوچھا، بیبیو! تم میں رسولؐ اللہ کی بیٹی زینبؑ ہے جناب زینبؑ نے فرمایا، اَنَا زینبُ بنتُ علیٍ ہندہ میں زینبؑ ہوں ہندہ دوڑ کر قدموں پر گری عرض کیا بی بی عباسؑ کو کیا ہوا فرمایا ہندہ میرا بھرا گھر تم لوگوں نے اُجاڑ دیا، عباسؑ کے بازو کٹ گئے۔ اُسے فرات کے کنارے چھوڑ آئی ہوں اور حسینؑ کی لاش پر شقیا نے گھوڑے دوڑائے اس کے بعد ہندہ دختر عبداللہ ابن عامر روتی ہوئی باہر نکل آئی اور چیخ مار کر کہا او یزیدؔ تو نے سر فرزند رسولؐ میرے دروازے پر لٹکایا ہے یزیدؔ یہ حال دیکھ کر دوڑا اور چادر اس کے سر پر ڈال دی ہندہ نے کہا او ملعون اپنی عورتوں کو پردے میں بٹھانے کا خیال ہے اور محمدؐ کی بیٹیاں کھُلے سر بازاروں میں پھرا رہا ہے۔ بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۲ صفحہ ۲۳۴

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔ وسیعلم الذین ظلموا اَیَّ منقلب ینقلبون

ہندہ کا دربار یزید

دسویں مجلس

جنّ و انس کی غرض خلقت، عبادت کا مفہوم، سلمان فارسی کی عبادت حُبّ علیؑ، مرضات اللہ، انا مدینۃ العلم و علی بابہا کے نکات، امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام اور ایک راہب، سلونی سلونی، این جبرئیل، خولہ کا واقعہ اونٹ تھا یا اونٹنی، اونٹوں کی گواہی، حلالی و حرامی کا معیار در ربط مصائب تعداد ہاشمیان، در کربلا و شام، سادات کشی۔ امام حسنؑ کا زندہ شہزادہ دیواروں میں، ساٹھ سادات کا قاتل، روزے کا تارکؑ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ پارہ ۲۷ رکوع ۲ اور نہیں پیدا کیا ہم نے جنّوں اور انسانوں کو مگر واسطے عبادت کے (یعنی جن و انس کی غرض خلقت عبادت خدا ہی ہے) جب صانع کسی چیز کو تاج صنعت عطا کرتا ہے تو اس کی کوئی نہ کوئی غرض اور مقصد ہوتا ہے۔ ہر شئی کے معرضِ وجود میں آنے کی کوئی علت غائی ضرور ہو گی ورنہ بنانیوالے کو سوائے بے عقل اور احمق کے اور کیا خطاب دیا جا سکتا ہے۔ مسلمانو! صانع حقیقی نے بے مقصد کوئی چیز پیدا ہی نہیں فرمائی۔ ہر شئی اپنے وجود میں کوئی نہ کوئی غرض رکھتی ہے۔ مگر جنّ اور انسان کی غرض خلقت کو قرآن مجید میں واضح الفاظ میں قدرت نے بیان فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ پارہ ۲۷ رکوع ۲ اور نہیں پیدا کیا ہم نے جنّوں اور انسانوں کو مگر واسطے عبادت کے پس ثابت ہوا کہ جن اور انس کی

غرض خلقت صرف اور صرف عبادت الٰہی ہی ہے۔ صلوٰۃ۔ اگر جن و انس عبادت خدا کے علاوہ کوئی اور کام کریں گے تو ظاہر ہے کہ وہ منشاء قدرت کے خلاف ہوگا کیونکہ ان دونوں گروہوں کا وظیفہ تو بس عبادتِ پروردگار ہی ہے۔

اس مقام پر ایک مشکل مسئلہ کو حل کرنا مقصود ہے وہ یہ کہ مفہوم عبادت کیا ہے۔ کیا صرف نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، جہاد وغیرھا ہی عبادت خدا ہیں اور بس اگر ایسا ہی ہے تو پھر دنیا میں ایک فرد بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے قدرت کے حکم اور منشاء کے مطابق زندگی بسر کی ہو۔ کیونکہ ہر نبی، ولی بلکہ تاجدار رسالت نے بھی دنیا کے کام کثرت سے کئے ہیں ریوڑ چرائے ہیں۔ بازار سے سودا سلف لایا کرتے تھے۔ مزدوری کیا کرتے تھے تجارت کے لئے شام تک سفر بھی کیا گیا ہے تو اگر عبادت کا مفہوم و معنی وہی ہے جو آج کا ملّاں بیان کرتا ہے تو کائنات میں ایک انسان بھی نہیں کہ جس نے خدا تعالٰے کے حکم کے مطابق زندگی بسر کی ہو۔ ماننا پڑے گا کہ عبادتِ خدا صرف نماز، روزہ، حج زکوٰۃ، خمس، جہاد وغیرھا ہی نہیں بلکہ ہر وہ کام خدا کی عبادت ہے جو اللہ تعالٰے کے حکم اور قانون کے تحت کیا گیا ہو اور اگر خدا تعالٰے کے حکم کے خلاف نماز، روزہ، حج وغیرہ بھی ہو تو یہ بھی عبادتِ خدا نہیں ہوگی بلکہ عادت ہی شمار ہوگی۔

سلمان فارسی کی عبادت

احادیث معتبرہ میں منقول ہے کہ ایک دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے ایسا کون ہے جو پورے سال روزے رکھتا ہو۔ حضرت سلمانؓ فارسی نے عرض کی کہ یا حضرت میں ہوں جو تمام سال کے روزے رکھتا ہوں پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم میں سے ایسا کون ہے جو رات بھر جاگتا اور عبادت کرتا ہو پھر سلمانؓ فارسی نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ میں ہوں جس کی ساری رات عبادت خدا میں بسر ہوتی ہے اس کے بعد آنحضرتؐ نے تمام صحابیوں سے مخاطب ہو کر تیسرا سوال کیا کہ تم میں سے ایسا کون ہے جو روزمرّہ ایک قرآن ختم کرتا ہو — سب خاموش رہے مگر سلمانؓ فارسی نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ میں ہر روز قرآن مجید ختم کرتا ہوں یہ سُن کر عمر بن الخطاب کو غصّہ آیا اور اپنے دوستوں سے کہا کہ یہ فارسی ہم قریشیوں پر فخر کرنا چاہتا ہے،

اور جھوٹ بولتا ہے اکثر میں نے دیکھا ہے کہ یہ روزے سے نہیں ہوتا کیونکہ دن کو کھاتا پیتا ہے اور بہت راتیں ایسی گذر گئی ہیں کہ بالکل سویا رہتا ہے اور ایسا میں نے کئی بار دیکھا ہے اور بہت سے دن ایسے گذر جاتے ہیں کہ قرآن شریف پڑھتے نہیں دکھائی دیتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سُنا تو ارشاد فرمایا کہ سلمان فارسی کی مثال لقمان کی سی ہے جسے شک ہو خود اس سے سوال کرے سلمانؓ جواب دے گا عمر بن الخطاب نے فوراً سوال کیا تو سلمانؓ نے جواب دیا کہ تم عبادت کے مفہوم کو ہی نہیں سمجھتے سنو میں ہر مہینے میں تین روزے رکھتا ہوں اور باری تعالیٰ کا حکم ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا پارہ ۸ رکوع ۶ جس نے ایک نیکی کی اس کو دس گنا ثواب ملے گا۔ لہٰذا میرے تین روزے تیس ۳۰ روزوں کے برابر ہیں اور باقی روزے میرے سال بھر کے روزوں کے برابر ہیں بلکہ میں تو اس سے بہت زیادہ روزے رکھتا ہوں کیونکہ سارے شعبان کے روزے رکھ کر ماہِ رمضان المبارک کے روزوں سے وصل کر دیتا ہوں۔ رہا رات بھر جاگنا اور عبادت کرنا سو رات کو سوتے وقت میں وضو کر لیتا ہوں اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُن چکا ہوں کہ جو شخص رات کو باوضو سوئے گا اُسے ایسا ہی ثواب ملے گا جیسے رات بھر جاگتا رہا ہو اور عبادت کرتا رہا ہو۔ تیسرا قرآن مجید کے ختم کے بارے میں بھی سُن لو کہ میں روزانہ تین مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لیتا ہوں اور اس کی نسبت جناب رسول خدا سے سُن چکا ہوں کہ آنحضرت جناب امیر المومنین علیہ السلام سے فرماتے تھے کہ یا علیؑ تیری مثال میری امت میں وہی ہے جو سورۂ قل ھو اللہ احد کی قرآن مجید میں۔ یعنی جو شخص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو ایک بار پڑھتا ہے تو اُسے ایک تہائی قرآن مجید پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور جو دو مرتبہ پڑھتا ہے اُسے دو تہائی قرآن مجید پڑھنے کا اور جو تین مرتبہ پڑھتا ہے اُسے پورے قرآن مجید پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اسی طرح یا علیؑ جو تیرا زبانی دوست ہے اس کا تہائی ایمان کامل ہے اور جو تیرا زبانی دوست بھی ہے اور دلی دوست بھی ہے اس کا دو تہائی ایمان کامل ہے اور جو تیرا زبان سے بھی دوست ہے اور دل سے بھی اور ہاتھ سے بھی تیری نصرت کرتا ہے تو اس کا ایمان پورا

سورہ توحید

حبّ علیؑ

اور کامل ہے یا علیؑ جس نے تجھے سچائی کے ساتھ ہدایت کے لئے بھیجا ہے اس کے حق کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اہل زمین تیرے اسطرح محب ہوتے جیسے آسمان کے رہنے والے تو خدا کسی کو عذاب میں مبتلا نہ کرتا۔ تہذیب الاسلام ص۲۱۲ سلمانؓ فارسی کی اس تقریر کی تصدیق حضرت عمر کی زبانی سنو! حدیث عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لَوِاجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰی حُبِّ عَلِیِ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ لَمَا خَلَقَ اللّٰہُ النَّارَ مودۃ القربیٰ بنہ عمر بن الخطاب سے روایت ہے۔ کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اگر لوگ علیؑ ابن ابی طالب کی محبت پر جمع ہو جاتے تو اللہ تعالےٰ جہنم کو پیدا ہی نہ کرتا۔ صلوٰۃ مبغض علی کے لئے رُباعی عرض ہے

رباعی

بندہ خدا کا حیدر احمد کا ہے برادر — بعد از خدا نبی کے ہر شیئ پہ ہے یہ قادر
مولا علیؑ کے دشمن سُن لے نتیجہ اپنا — تیرا قصور کیا ہے خائن ہے تیری مادر (نعیمی)

بس مفہوم عبادت ہے خدا کے حکم میں زندگی بسر کرنا اگر خدا تعالیٰ کا حکم ہے تو ہل چلانا بھی عبادت اور اگر خدا کے حکم کے خلاف ہے تو مسجد میں جانا بھی گناہ ہے کسی رند نے کیا خوب اس مطلب کو ایک شعر میں نبھایا ہے سنو! کسی نے یہ شعر پڑھا ؎

زاہد شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر
یا وہ جگہ بتا کہ جہاں پر خدا نہ ہو

یعنی ہر جگہ خدا تعالیٰ کی ذاتِ والا صفات موجود ہے پس مسجد ہو یا مندر، گھر ہو یا دکان، میدان ہو یا جنگل، سفر ہو یا حضر، عرش ہو یا فرش تو جہاں بھی شراب پی جائے گی وہاں خدا تعالےٰ کی ذات موجود ہی ہوگی۔ زاہد نے اس کا جواب کہاں دینا تھا ایک رند نے اس شعر کا جواب شعر ہی میں دیا۔

مسجد میں نہ پی یہ پینے کی جا نہیں — منافق کے دل میں پی کہ یہاں پر خدا نہیں

(صلوٰۃ)

تجارت کرنا عبادت ہے اگر منشا الٰہی سے ہو، نماز پڑھنا گناہ ہے اگر ترتیب الٰہی کے خلاف ہو قرآن سنو! وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰی

نَارًا حَامِيَةً ○ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ پارہ ۳۰ رکوع ۱۳ کتنے منہ اس دن ذلیل ہونے والے ہیں، عمل کرنے والے داخل ہوں گے آگ جلتی میں اور پلائے جاویں گے کھولتے چشمہ سے، کیوں مسلمانوں یہ نمازی کیوں جہنّم کو گئے حالانکہ نماز تو مومن کی معراج ہے معلوم ہوا کہ ان کی نماز اس لئے نماز کا درجہ حاصل نہ کر سکی کہ خدا کے حکم کے خلاف نماز ادا کی گئی تھی۔ بس حقیقی عبادت ہے اللہ تعالیٰ کا حکم و منشاء، میں کہتا ہوں کہ اگر حاکم نے عدالت کے کمرے میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ صادر کیا تو عین عبادت ہوگی اور اگر گرمی کا روزہ بھی اس کے حکم کے مطابق انجام نہ دیا تو بے فائدہ ہوگا۔

حدیث:- رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ حَظُّہٗ مِنَ الصَّوْمِ اِلَّا الْجُوْعَ وَالْعَطَشَ۔ المجالس المرضیہ صفہ ۴۰ یعنی بعض روزے دار ایسے بھی ہوتے ہیں کہ روزہ سے اس کا حصّہ سوائے بھوک اور پیاس کے اور کچھ بھی نہیں ہوا کرتا اور سنو! مزدوری اگر خدا تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے کی جائے تو عبادت اور اگر قربانی بھی خدا کی منشا کے خلاف ہوگی تو عادت قرآن لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ پارہ ۱۷ رکوع ۱۲ ہرگز نہ پہنچے گا اللہ کو گوشت ان کا اور نہ لہو ان کا ولیکن پہنچے گی اس کو پرہیزگاری تمہاری۔ اس مختصر سی گزارش کے بعد عرض ہے کہ جب روز روشن کی طرح ثابت اور واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی منشا کا دوسرا نام ہے عبادت تو ہمیں علم کیسے ہو سکے کہ یہ کام خدا کی منشا کے مطابق ہے اور یہ کام اس کے حکم کے خلاف ہے اب ایسے عالم کی تلاش کریں کہ جو یہ علم رکھتا ہو کہ یہ قدرت کی منشاء ہے اور یہ اس کی رضا نہیں ہے آؤ اللہ تعالیٰ کی مرضات سے واقف کا دامن پکڑ لیں۔ حقیقت عبادت کا علم ہو جائے گا۔ قرآن نے ایک آدمی کی طرف رہنمائی کی ہے جو مرضات اللہ سے فیضیاب ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ پارہ ۲ رکوع ۹ اور بعض لوگ وہ ہیں جو بیچتے ہیں اپنے نفس کو واسطے طلب رضامندی خدا کے اور اللہ بڑا مہربان ہے اپنے بندوں پر۔ تفسیر حسینی قادری جلد ۱ صفہ ۵۴ پر مفسر اہلسنت اور صاحب تفسیر ثعلبی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ

ہر عمل عبادت ہے

مرضات اللہ

یہ آیت مولائے کونین حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے جبکہ شبِ ہجرت بستر رسولؐ پر شبیہہ رسول بن کر استراحت فرما ہوئے تھے، مسلمانو! جس کا سونا اللہ تعالےٰ کی رضائیں حاصل کر لے اس کا جاگنا اور اس کی عبادت کتنی بلند ہو گی۔ صلوٰۃ رُباعی عرض ہے۔

رباعی

کچھ تو حیدرؑ، کچھ علیؑ، کچھ مرتضیٰ کہنے لگے ۔۔۔ کچھ شب ہجرت محمدؐ مصطفےٰ کہنے لگے
ڈرتے ڈرتے ہم نے تو اللہ کی قدرت کہا ۔۔۔ توبہ توبہ یہ نصیری تو خدا کہنے لگے

اس مقصد کے لئے میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں کہ علم الٰہی اور رسولؐ اللہ کے علم کے صرف اور صرف حیدر کرار ہی حامل تھے۔ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ تفسیر عمدۃ البیان ۲ صہ۸۵، تفسیر انوار النجف جلد ۳ صہ۱۰، الصواعق المحرقہ صہ۱۲۰، تذکرۃ الخواص صہ۳۲، فرمایا میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے، ثابت ہوا کہ علم الٰہی کا شہر اگر جناب ختمی المرتبت ہیں تو حضرت علیؑ اس کے دروازہ ہیں۔ بس جو خدا تعالےٰ کی رضا معلوم کرنا چاہتا ہے وہ دروازے پر آئے ورنہ شہر سے فیض یاب نہیں ہو سکے گا۔

وجوہات

قابل غور بات یہ ہے کہ حضور پر نور نے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں یہ کیوں نہ فرمایا۔ کہ میں علم کا دریا ہوں یہ کیوں نہ کہا کہ میں علم کا پہاڑ ہوں یہ کیوں نہ کہا کہ میں علم کا چمن و گلستان ہوں یہ کیوں نہ فرمایا علم کی کان ہوں یہ کیوں نہ ارشاد فرمایا کہ میں علم کا صحرا و جنگل ہوں حالانکہ یہ مثالیں زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہیں اس کی وجہ ایک تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ دریا میں صرف دریا کی ہی چیزیں ملتی ہیں پہاڑوں اور جنگل کی چیزیں نہیں ملا کرتیں اسی طرح پہاڑوں میں صرف پہاڑوں سے ہی متعلق اشیاء دستیاب ہو سکتی ہیں۔ سمندروں کی چیزیں نہیں ملیں گی اور جنگل و صحرا میں کان کی چیزیں نہیں ملیں گی اور کان میں گلستان کی اشیاء کا ملنا ناممکن ہے مگر اس کے برخلاف شہر میں جنگل و صحرا، گلستان و کان، پہاڑ اور سمندروں یعنی ہر مقام کی چیزیں مہیا ہو سکتی ہیں اسی لئے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے یعنی مجھ میں ہر شیٔ کا علم ہے اور علیؑ اس کا دروازہ ہے بس جس جس چیز کا محمدؐ مصطفےٰ کو علم ہے اس اس کا علیؑ کو بھی علم ہے اور دوسری وجہ نبیؐ اکرم کا یہ کہنا کہ میں شہر

علم ہوں علی اس کا دروازہ ہے یہ ہے کہ شہر میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ نیک بھی بدبھی کافر بھی مشرک بھی مومن بھی منافق بھی عالم بھی جاہل بھی کامل بھی ناقص بھی، ذہین بھی کند ذہن بھی، شہر میں وہ بھی جو آٹھ برس تک سورہ لبقر یاد نہ کرسکے اور شہر میں وہ بھی جو ایک قدم رکاب میں رکھیں تو قرآن شروع کریں اور دوسرا قدم رکاب تک پہنچے تو قرآن ختم ہوجائے۔ دیکھو المجالس المرضیہ صفحہ ۱۹۵ پہ اور تیسری وجہ اس طرح فرمانے کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ شہر میں کھوٹا نہیں چلا کرتا ہاں اگر کوئی اندھا کھوٹے کو قبول کرلے تو اور بات ہے۔ مثال عرض کرتا ہوں آپ نے ملازم کو روپیہ دیا کہ بازار سے سودا لے آئے۔ ملازم نے دکاندار سے سودا لے کر جب اُسے روپیہ دیا تو اس نے دامن پکڑ لیا کہ کھرا سودا لے کر کھوٹا روپیہ دیتا ہے۔ ملازم سودا واپس کرکے دوسری دکان پہ چلا گیا اس نے بھی روپیہ دیکھ کر کہا کہ کھوٹا ہے غرضیکہ بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دکھاتا گیا۔ ہر ایک نے کہا کہ میاں روپیہ کھوٹا ہے آخر ملازم نے حیران ہوکے دریافت کیا کہ کھرے اور کھوٹے کی پہچان کیا ہے کہا کہ کھرا وہ ہے جس پر سرکاری مہر ہو اور خزانہ سرکار کے نمبر و دستخط ہوں اور کھوٹا وہ ہے جسے بندوں نے چھپ کر بنایا ہو، میاں کھوٹا کھرے کی نقل ہوتا ہے۔ ارے جس طرح کھوٹا بنانے والے مُلزم اور مجرم ہوتے ہیں اسی طرح کھوٹا رکھنے والا بھی ملزم اور مجُرم ہوگا۔ لوگو کھوٹے سے بچو، جسے لوگوں نے چھپ کے بنایا ہو، مسلمانو جب بندوں کا بنایا ہوا شہر میں چل سکا، کیونکہ اصل کی نقل ہے تو شہر نبوّت میں بندوں کا بنایا ہوا حقیقی امام کی نقل کیسے نقلی امام چل جائے گا۔ صلوٰۃ۔ رُباعی

اسلام میں امام کا اعلیٰ مقام ہے — جنگ میں دلیر سینہ جس کا تیام ہے
میرانو انتخاب فقط یہ رہا نقیر — جس کا کلام حق سے ملے وہ امام ہے

اور اس حدیث کے فرمانے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم، پوری کائنات کو حیدر کرار کا سائل دیکھنا چاہتے تھے کیونکہ لوگ شہر میں داخل دروازے سے ہوا کرتے۔ قرآن مجید میں قدرت کا ارشاد ہے۔ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا پارہ ۲ رکوع ۸

اور نہیں بھلائی بیچ اس کے کہ آؤ تم گھروں میں پشت ان کی سے ولیکن بھلائی واسطے اس شخص کے ہے کہ پرہیز گاری کرے اور آؤ گھروں میں دروازوں ان کے سے۔ اب جو بھی محمد مصطفےٰ کے علم سے فیض یاب ہونا چاہتا ہے اسے علیؑ کا وسیلہ پکڑنا ہوگا۔ ورنہ علم مصطفےٰ سے فیضیاب نہیں ہوسکے گا۔ ملاں لوگ اعتراض کر سکتے ہیں کہ شہروں میں دروازے کہاں تو اعتراض حضور پاکؐ پر کرو کہ انہوں نے یوں ارشاد فرمایا حضور پہلے شہروں کے دروازے بھی ہوا کرتے تھے مگر آمنہ کا لال ملاں کی ہونے والی حرکت سے خوب واقف تھا اس لئے حدیث کا رُخ بدل دیا اور فرمایا اَنَا دَارُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا منصب امامت صد۴۳ میں علم کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ اب بات متحقق ہوگئی کہ حیدر کرار کے بغیر رضائے محمدؐ اور رضائے الٰہی کا ملنا ناممکن اور محال ہے۔ ایک مسدس عرض ہے

عقدے تبھی کھلیں گے جو مشکل کشا کہوں ہیں وصف کم سے کم جو سواے سوا کہوں
ہے کفر گر نصیری کی مانند خدا کہوں پروردگار اس تیرے بندے کو کیا کہوں
نہ عقل کا گزر ہے نہ جائے قیاس ہے
اسے شرک دُور ہو مجھے ایمان کا پاس ہے (صلوٰۃ بر محمدؐ و آل محمدؐ)

مسدس

تاجدار رسالتؐ نے اس بات کو اور آگے بڑھایا ارشاد ہوتا ہے اَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے مشکوٰۃ شریف جلد۳ صد۲۶۰ صواعق محرقہ صد۱۲۰ تذکرۃ الخواص صد۴۳ لواعج الاحزان جلد۱ صد۴۴ مسلمانو اگر حکمت حاصل کرنی ہے تو حکمت کے گھر کے دروازے پر سائل بن کر آؤ۔ ورنہ حکمت نصیب نہیں ہوگی تعجب ہے اس دھڑے داری پر کہ حضور پُرنور تو فرماتے ہیں کہ جب حکمت کا میں گھر ہوں علی اس کا دروازہ ہے مگر آج کا ملاں کہتا ہے کہ علیؑ نے حکمت عملی سے کام نہ لیا۔ امیر شام علیؑ سے اپنی حکمتِ عملی سے جیت گیا۔ لوگوں نے جھوٹ فریب دغا اور ظلم کو حکمت و سیاستِ ملکی کا نام دے رکھا ہے اگر یہی معیار ہے تو ماننا پڑے گا کہ خداتعالےٰ سے ابلیس جیت گیا اگر اعتبار نہ آئے تو شام کو مسجد اور سینما کا ملاحظہ کر کے فیصلہ کرلینا۔ مسلمانو! علیؑ اسی طرح حکیم ہے جس طرح ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی حکیم تھے اور امیر شام

اسی طرح سیاست ملکی میں ماہر تھا جس طرح روس، امریکہ، جاپان، چین کے فرمانروا یا اکبر بابر، فرعون، نمرود، ہامان، ہلاکو وغیرہ تھے۔ اور حدیث سنو! اَنَا دَارُ الْهُدٰى وَعَلِيٌّ بَابُهَا میں ہدایت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ لاکھ علم حاصل کرتے رہو جب تک ہدایت کے دروازے پر نہیں آؤ گے۔ ہدایت نصیب نہیں ہوگی۔ مثال سنو! آپ نے مجھ سے دریافت کیا مولانا فرمادیں ہمارے گھر میں کرسیاں کتنی ہیں۔ مولانا ہمارے گھر میں پلنگ کتنے ہیں ہمارے ہاں پنکھے کتنے ہیں۔ مولانا بتاؤ ہمارے بستر کتنے ہیں۔ میں مولوی عالم ریش دراز سہی مگر کسی کے گھر کی چیزیں تو نہیں بتا سکوں گا میں تو بھائی یہی جواب دوں گا۔ کہ میاں گھر کی چیزیں تو کوئی گھر والا ہی بتائے گا جب میری دروازے تک رسائی ہی نہیں تو اندر کے حالات کیونکر معلوم کر سکوں۔ آپ نے چھ سالہ اپنے بچے کو بلایا اس سے دریافت کیا کہ بیٹا ہمارے گھر میں کرسیاں کتنی کہا کہ پانچ۔ فرمایا پلنگ کہا کہ بارہ ۱۲۔ بستر ے چودہ ۱۴ حقے کہا کہ تین، آپ نے فرمایا مولانا یہ بچہ آپ سے بازی جیت گیا۔ میں نے کہا حضور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ گھر میں آتا جاتا ہے اس لئے سب کچھ بتا دیا اور میں کبھی دروازے تک ہی نہیں گیا۔ اس لئے نہیں بتا سکا تو جب دروازۂ مصطفیٰؐ پر نہیں آؤ گے۔ علم و حکمت اور ہدایت نصیب نہیں ہوگی۔ ہاں جو اس دروازے پر پہنچے علم محمد ان کا مقسوم ہوا

منقول ہے کہ ایک راہب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر یوں عرض پرداز ہوا کہ میں نے سنا ہے کہ ہندوستان میں ایک شخص ہے وہ جب چاہتا ہے ایک دن میں حج بیت اللہ اور بیت المقدس کی زیارت کر کے واپس چلا جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ سندھ میں فلاں مقام پر رہتا ہے اس کا نام متمم ابن فروز فارسی ہے اُس نے آلِ محمدؐ کے علوم سے فیض حاصل کیا ہے۔ راہب کہتا ہے کہ میں اُسے تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا جہاں وہ قیام رکھتا تھا کیا دیکھا کہ پہاڑ پر اس نے ڈیرہ بنایا ہوا ہے اور سال میں دو مرتبہ اس سے باہر نکلتا ہے۔ ڈیرہ میں چشمہ آب ہے اور اس کے ارد گرد کی زمین سے بغیر دانے ڈالے اور بغیر کام کرنے والے کے قدرتی طور پر کاشت ہوتی ہے راہب تین روز تک دروازے پر کھڑا رہا چوتھے دن ایک گائے جس کے پستانوں سے دودھ

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور ایک راہب

چھلک رہا تھا۔ پشت پر لکڑیاں لادے دروازے پر آئی تو دروازہ کھل گیا اور راہب بھی اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ایک شخص کو جو کبھی آسمان پر نظر ڈال کر روتا ہے اور کبھی زمین کو دیکھ کر گریہ کرتا ہے کبھی پہاڑوں پر نظر دوڑا کر روتا ہے۔ راہب کے منہ سے نکل گیا۔ سبحان اللہ! اس زمانے میں ایسی مثالیں کس قدر کم یاب ہیں اس نے جواب دیا کہ یہ اس بزرگ کی بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہے جسے تم چھوڑ آئے ہو۔ پھر اس نے کہا کہ تم جانتے ہو بیت المقدس کیا ہے راہب نے کہا کہ میرے علم میں تو وہی بیت المقدس ہے جو شام میں ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ حقیقی بیت المقدس آلِ محمد علیہم السلام کے گھر ہیں۔ حقائق العقائد صد ۱۶۳، اصول کافی صد ۲۰۷ تا صد ۲۰۹ (مطبع نولکشور لکھنؤ) یہ ہے آلِ محمد کے دروازے سے علم حاصل کرنے والوں کا مقام (صلوٰۃ)۔ میں ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں أَنَا دَارُ الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا میں جنت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے جب جنّت کا دروازہ حیدر کرار ہے تو لوگو علیؑ کا دامن چھوڑ کر کس طرح جنّت میں چلے جاؤ گے ہاں اگر علیؑ کا دامن نصیب نہیں تو جنّت کو اپنے لئے حرام سمجھو اور کوئی عبادت سوائے ولائے علیؑ کے قبول نہیں ہوگی۔ **حدیث**:۔ عَنِ الزُّهْرِي قَالَ سَمِعْتُ انَسَ ابْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ وَاللهِ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ يَقُوْلُ عُنْوَانُ صَحِيْفَةِ الْمُؤْمِنِ حُبُّ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ زہری کہتا ہے کہ انس بن مالک کہتا تھا کہ میں قسم کھاتا ہوں اس خدا کی جس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ البتہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مومن کے نامۂ اعمال کا سرنامہ علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی محبّت ہے (مودۃ القربیٰ صد ۵) بس مفہوم عبادت اچھی طرح واضح ہو گیا۔ تصدّق شیرازی کیا خوب فرماتے ہیں۔ رُباعی

حبِّ علی

ہے کوئی اگر حق کی عبادت کا طلبگار — لازم ہے کرے کعبہ قرآن کا دیدار
ہیں اس کے سوا تین عبادت کے طریقے — دیدارِ علیؑ، ذکرِ علیؑ، الفت کرّار

رُباعی

(صلوٰۃ)

اب مولائے کائنات جناب حیدرِ کرار کے علم کا ایک شمّہ عرض کرتا ہوں جس سے ہر مومن صاحب ایمان آسانی سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ شہرِ علم نبوّت کے دروازے کی کیا کیفیت ہے۔ رسولؐ اللہ کے انتقال کے چوبیس ۲۴ سال بعد جب میرے مولا منبر پر تشریف لائے تو بعد حمد و ثنا کے فرمایا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ وَاَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ سَلُوْنِیْ مَاشِئْتُمْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ اِنِّیْ اَعْلَمُ طُرَقَ السَّمٰوٰتِ مِنَ الْاَرْضِ۔ میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسولؐ اللہ کا بھائی ہوں میرے مرنے کے قبل مجھ سے سوال کر دو میں آسمانوں کے راستے زمین سے زیادہ جانتا ہوں۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۸۱ اور مصباح المجالس کی جلد ۴ صفحہ ۱۲۷ پر سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ ذَا فِیْمَا دُوْنَ الْعَرْشِ یعنی میرے مرنے سے قبل مجھ سے عرش سے پرے کی بات پوچھ لو۔ یہ سُن کر ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اُس نے کہا کہ بتاؤ اس وقت جبرئیل کہاں ہے آپ نے آگے پیچھے نیچے اُوپر دائیں اور بائیں دیکھ کر فرمایا کہ اَنْتَ جِبْرَئِیْلُ یہ سُن کر وہ شخص نظروں سے غائب ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کی کہ مولا آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ یہ جبرئیل ہے فرمایا میں نے شش جہات میں ہر جہت کی طرف نظر دوڑائی۔ لیکن جبرئیل کہیں نظر نہ آئے تب میں نے سمجھا کہ یہی جبرئیل ہے۔ سبحان اللہ قابل غور یہ امر ہے کہ مولا علیؑ نے کس کس چیز کو دیکھا کتب منطق میں ہے اَلْمَلَکُ ھُوَ جِسْمٌ نُوْرِیٌّ یَتَشَکَّلُ بِاَشْکَالٍ مُّخْتَلِفَۃٍ اِلَّا الْکَلْبَ وَالْخِنْزِیْرَ۔ فرشتہ وہ ہے کہ جس کا جسم نوری ہو اور مختلف شکلیں تبدیل کر سکتا ہو مگر کتا اور خنزیر نہیں بن سکتا۔ اس کے ساتھ جنّ کے بارے میں بھی سُن لو اَلْجِنُّ ھُوَ جِسْمٌ نَارِیٌّ یَتَشَکَّلُ بِاَشْکَالٍ مُّخْتَلِفَۃٍ حَتّٰی الْکَلْبِ وَالْخِنْزِیْرِ۔ جنّ جسم ناری رکھتا ہے اور مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے یہاں تک کہ کتا اور خنزیر بھی بن سکتا ہے ثابت ہوا کہ فرشتہ کتا اور خنزیر کے علاوہ ہر صورت اختیار کر سکتا ہے تو میرے مولا نے کائنات کے ہر ذرّے ذرّے کو دیکھا ہو گا۔ پہاڑوں کے ذرّات۔ سمندروں کے قطرات، کائنات کی کل نباتات، سوائے کتّے اور خنزیر کے حیوانات، صحرا کے ذرّوں کی مہتات غرضیکہ سلسبیل کوثر، تسنیم لبن اور جنّت کے ثمرات کو علیؑ نے ایک آن میں ملاحظہ فرما لیا۔ اور

سلونی سلونی

انت جبرئیل

تحقیق کر کے فرمایا جبرئیل اللہ اکبر، رُباعی عرض ہے۔

رباعی

نوری و ناری خشک و تر، آبی و خاکی بحر و بر — سب کچھ قرآن میں ہے ذکر تحت الثریٰ یا عرش پر
وارث قرآں ہے مرتضیٰ پڑھ لے قرآں میں ہل اتیٰ — پھر علم غائب چیز کیا جس کی علیؑ کو نہیں خبر

نعیمی

ایک واقعہ اور سُن لیں تاکہ معاملہ اور واضح ہو جائے روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں خولہ گرفتار ہو کر مدینہ میں آئیں۔ دو آدمیوں نے اپنا اپنا کپڑا خولہ پر ڈال دیا کیونکہ ہر ایک خولہ کو لینا چاہتا تھا خولہ نے کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا مالک تو صرف وہی شخص ہوگا جو مجھے اس بات سے آگاہ کرے کہ میں نے پیدا ہونے کے فوراً بعد کیا بات کہی تھی۔ اسی دوران حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے لوگوں اور خولہ کی طرف دیکھ کر فرمایا صبر کر دیں خولہ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے خولہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم میری بات سنو! فرمایا، جب تیری ماں تیرے حمل سے تھی تو اُسے سخت تکلیف ہوئی۔ اُس نے کہا کہ اے معبود مجھے اس تکلیف سے بچانا۔ اُن کی دعا منظور ہوئی

بحارالانوار

جب تم پیدا ہوئیں تو فوراً تو نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط اے اماں تھوڑے عرصہ کے اندر میرا مالک ایک سردار ہوگا اور اس کا مجھ سے فرزند پیدا ہوگا یہ کلام سُن کر تیری اماں رونے لگی پھر یہ کلام ایک پیتل کی تختی پر لکھا گیا تیری ماں نے اس تختی کو دفن کر دیا جہاں تم پیدا ہوئیں تھیں تیری ماں کا جس رات انتقال ہوا۔ اس نے اس تختی کے متعلق وصیت کی اور تمہیں گرفتاری کے وقت اور کوئی فکر نہ تھی صرف تختی لینے کی فکر تھی تم نے اس تختی کو لیا اور داہنے بازو پر باندھ لیا اس کو میرے پاس لاؤ اس کا میں ہی مالک ہوں۔ میں امیرالمومنین اس میمون لڑکے کا باپ ہوں جس کا نام محمد ہوگا خولہ نے قبلہ رُو ہو کر کہا اے معبود تو ہی مہربانی اور احسان کرنے والا ہے مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے عطا کی ہے اور کسی کو نہیں دی۔ اے معبود تو نے صاحب نبوت کے واسطہ سے جس کی نبوت قیامت تک رہے گی۔ مجھ پر اپنا فضل مکمل کیا۔ پھر خولہ نے تختی نکال کر مولا کے پیش کی۔ اس پر وہی عبارت تحریر تھی

جو حضرت علیؑ نے فرمائی تھی۔ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا ہے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی اے علیؑ اسے آپ لے جائیں پس حضرت نے اُسے اپنی زوجیت میں لے لیا جس سے محمد حنیفہ پیدا ہوئے صلوٰۃ کنوز المعجزات صہ ۲۱۹۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدھ واقعہ ان بزرگوں کا بھی یہاں عرض کرتا چلوں جن کو مسلمان حضرت علی کے مقابلہ میں لا کھڑا کرتے ہیں۔ منقول ہے کہ ایک کوفی شام آیا تو اس کا اونٹ ایک شامی نے یہ کہہ کر لے لیا کہ یہ اونٹنی میری ہے شامی اس کوفی کو دربار خلافت میں لایا اور عرض کی اے امیر المومنین یہ کوفی چور اس نے میری یہ اونٹنی چرائی ہے معاویہ نے کہا اس پر گواہ پیش کرو تو شامی نے پچاس آدمی گواہی کے لئے پیش کر دیئے جنہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اے خلیفۃ المسلمین واقعی یہ اونٹنی اس شامی کی ہے اور یہ کوفی چور ہے۔ دربار خلافت سے شامی کے حق میں فیصلہ بھی صادر ہو گیا جب شامی اونٹ کو لے کر چلا تو کوفی نے معاویہ سے کہا کہ آپ نے شامی کے حق میں فیصلہ بھی دیدیا اور پچاس آدمیوں نے قسم کھا کر گواہی بھی دے دی کہ یہ اونٹنی واقعی شامی کی ہے مگر حضور غور سے ملاحظہ تو فرمادیں کہ یہ اونٹنی نہیں بلکہ اونٹ ہے یہ سُن کر حاکم شام مسکرایا اور کہا کہ تم جا کر علیؑ سے کہہ دینا کہ میرے پاس ایک لاکھ آدمی ایسے ہیں جو اونٹ اور اونٹنی میں تمیز نہیں کر سکتے اور بے دھڑک قرآن مجید اٹھا کر گواہی دے دیتے ہیں۔ آفتاب شہادت صہ ۴۲"

مگر اِدھر یہ عالم ہے کہ محمدؐ و آل محمد حیوانوں سے گواہی و شہادت لے لیا کرتے ہیں۔
ابن اسحاق سے روایت کہ ایک شخص ستر اونٹوں کو جو ریشمی کپڑوں سے لدے ہوئے تھے اور ہر اونٹ پر ایک غلام سوار تھا لے کر مکہ پہنچا اور لوگوں سے دریافت کیا کہ محمد بن عبداللہ کہاں ہیں کیونکہ میں نے یہ سارا مال اپنے باپ کی وصیت سے ان کے حوالے کرنا ہے۔ قیمتی مال دیکھ کر قریش کے منہ میں پانی بھر آیا کہ کسی طرح دھوکہ سے اس سے مال حاصل کیا جائے ابوالبختری نے ابوجہل کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہے محمدؐ بن عبداللہ۔ اس شخص نے کہا کہ اگر یہ محمد ہے تو میرا اور میرے باپ کا نام بتلائے یہ سُن کر ابوجہل گھبرا گیا اور فتویٰ صادر فرمایا کہ سوائے ہبل کے کوئی غائب نہیں جانتا اس شخص نے کہا یہ مال ہبل والوں کا نہیں ہے بلکہ رحمٰن والے محمدؐ کا ہے الغرض وہ تلاش کرتا ہوا حضور کے پاس پہنچا۔ آپ

نے اسے دیکھ کر فرمایا تو ناجی بن منذر نہیں ہے یہ سُن کر وہ فوراً گھوڑے سے اُترا، اور آپ کے ہاتھوں کے بوسے لئے اور تمام مال حضورؐ کے حوالے کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا میں ہی محمدؐ بن عبداللہ ہوں اور یہ تمام مال میرا ہی ہے۔ جب آنحضرتؐ نے تمام مال سنبھال لیا تو ابوجہل کو خفت ہوئی اور اُس نے جذبۂ انتقام میں تلوار میان سے نکال لی اور قریش کو پکارا اور کہا کہ لے آلِ غالب اگر تم نے اس معاملہ میں انصاف نہ کیا تو میں اپنے سینہ میں تلوار جھونک لوں گا یہ سب مال کعبہ کا ہے بس ابوجہلؑ نے گھوڑے پر سوار ہو کر اطرافِ مکہ میں پروپیگنڈہ کیا۔ اور ستر ہزار جنگجو اکٹھے کر لئے جب ابوجہل کی اس حرکتِ خبیثہ کا حضرت ابوطالب کو علم ہوا تو انہوں نے بھی بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو جمع فرمایا اور قریش سے دریافت کیا کہ تم کیا چاہتے ہو ابوجہل نے کہا کہ آپ کے بھتیجے نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں اور عرب کی غیرت کو چیلنج کیا جا رہا ہے کہ وہ آپ لوگوں سے جنگ کریں کیا آپ کو علم نہیں کہ کل سونے اور چاندی اور ریشمی کپڑوں کے ستر اونٹ لدے ہوئے جادو کر کے اس نے بیت اللہ کے حاصل کر لئے ہیں حالانکہ یہ مال صرف اور صرف کعبہ کا چڑھاوا تھا۔ ابوطالب نے کہا کہ اس کی کیا گواہی ہے کہ یہ مال کعبہ کا چڑھاوا تھا ابوجہلؑ نے کہا کہ کہ محمدؐ کے پاس بھی کوئی ثبوت نہیں کہ یہ مال ان کا مال تھا۔ حضرت ابوطالب نے فرمایا اس کا فیصلہ آسانی سے ہو جائے گا مجھے اپنے بھتیجے سے دریافت کرنے دو۔ جب ابوطالب نے حضورؐ سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ چلو وہی اونٹ جن پر سامان آیا ہے انہیں پکاریں جس کے حق میں وہ گواہی دے دیں وہی مال کو لے جائے بس اس بات پر ہی فیصلہ ہو گیا کہ کل صبح فیصلہ ہو گا ابوجہلؑ وہاں سے کعبہ میں آیا اور ہبل کو سجدہ کیا پھر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ اگر اونٹ میرے کہنے پر بولیں اور میں شماتت محمدؐ سے بچ جاؤں در حالانکہ میں چالیس سال سے تیری عبادت کرتا ہوں اور اب تک تجھ سے کوئی سوال ہی نہیں کیا مگر اس حاجت کے پورے ہونے پر میں تیرے لئے سفید موتیوں کا قبہ بنوا دوں گا اور ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہناؤں گا اور تیرے پاؤں کے لئے چاندی کی جوتیاں تیار کراؤں گا اور تیرے سر پہ جواہرات کا تاج رکھوں گا رات بھر ابوجہلؑ آہ و زاری کرتا رہا جب

ادبول لنے گزارا ای دی

صبح کو طرفین کے لوگ جمع ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے ابوجہل ان اونٹوں سے اپنے حق میں شہادت حاصل کر۔ پس ابوجہل نے آگے بڑھ کر اونٹوں کو پکارا کہ بتاؤ یہ مال ہبل کا ہے یا محمدؐ کا ہے سات مرتبہ اس نے آواز دی مگر ایک بار بھی جواب نہ پایا پھر آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ انہیں پکارا کہ بتاؤ میں کون ہوں اور یہ مال کس کا ہے؛ تو اونٹوں نے فصیح عربی زبان میں کلمہ شہادت پڑھا اور عرض کیا کہ یہ مال آپ کا اور آپ کے خدا کا ہے واقعی ناجی بن منذر آپ کے پاس لایا ہے مگر ابوجہل اور اس کے مخصوص ساتھی پھر بھی کفر پہ اڑے رہے آنحضرتؐ نے وہ مال راہ خدا میں خرچ کر دیا اور تمام غلاموں کو آزاد فرمایا مجمع الفضائل جلد ۱ صد ۱۵ صلوٰۃ

پس مفہوم عبادت اگر سمجھ میں آگیا تو دین و دنیا میں عزت و کامیابی ہے ورنہ دنیا و آخرت تباہ و برباد ہوگی اس تقریر سے واضح ہوگیا۔ سوائے محمدؐ و آل محمدؐ کے حقیقت عبادت اور طرق عبادت سے کوئی آگاہ نہیں ہے بس وہ یقیناً عبادت ہے جس کا طریقہ آل محمدؐ سے دریافت کیا گیا ہو باقی تمام طریقے عبادت نہیں بلکہ عادت میں شمار ہوتے ہیں رُباعی عرض ہے

میں تیری عبادت کرتا ہوں اس آیت کا اقرار نہ کر
یا اپنے غلط عقیدے سے ہر سجدے کو بیکار نہ کر
تو حق کی نمازیں پڑھتا رہ لیکن ان میں صلوٰۃ نہ پڑھ
جو دل میں ہے وہ لب پہ لا ایمان کو دل بیزار نہ کر　　تصدقؔ

دیگر رُباعی

عبادت خدا اگر خیال ہے　　وجود میں
دُرود تو نہ پڑھ کہ ذکر آل ہے درود میں
خدا سے عہد کر کے تو نماز میں مُکر گیا
قیام میں رکوع میں قعود میں سجود میں
تصدقؔ

اب آخری ٹکڑا عرض کر کے دامن تقریر سمیٹتا ہوں۔ مسلمانوں یاد رکھو، جب تک آل محمدؐ کی ولاء نہیں ہوگی نہ عبادت عبادت ہے اور نہ اسلام اسلام ہے بلکہ یہ سب شیطان کا چکر اور حصہ ہے منقول ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرتؐ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا

آدمی میں بھی شیطان کی شرکت ہوتی ہے آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا۔ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ پارہ ۱۵ رکوع ۷ اور شریک ہو بیچ ان کے مالوں کے اور اولادوں کے مطلب یہ ہے کہ شیطان انسان کی اولاد اور مال میں شرکت کر سکتا ہے سائل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا یا ابن رسول اللہ کس طرح سے پہچان کریں کہ یہ صرف اپنے باپ کا ہے یا شیطان کا بھی حصہ ہے فرمایا ہمارا ذکر چھیڑ دو نتیجہ برآمد ہو جائیگا۔ ہمارے فضائل سے ہمارا دوست خوش ہوتا ہے اور ہمارا دشمن جلتا ہے۔ بس جس کے دل میں آل محمدؐ کی محبت ہے وہ اپنے باپ کا حلالی ہے اور جس کے دل میں آل محمدؐ کی دشمنی ہے وہ سمجھو کہ شیطان کا بیٹا حرامی ہے۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ صـ ۲۵۲

حلالی اور حرامی کا معیار

یہ انسان نما شیطان تھے جنہوں نے رسولؐ اللہ کا بھرا گھر اجاڑ دیا اور فرزندِ رسولؐ کی لاش پہ گھوڑے دوڑائے خیام آلِ محمدؐ کو نذرِ آتش کیا اور رسولؐ اللہ کی بیٹیوں کو در بدر پھرایا، قبلہ علامہ سید محمد باقر اعلی اللہ مقامہٗ فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ چالیس ہاشمی چھوٹے بڑے مرد تھے جن میں سے تیس کربلا میں شہید ہوئے اور دس بچے بچ گئے سو کربلا میں قید ہوئے اور عورتیں تقریباً ساٹھ تھیں جو قید ہوئیں۔ المجالس المرضیہ صـ ۴ عام طور پہ بیان ہوتا ہے کہ جب قافلہ آل محمدؐ کا قید ہو کر چلا تو اس وقت ترپن ۵۳ اونٹ تھے اور جب قافلہ آلِ محمدؐ کا قید سے فارغ ہو کر مدینے کو روانہ ہونے لگا تو یزیدؑ نے دریافت کیا سجادؑ کتنی سواریوں کی ضرورت ہے سجادؑ نے رو کر فرمایا او یزیدؑ ملعون اب تو تین اونٹ ہی کافی ہیں کیوں عزادارو باقی قیدی کہاں چلے گئے بیان ہوتا ہے کہ بہت سے بچے آل محمدؐ کے اونٹوں سے گر گر کر تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ آج کے مومن تو کہا کرتے ہیں کہ سخت مصائب نہ پڑھو ہم سننے کو تیار نہیں ہیں۔ یہ ذاکرین اپنی طرف سے بیان کرتے ہیں مگر میں نے قبلہ علامہ سید محمد باقر اعلی اللہ مقامہٗ و نور اللہ مرقدہٗ کی کتاب المجالس المرضیہ کے صـ ۲، پر پڑھا ہے قبلہ موصوف لکھتے ہیں کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ ایک ذاکر نے مجلس میں پڑھا کہ جب شمرؑ میرے امام کے سر پاک کو تن اطہر سے جدا کر چکا تو اتنے زور سے زمین پر پھینکا کہ گرد بلند ہوئی پس سننے والوں میں سے کسی نے کہا

تعداد اسیران کربلا

سخت مصائب پڑھنا

کہ رُک جا ایسی سخت روائتیں نہ پڑھو ذاکر نے مجلس ختم کر دی اور غمزدہ ہو کر سویا تو عالم خواب میں امام مظلوم کی زیارت نصیب ہوئی ذاکر نے اپنی پریشانی کی وجہ سے امام سے عرض کی امام مظلوم نے فرمایا یہ لوگ اتنا بھی نہیں سُن سکتے حالانکہ میرے ساتھ اس سے بھی زیادہ ظلم ہُوا ہے۔ عزادارو مسلمانوں نے اسی پر ہی بس نہیں کی بنی امّیہ کے ظلم و ستم کے بعد بنی عباس کی باری آئی اور ان ملعونوں نے بنی امیّہ سے بھی بڑھ چڑھ کر ظلم کئے لکھا ہے کہ جب منصور دوانیقی بادشاہ بنا تو اس نے سادات کُشی نئے سرے سے شروع کی، یہ ظالم آلِ رسول کا ایسا دشمن تھا کہ اس ملعون نے حکم صادر کیا کہ آلِ علیؑ کے خون سے بغداد کے مکانات کی بنیادیں قائم کی جائیں کسی شاعر نے کہا ہے۔ شعر

پتہ بغداد دیتا ہے قسم سادات کے حق کی،
لحد میں مردے ہوتے ہیں یا دیواروں میں ہوتے ہیں

سادات کشی

لکھا ہے کہ اس ظالم کے ظلم سے سادات کُشی شروع ہوئی، سادات کے خون سے گارا بنایا گیا اور بے گناہ سیّد دیواروں میں چُنے جانے لگے چنانچہ ایک مرتبہ کچھ لوگ ایک لڑکے کو جو اولادِ امام حسن علیہ السلام سے نہایت ہی حسین و جمیل تھا پکڑ کر منصور ملعون کے پاس لائے اس شقی نے معمار کے حوالے کیا اور کہا کہ اسے لے جا کر دیوار میں چُن دے وُہ معمار اس صاحبزادے کو لے آیا اور دیوار پر کھڑا کر کے اینٹوں اور پتھروں سے چُننے لگا معمار اُسے چُنتا جاتا تھا اور اس کی حالت پر افسوس کرتا جاتا تھا آخر اس صاحبزادے سے اس نے کہا گھبراؤ نہیں میں اس ستون میں تمہارے سانس لینے کے واسطے ایک سُوراخ چھوڑ دیتا ہوں، شب کے وقت اگر میں تم کو نکال دوں گا غرض جب تاریک شب ہوئی تو اس معمار نے اگر

امام حسنؑ کا شہزادہ دیوار میں

امام زادہ کو باہر نکال دیا اور کہا کہ خدا کے واسطے تم اس تاریکی شب میں اس شہر سے کہیں باہر بھاگ جاؤ، اپنی ماں کے پاس بھی نہ جانا، اگر حاکم کو معلوم ہو گیا تو ہم سب کے سب قتل کر دیئے جائیں گے میں نے تمہیں قرابت رسول اللہ ہی کے خیال سے چھوڑا ہے پس اب تم یہاں نہ ٹھہرو، عزادارو! اس شہزادے نے اپنے سر کے بال معمار کو دیئے اور اپنے مکان کا پتہ بتلایا کہ میری ماں کو میرے بال دے کر تسلی دینا کہ میں بچ گیا ہوں اور اب قیامت

کو ملاقات ہو سکے گی۔ یہ کہہ کر شہزادہ تو کہیں چلا گیا آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گیا، معمار کہتا ہے کہ میں اس کے مکان پر گیا تو رونے کی آواز آئی میں سمجھ گیا کہ صاحبزادے کی ماں رو رہی ہے میں اس کے قریب گیا اور اس کو اس کے بیٹے کی حالت بیان کی اور کہا کہ یہ اس کی زلفوں کے بال ہیں جو تمہاری تسکین و اطمینان کے واسطے اس نے مجھے دیئے تھے لواعج الاحزان ج ۲ ص ۲۴۲ میں بنی عباس کے مظالم سے ایک اور ظلم عرض کرتا ہوں،

عبداللہ بزاز نیشا پوری کہتے ہیں کہ میرے اور حمید بن قحطبہ کے درمیان کچھ معاملہ تھا ایک مرتبہ میں سفر کر کے رمضان کے مہینے میں بغداد میں اس کے پاس آیا دن کو اس کے غلام نے کھانا پیش کیا میں نے کہا میں روزہ سے ہوں مگر حمید بن قحطبہ کھانے لگے میں نے روزہ کے بارے میں حمید سے سوال کیا تو اس نے رو کر کہا نماز و روزہ مجھے کوئی فائدہ نہ دے گا۔ میں نے وجہ دریافت کی کہ تو نے کیا کیا ہے کہا عبداللہ سنو! ایک رات کو ہارونؔ کے غلام نے آکر کہا کہ تجھے ہارون یاد کر رہا ہے میں اس کے ساتھ ہارونؔ کے پاس پہنچا اس نے مجھ سے سوال کیا کہ تیری طاعت گزاری اور فرمانبرداری میرے ساتھ کس مرتبہ کی ہے میں نے کہا جان سے اور مال سے یہ سن کر ہارونؔ تھوڑی دیر چپ رہا پھر کہا جاؤ چلے جاؤ میں گھر چلا آیا تو تھوڑی دیر کے بعد غلام نے پھر مجھے ہارونؔ کا پیغام دیا میں حاضر ہوا تو اس نے کہا کہ تیری طاعت میرے لئے کس درجہ کی ہے۔ میں نے کہا جان سے مال سے اہل و اولاد سے ہارونؔ نے ہنس کر کہا چلے جاؤ۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ پھر بلا بھیجا میں جا کھڑا ہوا۔ ہارونؔ نے سر اٹھا کر پوچھا! تیری طاعت میرے لئے کس درجہ کی ہے۔ میں نے کہا جان و مال سے اہل و اولاد سے دین و ایمان سے ہارون یہ سن کر ہنسا اور کہا اچھا یہ تلوار جو رکھی ہے اسے اٹھا لے اور یہ غلام جو حکم کرے اس پر عمل کر۔ غلام مجھے ایک مکان کے دروازے پر لے آیا۔ جس کا دروازہ بند تھا، اس نے کھولا میں اس کے ساتھ اندر گیا دیکھا کہ صحن کے بیچ میں ایک کنواں ہے اور تین کمرے اور ہیں جو مقفل ہیں الغرض غلام نے ایک مکان کا دروازہ کھولا تو اس میں بیس آدمی اولاد علیؑ و بتولؑ قید ہیں۔ غلام نے کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے ان

مظالم سادات کا تاریخی دورہ کا مختصر

سب کو قتل کر دیا جائے ۔ غلام ایک ایک لاتا گیا اور میں قتل کرتا گیا ۔ پھر اس نے دوسرا دروازہ کھولا ، اس میں بھی بیس سیّد خستہ حالت میں قید پڑے ہیں ان کو بھی مثل سابق کے قتل کر دیا پھر اس نے تیسرے دروازہ کو کھولا ، اس میں بھی بیس[۲۰] سیّد اولادِ علیؑ و بتولؑ سے بری حالت میں قید ہیں ۔ غلام ایک ایک لاتا گیا اور میں نے جب انیس[۱۹] سیّد قتل کر دیئے تو بیسویں نے میری طرف دیکھ کر کہا ، او ملعون قیامت کو جب رسولؐ اللہ ہمارے متعلق سوال کریں گے تو کیا جواب دے گا تو نے اولادِ علیؑ و بتولؑ سے ساٹھ آدمی بے گناہ قتل کئے یہ سُن کر میں کانپنے لگا تو ہارون کے غلام نے غصہ سے مجھے جھڑکا بس میں نے اُسے بھی قتل کر دیا ، اے عبداللہ اب مجھے نماز روزہ کوئی فائدہ نہیں دے گا ، عبداللہ نے کہا کہ ان ساٹھ سیّدوں کی نماز جنازہ کس طرح ادا ہوئی ، حمید نے کہا عبداللہ سب لاشوں کو مع سروں کے کنویں میں پھینک دیا گیا اور کنواں مٹی سے بند کر دیا گیا ۔ لواعج الاحزان ج ۲ ص ۲۵۳ ، الا لعنة الله على القوم الظالمين وسيعلم الذين ظلموا اىّ منقلبٍ ينقلبون ٥

گیارہویں مجلس

خلقتِ نورِ سردارِ انبیاءؑ، قرآن مجید، حدیث قدسی، حُسن کی تعریف انبیاءؑ ماسلف سے ترکِ اولیٰ، عتبہ کو شیر نے چیر پھاڑا اور سفینہ نے شیر پر سواری کی، اور زنگ زیب، برالوالدین، بلعم باعور کی دعائیں، صبرِ ایوب، عبداللہ رضیع کی شہادت، پتھروں سے بچیوں کی شہادت، ثانی زہراء دربارِ کوفہ میں،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

کُنْتُ کَنْزًا مُخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُکَ یَا مُحَمَّدُ

(حدیث قدسی) میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے اس بات کو دوست رکھا کہ پہچانا جاؤں اے میرے حبیب محمد میں نے تجھے پیدا فرمایا، اسرار المعرفتہ صـ۱۰۲ جلد ۴، مصباح المجالس صـ۱۵۹

انسان ہونے کی حیثیت سے کبھی کبھی خیال پیدا ہوتا ہے کہ خالق کائنات نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور ان کی طرف کتابیں و صحیفے اس کے علاوہ اوصیاء اور بے شمار ملائکہ حوران جنّت جنّت، کوثر، لبن، جہنّم سلسبیل۔ جن و انس، حیوان، پرندے، چرندے، کیڑے مکوڑے، آبی خاکی اور حشرات الارض، سورج و قمر، ستارے، بہتے ہوئے دریا، سمندر زمین و آسمان عرش و کرسی کس غرض کے لئے پیدا فرمائے اس ساری مخلوق کے پیدا کرنے کی خدا کو کیا ضرورت تھی اگر اللہ تعالٰے ان چیزوں کو پیدا نہ کرتا تو کیا وحدہٗ لا شریک نہ تھا کیا وہ ان کو پیدا کرنے کے بعد خدا بنا ہے۔ یقیناً خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے کیوں بھائیو اگر ساری دنیا دن رات عبادت الٰہی میں مشغول رہے تو کیا خدا تعالٰے کا کچھ سنور جائے گا اور اگر ساری دنیا اس کی مخالفت کر کے سینما چلی جائے تو کیا

خدا کا کچھ بگڑ جائے گا۔ ہرگز ہرگز نہیں ساری دنیا سر بسجود ہو جائے تو کیا اور ساری دنیا فرعون نمرود بن جائے تو کیا، ساری دنیا مسجدیں آباد کرلے تو کیا، تمام دنیا سینما اور ناچ گھروں کو کلب کی زینت بنالے تو کیا، ساری دنیا ڈاڑھی رکھ لے تو کیا، ساری دنیا ڈاڑھی منڈوا دے تو کیا، میرا خدا کسی کا محتاج نہیں بلکہ ساری کائنات اس کی محتاج ہے نہ کسی کی حمایت سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ کسی کی مخالفت سے اس کا کوئی نقصان ہوتا ہے۔ بے شک وہ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیر ہے۔ صلوٰۃ رُباعی

وحدہٗ لاشریک ہے پروردگار میرا — اقرب سے تو قریب ہے ہر دل میں ہے بسیرا
سمیعٌ بصیر تو ہے اور قادر قدیر بھی — تیرے سوا جو ہے بس عبد ہے وہ تیرا
(النعیمی)

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ چھت سے ایک چھپکلی حضرت کلیم کے کھانے پر گری اور بھاگ گئی حضرت کو اس کی اس حرکت سے تشویش ہوئی اور عرض کی پالنے والے اس منحوس جانور کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی باقی ساری کائنات ملائکہ، انبیاء، جن و انس حیوان وغیرہ کیا تیری عبادت کے لئے کافی نہ تھے۔ قدرت کی آواز آئی کلیمؑ یہی الفاظ تو چھپکلی بھی کہہ رہی ہے کہ پالنے والے موسیٰؑ کے پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی اور جو تیری عبادت کرنے والی مخلوق کافی وافی ہے موسیٰؑ کو نہ پیدا کرتا تو کیا ہرج تھا اے موسیٰؑ نہ میں تیرا محتاج ہوں اور نہ اس چھپکلی کی مجھے احتیاج ہے بس میں عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیر ہوں اور ساری کائنات میری محتاج ہے۔ صلوٰۃ، جو خالق ہر شئے کا خالق مالک ہے اس کو کسی کی احتیاج اور ضرورت نہیں بلکہ ساری دنیا اس کی محتاج ہے اُس پروردگار نے از راہ لطف و کرم ارشاد فرمایا کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ پس میں نے اس بات کو محبوب سمجھا کہ پہچانا جاؤں اے میرے حبیب میں نے تجھے پیدا کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ قدرت نے اپنی پہچان کرانے کے لئے محمدؐ مصطفٰی کو وسیلہ قرار دیا جب وہ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیر ہے جس کو کسی کی ضرورت و احتیاج نہیں وہ تو وسیلے کا بھی خالق ہے وہ وسیلہ بنائے تو میرے لئے وسیلہ پکڑنا کیونکر ناجائز ہوگا۔ ارے خدا

ہمیں سبق دے رہا ہے کہ محمدؐ مصطفٰے میری اتنی بلند مخلوق ہے کہ اسے اشاعتِ توحید کا ذریعہ قرار دیا جا سکتا ہے ثابت ہُوا کہ حضور پُرنور کو توحید نے اپنی پہچان کرانے کے لئے خلق فرمایا نہ کہ حضورؐ ہماری خاطر پیدا ہوئے۔ صلوٰۃ۔

قرآن مجید، حدیث قدسی اور حدیث

جس حدیث کو میں نے عنوانِ بیان قرار دیا ہے وہ ہے حدیث قدسی۔ سُنو نص کے تین درجے ہوتے ہیں ! قرآن مجید جو خدا تعالیٰ کا کلام ہے جس کی تلاوت قیامت تک جاری و ساری اور اس کا حکم بھی قیامت تک قائم و دائم ہے دوسرا درجہ نص کا ہے حدیث قدسی یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کی تلاوت قرآن مجید کی تلاوت کا درجہ نہیں رکھتی مگر حکم قیامت تک جاری و ساری اور تیسرا فرمان معصوم ہے جسے حدیث کہتے ہیں اور اس پر عمل کرنا لازم ہے تو جس کو آج عنوان قرار دیا جاتا ہے یہ حدیث قدسی۔ یعنی اللہ تعالےٰ کا کلام۔ تو کلام باری تعالیٰ ہے کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا ہاں فرمادیں خدا کس چیز کا خزانہ تھا جو شئے بھی کہہ گئے میرا معبود اس کے سوا تھا کافی غور و فکر کرنے کے بعد سمجھ میں آیا کہ اللہ تعالیٰ خزانہ خیر تھا یعنی بے داغ حسن تھا وہ حُسن کہ خیر ہی خیر تھا اور حُسن کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ کوئی اس کا چاہنے والا ہو، جب تک اُسے اپنے حسن کا کامل قدردان نہ ملے اُسے قرار نہیں آتا۔ حضور میں دنیا کے حُسن کا ذکر نہیں کر رہا۔ بلکہ حُسن کے خالق کی حُسن کی بات ہے آج کل تو حُسن کی تعریف ہی عجیب ہوا کرتی ہے۔ عاشق نے اپنے معشوق کی یہ تعریف کی کہ میرے معشوق کے رخسار سے انگارے آنکھیں ہرن کی بھنویں تیر۔ پلکیں تلوار ہونٹ پھول کی پتیاں، دانت انار کے دانے، زلفیں کالے ناگ ناک کلہاڑا، قد سرو کی طرح گردن صراحی،

حُسن کی تعریف

کیا یہ حسن کی تعریف ہے ہرگز نہیں بلکہ حُسن کی مٹی خراب کر دی ہے۔ سُنو! اگر سرو کے درخت پہ ایک صراحی رکھ دی جائے اور ہرن کی دو آنکھیں اُوپر صراحی کے رکھ چھوڑیں دو انگارے بھی لٹکا دیں اور دو تلواریں بھی لٹکا دیں اور پھول کی پتّیاں بھی دُور رکھ چھوڑیں چند انار کے دانے بھی ترتیب دے کر رکھ چھوڑیں دو تیر دو ناگ اور ایک کلہاڑا بھی درخت پر رکھ دیں تو کتنا عجیب منظر بن جائے گا۔ رات کو اگر کوئی دیکھے تو ڈر کے مارے مر جائے پورا لاحول ولا کا منظر نظر آئے گا ناقص انسان کامل حُسن کی کیا تعریف کر سکے گا ہر حسین

میں کوئی نہ کوئی نقص ہو گا مگر خالقِ حسن ہر نقص سے پاک و مبرا ہے جس طرح اللہ تعالٰے بے عیب حسن رکھتا ہے اسی طرح اُسے عاشق بھی بے عیب درکار ہے۔ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا نہ باپ کی ضرورت نہ ماں کا محتاج ۔معشوق نے اپنے عاشق کی ایسی ناز برداری کی کہ ادھر آدمؑ نے آنکھ کھولی اُدھر فرشتوں سے سجدہ کرا کر جنّت عاشق کے حوالے کر دی اور جنّت کی ہر چیز پر تصرّف کا اختیار دے کر فرمایا اے میرے عاشق اس شجر کے نزدیک نہ جانا ، بے شک خدا تعالیٰ کا عاشق حضرت آدمؑ بے عیب تھا مگر منع کئے ہوئے درخت سے نہ رہ سکا ایک روز آنکھ بچا کر جا نکلا آواز آئی بس آدمؑ بس تیری محبت کا پتہ چل گیا ہے ہم اور عاشق پیدا کریں گے اس کے بعد حسن بے عیب نے عاشق بے عیب حضرت نوحؑ کو پیدا فرمایا بہت اچھا عاشق نکلا معشوق خوش ہو گیا مگر ہزار سال کے بعد حضرت نوحؑ نے جب اپنے کافر بیٹے کے بارے میں استدعا کی تو قدرت کی آواز آئی میرے حبیب اس کافر کی نجات کا تقاضہ بجا نہ تھا میرے دشمن سے رابطۂ محبت قائم رکھنے والے ہم پوری طرح مطمئن نہیں ہوئے اب ہم اور عاشق پیدا کریں گے بس اس کے بعد حضرت خلیلؑ کو پیدا فرمایا ، خلیل ایسا کامل عاشق نکلا کہ خلّت کا تاج عطا کر دیا اِدھر عاشق نے محبّت کے ہر موڑ پر کمال کر دیا ملائکہ حیران و ششدر رہ گئے مگر رازِ و نیاز میں خدا جانے کیا ہُوا کہ معشوق نے جب کچھ اور آزمائش کو سخت کر دیا تو بیٹے کی محبت سے مجبور ہو کر آنکھوں پر پٹی باندھ لی ۔فرمایا خلیل جس طرح میرا حسن بے داغ ہے اسی طرح تیرا عشق بے داغ نہیں ۔بے شک تیرے عشق و محبت کی ہم داد دیتے ہیں مگر عاشق اور پیدا کریں گے تو قدرت نے موسیٰؑ نامی عاشق پیدا کر دیا اس عاشق نے اتنا قرب حاصل کیا کہ محبوب کے ہاں آنا جانا ہو گیا ، نہ حجاب نہ رکاوٹ عاشق اتنا پیارا لگا کہ نام ہی کلیم اللہ ہو گیا ایک روز عاشق کی معشوق کے دُشمنوں سے لے دے ہو گئی موسیٰؑ ڈر گیا فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی پارہ ۱۶ رکوع ۱۲ پس موسیٰ نے اپنے نفس میں خوف کو محسوس کیا حکم ہوا بس موسیٰ بس تیری محبّت کا بھی پتہ چل گیا ہم اور عاشق پیدا کریں گے اس کے بعد اللہ تعالٰے نے عیسیٰ نامی عاشق پیدا کر دیا ۔یہ عاشق اتنا بے مثال نکلا کہ بالکل

خدا کا ہی ہو گیا نہ عورت نہ بچے نہ بھائی نہ بہن حتیٰ کہ قدرت نے باپ کا بھی واسطہ نہ رکھا۔
نام ملا تو روح اللہ، لہذا عاشق بھی اکیلا اور معشوق بھی وحدہٗ لاشریک عاشق نے
ساری زندگی کوئی اچھا مکان تک نہ بنایا کہ غیر کا خیال تک نہ آئے معشوق نے بھی نگاہ
محبوب میں وہ قدرت بخشش دی کہ مردے زندہ کرنے لگا مٹی سے پرندہ بنا کے اڑانے
پر قادر کر دیا لوگوں کے گھروں کے حالات بتانے لگا مگر باوجود اتنی قوت وطاقت کے
محبوب کے دشمن ططیبانوس سے گھبرا کر مکان میں جا چھپا، اللہ تعالےٰ نے اپنے عاشق کا
جو دل تنگ دیکھا تو چوتھے آسمان پہ حفاظت سے بلا لیا اور کہا کہ اے عاشق مدعیٔ عشق
انتظار کرو ہم تمہیں اپنا عاشق دکھلائیں گے ۔تاریخ اسلام جلد ا صـ۲٦۵ بس اللہ تعالےٰ
نے ایک لاکھ کئی ہزار نبی بھیجے مگر وہ کسی نہ کسی مقام پر رُک گئے اگر سابقہ انبیاء علیہم السلام
قدرت کی منشاء پوری کر دیتے تو اللہ تعالےٰ فرما دیتا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ
وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا پارہ ٦ رکوع ۵
آج کے دن پورا کیا میں نے واسطے تمہارے دین تمہارا اور پوری کی اوپر تمہارے نعمت
اپنی اور پسند کیا واسطے تمہارے اسلام کو دین ۔ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کا آنا اس بات
کی دلیل ہے کہ منشاء قدرت کماحقہٗ پوری نہیں ہوئی ۔جناب عیسےٰؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے
آمنہ کا لال حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا اور یہ عاشق کچھ اس انداز
میں پیدا فرمایا کہ اس کی اداؤں پہ خالق خود عاشق ہو گیا پیدا کرنے سے پہلے فرمایا آنے والا
احمد ہو گا مگر جب وہ تشریف لایا تو اتنا پسند آیا کہ اپنا نام محمود تو اس کو محمد کے نام سے
پکارا ۔یہاں آکر انداز بدل دیا کیونکہ حسن کی تو فطری خواہش ہوا ہی کرتی ہے کہ کوئی اس
کا چاہنے والا ہو اور جب تک اُسے اس کے مقام کا عاشق نہ ملے اس وقت تک اُسے
قرار نہیں آتا ۔مگر یہاں آزمانا تو درکنار اپنے حبیب محمدؐ کی اس انداز سے حفاظت فرمائی کہ اگر
کسی نے آنکھ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں نکال دیں ۔اس محبوب کی حفاظت
کے لئے اعلیٰ نے علیؑ کو بھیج دیا جس نے آتے ہی دعوت ذوالعشیرہ پر اعلان کر دیا کہ یارسول
اللہ جس نے آپ کی طرف ہاتھ بڑھایا میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا جس نے آپ کی شان

میں گستاخی کی تو میں اس کی زبان کھینچ لوں گا جس نے آپ کی طرف بری نیت سے بڑھنے کی جسارت کی میں اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا جس نے آپ کی طرف نظر بد سے دیکھا میں اس کی آنکھیں پھوڑ دوں گا اور اس طرح سے خود خدا عاشق بن گیا کہ خود عشق کی داد دینی پڑی۔

شب معراج حضورؐ کے عرش پہ جانے کے واقعات تو لوگ بیان کرتے ہیں واپس آنے کے بارے میں بھی قرآن سنو! وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ٥ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ٥ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ٥ پارہ ٢٧ رکوع ٥ قسم ہے ستارے کی جب گرا نہیں بہک گیا صاحب تمہارا اور نہ راہ سے پھر گیا اور نہیں بولتا خواہش اپنی سے وہ مگر وحی بھیجی جاتی ہے اس کلام پاک کی تفسیر کرتے ہوئے جناب صادق آل محمد فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ پرنور معراج سے واپس تشریف لائے تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک ستارہ ہے جو آسمان کی طرف سے نازل ہو رہا ہے قریش نے دیکھا تو حضورؐ پرنور ہی کی ذات گرامی تھی تفسیر قادری جلد ٢ صـ ٤٧٧ تفسیر عمدۃ البیان جلد ٣ صـ ٣١٤ اور خدا تعالیٰ نے اسی ستارے کی قسم کھائی ہے عمرو بن زبیر سے روایت کی ہے کہ جس وقت یہ سورہ نازل ہوا۔ تو عتبہؑ بن ابی لہبؑ نے قسم کھا کر کہا کہ میں محمد کو آزار پہنچاؤں گا پس نزدیک حضرت کے آیا اور آب دہن حضرت کے اوپر ڈالا اور کہا محمدؐ اَنَا كَافِرٌ بِالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ٥ اے محمدؐ میں ستارے کا انکار کرنے والا ہوں آنحضرتؐ نے فرمایا پروردگارا اپنے درندوں میں سے ایک درندے کو اس پر مسلط فرما کہ اس کو کھائے بس اُدھر حضورؐ کے منہ سے نکلا خالق نے اسے تقدیر بنا دیا۔ ابولہبؑ اپنے بیٹے عتبہؑ کو لے کر تجارت کو روانہ ہو گیا کہ میرا بچہ محمدؐ کے جادو سے بچ جائے اور درمیان میں عتبہؑ اس کے اردگرد قافلے والے ان کے اردگرد سامان ان کے اردگرد، چاروں طرف اونٹ بٹھائے جاتے تھے ایک منزل پہ قیام کیا کہ اس جگہ دَیر تھا، اس کے پجاری نے آواز دی کہ یہ جگہ درندوں کی ہے یہاں سے بھاگ جاؤ ابولہب نے ہر ممکن کوشش کی کہ عتبہ بچ جائے درمیان میں عتبہؑ کو سلایا مگر رات کو شیر آیا جس نے نہ کسی اونٹ کو کچھ کہا اور مردوں کو سونگھتے ہوئے عتبہؑ کے پاس پہنچ کر اس کو بیدار کیا عتبہؑ نے آواز دی مجھے محمدؐ کے خدا نے قتل کر دیا بس شیر نے ملعون کی گردن مروڑ دی، یہ ہے

(النجم ١٠)

[illegible] ١٩١

حفاظت مصطفیٰ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۳ صـ۲۱۴، کنوز المعجزات صـ۲۳، شیر صرف رسولؐ اللہ کا ہی کہا نہیں مانتے بلکہ آنحضرتؐ کے غلاموں کے بھی غلام نظر آتے ہیں ابن اعرابی رسولؐ اللہ کے غلام سفینہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں کشتی پر سوار ہوا کچھ عرصہ کشتی سمندر میں چلنے کے بعد معہ سامان کے ڈوب گئی تمام لوگ بھی غرق ہو گئے میں ایک تختے پر بچ گیا۔ سمندر میں تختہ چلتا رہا اور ایک بڑے پہاڑ کے قریب جا لگا میں کوشش کر کے پہاڑ پر چڑھ گیا مگر تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھا کہ ایک شیر میری طرف دھاڑتا ہوا آیا میں ڈر گیا اور قدرت سے عرض کی پالنے والے جس طرح تو نے مجھے سمندر سے بچایا ہے اپنے حبیب کے صدقے سے اس شیر سے بھی محفوظ رکھ جب شیر قریب آیا تو میں نے شیر کو آواز دے کر کہا کہ میں رسولؐ اللہ کا غلام سفینہ ہوں لہٰذا میرا خیال کرنا تجھ پر لازم ہے اتنا سُن کر شیر نے اپنا سر میرے قدموں پر رکھ دیا اور انکساری کرنے لگا اور بلّی کی طرح کبھی میری ہنڈلیوں پر اور کبھی قدموں پر سر رگڑتا تھا پھر اس نے مجھے اپنی پشت خمیدہ کر کے اشارہ کیا کہ سوار ہو جاؤ میں شیر پر سوار ہو گیا اور وہ مجھے جلدی جلدی لے کر چلا آخر کار مجھے ایک جزیرہ میں لے آیا جس میں پھلدار درخت اور پانی کا میٹھا چشمہ تھا میں نے شیر سے اُتر کر پھل توڑے اور کھائے، جب خوب کھا چکا تو پانی پیا اور سیر ہو گیا۔ پھر کچھ پھل ساتھ لے لئے شیر نے پھر اپنی کمر کی طرف اشارہ کیا میں سوار ہو گیا۔ شیر مجھے پھر سمندر کے کنارے لے آیا میں نے سمندر میں ایک کشتی دیکھی اور کشتی والوں کو پکارا۔ کشتی والوں نے مجھے حیرت سے دیکھا اور لنگر ڈال دیئے دو آدمی چھوٹی کشتی لے کر میری طرف بڑھے اور کنارے تک کشتی لے آئے میں شیر کی پشت سے اترا اور اس کا شکریہ ادا کیا اور کشتی پر سوار ہو گیا۔ غلام سفینہ کہتا ہے خدا کی قسم جب میں شیر سے جُدا ہوا تو اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور شیر بار بار ہماری طرف دیکھتا تھا حتّٰی کہ ہم پوشیدہ ہو گئے۔ کنوز المعجزات صـ۲۴ رُباعی

یہی وہ لوگ ہیں جن کی غلامی کو درندے ہیں
یہ وہ لوگ ہیں جن کی سلامی کو پرندے ہیں
ابوذرؓ ہو یا سلمانؓ، سفینہ ہو یا قنبر ہو
سبھی یہ آلِ محمدؐ کے بیکاری ہیں کارندے ہیں

(نعیمی)

رسولؐ کا غلام سفینہ اور شیر

رباعی

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالےٰ کو محمدؐ مصطفٰےؐ اتنا پیارا لگا کہ آزمانے کا طریقہ ہی ختم کر دیا بلکہ اس کی حفاظت کا پورا پورا انتظام فرمایا اور یہ قاعدہ بھی ہے کہ عاشق اپنے محبوب کی حفاظت فرمایا کرتا ہے علماء نے یہ توجیہہ نکالی ہے کہ عرش پہ خدا محمدؐ کا عاشق ہے اور فرش پہ محمدؐ خدا کا عاشق ہے اس طرح بھی تو حُسن کو اپنے حسین عاشق کے آزمانے کی نوبت نہ آسکی بلکہ بے داغ معشوق سمجھ کر پاسبانی میں منہمک ہو گیا۔

سُنو! منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ کو بلاکر توحید پیش کی تو ابولہبؒ نے کہا تَبًّا لَّكَ لِهٰذَا اَدَعَوْتَنَا جَمِیْعًا یعنی ہلاکت ہو واسطے تیرے اسی لئے ہم کو بُلایا ہے ابولہبؒ نے حضورؐ کے دستِ نبوت پر اعتراض کیا۔ تو خدا تعالےٰ نے فوراً جواب دیا تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ پارہ ۳۰ ہلاک ہوجیو ہاتھ ابی لہبؒ کے اور ہلاک ہووہ نہ کفایت کیا اس کو مال اس کے نے اور جو کچھ کمایا تھا شتاب داخل ہوگا آگ شعلہ والی میں اور جورو اس کی اٹھانیوالی ہے لکڑیوں کی بیچ گردن اس کی کے رسی ہے پوست کھجور کی سے۔ ابوجہلؒ نے ایک سنائی تو قدرت نے حمایت رسولؐ میں چار سنائیں یہ ہے اس بندے کی سزا جس نے رسولؐ خُدا کے ہاتھ پر اعتراض کیا۔ ہاتھ انسان کا جزء ہے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، زبان وغیرہ سب عضو ہیں عقل کے تابع، عقل ہے کل اور باقی ہیں جزء اب فیصلہ آسانی سے کر دو کہ جس نے رسولؐ اللہ کے جزء پر اعتراض کیا وہ ہے ملعون تو جس نے رسولؐ اللہ کے کل عقل پر اعتراض کیا ہو وہ کیا ہوگا۔ صلوٰۃ

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حُسن کی فطری خواہش ہوا کرتی ہے کہ کوئی اس کا کامل قدردان ہو۔ بس قدرت کی اس چاہت کو دیکھ کر بتولؑ کے لال نے عرض کی پالنے والے میں ترا عاشق ہوں مجھے آزما کے دیکھ لے پس قدرت نے بتولؑ کے لال کا عشق آزمایا تو اتنا کامیاب و کامل نکلا کہ وہ معشوق مطمئن ہو گیا یوں سمجھو کہ انسانیت کی لج ہے شریعت اور شریعت کی لج ہے کلمہ اور کلمہ کی لج ہے محمدؐ مصطفٰےؐ اور محمدؐ مصطفٰےؐ کی لج ہے حسینؑ

ابن علیؑ میں اس کی وضاحت کئے دیتا ہوں دنیا میں تین چیزوں کے لوگ عاشق ہوا کرتے ہیں ۱۔ دولت و حکومت ۲۔ عورت و شہوت اور ۳۔ توحید باری تعالیٰ باقی تمام محبتیں ان کا جز ہوا کرتی ہیں تاریخ و تجربہ شاہد ہے کہ جو دولت و حکومت کا عاشق ہوا۔ وہ نہ دین کا رہا اور نہ دنیا کا رہا۔ یعنی حکومت و دولت میں اتنا محو و منہمک ہوا کہ نہ اُسے توحیدِ باری تعالیٰ یاد رہی اور نہ ہی اُسے قوم و قبیلہ بیوی بچے یاد رہے آپ کے سامنے اورنگ زیب جیسے ملّاں بادشاہ کے واقعات ہیں جسے دھڑ دار ملاں رحمتہ اللہ علیہ کے مقدّس خطاب سے یاد کرتے ہیں اورنگ زیب نے حکومت کے عشق میں باپ کو عمر بھر قید رکھا اور بھائی کی آنکھیں نکلوا کر قتل کر دیا یہ بھی ایک نرالا مذہب ہے کہ جس کا ماننے والا طاقت کو حق سمجھتا ہے بس جس کے ہاتھ میں طاقت دیکھی اُسے ہی خلد اللہ ملکہ کے خطابات عطا کر دیئے یہ ہی تو رہنمایان دین کا کمال ہے کہ باپ اور بھائی جو مسلمان تھے ان کے قاتل کو اولی الامر فخر سے بیان کرتے ہیں حالانکہ شریعتِ محمدیہ میں کا فرماں باپ کے سامنے بھی اُف کرنے کی اجازت نہیں منقول ہے کہ زکریا بن ابراہیم یہودی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے ماں باپ سے کوئی زندہ بھی ہے عرض کی یا بن رسولؐ اللہ صرف میری ماں زندہ ہے مگر مولا وہ یہودیہ ہے اور میں مسلمان ہوا ہوں اس کا اب میرے ساتھ کیا رشتہ رہا فرمایا زکریا خدا سے ڈرو ماں باپ کے حق میں ایسے الفاظ نہ کہو بلکہ جاؤ اس کی پہلے سے زیادہ خدمت کرو امام علیہ السلام کا حکم پاکر زکریا گھر آیا اور ماں کی پہلے سے زیادہ خدمت کرنے لگا چند روز کے بعد اس کی ماں نے محسوس کر کے دریافت کیا کہ بیٹا کیا وجہ ہے کہ اب میری خدمت و دیکھ بھال پہلے سے زیادہ کرتا ہے عرض کیا امی جان میں مسلمان ہو چکا ہوں اور اسلام میں والدین کی خدمت کرنے کی زیادہ تاکید ہے یہ میرے امام کا حکم ہے جب اس کی ماں نے اسلام کی اس خوبی کو دیکھا تو کہا بیٹا مجھے بھی اس امامِ ہمام کی خدمت میں لے چل تاکہ میں بھی اس مذہب کو اختیار کروں جس مذہب میں بزرگوں کی خدمت کرنے کی تاکید مزید ہے اس کے بعد وہ عورت امام کی خدمت میں

اورنگ زیب

بر الوالدین

حاضر ہو کر نعمتِ اسلام سے فیضیاب ہوئی صلوٰۃ ۔ محافل و مجالس صہ ۱۸۵

مروی ہے کہ حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ میں حضور پُرنور سے اپنے باپ کے قتل کی اجازت طلب کی تھی جو مشرکین کی فوج میں تھا تو آنحضرتؐ نے منع فرمایا کہ ایسا نہ کرو یہ کام کوئی دوسرا کرے گا ۔ تفسیر انوار النجف جلد ۹ صہ ۲۱ اس فرمانِ مصطفیٰ کو سامنے رکھ کر فیصلہ دو کہ اورنگ زیب نے اپنے باپ کو ساری عمر قید رکھا اور بھائی کو قتل کیا تو یہ کس شریعت کی طرف سے اجازت تھی بس جو دولت و حکومت کا عاشق ہوا نہ وہ خدا و رسولؐ کا رہا اور نہ قوم و قبیلے کا رہا ۔ دوسرا عاشق ہے شہوت کا، شہوت کا عاشق نہ قوم و قبیلے و حکومت کا رہا اور نہ خدا و رسولؐ کا رہا یعنی اس کی دنیا صرف اور صرف شہوت ہی ہوا کرتی ہے اس دعویٰ کو مضبوط کرنے کے لئے قرآن مجید میں بلعم بن باعور کا قِصّہ کیا خوب رہنمائی کرتا ہے روایت میں ہے کہ بلعم باعور خدا تعالےٰ کی عبادت کرنے کی وجہ سے اتنا بلند ہو گیا تھا کہ قدرت کی طرف سے اُسے پیغمبر نے کہا کہ بلعم کی تین دعائیں قبول ہیں جو بلعم کا جی چاہے خدا تعالےٰ سے طلب کرے لکھا ہے کہ جس شہر میں بلعم رہتا تھا اس کا نام بالق تھا جب بنی اسرائیل نے اس پر حملہ کیا تو وہاں کے لوگ اور بادشاہ نے بلعم بن باعور کی عورت سے کہا کہ تم اپنے شوہر سے دعا کراؤ کہ یوشع بن نون ہم پر فتح نہ پائے بلعم باعور چونکہ عورت کا عاشق تھا جب اس کی عورت نے کہا کہ اپنی تین دعاؤں میں سے ایک مجھے دیدو تو بلعم باعور نے اقرار کر لیا ۔ اسکی عورت نے کہا کہ یوشع بن نون کے لئے دُعا کرد کہ فتح نہ پا سکے بلعم باعور نے کہا کہ یوشع بن نون خدا کا نبی ہے اسکی مخالفت کرنا غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے عورت نے کہا اگر تجھے یوشع بن نون مجھ سے زیادہ پیارا ہے تو مجھے طلاق دے دو چونکہ یہ عورت کا عاشق تھا ۔ طلاق کا نام سُن کر کانپ گیا اور بنی اسرائیل کے لئے بد دعا کر دی ۔ بد دعا کرنے کے بعد فوراً اس کی شکل سیاہ ہو گئی جب اس نے اپنی شکل دیکھی تو غصّے میں آ کر عورت سے کہا کہ تو نے مجھے گمراہ کیا تیری وجہ سے میرا دین و ایمان برباد ہوا ، غصّے سے دوسری دعا مانگی کہ میری عورت کتیا بن جائے بس دوسری دعا ختم ہو گئی اب اس کتی کو دیکھ کر بچے اور شہر والے لوگوں نے بلعم باعور سے کہا کہ دعا کرد

بلعم باعور کی تین دعائیں

کہ یہ اپنی اصلی شکل پہ آجائے چونکہ عورت کا عاشق تھا تیسری دعا اس کو ٹھیک کرنے میں لگا دی بس تین دعائیں ختم ہوگئیں اور مسٹر بلعم باعورجہنم رسید ہوگیا۔ یہ ہے عورت کے پرستار کی داستان عشق۔ قصص الانبیاء صد ۲۹۵

اسی طرح ایک اور واقعہ تاریخ اسلام کے دامن میں محفوظ ہے کہ ایک بزرگ نے طرید رسولؐ کو واپس بلالیا اور اسی عشق کی پختگی کرتے ہوئے آپ نے اپنی عزیز جان بھی موت کی مبجینٹ چڑھادی مگر اپنے سالے پر عورت کی خوشنودی کی خاطر آنچ نہ آنے دی یہ ہے عشق کامل کی کامل و اکمل مثال جس کو تفصیل سے لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے اور تیسرا ہے عشق باری تعالیٰ جس کو خدا کا عشق لگا وہ نہ دنیا کا خیال کرتا ہے اور نہ بیوی بچوں کی پرواہ کرتا ہے یہ پوری کائنات میں صرف آلِ محمدؐ کا ہی گھرانہ ہے لوگوں نے غرض کا نام عشق رکھ دیا ہے اور لفظ عشق کو بدنام کر دیا ہے حقیقی عاشق وہ ہے جو اپنے محبوب پر جان۔ مال۔ اولاد۔ عزت قربان کرتے ہوئے فخر محسوس کرے یعنی محبوب کی خاطر یہ قربانیاں دیتے ہوئے تنگی محسوس نہ کرے بلکہ فخر سے ان چیزوں کو محبوب پر فدا کر دے ایسا توحید باری تعالیٰ کا عاشق صرف اور صرف بتولؑ کا لال حسینؑ ابن علی علیہ السلام ہی نظر آئے گا میں نے آپ کے سامنے مختصر سا حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت خلیلؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسےؑ کا ذکر کر دیا ہے کہ یہ حضرات کسی نہ کسی مقام پر رُک گئے یا تنگی محسوس فرمائی ان اُولی العزم صاحبان شریعت پیغمبروں کے علاوہ قرآن مجید میں حضرت ایوبؑ علیہ السلام کے صبر کے بارے میں تفصیل سے ذکر ہے واقعی حضرت ایوبؑ بڑے صابر و شاکر اور عاشق توحید تھے مگر ایک مقام پر حضرت ایوبؑ بھی رُک گئے اور بارگاہ احدیت میں دستِ دعا بلند کر کے عرض کی پالنے والے میرا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا ہے میری مدد فرما۔ سنو! حضرت ایوبؑ کی آزمائش کا قصہ یوں ہے کہ قدرت نے آپ کو وافر رزق اور چالیس ہزار بھیڑ بکری اور اس کے علاوہ اونٹ، گھوڑے، گائے بیل زراعت باغات غرضیکہ بے شمار آپ کے پاس دولت تھی حضرت ایوبؑ کی پانچ بیویاں اور بارہ بیٹے تھے ان نعماتِ الٰہیہ میں حضرت کی عبادت اور شکر خدا دن بدن بڑھتا جاتا تھا۔ قدرت نے حضرت کی عبادت و شکر

پر ملائکہ میں فخر سے فرمایا کہ یہ میرا بندہ کتنا بڑا شاکر ہے۔ ابلیس مردود نے عرض کی بارالہا کمی کس چیز کی ہے کہ تیری طرف سے ہر نعمت اُسے وافر میسّر ہے پھر عبادت نہ کرے تو اور کیا کرے قدرت کا ارشاد ہُوا۔ اے ملعون اگر یہ تمام چیزیں اس سے چھین لی جائیں، تو پھر بھی ایوبؑ کی عبادت میں فرق نہ آئے گا بس اس وقت سے حضرت ایوبؑ کی آزمائش شروع ہوئی آپ کھانا تناول فرمارہے تھے کہ غلام نے آکر عرض کی یا نبی اللہ غائب سے آگ آئی اور تمام بھیڑیں جل کر مرگئیں آپ نے سجدہ شکر ادا کیا کہ جس کا مال تھا اس نے لے لیا پھر دوسرا غلام دوڑتا ہُوا آیا اور عرض کی کہ حضور اونٹ گھوڑے گائے بیل سب یکدم مرگئے آپ نے یہ سُن کر سجدہ شکر ادا کیا کہ مالک نے مال سنبھال لیا ابھی سر سجدے سے اٹھایا ہی تھا کہ ایک غلام روتا ہوا آیا کہ مولا غائب سے آگ آئی اور تمام باغات و زراعت خاکستر ہوگئی آپ نے فرمایا شکراً للہ جس حالت میں وہ رکھنا چاہتا ہے وہی میرے لئے بہتر ہے اسی اثنا میں گھر سے چیخ و پکار کی آواز بلند ہوئی دریافت کرنے پر معلوم ہُوا کہ تمام بچّے مکان کے نیچے کھانا کھا رہے تھے کہ چھت کے گرنے سے تمام اولاد مرگئی یہ سُن کر خالق کی حمد کی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ غرضیکہ ایک ہی دن میں بھرے گھر کا صفایا ہوگیا مگر آنحضرتؑ کی عبادت میں فرق نہ آیا ہر مصیبت کے آنے پر عبادت میں اضافہ ہوتا گیا اور شکر خدا بڑھتا گیا۔ اس ذوق عبادت کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ نے فرمایا او مردود دیکھ میرا عاشق کس طرح میری یاد میں مستغرق ہے۔ ابلیسؔ نے عرض کی پالنے والے ایوبؑ کو جسمانی کوئی تکلیف نہیں ہے ہاں اگر اس کے جسم میں تکلیف ہوجائے تو پھر اس قدر تیری عبادت نہ کرسکے گا۔ قدرت فرمایا لو میں اسے بیمار بھی کردیتا ہوں مگر میری یاد ہمیشہ تازہ رہے گی۔ اس کے بعد حضرت ایوبؑ بیمار ہوگئے اور اسقدر بیمار ہوئے کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی ایک روز آپ نے عرض کی پالنے والے میری زبان کو صحیح و سالم رکھنا تاکہ تیرے ذکر کی شیرینی سے محروم نہ ہوجاؤں۔ لکھا ہے کہ حضرت کی بیماری نے جب طول کھینچا۔ تو سوائے ایک عورت حضرت رحمہؑ بی بی کے تمام عورتیں طلاق لے کر چلی گئیں اور اُمّت نے بھی ساتھ چھوڑ دیا بس ایک زوجہ حضرت رحمہؑ جو حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھی

اور ایک حضرت خود باقی ساری دنیا نے ساتھ چھوڑ دیا جس طرح ابلیس نے حضرت ایوبؑ کی امّت اور دیگر ازواج کو گمراہ کیا تھا اُسی طرح حضرت رحمہؑ کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی کہ یہ بھی بہک جائے مگر ابلیسؑ ملعون یہ نہ جانتا تھا کہ صرف نبی کی بیوی ہی نہیں ہے کیونکہ صرف بیوی ہوتی تو شاید بہک جاتی کیونکہ دوسریوں کو جو بہکا دیا تھا۔ یہ صرف نبی کی بیوی ہی نہ تھی بلکہ ایک نبی کی بیٹی بھی تھی۔ صلوٰۃ ۔ الآخر، شہر سے امّت نے حضرت ایوبؑ کو ٹاٹ میں لپیٹ کر جنگل میں ڈال دیا کہ ایوبؑ کے گناہوں کی شامت میں کہیں ہم بھی نہ گرفتار ہو جائیں حضرت رحمہؑ دن کو گاؤں میں چلی جاتیں اور محنت و مزدوری کر کے شام کو اپنے شوہر کے لئے کھانا اور دوائے کر آتی اور حضرت ایوبؑ برابر بیماری کے عالم میں عبادتِ خدا میں مشغول رہتے حضرت نے اس انداز سے عبادت خدا کی کہ ملائکہ بھی محو حیرت ہوئے خلاصۃ الانبیاء میں ہے کہ آنحضرت اٹھارہ سال اس مصیبت میں مبتلا رہے مگر وظیفہ عبادت روز بروز بڑھتا ہی گیا۔ خلاصۃ الانبیاء صـ۱۹۴ لکھا ہے کہ ایک روز حضرت رحمہؑ جو گاؤں میں مزدوری کے لئے تشریف لائیں تو عورتوں نے کہا کہ ہمارے شہر کے لوگوں نے باہم مشورہ کر کے فیصلہ کیا ہے کہ ایوبؑ کی بیوی کو کوئی مزدوری نہ کرنے دے، مبادا کہیں ہم بھی ایوبؑ کی اس حمایت میں عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ شام کو حضرت رحمہؑ خالی ہاتھ واپس تشریف لے آئیں اور حضرت سے عرض کی کہ آپ کی امّت نے اب تو مزدوری بھی بند کر دیا ہے۔ دوسرے روز حضرت رحمہؑ دوسرے گاؤں کی طرف نکل گئیں مگر وہاں کے لوگوں نے بھی مزدوری کرانے سے انکار کر دیا کہ کہیں ہم نہ شامتِ ایوب میں شریک ہو جائیں۔ آخر مجبور ہو کر حضرت رحمہؑ ایک چوراستہ پر بیٹھ گئیں کہ راہگیروں سے حق خمس طلب کروں گی اسی اثنا میں ایک قافلہ وہاں سے گزرا تو حضرت رحمہؑ نے دامن عصمت کو سنبھال کر فرمایا لوگو! میں تمہارے نبی حضرت ایوبؑ کی بیوی ہوں میرا شوہر کافی عرصے سے بیمار ہے قرب وجوار کے گاؤں والوں نے میری مزدوری بند کر دی ہے اگر تم لوگ ہمیں اور کوئی مدد دینا نہیں چاہتے تو ہمارا حق خمس تو ہمیں دے دو۔ یہ سُن کر ایک آدمی نے بڑھ کر کہا کہ ایوبؑ کو تو تمام بیویاں چھوڑ کر چلی گئیں ہیں فرمایا حضرت کی چار بیویاں طلاق لے کر چلی گئی ہیں اور میں حضرت یوسف

علیہ السلام کی پوتی حضرت ابراہیم کی لڑکی ہوں اس لئے میں حضورؐ کی غلامی بدستور کر رہی ہوں۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کہ حضرت یوسفؑ کے بال مبارک سنہری تھے۔ آپ ہمیں دو بال دیکھا دیں اگر سنہری ہوئے تو آپ کی مدد کی جائے گی۔ بس اتنا سننا تھا کہ حضرت رحمہؑ کی چیخ نکل گئی اور رو کر فرمایا اوبے حیا اُمت تم اپنے نبی کی بچیوں کے بال دیکھتے ہو، کیا حضرت یوسفؑ کا حیا نہیں کرتے بس روتے ہوئے واپس پلٹیں اور شوہر کی خدمت میں حاضر ہو کر پُورا واقعہ عرض کیا۔ حضرت ایوبؑ نے جب سُنا کہ آج ہمارا کلمہ پڑھنے والوں نے میری بیوی کے بال دیکھنے کی جسارت کی ہے تو فوراً تڑپ گئے اور پیمانہ صبر چھلک گیا ہاتھوں کو بلند کر کے عرض کی وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ پارہ ۱۷ رکوع ۶ ترجمہ اور ایوبؑ نے پکارا اپنے رب کو کہ میرے اللہ بے شک مجھے دُکھ پہنچا ہے اور تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے میرے پروردگار اب مجھے معاف کر یہ میری برداشت سے باہر ہے کہ دنیا میری بیوی کے بال دیکھنے کی جسارت کرے، اللہ اکبر! اس کے ساتھ حضرت ایوبؑ نے حضرت رحمہؑ سے فرمایا تو نے ان لوگوں سے سوال کیوں کیا، جب میں شفایاب ہو گیا تو تجھے سو درّے ماروں گا، اس غصہ و جلال سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں پہنچ کر حضرت گھبرا گئے تھے قدرت کا ارشاد ہوا۔ میرے صابر رسولؑ رحمہؑ پاک دامن ہے اور تو نے بھی قسم کھائی ہے وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ پارہ ۲۳ رکوع ۱۳ ترجمہ اور پکڑ اپنے ہاتھوں میں تنکوں کا مٹھا پس مار اُسے قسم میں جھوٹا نہ ہو۔ پس ثابت ہو گیا کہ جب عزت کا معاملہ آیا تو حضرت ایوبؑ بھی اس مقام پر گھبرا گئے، مگر واہ حسینؑ ابن علیؑ۔ مسدس۔

خوشبوئے خُلد دب گئی خاکِ شفا کے بعد   جنّت کا نام آنے لگا کربلا کے بعد
صبرِ ایوبؑ، ہمت خلیلؑ اور یعقوبؑ   سب تذکرے ہیں ذکرِ شہہ کربلا کے بعد

ہوتا حسینؑ دنیا میں اگر کوئی دوسرا
پھر کربلا بھی ہوتی کوئی کربلا کے بعد

(صلوٰۃ بر محمدؐ و آلِ محمدؐ)

مسدس

پھر سنو! حقیقی عاشق وہ ہوتا ہے جو محبوب پہ جان و مال اولاد اور عزت قربان کرتے ہوئے فخر محسوس کرے اب ساری کائنات میں نگاہ دوڑا کے دیکھ لو صرف اور صرف حقیقی عاشق کربلا والے ہی نظر آئیں گے۔ مسلمان حسینؑ ابن بتولؑ نے توحید کی حفاظت و پاسداری کے لئے کیا کچھ خرچ نہیں کیا جو کچھ حسینؑ کے دامن میں تھا سارا مال حتیٰ کہ پرانا کفن تک بھی خدا کے راہ میں لٹا دیا، اولاد میں سے صرف علیؑ اکبر ہی نہیں دیا بلکہ چھ ماہ کا علیؑ اصغر بھی فدا کرنے کے بعد لاش اصغر کے قریب کھڑے ہو کر دو رکعت نماز شکر ادا کرتے ہیں روایت میں ہے کہ میرے امام مظلوم کا ایک بچہ ایک دن کا بھی میدان کربلا میں شہید ہوا ہے جس کا نام عبداللہ رضیع ابن الحسین تھا اور زیارت ناحیہ میں عبداللہ رضیع پر سلام وارد ہے اُن کی والدہ کا نام ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبیداللہ تھا۔ یہ بچہ روز عاشورہ پیدا ہوا اور اسے مولا حسینؑ کے پاس لایا گیا۔ میرے مولا اس کے دہن میں اپنی زبان اقدس دے کر چپ کرا رہے تھے کہ عبداللہ بن عقبہ غنوی ملعون نے تیر مارا جس سے یہ بچہ شہید ہو گیا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے جد نے اس بچے کا خون چُلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا جو ایک قطرہ بھی واپس نہ آیا اگر ایک قطرہ بھی واپس زمین پر آجاتا تو اُسی وقت اہلِ ارض عذاب میں گرفتار ہو جاتے اصحاب الیمین ص ۱۱۴ اور حاشیہ بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ا ص ۲۵۲، اس بچے کے دفن کرنے کے بعد میرے مولا دو رکعت نماز شکر ادا فرماتے ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ حسینؑ نے دین و توحید کی خاطر بچے قربان کئے، میں کہتا ہوں لوگو میرے آقا نے صرف بچے ہی قربان نہیں کئے بلکہ بچیاں بھی دین پر قربان کی ہیں، سچ تو یہ ہے میدان کربلا میں حسینؑ نے اپنا دامن جھاڑ کر عرض کی پالنے والے میں سب کچھ دے چکا اگر کوئی شئے میرے پاس ہے تو بتا حسینؑ وہ بھی دینے کو تیار ہے منقول ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام جب تمام حرم خیمے سے نکل پڑے تو اطفال خورد سال گریہ و زاری نوحہ و فریاد کرتے ہوئے لشکر کے چاروں طرف پریشانی و گھبراہٹ کے عالم میں دوڑنے لگے اور ایک حشر برپا ہو گیا۔ عمر بن سعد ملعون نے جو یہ حالت دیکھی۔ تو سنگ اندازوں کو حکم دیا کہ بچوں پر پتھر برسائیں پس ان ملاعین نے پتھروں کی بارش شروع

کردی جس سے کئی بچے شہید ہوگئے ان شہید ہونے والوں میں چار بچیاں بھی تھیں جو پتھروں کی تاب نہ لاکر درجۂ شہادت پر فائز ہوئیں۔ مواعظ حسنہ صہ۱۸۹ میں مسلمانوں سے ایک سوال کرتا ہوں بتاؤ مسلمانو! حسینؑ ابن علیؑ کربلا میں کیوں مال و اولاد اور جان قربان کر رہے ہیں ہاں اگر یہ بھی بقول ناصبی ملّاں کے مان لیا جائے کہ وہ ملک حاصل کرنے کے لئے تشریف لائے تھے تو کربلا میں تو انہیں یقین ہوگیا تھا کہ میری فوج میں زیادہ سے زیادہ (۷۲ بہتر نہ سہی) ایک سو بیس ۱۲۰ سپاہی تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں اور دوسری طرف ہر طرح کے اسلحہ سے لیس نو لاکھ نہ سہی کم از کم پچیس ۲۵ ہزار ہیں کیا کوئی عقلمند یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ ان تین دن کے بھوکے پیاسوں کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ کل تمام ہمارے مقابل قتل ہو جائیں گے ہرگز ہرگز نہیں یقیناً ہر صاحب ادراک یہی کہے گا کہ امام مظلوم اور آپ کی فوج کو اپنی شہادت کا کامل یقین تھا۔ اگر امام حسین علیہ السلام یہ کہہ دیتے کہ (نعوذ باللہ) میں اب یزیدؔ لعین کی بیعت کرتا ہوں تو پھر یقیناً مال و اولاد، انصار، جان، عزت سب محفوظ ہو جاتے۔ میں کہتا ہوں چلو بعد میں یزیدؔ کی بیعت سے محفوظ مکان پہ پہنچ کر انکار ہی کر دیتے جس طرح طلحہ اور زبیر نے حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی بیعت کر کے توڑ دی تھی، بیعت نہ ہی توڑتے، عبداللہ ابن عمر بھی تو یزیدؔ کی بیعت کر کے اسکو بیعت رسولؐ کہہ رہا ہے وہ بھی تو مسلمانو کے نزدیک صحابی رسولؐ اور دین کا ہیرو کہلاتا ہے۔ ان تمام طریقوں کو جانتے ہوئے حسینؑ ابن علیؑ نے عمداً اپنا مال، اولاد جان، انصار سب کچھ قربان کس غرض کے لئے کیا، ممکن ہے کوئی شیعہ یہ کہہ دے کہ حسینؑ نے جنّت لینے کے لئے سب کچھ توحید پر قربان کیا تو یہ بھی درست معلوم نہیں ہوتا یہ تو تمام اہلِ سنت بھی ہر جمعہ کے خطبہ میں پڑھتے ہیں حدیث نبوی اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاَبُوْھُمَا خَیْرٌ مِّنْھُمَا ابن ماجہ صہ۱۲، فرمایا رسولؐ اللہ نے کہ حسنؑ اور حسینؑ جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے بھی افضل ہے ثابت ہوا کہ جنّت ہی نہیں بلکہ جنّت کی سرداری نانے کی گود میں کھیل کر حاصل کر لی تھی پھر کربلا میں مال۔ اولاد۔ جان۔ انصار عزت فدا کرنے کی کیا ضرورت تھی، سوا اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ میرے مولا بزمِ قدس و ملائکہ میں ثابت کرنا چاہتے تھے کہ میں ہوں حقیقی عاشق

توحید جو سب کچھ دے کر توحید کا بول بالا کر رہا ہوں۔ رُباعی

رباعی

ظاہر ہے نمایاں ہے حقیقت تیری — اللہ کو نبی کو تھی ضرورت تیری
کی ختم الرُّسل نے دین حق کی تکمیل — تکمیل رسالت ہے شہادت تیری

مگر تاریخ شاہد ہے کہ سید سجاد بیماری کے عالم میں کربلا سے کوفہ تک پیدل سفر اور بے پناہ صدمے جگر پہ اٹھائے ہوئے دو من وزنی خاردار طوق پہنے ہوئے ابن زیاد کے دربار میں پیش ہوئے۔ شہید اعظم صہ ۱۲۵، تو ابن زیاد ملعون سمجھا کہ شاید یہ قربانیاں آلِ محمدؐ نے بامر مجبوری دی ہیں۔ اب حکومت سے مرعوب ہو چکے ہیں ابن زیاد نے حضرت سجّادؑ کو جب قتل کی دھمکی دی تو آپ نے اطمینان سے فرمایا او ابن زیاد تو ہمیں موت سے ڈراتا ہے۔ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْقَتْلَ لَنَا عَادَةٌ وَالشَّهَادَةَ لَنَا كَرَامَةٌ۔ یعنی کیوں ابنِ زیاد ابھی تک تو نہیں سمجھا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور شہادت ہماری عزّت ہے۔ شہید انسانیت صہ ۵۰۵ اس کلام امام سے صاف ثابت ہے کہ مال، اولاد، جان، عزّت توحید کی خاطر قربان کرنے پر دل میں تنگی و پشیمانی نہیں بلکہ فخر ہے کہ ہم کامیاب ہوئے ہیں لکھا ہے کہ

دربار کوفہ میں ثانی زہرا سلام اللہ علیہا

جب اس ملعون نے حکم دیا کہ سجادؑ کو قتل کر دیا جائے تو جناب زینبؑ آگے بڑھیں اور بیمار بھتیجے سے لپٹ گئیں اور کہا او ملعون اگر اس بیمار کو قتل کرتا ہے تو پہلے مجھے قتل کر، تو نے رسولؐ اللہ کا بھرا گھر اُجاڑا ہے میرے پاس میرے بھائی کی صرف ایک ہی نشانی ہے ہمارے وارثوں میں اس کے سوا اور کون ہے؟ جناب زینبؑ کی یہ تقریر سُن کر بہت سے درباری ڈھاڑیں مار کر رونے لگے، جناب زینبؑ نے فرمایا او بے حیا کوفیو تم کیوں روتے ہو بتاؤ آلِ محمد کو اجاڑا کس نے ہے کہتے ہیں سیّدہ نے فرمایا او بے غیرتو تمہاری غیرت ختم ہو گئی تم نے اپنی عورتوں کو تو پردے میں بٹھا رکھا ہے اور محمدؐ کی بیٹیوں کا تماشہ دیکھنے آگئے ہو آؤ اور اپنے رسول کی بیٹیوں کا تماشہ دیکھو! ثانی زہرا کی اس کلام سے دربار میں کہرام بپا ہو گیا الا لعنة الله على القوم الظالمين وسيعلم الذين ظلموا اىّ منقلب ينقلبون

مسدس

کیوں ظلم روا رکھا تم نے کچھ تو بتا دو — کس جرم پہ دی ہے یہ سزا کچھ تو بتا دو
نفرت کا سبب وجہ جفا کچھ تو بتا دو — اے کوفیو اس گھر کی خطا کچھ تو بتا دو
خاموش ہو کیوں حق کی صدا کوئی نہیں ہے — شاید یہ خطا ہے کہ خطا کوئی نہیں ہے

بارہویں مجلس

معصوم، مومن، کافر، منافق، مشرک کی توضیح ۔ انتقال پیغمبر کے بعد منافقین کہاں پرواز کر گئے ۔ صحابہ کا احترام ۔ حکم اور مروان کا تعارف ۔ معیت مکانی و معیت ایمانی ۔ حضرت عزیر کا واقعہ ۔ خلیل اللہ کا پرندوں کو بلانا ۔ اویس قرنی ۔ متوکل کے بیٹوں کا شیعہ استاد ۔ کربلا میں دو صحابیوں کی شہادت،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ ط مَاعَلَیْكَ مِنْ حِسَابِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْھِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَھُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ میرے حبیب ہرگز نہ نکالنا ان لوگوں کو جو صبح و شام اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں اور اسکی وجہ (رضامندی) چاہتے ہیں ۔ نہیں تیرے ذمہ ان کا حساب کچھ اور نہ ان کے ذمہ تیرا حساب ہے پس اگر ان کو نکال دیا تو ظالموں سے ہو جاؤ گے ۔ پارہ ۷ رکوع ۱۲ ۔ قوتِ عقل و ادراک کے لحاظ سے بنی نوع انسان کی پانچ قسمیں ہیں ہر انسان ان پانچ قسموں میں سے کسی ایک قسم پر ہو گا نمبر ۱ معصوم جیسا کہ انبیاءؑ علیہم السلام یا ان کے اوصیاء علیہم السلام ۔ یہ لوگ اتنے پاک و طاہر ہوتے ہیں کہ ان سے ہرگز ہرگز خطا نہیں ہوتی ایسا نہیں ہے کہ ان کے پاس گناہ کرنے کی طاقت و ملکہ ہی نہیں ہوتا بلکہ عقل و ادراک کے لحاظ سے اتنے پاک و طاہر ہوتے ہیں کہ کثافتِ گناہ کا خیال تک بھی کرنا مناسب نہیں سمجھتے ۔ مثلاً ایک آدمی بے دھڑک گناہ کرتا ہے کبھی جیل میں چلا گیا کبھی تھانے میں جوتیاں کھا رہا ہے ۔ مگر گناہ کرنے سے باز نہیں آتا اور دوسرا آدمی گناہ سے اجتناب کرتا ہے تو یہ معصوم نہیں ہو گیا میں نے خیال کیا کہ یہ گھڑی اٹھا لوں مگر اٹھائی اس لئے نہیں کر

لوگ کیا کہیں گے کہ اچھا خاصہ واعظ ہو کر بھی چوری کرنے سے شرم نہیں کرتا میرا جی تو چاہتا ہے کہ گھڑی اٹھا لوں مگر عمامہ کی توہین اور آپ لوگوں کے طعنے سے ڈر گیا تو ایسے ہزاروں لوگ ہیں جو خیال تو کرتے ہیں کہ فلاں چیز مجھے مل جائے، فلاں گناہ میں کر لوں، مگر کسی خطرے کے سبب سے اُسے نہیں کرتے اور معصوم وہ ہوتا ہے کہ اُسے کبھی برائی تک کا بھی خیال نہ آئے جس طرح گندی نالی کا پانی چاہے کتنی ہی پیاس کیوں نہ ہو مسلمان ہرگز نہیں پئے گا مسلمان کے کبھی خیال میں بھی نہیں آسکتا کہ وہ گندی نالی کے پانی سے وضو کر کے نماز ادا کرے۔ جس طرح اپنی ماں بہن سے نکاح نہیں کرتا۔ چاہے ماں بہن کتنی ہی حسین و جمیل کیوں نہ ہو۔ ایسا عقد کبھی مومن کے گمان و خیال میں بھی نہیں آسکتا اسی طرح معصوم کے کبھی وہم و گمان میں بھی کسی چھوٹے سے چھوٹے گناہ کرنے کی بھی تمنا پیدا نہیں ہوتی گناہ کرنے کا خیال آئے اور پھر گناہ نہ کرنا یہ معصوم کی شان نہیں بلکہ مسلمان کی شان ہے لہٰذا معصوم وہ لوگ ہیں جن کی ہر ادا قدرت کی تقدیر ہوا کرتی ہے اور دوسری قسم کا نام ہے مومن یعنی مومن عقل ادراک کو بروئے کار لا کر گناہ سے اجتناب کرتا ہے اور اچھے کاموں کی سعی کرتا ہے۔ تیسری قسم ہے منافق جس کی زبان پر حق ہو اور دل میں باطل ہو، بظاہر حق کا ساتھی اور حقیقت میں باطل کا پرستار، تو اُسے کہتے ہیں منافق۔ مُلاں لوگ شیعوں پر تہمتیں لگاتے ہیں کہ تقیہ کرنے والے بھی تو منافق ہوئے کیونکہ ان کی زبان پر جو ہوتا ہے دل میں وہ نہیں ہوا کرتا، جواباً عرض ہے کہ منافقت کی ضد تقیہ ہے جس کی زبان پر حق ہو اور دل میں باطل نے ڈیرہ ڈال رکھا ہو تو یہ ہے منافقت اور تقیہ وہ ہے کہ زبان پر کسی خطرے کی وجہ سے باطل ہو اور دل میں نور ایمان کی مشعل جلوہ گر ہو، ارے منافق کی منشا ہوتی ہے کہ میں مومنوں سے مل کر بظاہر مومن بن کر اسلام کو نقصان پہنچاؤں، مگر تقیہ کرنے والے کی منشاء اس کے برعکس ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ میں اپنا ایمان دشمنانِ اسلام سے چھپا کر خطرے کے وقت جان بچا لوں، حضور تقیہ بالکل منافقت کے برعکس ہوتا ہے۔ مزید تشریح کیلئے اسی کتاب کی تقریر نمبر ۱۵ کو ملاحظہ فرمادیں اور عقل و ادراک کے لحاظ سے چوتھا نمبر ہے کافر کا کافر وہ انسان ہے جو خدا تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ان دونوں میں سے

مشرک

کسی ایک ذات کا منکر ہو، اہل اسلام نے ہر بندے کو کافر فرمایا ہے جو اصولِ دین یا ضروریاتِ مذہب کا منکر ہو، ایسے آدمی کی کوئی عبادت قبول نہیں اور پانچواں ہے مشرک، بس قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ مشرک ہرگز ہرگز جنت میں نہیں جائے گا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ، پارہ ۵ رکوع ۱۵، یقیناً اللہ تعالیٰ مشرک کو ہرگز نہیں بخشے گا اور جس کو چاہے بخش دے اس کے سوا مشرک وہ انسان ہے جو اللہ تعالےٰ کے سوا بھی کوئی خدا مانے یعنی ہر وہ بندہ مشرک ہے جو خدا تعالےٰ کی ذات میں یا صفات میں کسی کو شریک کرے جب ساری کائنات اس کی مخلوق ہے تو اس کی ذات یا صفات میں کوئی کیونکر شریک ہو سکتا ہے۔ بس میرا اللہ واحد لاشریک ہے۔ صلوٰۃ

ان پانچ صفتوں میں سے خطرناک صفت ہے منافق کی، اسلام نے منافق سے بچنے کی کافی تاکید کی ہے کہ ان ملعونوں سے بچو کیونکہ اسلام کا دامن پہن کر دین کا نقصان کرنے والا ہی تو منافق ہوتا ہے مسلمانوں کے دونوں بڑے فرقے کافر مشرک میں تو ایک طرح کا ہی دستور و عقیدہ رکھتے ہیں مگر جھگڑا صرف منافق میں ہے، شیعہ سُنّی دونوں بھائیوں میں اختلاف ہے سُنّی بھائی رسول خدا کے زمانہ میں تو منافقین کا وجود تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ پوری سورہ منافقوں کے علاوہ جا بجا قرآن پاک میں قدرت نے منافقین کا ذکر فرمایا ہے ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ط وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ قف مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ قف لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیْمٍ پارہ ۱۱ رکوع ۲ اور تمہارے ارد گرد رہنے والے بعض منافق ہیں، اور بعض مدینے کے لوگ بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں اے رسولؐ تم ان کو نہیں جانتے۔ ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔ عنقریب ہم ان کو دوہرا عذاب دیں گے۔ قدرت کا ارشاد ہے کہ میرے حبیبؐ آپ کے ارد گرد بعض منافق ہیں، جب خدا کہتا ہے کہ ارد گرد منافق ہیں تو معاملہ صاف ہو گیا، بس نبی کے ارد گرد منافق ہیں۔ قرآنِ مجید کا حکم ہے کہ زندگیٔ رسولؐ میں مدینہ منورہ میں منافق تھے جس سے انکار مُلاں کے بس کا روگ نہیں ہے، میں اہل اسلام سے بصد ادب گزارش کرتا ہوں کہ یہ جو مدینے والے منافق

انتقالِ پیغمبر کے بعد منافقین کہاں پرواز کر گئے

تھے۔ رسول اللہ کے انتقال کے بعد کہاں چلے گئے۔ پھر کیوں تاریخ ان کی نشاندہی سے خاموش ہے نبی اکرمؐ کی زندگی میں، تو منافق تھے اُدھر رسول اللہؐ نے آنکھ بند کی یہ سبھی فرشتے کس طرح بن گئے جو نبی کی محبت میں مسلمان نہ بن سکے انتقال رسولؐ کے بعد کس طرح مومن بن گئے تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضورؐ کے انتقال کے بعد مدینہ میں دو پارٹیاں بن گئیں۔ ایک حضرت ابوبکر کی پارٹی اور ایک حضرت علیؑ کی پارٹی تھی تو منافق کہاں تشریف لے گئے یا ان دونوں میں سے کسی پارٹی سے مل کر کہیں دوسری پارٹی کے تو دشمن نہیں بن گئے، مسلمان تو طرید رسولؐ کو بھی مومن کہتے ہیں جب حکم اور مروانؓ مومن بن گئے تو پھر مدینہ کے منافقوں کی نشاندہی کس طرح ہو گی، اہلسنت کے علامہ مولانا دوست محمد صاحب قریشی اپنی کتاب جلاء الاذہان کے صفحہ ۱۵ تا صفحہ ۱۶ پر مروانؓ کی وکالت اسلام فرماتے ہیں جب تنظیم اہل سنت والجماعت کے صدر کا یہ حال ہے تو اب مدینہ میں رسولؐ خدا کے بعد منافقوں کو کون تسلیم کرے گا معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم کے زمانہ میں تو منافق تھے جونہی حضرت نے انتقال فرمایا تمام منافقوں کو آسمان نے اٹھا لیا یا زمین نے انہیں ہضم کر لیا یا پھر سارے کے سارے فوراً مومن بن گئے۔ مگر شیعہ رسولؐ اللہ کے زمانے میں منافقین کا وجود مدینہ میں تسلیم کرتے ہیں اور حضورؐ کے انتقال کے بعد بھی منافقین سے مدینے کو خالی نہیں سمجھتے یہ خواہ مخواہ کا اعتراض ہے کہ شیعہ صحابہ کرام کو نہیں مانتے خدا کی قسم ہم صحابہ کرام کو مانتے ہیں خوب جانتے اور پہچانتے ہیں مگر منافقین کو نہیں مانتے ہم اس بزرگ کو نہیں مانتے جسے رسولؐ اللہ فرما دیں إِنَّ الشِّرْكَ فِيكُمْ أَخْفَى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ المجالس المرضیہ صفحہ ۶۲ تحقیق شرک تم میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ دبی چال چلتا ہے۔ مسلمانو ہم صحابہ کرام کو مانتے ہیں منافقین کو نہیں مانتے، ہم اُم المومنین حضرت عائشہ کے قاتل کو نہیں مانتے دیکھیں تاریخ اسلام اکبر نجیب آبادی، جلد ۲ صفحہ ۴۳ ہم محمد بن ابوبکر کے قاتل کو نہیں مانتے، ارے ہم عمار یاسرؓ کے قاتل کو ہرگز نہیں مانتے۔ مزید سنو! ہم اویسؓ قرنی کے قاتل کو نہیں مانتے، ارے ہم اس بزرگ کو نہیں مانتے جس نے رسولؐ خدا سے فرمایا کہ پیغمبر کو ہذیان ہو گیا ہے ہم اُسے نہیں مانتے جسے آمنہؑ کے لال نے گھر سے نکال دیا ہے

ہم ان کو ہر گز نہیں مانتے ، جنہوں نے بتول کے دروازے پر آگ لگانے کی دھمکی دی تھی اگر کوئی بزرگ ۔۔۔ قبیح افعال میں شریک نہیں ہے تو ہم اُسے مانتے ہیں ، ہمارا ایمان ہے قرآن مجید کی زیر عنوان آیت کے بارے میں عرض ہے کہ قریش کے اشراف اور رئیسوں نے رسول خدا صلعم سے کہا کہ ہمیشہ آپ کی مجلس میں محتاج آدمی اور غلام مثل ابن مسعود اور بلال ، مقدادؓ اور عمارؓ اور صہیبؓ وغیرہ بیٹھے رہتے ہیں اگر آپ ان غلاموں کو اپنے پاس سے اٹھا دیں گے تو ہم آپ کے پاس نشست و برخاست رکھیں گے اور آپ کی باتیں دین کے مقدمہ ہیں اور قرآن کو سُنیں گے ان مُفلسوں کے ساتھ بیٹھنا ہمیں عار معلوم ہوتا ہے ان رئیسوں کی باتیں سُن کر قدرت کو جلال آگیا اور اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا کہ میرے حبیب آپ کے پاس جو لوگ بیٹھتے ہیں آپ ان کو ہر گز نہ اٹھا دیں کیونکہ وہ دن رات خدا کی رضامندی چاہتے ہیں نہ آپ کے ذمہ ان کا کوئی حصہ ہے اور نہ ان کے ذمہ آپ کا کوئی حصہ ہے وہ تو خدا تعالے کی عبادت میں مشغول ہیں اگر تو نے انہیں اپنے دربار سے نکال دیا تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے ۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ صفحہ ۳۴۹ ، رحمتہ للعالمین جلد ۱ صفحہ ۲۱۹ ، تفسیر قادری جلد ۱ صفحہ ۲۶۴ ، اس آیت کریمہ سے صاف ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے دربار سے مومنوں کو نہیں اٹھا سکتے کیونکہ اگر مومنوں کو اٹھا دیں گے تو قرآن پاک کی رُو سے ظالم کہلائیں گے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نبی اکرمؐ نے کسی ایک بزرگ کو اپنے دربار سے نکال دیا تھا تو دو باتوں سے ایک بات ماننی پڑے گی یا نعوذ باللہ رسولؐ خدا کو ظالم کہو کہ انہوں نے مومنین کو دربار سے اُٹھا کر ظلم کیا یا یہ مانو کہ جن کو حضورؐ پُر نور نے نکالا تھا وہ مومن نہ تھے بس ہم انہیں نہیں مانتے جن کو دربار رسالت سے حضورؐ نے نکال دیا ہو ہاں اگر کسی کو نہیں نکالا تو ٹھیک ہے محمدؐ مصطفیٰ کا غلام ہے ہمارا آقا ہے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ حضرت عثمان کے چچا حکم بن عاص جناب رسول خدا کی چال کی نقل کیا کرتے تھے ایک روز اُس نے رسولؐ اللہ کا مذاق اڑایا حکم آنحضرت کے پیچھے ہو لیا اپنے شانے ہلاتا اور دونوں ہاتھوں کو کمان کی طرح کئے ہوئے تھا اس سے اس کا مقصد رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مذاق اڑانا تھا ، رسولؐ اللہ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور کہا

که ایسے ہی ہو جاؤ۔ بس حکم کی یہی کیفیت ہو گئی۔ دونوں شانے حرکت کرتے تھے اور ہاتھ کمان کی طرح ٹیڑھے ہو گئے پھر آنحضرتؐ نے اس پر لعنت کی اور مدینے سے نکال دیا حضرت عثمان کی خلافت کے زمانے تک حکمؓ مدینے سے دور ہی رہا اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت عثمان نے اُسے واپس بُلا لیا اور اس کی عزت کی، کنوز المعجزات صـ ۸ خلافت ملوکیت صـ ۱۱۱ ثابت ہوا کہ منافق وہ ہے جس کو رسول اللہ نکال دے بس کسی کو شہر سے نکالا اور کسی کو دربار سے نکالا۔ مولانا دوست محمد صاحب قریشی تو اپنی کتاب جلاء الاذہان میں مروانؓ کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں، مگر دور حاضرہ کے محقق مولانا مودودی صاحب نے خلافت و ملوکیت کے صـ ۱۱۵ پر اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ دوسری چیز جو اس سے زیادہ فتنہ انگیز ثابت ہوئی وہ خلیفہ کے سیکرٹری کی اہم پوزیشن پر مروانؓ بن الحکمؓ کی ماموریت تھی ان صاحب نے حضرت عثمان کی نرم مزاجی اور ان کے اعتماد سے فائدہ اٹھا کر بہت سے کام ایسے کئے جن کی ذمہ داری لامحالہ حضرت عثمان پر پڑتی تھی حالانکہ ان کی اجازت اور علم کے بغیر ہی وہ کام کر ڈالے جاتے تھے علاوہ بریں یہ صاحب حضرت عثمان اور اکابر صحابہ کے باہمی خوشگوار تعلقات کو خراب کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہے تاکہ خلیفہ برحق اپنے پرانے رفیقوں کی بجائے ان کو اپنا زیادہ خیر خواہ اور حامی سمجھنے لگیں بلکہ متعدد مرتبہ انہوں نے صحابہ کے مجمع میں ایسی تہدید آمیز تقریریں کیں جنہیں طُلقاء کی زبان سے (طلقاء ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کو فتح مکہ کے روز جناب رسولؐ خدا نے چھوڑ دیا تھا) سُننا سابقین اوّلین کے لئے مشکل ہی قابل برداشت ہو سکتا ہے اسی بنا پر دوسرے لوگ تو درکنار خود حضرت عثمان کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ بھی یہ رائے رکھتی تھیں کہ حضرت عثمان کے لئے مشکلات پیدا کرنے میں بہت بڑی ذمہ داری مروانؓ پر عائد ہوتی ہے حتیٰ کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے شوہر محترم سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر آپ مروانؓ کے کہے پر چلیں گے تو یہ آپ کو قتل کرا کے چھوڑے گا اس شخص کے اندر نہ اللہ کی قدر ہے نہ ہیبت نہ محبت،

مولانا موصوف اس کو طبقات ابن سعد ج ۵ صـ ۳۶، البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ ۲۵۹، طبری جلد ۳ صـ ۹۷ و صـ ۳۹۶ اور البدایہ والنہایہ ج ۷ صـ ۱۷۲ و صـ ۱۷۳ سے نقل فرماتے ہیں، مولانا مودودی صاحب

نے نرم مزاج فرماکر ان کی بیعت فرمادی غور طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی حضرت عثمان نرم مزاج تھے یا کہ سخت گیر بھی تھے تاریخ کا مطالعہ ضرور رہنمائی کرے گا کہ جب آپ حضرت ابوذر غفاریؓ کی جلاوطنی کو غور سے پڑھیں گے تو فیصلہ آسانی سے فرمالیں گے کہ حضرت عثمان کتنے سخت گیر تھے، ہاں! البتہ بنی امیہ کے لئے ضرور نرم مزاج تھے، جیساکہ مودودی صاحب افریقہ کے خمس کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ مروان نے یہ خمس ۵ لاکھ کی رقم میں خرید لیا اور حضرت عثمان نے یہ قیمت اسے معاف کردی ملاحظہ ہو تاریخ ابن خلدون تکملہ جلد دوم ص۱۳۹ و ص۱۴۰، خلافت و ملوکیت ص۳۲۶، بہرحال یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ جو لوگ رسولؐ خدا کے زمانے میں منافق و طرید تھے جب ان کا دورِ حکومت آیا تو مخلص مومن کہلانے لگے اور ان کے حاشیہ بردار ملاؤں نے انہیں اصحاب رسولؐ کے مقدس خطابات سے نوازا حالانکہ کلام پاک میں ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ پارہ ۵ رکوع ۱۸ بے شک منافق جہنم کے نچلے طبقے میں رونق افروز ہوں گے اب میں صحابہ کے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ صحابی کسے کہتے ہیں۔ عامۃ المسلمین فرماتے ہیں، کہ جس نے حالتِ اسلام میں رسولؐ اللہ کی زیارت کی وہ صحابی بن گیا اور ہم کہتے ہیں کہ معیّت مکانی کافی نہیں بلکہ معیت ایمانی ضروری ہے۔ کلام پاک نے معیت مکان کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ معیت ایمان کی تعریف و توصیف کی ہے قرآن سنو! ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا پارہ ۲۸ رکوع ۲۰ بیان کی اللہ نے مثال واسطے ان لوگوں کے جو کافر ہوئے عورت نوحؑ کی اور لوطؑ کی تھیں دونوں عقد میں ہمارے صالح بندوں کے پاس خیانت کی ان دونوں نے، حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں جب پیغمبروں کے عقد میں رہ کر مومن نہ بن سکیں تو اور کون ہے جو صرف معیت مکانی کا ناز کرے بلکہ معیت ایمانی کا ہونا ضروری ہے اور قرآن سنو! ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ پارہ ۲۸ رکوع ۲۰، بیان کی خدا نے مثال واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے ہیں عورت فرعون کی

جس وقت کہا اس عورت نے اے میرے رب بنا واسطے میرے نزدیک اپنے گھر بیچ جنّت کے مسلمانو! حضرت آسیہ ہے تو فرعون کے گھر میں مگر ہے جنّت کی رہنے والی ثابت ہو گیا کہ مومن کے پاس کافر رہ کر مومن نہیں بن سکتا اور کافر کے ساتھ مومن رہ کر کافر نہیں بن سکتا معیّت ایمانی ضروری ہے نہ کہ معیّت مکانی کافی ہے میں نے حضرت آسیہ کے بارے میں عرض کی کہ وہ اتنے بلند درجہ کی عورت تھیں کہ جب فرعون کو اس کے ایمان کا علم ہوا تو اُس نے حضرت آسیہ کو دھوپ میں لٹا کر چار میخیں ہاتھوں اور پاؤں میں گاڑ دیں جناب آسیہ نے خدا تعالیٰ سے دعا کی تو قدرت نے آپ کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا جناب آسیہ اتنے بلند مرتبہ کی بی بی ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے انتقال کے وقت فرمایا کہ میری طرف سے آسیہ بنت مزاحم اور مریم بنت عمران اور کلثوم خواہر موسیٰ کو سلام کہنا اور حضورؐ نے جناب خدیجہ سے یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن تم ہی چاروں میرے عقد میں ہونگی

چار نیک عورتیں

ابو موسیٰ نے رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ مردوں میں سے بہت کامل ہوئے لیکن عورتوں سے صرف چار عورتیں کامل ہوئی ہیں۔ (۱) آسیہ دختر مزاحم زوجہ فرعون (۲) مریمؑ دختر عمران (۳) خدیجہ دختر خویلد (۴) فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، تفسیر عمدۃ البیان جلد ۳ صد ۴۲۷، حالانکہ حضرت مریمؑ اور جناب آسیہ اور حضرت کلثومؑ خواہر موسیٰ حضورؐ کے زمانہ میں نہ تھیں اور جو اُم المومنین حضورؐ کے عقد میں تھیں ان کے بارے میں تو کہیں نہیں فرمایا کہ یہ بھی تمام قیامت کو میرے عقد میں ہوں گی، معلوم ہوا ان ازواج کا (سوائے حضرت خدیجہؑ کے) رسول اللہ کے ساتھ رہنے سے اتنا درجہ بلند نہ ہو سکا کہ جتنا حضرت مریمؑ کا۔ حضرت آسیہ یا کلثوم خواہر موسیٰ کا ہو گیا۔ صاف ثابت ہے کہ یہ معیّت مکانی ہے اور وہ معیت ایمانی ہے۔ صلوٰۃ۔

کرشن بہاری لعل نور کہتا ہے۔ رباعی

رباعی

نثارِ مرتضیٰ ہوں پنج تن سے پیار کرتا ہوں — خزاں جس پر نہ آئے اس چمن سے پیار کرتا ہوں
عقیدہ منزلِ انسانیت میں کب ضروری ہے — میں ہندو ہوں مگر اک بُت شکن سے پیار کرتا ہوں

قرآن پاک سے اور معیّت کے بارے میں سنو! اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ

اللہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ ؕ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ ۔ پارہ ۳ رکوع ۳ ۔ یا مانند اس شخص کے گزرا اُوپر ایک گاؤں کے اور وہ گرا ہوا تھا ۔ اُوپر چھتوں اپنی کے کہا کیونکر زندہ کرے گا اس کو اللہ پیچھے موت اس کی کے پس مار ڈالا اس کو اللہ نے سو برس تک ۔ پھر جلایا اس کو کہا کتنی دیر رہا تو کہا رہا میں ایک دن یا تھوڑا دن سے کہا بلکہ رہا تو سو برس پس دیکھ طرف کھانے اپنے کے اور پینے اپنے کے کہ نہیں سڑا اور دیکھ طرف گدھے اپنے کے واقعہ یوں ہے کہ جب بخت نصر نے بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کیا تو حضرت عزیر علیہ السلام اپنے دراز گوش پر سوار ہو کر ایک قریہ کے قریب سے گزرے ، حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر پچاس برس کی تھی اور گھر میں عورت حاملہ تھی وہ بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی اور تمام انسان مر چکے تھے حضرت عزیر کو ان کی اس حالت پر تعجب ہوا ، اور عرض کی پالنے والے ان انسانوں کو کس طرح زندہ کرے گا ۔ پس اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ دکھلانے کے لئے عزیر کو اسی مقام پر موت دے دی اور سو سال کے بعد پھر زندہ کیا اور دریافت فرمایا کہ بتا کتنا عرصہ تو سویا رہا عرض کی ایک دن یا کچھ حصہ دن کا قدرت کا ارشاد ہوا نہیں بلکہ تو ایک سو سال سویا رہا ہے اے عزیر اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ لَمْ یَتَسَنَّهْ ابھی تک نہیں سڑا قرآن مجید ثابت ہے کہ پانی کی برودت اور کھانے کی تازگی و گرمی سو سال تک باقی رہی ۔ آرے جس اللہ نے سو سال تک اس پانی کو تازہ اور کھانے کو گرم رکھا اسی نے شب معراج بستر رسول کو گرم رکھا کنڈی ہلتی رہی وضوء کا پانی چلتا رہا اور وہ عرش سے ہو کے آ بھی گیا مسلمانو جس اللہ نے بستر رسول کو گرم رکھا کنڈی ہلتی رہی وضوء کا پانی چلتا رکھا اور حضرت عزیر کا کھانا گرم رکھا پانی تازہ رکھا ۔ اسی اللہ نے اس پوری کائنات میں میرے بارہویں امام کو غائب رکھا ہے ۔ صلوٰۃ ۔ ایک نظم عرض ہے ۔

اہل ایمان کے دلوں کا آسرا پردے میں ہے ۔۔۔ کشتئ دین خدا کا ناخدا پردے میں ہے

اس سے بڑھ کر اور کیا پردے کی ہے بیّن دلیل ۔۔۔ عقل انسان بوئے گل رنگ حسین پردے میں ہے

سننے والو کہہ دو دیکھی ہو جو شکل آواز کی ۔۔۔ آگے باہر بھی دہن سے ہر صدا پردے میں ہے

خود صدف میں اور صدف دریا کی تہہ میں ہے نہاں ۔۔۔ گوہر نایاب دُرِّ بے بہا پردے میں ہے

حضرت عزیر کا واقعہ

ربط ، معراج و امام منتظر

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ کے سمجھ ارشاد کو — ابتدا پردے میں تھی اور انتہا پردے میں ہے
گر نہیں پردے میں ہے اعلیٰ خصوصیت کوئی — بندہ پرور کس لئے پھر خود خدا پردے میں ہے
جو بھی ہو اللہ جانے سُنتے ہیں معراج میں — مصطفیٰ پردے کے باہر صوتِ علی پردے میں ہے
گر تو ہے مومن تو پردے کا بھی منکر نہ ہو — عمل کرتا ہے تو ظاہر اور جزا پردے میں ہے

ہاں اللہ تعالےٰ نے حضرت عزؑیر کو زندہ فرما کر پھر ارشاد فرمایا کہ اپنے گدھے کو دیکھ ۔ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا اور دیکھ طرف ہڈیوں کے کہ کیونکر چڑھاتے ہیں ہم ان کو پھر پہناتے ہیں ان کو گوشت ۔ پس حضرت عزؑیر نے دیکھا تو دراز گوش کی ہڈیاں درست ہونے لگیں اور گوشت ان پر چڑھنے لگا، تو دیکھتے ہی دیکھتے گدھا بن گیا ۔ روایت میں ہے کہ نبی زندہ ہوا تو اُس نے درود پڑھا اور گدھا سو سال نبی کے دامن کے ساتھ پڑا رہا جب زندہ ہوا تو وہی پرانی ڈھینچوں ڈھینچوں شروع کر دی یہ ہے معیّت مکانی، تفسیر عمدة البیان جلد ا صـ ۱۲۳ تا صـ ۱۲۶، تفسیر قادری جلد ا صـ نکھا ہے کہ جب حضرت عزؑیر گھر تشریف لائے تو بیٹا سو سال کا تھا اور باپ پچاس برس کا تھا اب تو ثابت ہو گیا کہ گدھا سو سال تک پیغمبر کے ساتھ رہ کر کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکا ۔ بلکہ معیّت ایمانی کا ہونا ضروری ہے اب قرآن پاک سے دو ایک مثالیں معیّت ایمانی کی بھی ملاحظہ ہوں صلوٰۃ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا پارہ ۳ رکوع ۳ اور جب کہا ابراہیم نے اے رب میرے دکھلا دے مجھ کو کیونکر جلاتا ہے مردوں کو کہا کیا نہیں ایمان لایا تو کہا بلکہ لایا ہوں ولیکن تو کر آرام پکڑے دل میرا کہا پس لے چار پرندوں سے پس صورت پہچان رکھ طرف اپنے پھر کر دے اُوپر ہر پہاڑ کے ان میں سے ایک ٹکڑا پھر بلا ان کو چلے آویں گے تیرے پاس دوڑتے ۔ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس وقت خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو ملکوتِ آسمان اور زمین کی سیر کرائی تو انہوں نے کنارے سمندر کے ایک مردار کو دیکھا کہ آدھا تو وہ پانی میں اور آدھا خشکی میں ہے اور جانور دریا کے آتے ہیں اور آدھے

کہ جو پانی میں ہے کھاتے ہیں اور پھر اُلٹے پھرتے ہیں اور ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں اور بعض بعض کو کھا رہے ہیں اور ایسے ہی درندے خشکی کے آدھے کو کھاتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو یہ ماجرا دیکھ کر تعجب ہُوا، اور درخواست کی کہ خداوندا مجھے اطمینان قلب کے لئے دکھلادے کہ تو کس طرح مردے کو زندہ کرتا ہے تو حکم ہوا کہ اے ابراہیمؑ چار پرندوں کو پکڑ اور ان کو ذبح کر کے پہاڑوں پر ان کا گوشت بکھیر دے پھر دیکھ میری قدرت کو کہ کس طرح میں انہیں زندہ کرتا ہوں پس حضرت خلیلؑ نے گدھ اور مور۔ بط اور مرغا دو حلال اور دو حرام جانوروں کو بلایا اور ان کے ٹکڑے کر کے چاروں کو آپس میں ملا دیا اور بعد اس کے کوٹ پیس کر مثل میدہ کے کر دیا جب وہ سارے ایک جسم ہو گئے تو انہیں دس پہاڑوں پر بکھیر دیا اور چاروں کی چونچ محفوظ رکھی۔ پس حضرت ابراہیمؑ نے مور۔ گدھ۔ بط۔ مرغا کا نام لے کر پکارا، ذرّے اُڑے اور آپس میں مل کر چاروں پرندے بن گئے حضرت نے ایک پرندے کی چونچ دوسرے کی طرف کی تو اُس نے ساتھ لگنے سے انکار کر دیا پس ہر پرندہ اپنی اپنی چونچ سے مل کر زندہ جانور ہو کر چلنے پھرنے لگا اور دانہ پانی کھانے پینے لگا، تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ صـ ۲۶ تفسیر قادری جلد ۱ صـ ۸۱، اس واقعہ قرآنی سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔ ایک یہ کہ قریب تو قریب رہا اگر خون سے خون گوشت سے گوشت بھی مل جائے تو بھی حلال حلال رہتا ہے اور حرام حرام رہتا ہے، دوسرا یہ کہ پیغمبر کی آواز کو مردے جانور بھی سُنکر لبیک کہتے ہوئے پہاڑ سے نیچے دوڑ کر پیغمبر کے پاس آگئے ۔ اور اگر زندہ انسان کو کوئی پیغمبر بلائے اور وہ مڑ کر بھی نہ دیکھے اور پہاڑ پر چڑھ جائے تو سمجھ لینا ان جانوروں سے بھی یہ گیا گزرا ہے اور تیسرا فائدہ حضرت خلیلؑ نے دنیا والوں کو دکھلا دیا کہ میرا خالق اس طرح زندہ کرے گا جس طرح ان جانوروں کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور چوتھا معیّت مکانی کی بھی تشریح ہو گئی کہ کسی کام کی فضیلت نہیں بلکہ معیّت ایمانی کا ہونا ضروری و لازمی ہے ۔ صلوٰۃ۔

اب ایک واقعہ معیّت ایمانی کا حدیث سے پیش کرتا ہوں ۔ عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ وَلَهٗ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ

تکملہ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صد ۳۰۳ عمر بن خطاب نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ تابعین میں ایک بہترین شخص ہوگا۔ جس کو اویسؓ کہا جائے گا۔ اس کی ایک ماں ہوگی اور اس کے جسم پر سفیدی ہوگی تم اس سے اپنے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کرنا، اس حدیث رسولؐ نے بہت سے مسائل حل کر دیئے جس بزرگ کو لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضورؐ نبی اکرمؐ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو یہ ہوتا اسکو حضور فرماتے ہیں کہ جب اویسؓ سے ملنا تو اپنی مغفرت کی اس سے دُعا کرانا فرمادیں معیت مکانی والا بڑھ گیا یا معیت ایمانی والا عظمت میں بزبان مصطفیٰ بلند ہے۔ کتاب تذکرۃ الاولیا صد ۱۹ پر لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلعم کے وصال کا وقت قریب آیا تو صحابہ نے عرض کی کہ آپ کا مرقع کس کو دیا جائے آپ نے فرمایا، اویسؓ قرنی کو چنانچہ جب عمرؓ کی خلافت کا وقت اور دُور تھا عمر کوفہ میں تشریف لائے اہل نجد سے اویسؓ کا پتہ پوچھا، ایک شخص نے اُٹھ کر عرض کی کہ میں اس کو جانتا تو نہیں، لیکن ایک دیوانہ سا شتربان ضرور رہتا ہے جو آبادی میں کبھی نہیں آتا حضرت عمر وہاں تشریف لے گئے دیکھا کہ اویسؓ نماز میں مشغول ہیں نماز کے بعد السّلام علیکم کہہ کر عمر نے نام دریافت کیا فرمایا عبداللہ کہا ہم سب عبداللہ ہیں خاص نام فرمادیں کہا کہ اویسؓ، عمر نے کہا کہ اپنا داہنا ہاتھ دکھلادیں تب آپ نے اپنا داہنا ہاتھ دکھلایا نشان دیکھ کر حضرت عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام کہلا بھیجا ہے اور اپنا مرقع تم کو ارسال فرمایا ہے اور وصیّت فرمائی ہے کہ میری امت کے لئے دُعا کرنا اویسؓ نے کہا کہ شاید کوئی اور اویسؓ ہوگا جس کو وصیّت کی گئی ہے عُمر نے کہا کہ آپ ہی کا نشان آنحضرت نے دیا ہے اس کے بعد اویسؓ نے کہا حضور پرنور کا لباس لاؤ تاکہ میں دُعا کروں یہ کہہ کر آنحضرت کا مرقع لے کر ذرا فاصلہ پر جا کر سربسجود ہوگئے اور عرض کی خدایا میں اس وقت تک تیرے حبیب کا مرقع نہیں پہنوں گا جب تک تو ساری امت کو نہ بخش دے کیونکہ جناب رسالتمآبؐ نے امت کو میرے حوالے کیا ہے۔ آواز آئی چند آدمیوں کو تیری خاطر بخش دیا آپ نے عرض کی میں سب کو بخشوانا چاہتا ہوں اسی قیل وقال میں سفارش کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی کہ حضرت عمر کافی دیر ہو جانے کی وجہ سے قریب گئے اویسؓ نے کہا کاش تم صبر کرتے تو میں

اویس قرنیؒ

ساری امّت بخشوا لیتا۔ ابھی تک تو اس لباس کے طفیل قبیلہ بنی مضر اور قبیلہ بنی ربیعہ کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر امّت محمدیہ بخشی گئی ہے۔ پس اویسؓ نے مرقع پہن لیا اویسؓ کی باتیں سن کر حضرت عمر کا دل خلافت سے بھر گیا اور فرمایا کہ ہے کوئی جو خلافت کو ایک روٹی کے عوض مجھ سے خرید لے اویسؓ نے کہا کہ یہاں خرید و فروخت کا بازار نہیں ہے۔ پھینک دو جس کا جی چاہے گا اُٹھا لے گا اس کے بعد اویسؓ نے کہا کہ تم تو رسولِ خدا کے ساتھ رہے ہو اُحد میں جو حضورؐ کا دانت اقدس شہید ہوا تھا تم نے موافقت کیوں نہ کی پھر اپنا منہ کھول کر دکھلایا کہ میں نے سارے دانت اس لئے توڑ دیئے کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ کونسا دانت آپ کا شہید ہوا ہے پھر عمر نے کہا کہ میرے لئے دعا کریں اویسؓ نے کہا میں صبح شام مومنین کے لئے یہ دعا کرتا ہوں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اور اسے ہر نماز کے بعد پڑھتا ہوں اگر تم قبر میں ایمان سلامت لے جاؤ گے تو میری دعا تم کو خود تلاش کر لے گی۔ ورنہ میں دعا کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ حضرت عمر نے چاہا کہ کچھ اویسؓ کو دے دوں۔ اویسؓ نے پہلے ہی جیب سے دو درم نکالے اور فرمایا کہ میں نے شتربانی سے یہ درم کمائے ہیں۔ کیا تو ضمانت لیتا ہے کہ ان کے خرچ کرنے کے بعد بھی زندہ رہوں گا ورنہ جو زندگی عطا کرے گا وہی رزق کا بندوبست کر دے گا پس عمر واپس چلے آئے۔ ایک بات واضح کر دوں کہ مصنّف کتاب نے حضرت عمر کے ساتھ حضرت علیؑ کا بھی ذکر ہے مگر حضرت علیؑ اویس کی گفتگو کا کوئی ذکر نہیں اور صدا پر تحریر ہے کہ اویس آخری عمر میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولا علیؑ کی بیعت کر کے معیت مرتضیٰ میں کسی جنگ میں شہید ہوئے مگر دوسری معتبر کتابوں سے ثابت ہے کہ جنگِ صفین میں حضرت اویسؓ تشریف لا کر مولا علیؑ کی بیعت کر کے شہید ہوئے تھے اویسؓ کی معیت ایمانی اور حضرت عمر کی معیت مکانی دونوں کا مقابلہ کر کے خود ہی فیصلہ کر لو کہ دونوں میں بلند و افضل کون ہے

اب میں ایک اور واقعہ عرض کر کے تقریر کو تمام کرتا ہوں۔ روایت میں ہے کہ متوکّل عباسی کے دو لڑکے معتز اور موید ایک شاعر ابن سکیت جو محبّ آلِ محمدؐ تھا اس سے پڑھتے تھے اِدھر متوکّل نے قسم کھا رکھی تھی کہ آلِ محمدؐ کے ماننے والے دنیا میں ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا اس ظالم نے شیعانِ حیدرِ کرار کا قتلِ عام کر رکھا تھا ایک روز کسی نے متوکّل سے کہا کہ آپ

متوکل کے بیٹوں کا شیعہ استاد

توشیعوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں مگر آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ آپ کے بچوں کا اتالیق یعقوب ابن سکیت شیعہ ہے متوکل نے کہا ایسا تو معلوم نہیں ہوتا مگر میں کسی وقت معلوم کروں گا اتفاق سے ایک روز متوکل کے دربار میں ابن سکیت بیٹھا ہوا تھا اور متوکل کے دونو لڑکے معتز اور موید اپنے اُستاد کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ متوکل کی نگاہ پڑگئی اور ابن سکیت سے سوال کر دیا کہ بتا تجھے یہ میرے دونو بچے پیارے ہیں یا علیؑ کے حسنؑ اور حسینؑ ان سے پیارے ہیں۔ بس اتنا سُننا تھا کہ ابنِ سکیت کھڑا ہو گیا اور کہا او متوکل تو مجھے اپنی تیز دھار تلوار سے ڈراتا ہے ظالم متوکل تو نے عجیب سوال کر دیا میں جانتا ہوں کہ آج مجھ پر سُورج غروب نہیں ہوگا۔ متوکل میں سمجھ چکا ہوں کہ آج میرے بچے قتل کر دیئے جائیں گے، مجھے معلوم ہو گیا کہ میرے گھر کو جلا دیا جائے گا مگر سُن متوکل اور آنے والی نسلوں کو سُنا دے کہ ایک علیؑ والا یہ جواب دے گیا۔ متوکل تو نے مجھ سے پوچھا کہ تیرے بیٹے پیارے ہیں یا علیؑ کے، اُو ظالم صرف تیرے بیٹے ہی نہیں تیرے تمام بچے، تیری بیویاں، تیری قوم و قبیلہ، تیری ساری حکومت بعد از انبیاء علیہم السلام ساری دنیا ایک طرف اور غلام قنبر کی جوتی ایک طرف میں تم سب کو قنبر کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔ چودہ ستارے صـ۴۰۵۔ ظالم کی تلوار نے یعقوب ابن سکیت کا سر تو کاٹ دیا، اور ظالم نے زبان گدی سے کھینچ لی مگر آج بھی ابن سکیت کی آواز ارض و سماء کے درمیان آرہی ہے کہ یہ ہے معیت ایمانی (تاریخ آئمہ صـ۱۲۷) صلوٰۃ۔ رُباعی عرض ہے۔

رُباعی

دم بدم ہے یا علیؑ اور دم بدم ہے یا رسولؐ　　یہی میری ہے عبادت، یہی میرا ہے اُصول
یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ کہہ کے خالق نے ثابت کر دیا　　یا علیؑ یا محمدؐ سے عبادت ہے قبول

(نعیمی)

فضائل اہلبیت

آخر میں آپ کی خدمت عرض کرتا ہوں کہ اگر مسلمان، صحابی کو صحابی کے مقام پر رکھیں اور آل کو آل کے درجہ سے نہ گرائیں تو کوئی جھگڑا ہی نہ ہوگا۔ مصیبت نزاع اس وقت شروع ہوتی ہے جب صحابی کو آلِ محمدؐ کے مقامات پر دکھلانے کی کوشش کی جاتی ہے سنو! اہلبیت کے لئے ہے۔ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ابن ماجہ صـ۱۲ حسنؑ اور حسینؑ جنتی جوانوں کے سردار ہیں فاطمہؑ کیلئے ہے۔ یَا فَاطِمَةُ اَلَا تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَةَ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف۔

جلد ۳ صفحہ ۲۷ فرمایا اے فاطمہؑ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ بہشت کی ساری عورتوں کی سردار ہے یا تو مومنوں کی تمام عورتوں کی سردار ہو جائے اور حضرت علیؑ کے لئے فرمایا عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ ۔ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صہ ۲۵۹ عمران ابن حصین کہتے ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ ہر مومن کا ولی ہے۔ سنو! صحابی عمل نیک کر کے جنت میں تو جا سکتا ہے مگر جنت کے جوانوں کا سردار نہیں بن سکتا صحابی نبی کا غلام تو بن سکتا ہے مگر محمد کا بھائی نہیں بن سکتا صحابی کوثر تو پی سکتا ہے مگر ساقی کوثر نہیں بن سکتا۔ صحابی ایمان لا کر دین دار تو بن سکتا ہے مگر کُلِّ ایمان نہیں بن سکتا۔ صحابی عبادت کر کے نمازی تو بن سکتا ہے مگر جزِ نماز نہیں بن سکتا۔ صحابی قرآن پڑھ کر قاری تو بن سکتا ہے مگر ناطق قرآن نہیں بن سکتا۔ صحابی آٹھ سال میں سورہ بقر تو یاد کر سکتا ہے۔ مگر ایک قدم رکابِ زین میں رکھ کر دوسرے قدم کے جانے تک قرآن ختم نہیں کر سکتا۔ صحابی عبادت کر کے عابد تو بن سکتا ہے مگر زین العابدین نہیں بن سکتا۔ صحابی ساجد تو بن سکتا ہے مگر سید الساجدین نہیں بن سکتا۔ صحابی خلیفۃ المسلمین تو ہو سکتا ہے مگر خلیفۃ اللہ نہیں ہو سکتا۔ سنو! صحابی علم لے کر خیبر میں تو جا سکتا ہے مگر فاتح خیبر نہیں بن سکتا۔ صحابی بہشت میں جا سکتا ہے مگر بہشت بریں کی ٹکٹیں لکھ کر نہیں دے سکتا۔ آخری فقرہ صحابی کلمہ پڑھ کر مسلمان تو ہو سکتا ہے مگر دین کی حمایت و حفاظت کے لئے نیزے کی نوک پر قرآن نہیں سنا سکتا یہ کام آل محمدؐ کا ہے۔ مسدس۔

نطق جس کا نغمۂ ساز پیمبرؐ وہ حسینؑ　　تھا جو شرح مصطفٰیؐ تفسیر حیدرؑ وہ حسینؑ
تشنگی جس کی جواب موج کوثر وہ حسینؑ　　لاکھ پر بھاری رہے جس کے بہتر وہ حسینؑ
جو محافظ تھا خدا کے آخری پیغام کا
جس کی نبضوں میں چلتا تھا لہو اسلام کا

جس حسینؑ کو نبی نے اپنا پھول کہا تھا مسلمانوں نے اس کا بھرا گھر اجاڑ دیا اور پھر بھی جنّت میں جانے کی تمنا رکھتے تھے۔ منقول ہے کہ اہل عراق میں سے ایک شخص نے عبداللہ

صحابہ اور ہم

مسدس

ابن عمر سے دریافت کیا کہ حالت احرام مچھر مارنا جائز ہے یا کہ نہیں اور مچھر کا کفارہ کیا ہے اس پر عبداللہ نے حیران ہو کر کہا کہ اہل عراق کو دیکھو کہ یہ مچھر کے خون کے متعلق استفسا کرتے ہیں اور نواسۂ رسولؐ کا بے دریغ خون بہا کر خوشیاں مناتے ہیں شہید انسانیت ص۳۰۹ انہیں ظالموں نے کربلا میں آلِ رسولؐ کو تہہ تیغ کیا مولانا استادالعلماء السید محمد باقر اعلی اللہ مقامہٗ کی کتاب المجالس المرضیہ کے ص۲۴ پر لکھا ہے کہ جب مولا حسینؑ گھوڑے سے گرے تو تین ساعتیں زمین پر پڑے رہے اور گنارہ لئے چشم سے آسمان کی طرف دیکھتے تھے اور فرماتے تھے میرے اللہ تیری رضاو قضا پہ راضی ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں لوگ کہتے ہیں کہ شیعہ اصحاب محمدؐ کو نہیں نہیں مانتے مگر تاریخ شاہد ہے کہ دس بارہ کے سوا سُنی کسی صحابی کو نہیں مانتے کیوں مسلمانو! اگر اصحاب رسول کو نہ ماننے والا کافر ہے تو کربلا کے میدان میں جناب جابرؓ بن عروہ غفاری جو بدری موجود تھا اس کے قاتل کے بارے میں کیا خیال ہے۔ مقتل ابو مخنف میں ہے کہ جناب جابرؓ بن عروہ الغفاری نہایت ہی کبیر السن تھے اور پشت مُبارک ان کی کثرت رکوع و سجود کے خمیدہ ہو گئی تھی اور بسبب پیرانہ سالی کے دونوں آنکھوں پر ابرو جھک گئے تھے کہ کسی چیز کا دیکھنا انہیں دشوار تھا انہوں نے رومال سے دونوں ابرو اپنی آنکھوں سے اُوپر کو اٹھا کر باندھے اور عمامہ سے کمر خمیدہ کو مستحکم کیا اور خدمتِ امام میں آکر عرض کی یابن رسول اللہ مجھے اذن جہاد عطا فرماویں، عزادارو اس صحابی رسول کو دیکھ کر حسین رو پڑے شاید نانے کا زمانہ یاد آگیا ہو گا اور آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا میرے اللہ مری فوج کا سب سے بوڑھا سپاہی تیری قضا پر قربانی کو بھیج رہا ہوں جب رسولؐ اللہ کی بیٹیوں کو معلوم ہوا کہ ہمارے نانے کا صحابی جابر بن عروہ الغفاری بدری جا رہا ہے تو خیام آلِ رسول سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ الغرض حضرت جابرؓ میدان کارزار میں تشریف لے گئے اور اشقیا پر حملہ کرتے جاتے تھے اور فرماتے تھے میں نے رسولؐ اللہ کی نصرت بدر میں اور پھر حنین میں کی اس کے بعد مجھے حضرت علیؑ کے ساتھ دشمنانِ علیؑ سے لڑنے کا موقعہ ملا۔ آج نصرت حسین میں سر کٹا کر رسول اللہ کی زیارت

بدری صحابی کی شہادت

کر کے کوثر سے سیراب ہوں گا۔ منقول ہے کہ جناب جابرؓ نے ساٹھ سوار اور پندرہ پیادے فی النار کئے بڑے بڑے جوان میدان سے بھاگ گئے اور آپ مثل شیر غضبناک کے حملہ کرتے تھے جب یہ بزرگ گھوڑے سے گرے تو امام مظلوم اس کی لاش پر پہنچے اور رونے لگے کہ آج میرے نانے کا صحابی ہمیں داغِ مفارقت دے گیا۔

مہر المصائب جلد ۲ حصہ سوم صفحہ ۲۳، اصحاب الیمین صفحہ ۱۹، اسی طرح ایک اور صحابی جو کبیر السن تھے اور قوم و قبیلے میں حَسَباً نَسَباً شریف تھے لکھا ہے کہ سُویدؓ بن عمرو قائمُ اللّیل اور صائمُ النہار تھے ان کی دینداری تمام عرب میں مشہور تھی کربلا کے میدان میں مولا حسینؑ کی نصرت میں سر کٹانے کے لئے تشریف لائے اپنے زمانے کے اویسؓ کہلاتے تھے مولا حسینؑ کے پاس آ کر عرض کی حسینؑ ہاتھ بڑھاؤ کہ میں بیعت کروں فرمایا سُویدؓ کیا تُو نے میری بیعت پہلے نہیں کی عرض کی مولا پہلے ولائے ایمان کی بیعت کی تھی۔ آج مرنے کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ عزادارو! حضرت سویدؓ بن عمرو بیعت کے بعد اجازت لے کر میدان کارزار میں تشریف لائے اور اشقیا سے فرمایا کہ اے لوگو کیا تم مجھے جانتے ہو اگر نہیں جانتے تو جان لو کہ میں سویدؓ بن عمرو ہوں اور تلوار نکال کر اشقیا پر ٹوٹ پڑے تلوار سے حملہ کرتے تھے اور زبان سے فرماتے تھے وہ انسان کتنا خوش نصیب ہے جو نصرت حسینؑ میں سر کٹائے کافی دیر تک اشقیا سے جنگ کیا آخر زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑے اشقیا نے سمجھا کہ سویدؓ بن عمرو ابی المطاع کی شہادت ہو چکی ہے اور کسی نے تعرض نہ کیا کافی دیر تک بے ہوش پڑے رہے جب ہوش آیا تو کان میں آواز آئی قُتِلَ الْحُسَیْنُ بس اس آواز کو سن کر جوش ولائے حسینؑ میں اٹھنے کی کوشش کی۔ بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا اور ایک چھرا ان کے پاس تھا اسے لے کر اشقیا پر ٹوٹ پڑے اور کہتے او ملعونو ابھی تو ایک ناصرِ حسینؑ زندہ ہے تم کس طرح قتلِ حسینؑ کی خبر بلند کرتے ہو لکھا ہے انہوں نے اس زخمی حالت میں بھی بہتوں کو قتل کیا آخر عروہ لعنہ بن بکار تغلبی اور زید بن ورقا جہنی نے ان کو شہید کیا۔ یہی وہ واقعات ہیں جو انصار حسینؑ علیہ السلام کے محاسن و خدمات کو اپنی آپ مثال اور قطعی لاجواب

ایک اور صحابی کی شہادت

(از اعلام اصحابنا)

ثابت کرتے ہیں۔ انہیں لوگوں کے تیور دیکھ کر مولا حسینؑ نے فرمایا تھا کہ جیسے مجھے باوفا اور جانثار ساتھی ملے ہیں کسی نبی کو بھی نہ ایسے رفقا ملے اور نہ کسی ولی کو ایسے انصار نصیب ہوئے۔ کتاب منہر المصائب جلد ۲ حصہ سوم صد ۲۲۹ ذبح عظیم صد ۲۵۸، اصحاب الیمین صد ۵۷۔ الا لعنة اللّٰہِ علی القوم الظالمین وَ سیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون۔

جہاد راہ حق اسلام کی عظمت بڑھاتا ہے
لڑائی میں لڑو اور جان دو قرآن سکھاتا ہے
مسلماں اور کافر میں یہی ہے فرق بنیادی
یہ جنگ میں جان دیتا ہے وہ جنگ سے بھاگ جاتا ہے
تصدّق

تیرھویں مجلس

بیعت کی توضیح۔ ھٰذا لی وھٰذا لکَ۔ لایجوز احدن الصراط چھ مشکل مقامات بعد از اختتام حیات۔ لطیفہ۔ حیدر کرار نے بیعت نہیں کی۔ آلِ محمد و اصحاب محمد میں فرق۔ بہلول اور زبیدہ۔ غزوہ احد سے صحابہ کا فرار۔ نو صد روپے سے اونٹ بیچا۔ معجزات امام حسن عسکری علیہ السلام معتمد کا زہر دلوانا۔ امام علیہ السلام کی شہادت۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُبَايِعُوۡنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوۡنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ ۚ فَمَنۡ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنۡكُثُ عَلٰى نَفۡسِهٖ پارہ ۲۶ رکوع ۹۔ جن لوگوں نے میرے حبیب آپ سے بیعت کی سوائے اس کے نہیں کہ انہوں نے اللہ سے بیعت کی خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اُوپر ہے پس جس نے عہد کو توڑا تو اپنا ہی نقصان کیا۔

مسئلہ بیعت میں اسلام کے بہتر فرقے متفقہ طور سے ایک ہی اصول رکھتے ہیں علمائے عامہ کا ارشاد ہے کہ ہر پڑھے لکھے کی بیعت کی جاسکتی ہے۔ علمائے خاصہ یعنی مذہب شیعہ کا مسلمہ اصول ہے کہ بیعت غیر معصوم کی حرام و ناجائز ہے چونکہ حضرت ابوبکر غیر معصوم تھے اس لئے ان کی بیعت درست نہ تھی اور حضرت علی سے لے کر قائم آلِ محمد تک بارہ کے بارہ معصوم ہیں لہٰذا ان کی بیعت مسلمانوں پر لازم اور واجب ہے۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کا فرمان و حدیث شاہد ہے مَنۡ مَاتَ وَلَمۡ يَعۡرِفۡ

إِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةَ الْجَاهِلِيَّةِ منصب امامت ص۶ جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا تو وہ جاہلیت کی موت مرا ۔یعنی امام زمانہ کی معرفت پر انجام و خاتمہ کا دار و مدار ہے ۔مسلمانوں میں مسئلہ بیعت عجیب صورت اختیار کر چکا ہے ملاں لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت ابوبکر حاکم وقت تھے لہذا ان کی بیعت ہر مسلمان پر واجب و لازم تھی اور تمام مسلمانوں نے ان کی بیعت قبول کی حتیٰ کہ حضرت علیؑ نے بھی چھ ماہ کے بعد ابوبکر کی بیعت کر لی تھی ۔یہاں پر میرا پہلا سوال یہ ہے کہ اگر حاکم وقت کی بیعت واجب ہے تو آج بھی تو سینکڑوں مسلمان آپ کو کسی نہ کسی خطّے کے سربراہ نظر آئیں گے کیا آپ لوگ ان کی بیعت کرتے ہیں اور اگر نہیں کرتے تو کیوں جب آپ آج کے حاکم کی بیعت نہیں کرتے تو حضرت ابوبکر کی بیعت کیوں کی جائے اور اس کے لئے قرآنی دلیل کیا ہے اور دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا حاکم وقت کی بیعت نہ کرنے پر انسان اس حاکم کے ملک میں نہیں رہ سکتا اور کیا حضرت ابوبکر کی تمام عرب نے بیعت کی تھی یا کہ صرف مدینے والے حضرات کی بیعت ہی کافی و وافی تھی ۔میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ کہ بیعت کرنے کی غرض کیا ہے بیعت لینے والے کے ذمّہ کیا ہے اور بیعت کرنے والے کی کیا ذمّہ داری ہے اس تیسرے سوال کی قدرے وضاحت کرتا ہوں ۔رباعی عرض ہے ۔

لفظ بیعت بیع سے ہے اور غرض بیعت ہے جناب
پیر تجھ کو خلد دے گا تو اُسے دے مال وجاں
جس کا جنّت پہ ہے قبضہ اس کی بیعت کر عزیز
ورنہ دولت مال و عزّت سب جائے گا رائیگاں ۔
(نعیمیؔ) صلوٰۃ

سنو بیعت کرنے والے کو کہتے ہیں عبد و غلام و مرید اور بیعت لینے والے کو کہتے ہیں مرشد، رہنما، پیر، مولا ۔مرید کی غرض کیا ہے وہ اپنے پیر کے حوالے کیا چیز کرتا ہے اور مرشد و پیر کی غرض کیا ہے وہ مرید کے حوالے کیا چیز کرتا ہے حقیقت

یہ ہے کہ مرید اپنے پیر کے حوالے جان، مال، عزت اور اولاد کرتا ہے یعنی پیر کے ہاتھ پر بیع ہوتا ہے یعنی پیر سے وعدہ کرتا ہے کہ میرا مال میری جان میری عزت اور میری اولاد آپ کے حوالے ہے۔ پیر سے اس کے عوض میں مرید نے لینی ہے جنّت یعنی مرشد مرید سے مال، جان، عزت اور اس کی اولاد لے کر اسے جنّت کا وعدہ دیتا ہے کہ میں تیری بخشش اور جنّت کا ضامن ہو گیا۔ یہ بیعت ہونے اور کرنے کی حقیقی غرض اب غور فرماویں کہ مرید اپنے پیر کے حوالے اپنی اولاد۔ اپنا مال اپنی عزت و جان ہی تو کرے گا ایسا تو ہرگز نہیں ہو گا کہ مرید پیر کے حوالے غیروں کا مال رزق کر دے بس مرید وہی شئی ہی تو پیر کے حوالے کرے گا جو اس کی ملکیت ہو گی غیروں کا مال تو مرید اپنے پیر کے حوالے نہیں کر سکتا اسی طرح پیر تب ہی تو جنت مرید کو دے سکے گا اگر جنت پیر کی ملکیت ہوتی اور اگر جنت کے وارث و مالک کوئی اور لوگ ہوئے تو پیر مرید کو خاک دے گا۔ یقیناً پیر نے مرید کو دھوکا دیا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ بیعت وہ انسان لے سکتا ہے جو جنت کا مالک ہے کیوں مسلمانوں جنت کا مالک تو کوئی اور ہو اور جنت دینے کا وعدہ کوئی غیر کرے کیا یہ بیعت درُست ہے ہرگز ہرگز نہیں یہ بیعت حرام و ناجائز ہے۔ صلوٰۃ

جنت کا وارث

میں کہتا ہوں بروز محشر فراڈی پیروں کو تو اپنی فکر ہو گی کہ کسی طرح ہماری جان بچ جائے میں رسول خُدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی حدیث سے متفق علیہ سے جنت کے وارث و سردار پیش کرتا ہوں اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَ اَبُوْھُمَا خَیْرٌ مِّنْھُمَا ابن ماجہ صہ۱۲ حضور پُرنور نے فرمایا حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان دونوں سے افضل ہے ایک اور حدیث بھی سُن لو یَا عَلِیُّ اَنْتَ قَسِیْمُ النَّارِ وَالْجَنَّۃِ صواعق محرقہ صہ۱۲۴ اے علی تو ہی جہنم اور جنّت کو تقسیم کرنے والا ہے۔ آگے ارشاد ہے فَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ تَقُوْلُ النَّارُ ھٰذَا لِیْ وَھٰذَا لَکِ صواعق محرقہ صہ۱۲۴ قیامت کے دن علیؑ دوزخ سے فرماویں گے کہ یہ تیرا ہے اور یہ میرا ہے۔ بس علی المرتضٰی اشارہ فرماتے جائیں گے اور جنت اور دوزخ بھرتی رہے گی۔ ایک اور حدیث بھی سنو۔ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ

ھٰذَا لِیْ وَھٰذَا لَکِ

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لا یجوز احد الصراط الا من کتب لہ علی الجواز صواعق محرقہ صد۱۲۴ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی بھی پُل صراط سے نہیں گزر گزر سکتا جب تک علیؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس کے پاس جواز (ٹکٹ) نہ ہو۔ کیوں مسلمانو خدا کے واسطے غرض بیعت پر غور کر کے فرماویں کہ میرا مولا علی المرتضیٰ کیوں کسی کی بیعت کرے حیدر کرار کو کیا ضرورت ہے بیعت کرنے کی۔ ارے جس کے بچے جنت کے وارث ہوں۔ جو خود قسیم الجنۃ والنار ہو وہ کیوں اور کس غرض کے لئے بیعت کرے مسلمانوں اگر جنت کے لئے بیعت کرنی ہے تو خود علیؑ جنّت کا وارث ہے اور اگر کسی دنیاوی عہدے کے حاصل کرنے کے لئے بیعت کرنی تھی تو حیدرؑ کرار اس دنیا کو تین مرتبہ طلاق دے چکے اسے اس طرح کے عہدے کی ضرورت ہی نہیں۔ لوگو! دو ہاتھ ہیں ایک وہ ہاتھ جو بتوں کے سامنے جوڑے گئے ایک وہ ہاتھ کہ جس سے بُت توڑے گئے فیصلہ دو بیعت کون کرے ایک وہ بشر کہ جس نے محمد کو اٹھایا ایک وہ بشر کہ جس کو محمد مصطفیٰ نے کعبہ میں اپنے دوش انور پر اٹھایا۔ بتاؤ بیعت کون کرے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب یہ اعتراض کر دے کہ نبی اکرمؐ کی حدیث جو ہے مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً الْجَاہِلِیَّۃِ۔ منصب امامت صد۶ کیونکہ امام زمانہ کی معرفت واجب و لازم ہے اس کے بغیر موت جہالت و کفر کی موت ہے اس لئے حضرت علی سے ان بزرگوں کی بیعت کی تھی تو عرض ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جناب سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرآء نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی بلکہ تمام زندگی ان پہ ناراض رہیں اور وقت انتقال حضرت علیؑ کو نصیحت بھی فرمائی کہ ان کو میرے جنازے میں شریک نہ ہونے دینا تو کیا رسولؐ اللہ کی بیٹیؑ نے اس حدیث کی رُو سے نعوذ باللہ کس موت پر انتقال کیا ارے تمہیں کس پاگل نے فرمایا ہے کہ امام زمانہ وہی ہوتا ہے جو مسندِ حکومت پر جلوہ گر ہو اور اگر ایسا ہی ہے تو آج امام زمانہ کون ہے اس کے علاوہ حضرت ابوبکر وغیرہم

نے کب دعوےٰ کیا کہ ہم زمانے کے امام ہیں ایسا ہرگز انہوں نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ یہ حدیث تو ان سے سوال کرتی ہے کہ تمہارے زمانے کا امام کون ہے جس کی معرفت تم پر واجب ولازم تھی اگر انہوں نے اپنے زمانے کے امام کو نہیں پہچانا تو ان بزرگوں کے بارے میں فیصلہ دو۔ حضرت بتولؑ کے زمانے کے امام حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہم السلام تھے اور انہی کے زمانہ امامت میں جناب سیدہ نے انتقال فرمایا جیسا کہ بتولؑ کے سرہانے کے نیچے سے ایک وصیت نامہ انتقال کے بعد ملا جس پہ توحید نبوت امامت قیامت وغیرہا کا اقرار تحریر تھا صلوٰۃ۔

آج میرے اس سوال کو غور سے سُن لو اور اس سوال کا جواب تلاش کر کے مجھے بھی سمجھاؤ، سنو! مسلمانوں ہر انسان کو مرنے کے بعد چھ مشکل مقامات کا سامنا ہوگا۔ سُنی۔ شیعہ۔ دیوبندی۔ بریلوی۔ اہلحدیث۔ شہری دیہاتی۔ سیّد۔ غیر سیّد۔ عالم۔ جاہل۔ غرضیکہ ہر انسان کو چھ مصیبتیں مرنے کے بعد پیش آئیں گی۔ ان کا علاج تلاش کرنا ضروری ہے۔ چھ مشکل مقامات سُنو۔ نمبر۱۔ موت کا مشکل مقام یعنی ملک الموت جب روح قبض کرے گا۔ نمبر۲۔ قبر میں منکر نکیر آئیں گے اور سوال جواب ہوگا۔ نمبر۳۔ جب محشر کی گرمی وتپش کی وجہ سے مصیبت آئے گی۔ نمبر۴۔ میدان قیامت میں جب پیاس کی شدت ہوگی نمبر۵۔ جب نامۂ اعمال میزان عمل پہ وزن ہونے لگے گا نمبر۶۔ جب پل صراط سے پار جانا ہوگا۔ چھ مشکل مقامات ہر انسان کو درپیش ہوں گے اور بیعت اسی لئے تو کی جاتی ہے کہ مرنے کے بعد پیر صاحب کام آئیں تو جو شخص یہ وعدہ کرلے کہ ان چھ مشکل مقامات میں مرید کے کام آؤں گا اس کی بیعت ضرور کرلو۔ مگر یاد رکھو یہ مسئلہ بڑا مشکل ہے بغیر مشکل کشا کے کوئی پیر ایسا نہیں ہے کہ جو ان چھ مصیبتوں میں کام آئے میں کہتا ہوں صحابہ کرام تو اپنے مقام پر رہے انبیاء علیہم السلام میں بھی سوائے مصطفیٰؐ کے امیر و وزیر کے کوئی نظر نہیں آئے گا۔ صرف اور صرف میرے مولا علی مرتضیٰ کی ذات والا صفات ہے جو فرماتے ہیں۔ یَا حَارَ هَمْدَانَ مَنْ يَّمُتْ يَرَنِيْ مُؤْمِنًا كَانَ اَوْ مُنَافِقًا قُبُلًا۔ اے حارث ہمدانی جو مرتا ہے مومن ہو خواہ

چھ مشکل مقامات

یا حار ھمدان

منافق، مجھے ضرور دیکھتا ہے۔ میرے مولا حیدرؑ کرار نائب احمد مختار ہر مرنے والے کے پاس تشریف لاتے ہیں۔ مومن کی سفارش کرتے ہیں اور منافق کی ملک الموت کو اطلاع کرتے ہیں کہ یہ عدوِ آلِ محمد ہے۔ کتاب لواعج الاحزان صہ ۳۱۵ اسی کتاب میں اسی صفحہ پر ہے کہ حضرت امیر خیبر گیر والا شبر و شبیر مومنوں کے ہر قبر میں بھی تشریف لاتے ہیں۔ رباعی

رباعی

لحد میں جو مشکل کشا آگیا ۔۔۔ تو مرنے کا مجھ کو مزا آگیا
سرہانے جو کرسی پہ حیدر کو دیکھا ۔۔۔ نکیرین کو بھی حیا آگیا

مقام پیر علیؑ

کیوں مسلمانوں مرتے وقت آئے تو علیؑ۔ قبر میں منکر نکیر سے چھڑوائے تو علیؑ۔ بروز محشر ساقیؑ کوثر بن کر کوثر پلائے تو علیؑ۔ قیامت کو علم مصطفیٰ اٹھا کر تجھے علم کے نیچے بلا کر گرمی سے بچائے تو علیؑ۔ میزان عمل پر تیرے عمل تلوائے تو علیؑ۔ اور پل صراط سے ٹکٹیں لکھ کر دے اور تجھے پل صراط سے پار پہنچائے تو علیؑ۔ ارے ساری مشکلیں تو میرا پیر حل کرے۔ پھر تو بتا بیعت کس کی کریں۔ بتاؤ بیعت کرنے کی غرض کیا ہوا کرتی ہے۔ رباعی عرض ہے۔

رباعی

بلبل ہوں بوستان جناب امیرؑ کا ۔۔۔ روح القدس ہے نام میرے ہم صفیر کا
بیعت خدا سے ہے مجھے بے واسطہ نصیب ۔۔۔ دستِ خدا ہے نام مرے دست گیر کا

(صلوٰۃ)

آج زمانہ بہت آگے نکل گیا ہے پہلے تو پیروں کے ہر لسانی معجزے اور فرمان کو ولایت ہی ولایت سمجھتے تھے مگر اب قدرے سوچ بچار بھی شروع ہو گئی ہے۔ حکایت ہے کہ ایک پیر صاحب مریدوں کے ہاں تشریف لے گئے تو مریدوں نے عرض کی کہ حضور کیا وجہ ہے کہ آپ اس دفعہ تو بہت ہی کمزور و نحیف و نزار ہو گئے ہیں پیر صاحب نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ ہمیں کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اب سے پچاس برس کے مرے ہوئے میرے مرید پل صراط پر رکے ہوئے تھے کیونکہ پل صراط تلوار سے تیز اور بال سے باریک دوزخ پر قدرت نے قائم کی ہوئی ہے میں اپنے ان

لطیفہ

مریدوں کو اٹھا اٹھا کر پل صراط سے پار پہنچاتا رہا اس لئے اس مشقت کی وجہ سے کمزور لاغر ہوگیا ہوں۔ مرید بڑے خوش ہوئے کہ ہمارے پیر صاحب نے کمال کر دیا کہ ہمارے بزرگوں کو جنّت پہنچا دیا۔ اس خوشی میں کسی نے پیر صاحب کو گائے دی کسی نے بھینس کسی نے بکری۔ کسی نے روپے پیسے غرضیکہ پیر صاحب کی موج ہوگئی دوسرے دن صبح کو ہی پیر صاحب مریدوں کے ساتھ ان کے مربعے تشریف لے گئے تاکہ رات کو جو مال مریدوں نے دیا تھا اسے ایک نظر دیکھ آئیں۔ اتفاق سے کھیت میں پانی لگا ہوا تھا پیر صاحب تِنّے سے تِلکے اور پانی میں جا گرے مرید سوچنے لگے کہ ہمیں تو فرما رہے تھے کہ میں متوفیوں کو کاندھے پر بٹھا کر پُل صراط سے پار اتارتا رہا ہوں اور ادھر یہ حالت ہے کہ اچھے خاصے تِنّے سے تِلک کر زمین بوس ہوگئے۔ جہنم پر جو تلوار سے تیز اور بال سے باریک پُل ہے اس سے پار ہونا اس کے بس کا روگ نہیں ہے۔ مریدوں نے رات کو جو مال دینے کا وعدہ کیا تھا وہ واپس لے لیا کہ یہ پیر نہیں بلکہ بے خیر ہے لوگو پُل صراط بھی دیکھو اور آج کے فراڈائی پیر بھی دیکھو پس بیعت اس کی کرو جو چہار مصیبتوں میں کام آئے جو میں نے عرض کی ہیں۔ ہاں میں لفظ بیعت پر عرض کر رہا تھا کہ کیا میرے مولا حضرت امیرؑ نے کسی بزرگ کی بیعت کی ہے اس سلسلہ میں قرآن پاک سے دلیل عرض کرتا ہوں قرآن سنو! وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ۔ پارہ ۱۸ رکوع ۴ اگر پیروی کرے حق خواہشوں ان کی کی البتہ بگڑ جاویں آسمان اور زمین اور جو کوئی بیچ ان کے ہے۔ قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ اگر حق ان کی اتباع پیروی کرلے تو زمین و آسمان کے اندر فساد شروع ہو جائے اور جو ان کے درمیان میں ہے ان میں بھی جنگ شروع ہو جائے اگر حق ان کی اتباع کرلے اب دیکھنا یہ ہے کہ حق کون ہے کہ اگر وہ ان کی پیروی کرے تو نہ زمین اپنے مقام پر زمین رہے اور نہ آسمان اپنے مقام پر آسمان رہے تفسیر قمی میں اس آیت کے تحت تحریر کیا گیا ہے کہ حق سے مراد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیر علیہ السّلام ہیں دیکھیں قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد حاشیہ صفحہ ۶۹۰ حضورؐ پر نور سے جب عرض کیا گیا کہ مولا حق کیا ہے تو آنجناب نے فرمایا اَلْحَقُّ مَعَ

حیدر کرار نے بیعت نہیں کی

عَلِيٌّ وَعَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ حَيْثُ مَا دَارَ عَلِيٌّ منصب امامت صد۴۶ البلاغ جلد ۲ صد۳۷ مصنفہ اشرف علی صاحب تھانوی، المجالس المرضیہ صد۱۷۹ فرمایا۔ علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے اے اللہ حق کو اسی طرف پھیر دے جس طرف علی پھیرے ثابت ہوا کہ علیؑ ہے حق اور قرآن پاک کا اعلان ہے کہ حق نے کسی کی بیعت و پیروی نہیں کی پس زمین کا اپنے مقام پر رہنا اور آسمان کا اپنے مقام پر برقرار رہنا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان کا بھی آپس میں جنگ و فساد نہ ہونا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ علیؑ نے کسی کی بیعت و پیروی نہیں کی۔ یا زمین و آسمان کا آپس میں جنگ دکھاؤ یا مانو کہ علیؑ نے کسی کی بیعت پیروی نہیں کی۔ صلوٰۃ

آل محمد اور اصحاب محمد

اگر علیؑ کسی کی بیعت کرتا تو نہ زمین زمین ہوتی اور نہ آسمان آسمان ہوتا یہ کب کے تباہ و برباد و فنا ہو گئے ہوتے۔ ذرا اور تشریح ہو جائے۔ نہ بیعت لینے والا آقا اور بیعت ہونے والا غلام ہوتا ہے ایک آقا اور ایک غلام ادھر ایک آل محمدؐ اور ایک اصحاب محمدؐ فیصلہ خود کر لو کہ ان میں آقا کون ہوگا اور غلام کون ہوگا۔ عربی میں آقا کو کہتے ہیں مولا اور غلام کو کہتے ہیں عبد آسان طریقہ ہے کہ رسولؐ اللہ سے دریافت کریں کہ یا رسولؐ اللہ آل مولا ہے یا اصحاب مولا ہے جواب ملے گا۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔

مولا

مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صد۲۶۲ فرمایا جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کا علی مولا ہے اب مولا کے معنی خود نہ کرو بس جس معنی میں محمد مصطفیٰ کو مولا مانتے ہو اسی معنی میں علی کو بھی مولا مان لو۔ بس حقیقت بیعت واضح ہو جائے گی کہ بیعت کون کرے۔ صلوٰۃ۔ مسدس

مسدس

نبیوں سے ہے تقابل حیدرؑ بانتخاب — آدم ابوالبشر ہے تو حیدرؑ ہے ابوتراب
آدمؑ کو پھینکا خلد سے حق نے بصد عتاب — ہے قاسم بہشت علوم نبی کا باب
آدمؑ ہے مشت خاک علیؑ نور پاک ہے
اب بھی نہ کوئی سمجھے تو اس پہ خاک ہے

بس فیصلہ ہو گیا کہ بیعت وہ کرے جو جنت کا محتاج ہو۔ ہمارے ایک ذاکر نے بہلولؒ کے اس مشہور واقعہ کو پڑھا کہ جناب بہلولؒ ایک روز سر بازار مٹی کی ڈھیریاں بنا

رہے تھے کہ ہارون رشید کی بیوی زبیدہ کا وہاں سے گذر ہُوا۔ زبیدہ نے دریافت کیا، بڑے میاں یہ کیا ہے فرمایا جنّت کے مکان ہیں۔ کہا کہ کیا فروخت بھی کرتے ہو کہا کہ ہاں حیدرِ کرار کا غلام جنّت کے مکان فروخت کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ زبیدہ نے اپنے گلے کا ہار دے کر ایک مٹی کی ڈھیری یعنی جنت کا مکان لے لیا۔ ہارونؔ کو جب معلوم ہُوا تو اُس نے کہا کہ واقعی عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں کہ ایک مشتِ خاک کے عوض ہزاروں روپے کا ہار دے آئی۔ کہتے ہیں کہ رات کو ہارونؔ نے خواب میں دیکھا کہ میدانِ محشر ہے اور لوگ جنّت میں جا رہے ہیں۔ ایک مکان خوبصورت نظر آیا جس کے دروازے پر لکھا ہُوا تھا هٰذَا بَيْتُ زُبَيْدَةَ یعنی یہ گھر جنت میں زبیدہ کا ہے تو ہارونؔ اس مکان میں داخل ہونے لگا ملائکہ نے روکا مگر ہارونؔ نے کہا کہ زبیدہ میری بیوی ہے۔ مجھے اس مکان کے داخلے سے کوئی نہیں روک سکتا یہ کہہ کر جو آگے بڑھا تو ایک فرشتے نے وہ طمانچہ مارا کہ رہے نام داتا کا طمانچہ کھاتے ہی ہارون کی آنکھ کھُل گئی اور بیداری کے عالم میں سوچنے لگا کہ واقعی حیدرِ کرار کے غلام جنت عطا کرنے کی اہلیّت رکھتے ہیں دوسرے روز ہارونؔ وہاں پہنچا جہاں بہلول مٹی کی ڈھیریاں بنا کر اعلان کر رہا تھا کہ جس نے جنت لینی ہے مجھ سے آکر خرید لے۔ ہارونؔ نے بڑھ کر جنت کے مکان کی قیمت دریافت کی تو بہلول نے فرمایا تیری ساری شاہی ہارونؔ نے کہا بہلولؒ ایک بازار میں دو بھاؤ کہا کہ آپ نے کل زبیدہ کو ایک ہار کے عوض میں جنت کا مکان دے دیا تھا اور آج میرے لئے اتنا مہنگا کر دیا بہلولؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ ہارونؔ، زبیدہ نے بے دیکھے توکل خدا پر سودا کیا تھا اور تو نے تو رات کو مکان دیکھ کر طمانچے کھا کر اعتبار کیا ہے۔

اللہ اکبر۔ اس واقعہ کو سُن کر ایک متعصب ملّاں نے اعتراض کر دیا کہ یہ بالکل غلط ہے خلاف شرع ہے توحید رسالت کے حکم کے خلاف ہے میں نے جواباً عرض کیا کہ مولانا میری اس سے بحث نہیں کہ بہلولؒ نے کسی کو جنّت عطا کی ہے یا نہیں مگر میں رسالہ خدام الدین ۱۹۶۰ء ۲۶ راگست کے پرچہ سے ثابت کرتا ہوں کہ جنت حیدرِ کرار کے غلام بھی دے سکتے ہیں۔ سنو! مولانا احمد علی مرحوم صاحب لاہوری اپنے رسالے خدام الدین

اعتراض کا جواب

۲۶ر اگست ۱۹۶۰ئہ میں کتاب روض کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ مالک بن دینار نے ایک آدمی سے ایک لاکھ دینار لے کر اسے جنّت کی رسید لکھ دی جب وہ آدمی مرا تو رسید اس کے کفن کے اندر رکھی گئی دوسرے روز اسی رسید کو قبر کے اُوپر پایا گیا جس کی پشت پر لکھا ہُوا تھا کہ مالک بن دینار نے جو جنت کا اس شخص سے وعدہ تحریر کیا تھا وہ قدرت نے پُورا کر دیا کہ اس نے جنت وصول پالی۔ اگر مالک بن دینار جنت کی رسید لکھ کر دے سکتا ہے اور اہل اسلام اُسے فخر سے تسلیم کرتے ہیں تو جناب بہلولؒ کے واقعہ جنت عطا کرنے سے کیونکر انکار کیا جا سکتا ہے۔ مالک بن دینار کا واقعہ مفسر قرآن مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے نزدیک درست و صحیح ہے تو بہلول کا واقعہ یقیناً درست و صحیح ہو گا کیونکہ اگر جنت کی رسید لکھوانے والے کا مرید اتنا بلند ہے تو قسیم الجنۃ والنار کا غلام کیونکر نہ بلند ہو گا۔ صلوٰۃ۔

ہاں میں لفظ بیعت پر بحث کر رہا تھا کہ بیعت لینے کا کس بشر کو حق ہے قرآن مجید میں دو طرح کے انسان ثابت ہیں ایک وہ گروہ جن پر ابلیسؔ کا جادو چل سکتا ہے۔ دوسرا وہ گروہ کہ جس کے کمال شرافت کا ابلیسؔ بھی معترف ہے دربار خداوندی میں ابلیسؔ نے پہلے ہی روز کہا تھا کہ پالنے والے میں تیرے تمام بندوں کو گمراہ کروں گا۔ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝ پارہ ۲۳ رکوع ۱۲ کہا کہ قسم ہے عزت تیری کی کہ البتہ گمراہ کروں گا میں سب کو سوائے تیرے مخلصین بندوں کے۔ پس کلام پاک نے فیصلہ کر دیا کہ جن پر شیطان کا جادو چل جائے وہ مخلص نہیں ہو سکتے مخلص وہ ہیں جو شیطان کے وسواس سے منزہ اور مبرّا ہیں تقاضہ شرافت انسانی یہ ہے کہ بیعت وہ کریں جن کو خطرہ ہو کہ کہیں شیطان کی گرفت میں نہ آ جائیں اور ان کی بیعت کریں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق مخلصین ہو۔ کیونکہ جن پر شیطان غالب نہ آسکے وہ لوگ معصوم ہوں گے اب قرآن مجید ہی سے فیصلہ چاہتا ہوں کہ اللہ کی کلام غیر مخلصین کی نشاندہی تو کرا دیجئے۔ سنو! إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ لا إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ م مَا كَسَبُوا۔ پارہ ۴ رکوع ۷

جناب اھل سنت از اصحاب اور

تحقیق جو لوگ پیٹھ موڑ گئے تم میں سے اس دن کہ ملیں دو جماعتیں سوائے اس کے نہیں کہ پھسلایا ان کو شیطان نے اس لئے انہوں نے یہ کسب کیا۔ معلوم ہوا کہ شیطان نے جن جن بزرگوں کو متزلزل کر دیا اور وہ میدان احد سے فرار کرنے پر مجبور ہو گئے تھے وہ مخلصین میں شامل نہیں ہو سکتے کیونکہ شیطان مخلصین پر غالب نہیں آسکتا جو لوگ اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کئے جاتے ہیں ان کی میدان اُحد کی کیفیت معتبر و مستند کتابوں سے ملاحظہ ہو۔ علامہ سبط ابن جوزی نے کتاب تذکرۃ الخواص کے صد ۶۶ پر تسلیم کیا ہے کہ جنگِ اُحد کے دن لوگ رسولؐ اللہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور مدینہ میں جا گھسے تھے۔ یہاں تک کہ خلیفہ ثالث بھی کیونکہ وہ سب سے پہلے بھاگے تھے اور مدینے میں چلے گئے تھے انہیں کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ پارہ ۴ رکوع ۷ وہ لوگ جو پیٹھ پھیر کر چلے گئے تھے دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ کے وقت یہ حضرت اکیلے ہی تشریف نہیں لے گئے تھے اور بھی سنو! تاریخ الخلفاء کے صد ۲۳ پر مسطور ہے کہ حضرت اوّل فرماتے ہیں کہ جب اُحد کے دن لوگ رسولؐ خدا کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے تو میں ہی پہلے پہل واپس آیا تھا۔ المجالس المرضیہ صد ۸۲۔ حضرت اوّل کا اپنا اقبال ہے کہ شیطان نے ہمیں متزلزل کر دیا مگر میں سب سے پہلے سنبھل گیا تھا۔ کہ واپس آگیا یہی نہیں کچھ اور بھی سنو۔ تفسیر در منثور میں ہے کہ حضرت ثانی فرماتے ہیں کہ میدان اُحد سے میں اس طرح بھاگ کر پہاڑ پر چڑھا کہ جس طرح پہاڑی بکرا کود کر پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے۔ المجالس المرضیہ صد ۸۲ مولانا شبلی نعمانی الفاروق صد ۹۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ثانی ان لوگوں میں سے تھے جو احد کے دن بھاگ گئے تھے لیکن خدا نے ان کو معاف کر دیا کافی بحث و تمحیص کے بعد شبلی نعمانی نے تسلیم کیا ہے کہ میدان احد میں مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے تھے ایک وہ لوگ جنہوں نے بھاگنے میں کمال پیدا کیا اور مدینے آکر دم لیا۔ دوسرے وہ لوگ جنہوں نے شہادت رسولؐ اللہ کی خبر سن کر شدت سے لڑنا شروع کیا کہ اب جینا بے کار ہے تیسرا گروہ وہ تھا جس نے آنحضرت کی شہادت کی خبر سن کر مایوس ہو کر سپر ڈال دی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ ہے حضرت عمر اس

تیسرے گروہ میں تھے ۔ الفاروق صہ۹۳، بہر حال ایک ہی جنگ کے واقعات سے واضح و ثابت ہوگیا کہ تینوں بزرگ شیطان کی گرفت میں آگئے تھے بس مخلصین سے خارج ہوگئے دامن شرافت پھیلا کر سوال کرتا ہوں ۔ اب بتاؤ بیعت کون کرے کیا وہ لوگ بیعت کریں جو شیطان پر غالب ہیں یا وہ لوگ بیعت کریں جن پر شیطان غالب ہے صلوٰۃ ۔

سلمانؓ کی شان

مسلمانوں شیطان تو میرے مولا علی کے غلاموں کو بھی گمراہ نہیں کر سکتا ۔ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جناب امیر علیہ السلام نے ابلیسؒ کو مسجد کے دروازے پر کھڑا دیکھا شیطان نے سلام عرض کی تو آپ نے دریافت کیا کہ ابلیسؒ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہونے کا تیرا کیا مقصد ہے عرض کی کہ اے علیؑ یہ جوان جو نماز پڑھ رہا ہے اس نمازی کی نماز باطل کرنا چاہتا ہوں فرمایا پھر کونسا امر مانع ہے کہ نماز میں مداخلت نہیں کرتا عرض کی کہ اے علیؑ میں اس بزرگ (سلمانؓ) سے ڈرتا ہوں جو مسجد میں سویا ہوا ہے ۔ اللہ اکبر کتنی بلند ہے شانِ سلمانؓ کہ سو کر بھی نمازی کی نماز کی حفاظت فرما رہے ہیں مسلمانوں فیصلہ دو کہ جس علیؑ کا غلام سلمانؓ ہے تو اس کا آقا حیدرؑ کرار کیسا ہوگا ۔ صلوٰۃ ۔

نوصد روپے سے اونٹ دیا

آیت کا آخری حصہ ہے فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۔ یعنی جس نے بیعت کر کے اپنے عہد کو توڑا تو اس نے اپنا ہی نقصان کیا ۔ مثال کے طور پر ایک آدمی نے کسی کامل پیر کی بیعت کر لی ۔ مگر ہوا یہ کہ پیر صاحب نے علم دے کر میدانِ جہاد میں بھیجا ۔ مرید میدان جہاد سے فرار کر آیا ۔ پیر کو سواری کی ضرورت پڑی تو دو صد ۲۰۰/ روپیہ کا اونٹ مشکل وقت میں نوصد روپے کا نقد بیچ دیا ۔ مدارج النبوّت جلد ۲ صہ۸۱

مریدان کی حقیقت

پیر نے میدان میں نصرت کے لئے بلایا وہ پہاڑ پر چڑھ گیا ۔ پیر نے وصیّت کے لئے قلم دوات طلب کی مرید نے فخر سے کہا کہ اس پیر کو تو ہذیان ہو گیا ہے الفاروق صہ۱۱۲ فرمائیے اس مرید کی بیعت باقی ہے تو فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ کے کیا معنی ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر فراڈی پیروں کا ذکر فرماتے ہوئے کیا خوب واضح فرمایا ہے کہ قیامت کے روز پیر مریدوں پر اور مرید پیروں پہ تبرّا کریں گے ۔ لفظ تبرّا سے گھبرانے والو اور تبرّا کو گالی سے تعبیر کرنے والو خدا تعالےٰ کے کلام پاک سے تبرّا سنو!

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ اس وقت کو یاد کرو جب پیر اپنے مریدوں سے تبرّا کریں گے اور بچشم خود عذاب کو دیکھیں گے اور ان کی نجات کے کل اسباب منقطع ہو جائیں گے۔ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا۔ پارہ ۲ رکوع ۴۔ اور مرید کہیں گے کاش ہم کو لوٹ کر جانا ملے تو ہم بھی ان سے اسی طرح تبرّا کریں جس طرح انہوں نے اس وقت ہم سے تبرّا کیا ہے لوگو قرآن مجید میں غور کرو معلوم ہوا کہیں کوئی پیر ایسے جن پر قیامت کے دن مرید تبرّا کرنے کی جرأت کریں گے بس ہم آپ لوگوں سے یہی عرض کرتے ہیں کہ تبرّا کے حقداروں کو محروم نہ رکھو آج ہی ان پر تبرّا کر لو پھر موقعہ نہیں ملے گا اگر آپ لوگ نظر عمیق سے تلاش کریں تو کائنات میں تبرّے کے حقدار پیر مل جائیں گے۔ دیکھو شیعوں کے پیر بارہ[۱۲] ہیں حضرت علیؑ سے لے کر جناب مہدی علیہ السلام تک کیا دنیا میں کوئی ایسا بندہ ہے جو ان پر تبرّا کرنے کی جرأت کرے۔ ساری دنیا میں سوائے خارجیوں اور ناصبیوں کے کوئی بھی آل محمدؐ کا دشمن نہیں ملے گا۔ اگر تبرّا کے حقدار کوئی پیر ملیں گے تو آل محمدؐ کے غیر ہی ملیں گے جن پر تبرّا کرنا واجب و لازم ہے صلوٰۃ۔ ثابت ہو گیا کہ تولّی والے پیر اور ہیں اور تبرّا والے پیر اور ہیں۔ مسلمانو ہمارے تو پیر بارہ[۱۲] ہیں اور تمام کے تمام معصوم من جانب اللہ۔ کائنات کے ہادی اور مشکل کشا ہیں روایت میں ہے کہ جس سال معتمد نے عباسی نے میرے امام حسن عسکری علیہ السلام کو قید کیا تو اس سال بارش نہ ہوئی جس کی وجہ سے سامرہ میں قحط پڑ گیا۔ سامرہ کے لوگ تین دن تک نمازِ استسقاء ادا کرتے رہے۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ بعد اس کے جاثلیق نصرانی اپنی قوم کو لے کر صحرا میں گیا ان نصرانیوں میں ایک راہب تھا کہ جب وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا تو فوراً ابر ظاہر ہوتا اور بارش ہونے لگتی دو روز پیہم یہی ہوا یہ دیکھ کر مسلمانوں کے دلوں میں تزلزل پیدا ہونے لگا۔ اکثر مسلمان دین نصاریٰ کی طرف مائل ہو گئے جب اس واقعہ کی خبر معتمد کو ہوئی تو اُسے اپنی سلطنت کے زوال کا اندیشہ پیدا ہوا۔ بہت گھبرایا آخرکار امام کو زندان سے بُلا کر کہنے لگا۔ أَدْرِكْ أُمَّةَ جَدِّكَ (مولا اپنے جد کی امت کی خبر لیجئے)

تبرّا اور تولّا والے پیر

راہب کے ہاتھوں میں نبی کی ہڈی

اہل اسلام تین دن تک نماز استسقاء کے لئے گئے لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور نصاریٰ دو دن گئے تو دونوں دن ہی بارش ہوئی اگر آج تیسرے روز بھی ایسا ہی ہوا تو اکثر مسلمان مذہب عیسائی قبول کرلیں گے حضرت نے فرمایا غم نہ کھا آج لوگوں کا شک رفع ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ نے اہل زندان کی رہائی کی سفارش کی جو اکثر شیعہ سادات تھے جو قید سے رہا ہوئے اس کے بعد معتمد عباسی نے شہر کے خورد و کلاں کو لے کر امام کے ساتھ صحرا میں آگئے نصاریٰ بھی وہاں موجود تھے حضرت نے فرمایا راہب سے کہدو کہ دعا کرے جب راہب نے دُعا کی تو فوراً ابر ظاہر ہوگیا اور بارش ہونے لگی امام نے ایک شخص سے فرمایا کہ جو چیز راہب کے ہاتھ میں ہے اس سے لے آؤ وہ شخص جا کے ایک ہڈی جس کو وہ اپنی انگلیوں میں چھپائے ہوئے تھا نکال لایا۔ آپ نے اسے کپڑے میں پوشیدہ کرایا۔ فوراً ابر منتشر ہوگیا۔ حضرت نے راہبوں سے فرمایا اب دعا کرو ہر چند انہوں نے دعا کی مگر کوئی اثر ابر کا ظاہر نہ ہوا۔ ساری خلقت متعجب ہوئی۔ آپ نے معتمد سے فرمایا کہ یہ ہڈی ایک نبی کی ہے قاعدہ ہے کہ جب کسی نبی کی ہڈی دھوپ میں ظاہر ہوگی تو بارانِ رحمت کا نزول ہوگا۔ اگر چاہو تو امتحان کرلو چنانچہ پھر وہ ہڈی کپڑے سے نکال کر جو ہاتھ پر رکھی تو فوراً ابر ظاہر ہوا اور پانی برسنے لگا بعد اس کے حضرت نے اس ہڈی کو کپڑے میں لپیٹ دیا اور اپنے طور پر نماز استسقاء پڑھی دعا کے بعد فوراً ابر آیا اور خوب بارش ہوئی۔ چودہ ستارے صہ ۴۴۴ کشف الغمہ صہ ۱۲۹، لواعج الاحزان جلد ا صہ ۴۹۷ نور الابصار صہ ۱۵۱ میرے گیارہویں

معجزہ امام حسن عسکری

امام کے بارے میں اور سنو۔ محمد بن عیاش کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ آپس میں معجزات امام حسن عسکری علیہ السلام کا ذکر کر رہے تھے کہ اس جلسہ میں ایک شخص ناصبی بھی تھا کہنے لگا کہ میں کچھ مسائل کاغذ پر خالی قلم سے بغیر سیاہی کے لکھتا ہوں اگر امام نے جواب درست دے دیا تو میں امام حق انہیں تسلیم کرلوں گا۔ محمد بن عیاش کہتے ہیں کہ ہم نے کچھ مسائل لکھے اس نے بھی ایک سفید کاغذ پر بغیر سیاہی کے لکھا اور سب خطوں کو حضرت کے پاس بھیج دیا وہاں سے تمام مسائل کا جواب آیا اور اس ناصبی کے کاغذ پر بھی جواب تحریر تھا اور اطمینان کے واسطے اس کا اور اس کے ماں باپ کا نام بھی

کاغذ پر بھی آپ نے لکھ دیا تھا۔ دیکھتے ہی وہ شخص حیران ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے مذہب حقہ اختیار کیا اور خالص شیعہ ہوگیا۔ صلوٰۃ کتاب محافل دمجالس صہ۲۰۴، لوامع الاحزان جلد اصہ۴۹۶ میرے مولا کے بارے میں کچھ اور بھی سنو! محمد بن موسیٰ کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی سے قرضہ لینا تھا مگر وہ رقم دینے میں ٹال مٹول کرتا رہا آخر اس نے قرضہ دینے سے انکار کر دیا۔ میں نے حضرت امام حسنؑ عسکری سے اس کی شکایت کی آپ نے فرمایا فکر نہ کر چند روز کے بعد وہ مر جائے گا مگر تیرا قرضہ ادا کرکے مرے گا۔ محمد کہتا ہے کہ واقعی تھوڑے دنوں کے بعد وہ میرے پاس آیا اور قرضہ ادا کر دیا۔ میں نے اس سے قرضہ دینے کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مجھے امام حسن عسکری علیہ السلام خواب میں اطلاع دی ہے کہ دنیا کے کاموں سے جلدی فارغ ہو جا کیونکہ فلاں روز تیری موت ہو جائے گی محمد بن موسیٰ کہتا ہے کہ جس طرح حضرت نے فرمایا تھا اسی طرح اس کی موت واقع ہوئی صلوٰۃ۔ محافل دمجالس صہ۲۰۵ فرمادیں کیا یہ خبریں غائب کی نہیں اور اگر یہی غائب ہے تو انکار کیوں کرتے ہو۔ ہم آل محمدؐ کو خدا تو نہیں مانتے بلکہ خدا تعالےٰ کی مخصوص ومعصوم مخلوق ہی تو مانتے ہیں میرے مولا کے بارے میں ایک غائب کا واقعہ اور بھی سن لیں۔ اسماعیل بن محمد عباسی کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی یابن رسولؐ اللہ خدا کی قسم میں نہایت ہی مفلس وقلاش ہوں اور نان ونفقہ کے لئے ایک درہم بھی نہیں رکھتا آپ نے فرمایا جھوٹی قسم کیوں کھاتا ہے کیا تو نے دو صد اشرفیاں فلاں جگہ زمین میں گاڑ کر نہیں رکھی ہیں پھر کہتا ہے کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے۔ خیر یہ بات میں نے اس خیال سے نہیں کی ہے کہ تجھے کچھ نہ دوں اس کے بعد امام نے غلام کو حکم دیا کہ جو کچھ تیرے پاس اس وقت ہے اسے دے دو غلام نے ایک سو اشرفی دے دی۔ اس کے بعد حضرت نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ جو دفینہ تو نے کر رکھا ہے اس سے بوقت حاجت محروم رہے گا اسماعیل کہتا ہے کہ جو مال حضرت نے عنایت کیا تھا میں اسے خرچ کرتا رہا جب مجھے اپنے اس مال کی ضرورت پڑی تو دفینہ نہ ملا آخر معلوم ہوا کہ میرے لڑکے کو حال معلوم ہوگیا تھا اس نے تمام اشرفیاں نکال لیں اور لے کر بھاگ گیا اور سب

تلف کردی تھیں۔ صلوٰۃ لواعج الاحزان جلد ا صہ ۴۹۶

ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں۔ منقول ہے کہ میرے گیارہویں امام کو حاکم نے تحریر نامی ایک ظالم کے سپرد کیا۔ یہ ظالم حضرت کو نہایت اذیت دیا کرتا تھا اس کی زوجہ نے اُسے ایک نصیحت کی کہ خُدا سے ڈرو اولاد رسولؐ کو اذیت پہنچاتا ہے کہیں تجھ پر قہر خدا نہ نازل ہو۔ اس نے کہا کہ تو اسی کو کہتی ہے ہیں تو ان کو درندوں اور شیروں کے سامنے ڈال دوں گا غرض اس نے بادشاہ سے اجازت لے کر ایسا ہی کیا سب لوگوں کو یقین تھا کہ درندے حضرت کو پھاڑ کھائیں گے مگر حجّت خدا کے درندوں کے سامنے جانا تھا کہ تمام درندے کھڑے ہو گئے اور آپ کا طواف کرنے لگے حضرت نے اُن کے درمیان مصلّی بچھا لیا اور نماز میں مصروف ہو گئے۔ صلوٰۃ لواعج الاحزان صہ ۴۹۸ چودہ ستارے صہ ۴۴۹ ارشاد مفید صہ ۵۱۴ کشف الغمہ صہ ۱۲۷۔ میرے مولا کے بارے میں ایک واقعہ نمائب کا اور سُن لو اور مجلس ختم زید بن علوی کا بیان ہے کہ ایک روز میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا، فرزند رسولؐ نے مجھے کچھ دینار عطا فرمائے اور کہا کہ تم ان سے ایک لونڈی خرید کر لو کیونکہ تمہاری پہلی لونڈی مرنے والی ہے میں یہ سُن کر حیران رہ گیا جب گھر آیا تو لونڈی کو بیمار پایا جو کچھ دیر کے بعد انتقال کر گئی۔ محافل و مجالس صہ ۳۰۵ میں نے اپنی دانست میں اپنے گیارہویں امام ہمام کے اس مجلس میں کافی فضائل بیان کئے ہیں اب چند فقرے میرے مولا کی شہادت کے بھی سُن لیں منقول ہے کہ معتمد عباسی نے کھانے میں زہر ملا کر اپنے غلام کو حکم دیا کہ یہ کھانا خاص کر امام حسنؑ عسکری کے لئے تیار کیا ہے اسے لے جا اور اپنے سامنے کھلا کر آنا اگر وہ انکار کریں تو انہیں کہنا کہ کیا آپ کو معتمد پر اعتماد نہیں ہے حاکم وقت کے اُوپر اعتماد اگر انہوں نے نہ کیا تو انہیں قتل کرا دیا جائے گا الغرض غلام زہر آلود کھانا لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یہ کھانا صرف آپ کے لئے ہے بادشاہ نے خاص طور پر آپ کو نذر کیا ہے امام نے کھانے پر نظر ڈالی اور فرمایا نانا کی اُمت نے ہمارے لئے کیا کیا بُری تجویزیں سوچ رکھی ہیں اگر اسے کھاتا ہوں۔ تو زہر سے شہید ہو جاؤں گا اور اگر انکار کرتا ہوں تو بادشاہ کے شاہی تحفہ کی توہین کی آڑ لے

دریدوں کا طواف کرنا

علم غیب

معتمد کا زہر دلانا

زہر کا اثر

کر تلوار سے مجھے شہید کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا و قضا پر شاکر ہو کر مجبوراً امام نے کھانا کھایا۔ کھانا کھاتے ہی زہر کا اثر بدن میں سرایت کر گیا۔ انتہائی کرب و بے چینی کے عالم میں آپ فرش پر لیٹ گئے اور ایسے لیٹے کہ تین دن کے بعد گھر سے جنازہ نکلا۔ خلفائے بنی عباسیہ کا یہ قاعدہ رہا کہ خود ہی زہر دلواتے اور خود ہی اخفائے جُرم کے لئے بغرض تیمارداری آ کھڑے ہوتے۔ معتمد ملعون نے بھی ایسا ہی کیا چنانچہ جب اُسے معلوم ہُوا کہ زہر حضرت پر اثر کر گیا ہے تو اپنے ایک درباری طبیب عبداللہ نامی کو بھیجا اور تاکید کر دی کہ خبردار کسی پر زہر دینے کا حال نہ کھُلے۔ عبداللہ نے آپ کی خدمت میں آ کر پانچ شاہی ملازموں کو آپ کے پاس ہر وقت حاضر رہنے کا حکم دیا اور خود بھی تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد احوال پُرسی کو آتا رہا۔ دوسرے روز زہر کی شدّت اور زیادہ بڑھ گئی۔ عقید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں شروع سے آخر تک امام علیہ السّلام کے پاس موجود رہا۔ جب آخری رات تمام ہوئی تو امام علیہ السّلام نے غش سے آنکھ کھولی اور مجھ سے پانی مانگا میں نے پانی حاضر کیا تو آپ نے وضو فرمایا اور نماز پڑھنے مصلّے پر تشریف لائے اور نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ نماز ادا فرمائی جب امام نماز سے فارغ ہوئے تو پینے کے لئے پانی طلب فرمایا میں نے پانی پیش کیا میرے مولا نے پیالہ پانی کا ہاتھ میں تو لے لیا مگر کمزوری کے باعث منہ تک نہ لے جا سکے اور وہ پیالہ مجھے لوٹا دیا پھر بستر پر لیٹ گئے اور چند سیکنڈ کے بعد آپ نے انتقال فرمایا حضرت کے انتقال کی خبر سنتے ہی معتمد ملعون اپنے ظاہری حزن و ملال کا اظہار کرتے ہوئے معہ ارکان سلطنت کے حضرت کے دولت سرا پر آیا اور حضرت کے بھائی جعفر سے کچھ عرصہ سے خیر خواہان سلطنت کے زمرہ میں شامل تھا رسمِ تعزیّت کر کے ملازمان شاہی کو تجہیز و تکفین کا حکم دے کر چلا گیا۔ عزادار و باہر تو لوگوں کا اجتماع تھا گھر کے اندر حضرت صاحب الامر علیہ السّلام اپنی والدۂ گرامی اور اپنے غلاموں کے ساتھ حضرت کی آخری خدمات انجام دینے میں مصروف تھے میرے مولا صاحب الامر نے ہی آپ کو غسل دیا اور آپ ہی نے کفن پہنایا اور جنازہ تیار کیا۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو عقید نے باہر آ کر جعفر کو اطلاع دی کہ آپ کے بھائی کا جنازہ تیار ہے یہ

غسل و کفن و نماز جنازہ

خبر سُن کر تمام شیعہ اور جعفر نماز جنازہ کے لئے حضور کی میّت کے پاس آئے لکھا ہے کہ جعفر جنازہ کی امامت کے لئے آگے بڑھے تو ایک لڑکا گندم گوں جس کی پیشانی چاند کی طرح چمکتی تھی آگے بڑھا اور جعفر کا دامن عبا پکڑ کر فرمایا پیچھے ہٹو اس جنازہ کی امامت کا حق مجھ سے زیادہ کسی کو نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی جعفر پر رُعب طاری ہُوا اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ اس معصوم نے نماز پڑھائی اور گھر میں چلے گئے منقول ہے کہ جب حضرت کا جنازہ امام علی نقی علیہ السلام کی قبر اطہر کی طرف لے چلے تو اس قدر لوگوں کا ہجوم تھا کہ کسی جنازے کے ساتھ یہ کثرت نہیں دیکھی گئی۔ اُمراء، ارکانِ سلطنت، علماء، فضلاء، آزاد، غلام، سُنی، شیعہ سب ہی تو تھے۔ آگے آگے علماء کی جماعت تھی ان کے پیچھے فقہا کی اس کے پیچھے ایوان اور فقہا کے عہدے دار تھے پھر شاہی خدمت گار اور غلام ان کے پیچھے بڑے تاجر اور مالدار لوگ تھے اس کے بعد عام لوگ بچے عورتیں روتے آرہے تھے۔ عزادارو آپ نے اپنے گیارہویں امام کے جنازے کی کیفیت سُن لی مگر ہائے میرے مظلوم امام کربلا کے مسافر امام بہنیں درِ خیام پر دیکھتی رہیں اور اشقیاء لاش انور پر گھوڑے دوڑاتے رہے۔ محافل و مجالس ص۳۱۶ چودہ ستارے ص۴۴۹ اِلا لعنۃ اللّٰہِ علَی القَومِ الظّالِمِینَ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

چودہویں مجلس

ولادت سرکار رسالت۔ کلمات اللہ کی وضاحت۔ امام علی نقی علیہ السّلام کا علمِ غائب۔ شیعہ اس درخت کے پتّے ہیں۔ وائی کاظمین کا معجزہ، رسالتمآبؐ کی دعا سے جابر کے بیٹوں کا زندہ ہونا۔ مظلوم کربلا کی دعا حُرّ کا زندہ ہونا۔ ہم اہلبیت کو مانتے ہیں۔ بخاری کا روایاتِ اہلبیت سے انحراف۔ معجزات امام علی نقی علیہ السلام اور آپکی شہادت

بسم اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ ۝

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّھَا ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ پارہ ۱۳ رکوع ۱۶۔

کیا نہ دیکھا تو نے کیونکر بیان کی اللہ نے مثال کلمہ طیّبہ کی مانند درخت طیّبہ کے جڑ اس کی محکم ہے ڈالیاں اس کی بیچ آسمان کے ہیں دیتا ہے میوہ اپنا ہر وقت ساتھ حکم پردرگار اپنے کے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں واسطے لوگوں کے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

آج کی دنیا اور چند برس پہلے کی دنیا میں بڑا فرق ہے آج تو لوگ بال کی کھال اتارتے ہیں۔ ہر دعوے کی دلیل طلب کرتے ہیں چند برس پہلے کے لوگ تو اپنے پیروں کے فضائل سُن کر ہی خوش ہوتے ہیں اور نعرے لگاتے ہیں مگر آج یہ مطالبہ نہیں ہوتا۔ کہ ہمیں ہمارے رہنماؤں کے فضائل سناؤ بلکہ شدّت سے سوال ہوتا ہے کہ بتاؤ ہمارے

رہنماؤں نے ہمیں کیا دیا ہے اب سوال ہوتا ہے کہ ہم یہ نہیں پوچھتے کہ ہمارے رہنما جنّت میں جائیں گے بلکہ بتاؤ کہ کتنے لوگوں کو جنّت میں لے جائیں گے۔ ہم یہ نہیں پوچھتے کہ ہمارے رہنما قبر کے عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ بتاؤ کہ کتنی دنیا کو قبر کے عذاب سے بچائیں گے ہمارا سوال یہ نہیں ہے کہ ہمارے رہنما بخشے جائیں گے بلکہ بتاؤ کہ کتنی دنیا کو بخشوائیں گے ہم یہ نہیں پوچھتے کہ ہمارے رہنما کوثر پئیں گے بلکہ یہ بتاؤ کہ کتنی دنیا کو کوثر پلوائیں گے۔ انتہا یہ ہے کہ دنیا کے رہنماؤں کی بخشش میں مناظرے ہوتے ہیں کہ ان سے اللہ راضی ہوگیا وہ جنت میں چلے جائیں گے مگر ہمارے رہنما وہ ہیں کہ جو ان کے دامن سے لگ گیا یہ انہیں کوثر پلائیں گے قبر کے عذاب سے بچائیں گے۔ جنت پہنچائیں گے اور قیامت کو لواء الحمد میں سائے کے لئے بلائیں گے منقول ہے کہ مکّہ میں ایک یوسف نامی یہودی رہتا تھا۔ اس نے ستاروں کی نقل و حرکت دیکھ کر قریشیوں سے دریافت کیا کہ تم لوگوں میں سے کس کے ہاں آج رات کو لڑکا پیدا ہوا ہے قریشیوں نے کہا کہ کسی کے ہاں بھی کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ یوسف نے کہا تورات کی قسم تم غلط کہتے ہو رات کو شہاب ثاقب کے ٹوٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبیین آج کی رات پیدا ہوا ہے اور یہی ہماری کتابوں میں لکھا ہے پس قریشیوں نے پوچھ گچھ شروع کی تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کا لختِ جگر پیدا ہوا ہے یوسف یہودی قریشیوں کے ہمراہ دردولت پر حاضر ہوا اور مولود مسعود کی زیارت سے باریابی کی درخواست کی اور قریشیوں نے بھی اس کی سفارش کی چنانچہ جناب آمنہ خاتون صلوٰۃ اللہ علیہا نے ایک رومال میں لپیٹ کر آنحضرتؐ کی زیارت کے لئے باہر بھیجا۔ پس یوسف یہودی نے آپ کی آنکھیں دیکھیں پھر مہر نبوّت سے کپڑا اٹھا کر نشان مہر نبوت دیکھا جسے دیکھتے ہی یوسف بے ہوش ہو کر گر پڑا جس سے قریشیوں میں ہنسی مچ گئی۔ یوسف نے ہوش سنبھالتے ہوئے کہا اے تم ہنس رہے ہو یاد رکھو اے قریشیو۔ یہ تلوار لے کر اٹھے گا اور تمہیں موت کے گھاٹ اتارے گا اور اب نبوّت بنی اسرائیل سے ہمیشہ کے لئے چلی گئی۔ پس یوسف نامی یہودی نے آنحضرتؐ کی نبوّت کی تصدیق کی اور حضورؐ پر ایمان لا کر انتقال کیا۔ اور سیدھا جنت چلا گیا۔ تفسیر انوار النجف جلد ۲ صـ؎ پس رہنما ایسا ہونا چاہئے کہ جس کے طفیل جنّت

یوسف یہودی

مل جائے نہ یہ کہ رہنما تو جنت میں چلا جائے اور اس کے ماننے والے جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں میں کہا کرتا ہوں کہ اگر دنیا کے پیر جنت میں چلے گئے تو ان کے مریدوں کو کیا فائدہ ہوگا۔ ان کے جنت میں جانے سے شیعوں کو کوئی نقصان نہیں اور دوسرے بھائیوں کو کوئی فائدہ نہیں ارے عقلِ سلیم کا تقاضہ یہ ہے کہ رہنما ایسا ہونا چاہیئے جو مریدوں کو جنّت عطا کرے صلوٰۃ ۔مسدّس

جب بروزِ حشر ہوگا غافلا سُن لے ذرا ۔ پیاس کی تکلیف سے گھبرائے گی خلقِ خدا
ساقیٔ کوثر علیؑ ہوگا ہمارا پیشوا ۔ پیر تیرا خود کہے گا یا علیؑ پانی پلا
جب پیر تیرا پیاسہ ہوگا پھر کیا حقیقت آپ کی
جنّت و کوثر نہیں جاگیر تیرے باپ کی (صلوٰۃ)

روایت میں ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام نے ایک مرتبہ اپنے صحابی فضیلؓ سے ارشاد فرمایا کہ اے فضیلؓ کیا تم باہم بیٹھ کر اور مجالس برپا کر کے احادیث بیان کرتے ہیں فضیلؓ نے عرض کی ہاں فرزند رسولؐ ۔معصوم نے فرمایا ایسی مجالس کو میں محبوب رکھتا ہوں ۔خداوندِ تعالےٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو ہماری شریعت کو زندہ کرتا ہے ایسے لوگوں کی شفاعت کے ہم ضامن ہیں۔ جواہر البیان ص۱۸ سعادۃ الدّارین ص۵ مسلمانو، ایسا رہنما ہونا چاہیئے کہ جس کے سہارے پر جنّت مل جائے اگر پیر خود بلند ہو مرید پست تو مرید کو پیر کی بلندی سے کیا فائدہ حضور پیر کی بلندی تو اس میں ہے کہ اس سے اس کے مریدوں کو فائدہ ہو۔ کیا وکیل اس لئے اچھا ہے کہ مقدمے کی فیس پندرہ صد روپیہ لیتا ہے ۔نہیں بلکہ مقدمہ جیت کے دیتا ہے کیا گائے اس لئے اچھی ہے کہ اس کی قیمت ہزار روپیہ ہے ایسا نہیں ہے بلکہ اچھی اس لئے ہے کہ دودھ بارہؔ سیر دیتی ہے کیا ذاکر و مولوی اس لئے کامیاب ہے کہ نذرانہ سوؔ روپے لیتا ہے بلکہ اس لئے مقبول ہے کہ مجلس خوب پڑھتا ہے بس پیر اس لئے اچھا نہیں کہ وہ جنّت میں جائے گا بلکہ پیر کامل وہ ہوگا جو اپنے مریدوں کو جنّت عطا کرنے کی قابلیّت رکھتا ہو جس کو رسولؐ خدا قسیم الجنۃ والنار کی سند عطا فرمائے میرا دعویٰ ہے کہ جنت تقسیم کرنے کا اختیار اللہ تعالےٰ نے صرف اور صرف آلِ محمدؐ کو ہی دیا ہے اس

لئے تو قرآن مجید میں اعلان کرتا ہے کہ وہ گھرانہ شجرہ طیبہ ہے اور ہر وقت شجرہ طیبہ
پھل دیتا ہے مسلمانوں خالق نے کلمہ طیبہ کو شجرہ طیبہ سے مثال دی ہے
کہ کلمہ طیبہ ایسا ہے جیسے شجرہ طیبہ اب ہمارا فرض ہے کہ شجرہ طیبہ تلاش کریں کہ
کون اور کہاں ہے؟ ویسے قدرت کی ہر شے کلمہ ہے خالق کائنات کا ارشاد ہے۔ وَلَوْ
اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ
اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ پارہ ۲۱ رکوع ۱۲ اگر ہو یہ
کہ جو کچھ بیچ زمین کے درخت ہیں ہو جائیں قلمیں اور دریا ہو جاویں سیاہی اور سات دریا
اور بھی سیاہی ہو جاویں نہ تمام ہوویں گی باتیں اللہ کی تحقیق اللہ غالب ہے حکمت والا۔
ثابت ہوا کہ کلمات خدا اتنے کثیر ہیں کہ کائنات اس کا احصاء نہیں کر سکتی تمام کائنات کے سمندروں
کی سیاہیاں ختم ہو سکتی ہیں ساری دنیا کے درختوں کی قلمیں ہو جاویں تو لکھتے لکھتے ختم ہو
سکتی ہیں پھر اس کے بعد سات سمندر اور بھی اگر پیدا ہو جاویں تو وہ بھی سیاہی بن کر ختم ہو
سکتے ہیں مگر اللہ تعالےٰ کے کلمات کو پورا نہیں لکھ سکتے اندازہ لگاؤ کہ اللہ تعالےٰ کے
کلمات کتنے ہوں گے اس آیت کریمہ کی تلاوت کے بعد ایک حدیث نبوی بھی ملاحظہ ہو۔
عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَوْ کَانَ الْبَحْرُ
مِدَادًا وَّالرِّیَاضُ اَقْلَامًا وَّالْاِنْسُ کُتَّابًا وَّالْجِنُّ حُسَّابًا مَّا اَحْصَوْا
فَضَائِلَکَ یَا اَبَا الْحَسَنِ تذکرۃ الخواص صہ ۳۶ مودۃ القربیٰ صہ ۴۲، المجالس المرضیہ صہ ۲۲۴
عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ آنحضرت نے علیؑ سے فرمایا کہ اگر تمام سمندر سیاہی بن جائیں
اور تمام باغ قلم بن جائیں اور تمام انسان کاتب بن جائیں اور تمام جن حساب کریں تو بھی اے
ابوالحسن تمہارے فضائل کو شمار نہ کر سکیں گے صلوٰۃ بر محمدؐ آل محمدؐ۔ رُباعی عرض ہے۔

آئے دنیا میں تو اللہ کے مہمان بنے — بیٹھے منبر پر تو ایک بولتا قرآن بنے
سو گئے فرشِ محمدؐ پہ محمد بن کے — سو کے اٹھے بھی نہ تھے کہ مرضیِ یزداں بنے

ہاں میں عرض کر رہا تھا کہ کائنات کا ہر ذرہ کلمہ ہے کلمہ ہونا اور بات ہے اور کلمہ طیبہ
ہونا اور بات ہے۔ سنو حضرت خلیل اللہ کا امتحان بھی چند کلمات سے ہوا۔ وَاِذِ ابْتَلٰی

فضائل علی کا شمار ممکن نہیں

رباعی

اِبْرَاھِیْمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ ۔ پارہ ا رکوع ۱۵ اور جس وقت آزمایا ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند کلمات سے معلوم ہُوا کہ ابراہیمؑ کا امتحان بھی کلمات سے ہُوا۔ اسی طرح حضرت آدمؑ کے بارے میں ارشاد قدرت ہے۔ فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ پارہ ا رکوع ۴ پس سیکھ لئے آدمؑ نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات پس پھر آیا اُوپر اس کے۔ یعنی آدمؑ کی توبہ بھی کلمات کی بدولت قبول ہوئی۔ حضرت آدمؑ قرآن مجید کی رُو سے فرشتوں کے کعبہ اور جن کلمات سے آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی وہ ہیں آدمؑ کے لئے کعبہ اور سنو حضرت عیسٰےؑ بھی کلمہ ہیں۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ پارہ ۳ رکوع ۱۳ جب کہا ملائکہ نے اے مریمؑ تحقیق اللہ تعالےٰ تجھے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسٰےؑ کلمہ ہے تو جس کے پیچھے عیسٰےؑ نماز پڑھے گا وہ ہوگا کلمہ طیبہ اور سنو! لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ پارہ ۱۱ رکوع ۱۲۔ اللہ تعالےٰ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ مسلمانو قرآن صامت ہے کلمہ تو قرآن ناطق ہوگا۔ کلمہ طیبہ اور مولا علیؑ کا فرمان سنئے! اَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ لَا یَقُوْلُھَا بَعْدِیْ اِلَّا کَذَّابٌ وَ اَنَا الْقُرْاٰنُ النَّاطِقُ منصب امامت ص۲۷ ابن ماجہ ص۱۲ میں صدیق اکبر ہوں میرے بعد یہ لفظ سوائے کذاب کے کوئی نہ کہے گا اور میں قرآن ناطق ہوں جب قرآن صامت کلمہ ہے تو قرآن ناطق کیا ہوگا قرآن صامت کا اعلان ہے۔ لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ پارہ ۷ رکوع ۱۳۔ کوئی خشک و تر ایسا نہیں جس کا کتاب مبین میں ذکر نہ ہو۔ جب صامت قرآن میں ہر شے کا ذکر ہے تو ناطق قرآن کیسا ہوگا۔ رُباعی۔

کلامِ حق پہ ملّاں کو گر اعتماد ہوتا ‏ ‏ بھلا پھر مذہب و ملّت میں کیوں فساد ہوتا
وہ کیسے کہتا کہ آئمہ غائب داں نہیں ‏ ‏ علیؑ کا صرف سلونی جو اسے یاد ہوتا

صلوٰۃ

جناب ملّا سید محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب حلیۃ المتّقین میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے روایت صافی خادم امام علی نقی علیہ السلام کی زبانی قاسم ابن

(حاشیہ: کلمات کی وضاحت — انا الصدیق الاکبر)

عقیق و فیروزہ

علی سے نقل کی ہے کہ میں نے ان حضرت سے ان کے جدّ امجد جناب امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لیئے جانے کی رخصت مانگی فرمایا کہ عقیق کی انگوٹھی لے کر جاؤ جس کا نگینہ زرد ہو اور ایک طرف مَاشَآءَ اللّٰہُ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اور دوسری طرف مُحَمَّدٌ وَعَلِیٌّ نقش ہو۔ اس انگوٹھی کے پاس ہونے سے چوروں اور رہزنوں اور دشمنوں کے شر سے امان میں رہو گے اور با ایمان مراجعت کرو گے۔ صافی کہتا ہے کہ بفرمان امام میں نے انگشتری تیار کرائی جب میں سفر کو چلنے لگا تو حضرت نے مجھے بلوا کر ارشاد فرمایا ایک فیروزہ کی انگوٹھی بھی لیتے جاؤ کیونکہ طوس اور نیشاپور کے درمیان تجھے ایک شیر ملے گا جو قافلے کو روک لے گا تم اس کے سامنے جا کر اس انگوٹھی کو دکھا دینا اور کہہ دینا کہ میرے مولا کا حکم ہے کہ راستہ چھوڑ دے صافی فیروزہ کے ایک طرف لِلّٰہِ الْمُلْکُ نقش ہونا چاہیئے اور دوسری طرف اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ کیونکہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی انگوٹھی فیروزے کی تھی اور اس پر یہی اسماء مقدس نقش تھے صافی ایسا نگینہ درندے سے محفوظ رکھتا ہے اور لڑائیوں میں فتح و ظفر کا باعث ہوتا ہے۔ صافی کہتا ہے کہ میں نے فیروزے کی انگوٹھی بھی معصوم کے فرمان کے مطابق تیار کرائی اور سفر میں چلا گیا۔ واللہ جہاں حضرت نے فرمایا تھا وہیں شیر ملا میں نے حضرت کے فرمان کے بموجب آگے بڑھ کر حضرت کا حکم شیر کو سنایا جس کو سنتے ہی شیر نے سر جھکا لیا اور چلا گیا اور زیارت سے واپس گھر میں نے تمام ماجرا حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے ایک واقعہ چھوڑ دیا ہے اگر تو کہے تو میں بیان کر دوں میں نے عرض کی یا مولا شاید میں بھول گیا ہوں فرمایا کہ ایک رات طوس میں امام رضا علیہ السلام کے روضے کے قریب سو رہا تھا جنوں کا ایک گروہ قبر منور کی زیارت کے لئے آیا تھا۔ انہوں نے نگینہ تیرے ہاتھ میں دیکھ کر اس کا نقش پڑھا اور تیری انگوٹھی ہاتھ سے نکال کر اپنے بیمار کے لئے لے گئے اُسے پانی میں ڈالا اور وہ پانی بیمار کو پلایا جس سے اس بیمار کو شفا ہو گئی نگینہ واپس لائے بجائے داہنے ہاتھ کے بائیں ہاتھ میں پہنا گئے۔ بیدار ہو کر تجھے بڑا تعجب ہوا اس کی کوئی وجہ تو تجھے معلوم نہ ہوئی مگر اپنے سرہانے ایک یاقوت تجھے ملا جو اب تک تیرے پاس ہے اسے بازار میں لے جا۔ اسّی اشرفی کو بکے گا یہ یاقوت وہ جن تیرے لئے ہدیہ لائے تھے۔ صافی کہتا ہے کہ میں اس یاقوت

کو بازار لایا جو اسی اشرفی کو ہی فروخت ہُوا۔ صلوٰۃ تہذیب اسلام صہ۴۸ بتاؤ مسلمانو اس کے علاوہ علم غائب کیا چیز ہے جس کا آئمہ طاہرین کو علم نہیں۔ ہاں میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن صامت ہے کلمہ اور قرآن ناطق ہے کلمہ عُلیا۔ قرآن کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا پارہ ۱۰ رکوع ۱۲ اللہ کا کلمہ بڑا اعلیٰ ہے۔ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَا لِلّٰہِ اٰیَۃٌ ھِیَ اَکْبَرُ مِنِّیْ کافی میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی آیت مجھ سے بڑی نہیں ہے تفسیر صافی صہ۴۳۵ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی آیت محمد و آلِ محمد علیہم السلام کی ذات والا صفات ہے اب میں شجرہ طیّبہ کے بارے میں ایک حدیث پیش خدمت کرتا ہوں۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خُلِقَ الْاَنْبِیَاءُ مِنْ اَشْجَارٍ شَتّٰی وَخَلَقَنِیْ وَعَلِیًّا مِنْ شَجَرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ فَاَنَا اَصْلُھَا وَعَلِیٌّ فَرْعُھَا وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اَثْمَارُھَا وَاَشْیَاعُنَا اَوْرَاقُھَا فَمَنْ تَعَلَّقَ بِھَا نَجَا وَمَنْ زَاغَ عَنْھَا ھَوٰی مودۃ القربیٰ صہ۱۰ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ صہ۱۶۳ تفسیر انوار النجف جلد ۸ صہ۱۵۹ ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب پیغمبروں کو مختلف درختوں سے پیدا کیا اور مجھ کو اور علیؑ کو ایک ہی درخت سے پیدا فرمایا میں اس درخت کی اصل ہوں اور علیؑ اس کی فرع اور حسنؑ اور حسینؑ اس درخت کے پھل ہیں اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں جس نے اس درخت سے تعلق پیدا کیا وہ نجات پائے گا اور جو اس سے منحرف اور روگردان ہو گا وہ ہلاک ہو گا اور جہنم میں جائے گا۔ صلوٰۃ۔ مزید قابل غور حدیث پاک کا فقرہ وَاَشْیَاعُنَا اور ہمارے شیعہ جب صاحب مودۃ القربیٰ تسلیم کر چکے کہ رسولؐ خدا کا فرمان ہے ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں تو دوسرے مذاہب مثل اہلحدیث، بریلوی، دیوبندی، مالکی، شافعی، حنبلی، حنفی، وغیرہم اپنے لئے اس طرح کا فرمان نبوی تلاش کر کے ہمیں دکھلائیں آگے یہ اس درخت کی علامت و پہچان کرائی گئی ہے اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ کی جڑیں اس کی محکم اور شاخیں اس کی بیچ آسمان کے ہیں دوسری پہچان ہے تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّھَا یہ درخت اپنے رب کے حکم سے ہر زمانے میں پھل دیتا ہے۔ مسلمانو! ایسا درخت کس ملک میں اور کہاں ہے کہ جس کی

انا آیۃ اللہ الکبریٰ

ہمارے شیعہ اس درخت کے پتے ہیں

جڑیں تحت الثریٰ اور شاخیں آسمان تک ہوں اور ہر موسم میں پھلا پھولا رہے دنیا میں ایسا درخت ہرگز نہیں ملے گا اور اگر کوئی ہے تو وہی شجرہ طیبہ ہے جس کے بارے میں نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ درخت میں ہوں اور علیؑ اس کی فرع ہے حسنؑ اور حسینؑ اس کا پھل ہے اور شیعہ اس کے پتے ہیں۔ صلوٰۃ۔ ذرا کعبہ میں اگر غور سے دیکھو۔ کہ دوشِ مصطفیٰ پر حیدر کرار بلند ہوئے۔ شعر

دوش احمد پر ہوا وہ آفتاب اتنا بلند ۔۔۔ عرش پہ دھوپ آگئی کعبہ پہ سایہ ہوگیا

ایک اور شعر سنو!

علیؑ بر دوش احمد چشم بد دُور ۔۔۔ عیاں شد معنیٰ نورٌ علیٰ نور

کعبہ میں علیؑ بر دوشِ رسولؐ

ادھر میرے مولا مسکراتے ہوئے دوشِ مصطفیٰ سے اُترے تو رسولِ خدا نے مسکرانے کی وجہ دریافت کی عرض کی یا رسولؐ اللہ میں آپ کے دوش پر اتنا بلند ہوا کہ اگر چاہتا تو آسمان کے ستاروں کو چھو لیتا مگر اتنی بلندی سے اترتے ہوئے چوٹ تک نہ لگی۔ آنحضرتؐ نے نے فرمایا۔ اے علیؑ تیری بلندی کا کیا کہنا کہ تجھے اٹھانے والا مصطفیٰ تھا اور اتارنے والا جبرئیل تھا۔ اے دنیا علیؑ کی بلندی کا کیا مقابلہ کرے گی۔ علیؑ کی پستی کا مقابلہ ناممکن محال ہے۔ اگر بلند ہو تو دوش احمد کا سوار نظر آتا ہے اور اگر علیؑ پست ہو تو جانے جاتے نقطہ بائے بسم اللہ یعنی پورا قرآن بن جاتا ہے۔ صلوٰۃ بلندیٔ مرتضیٰ پر ایک رُباعی عرض ہے سنو اور روحانی لطف حاصل کرو۔

قمر تک روس پہنچا گر تو کیا پہنچا ۔۔۔ فلک پر حضرت عیسےٰؑ بجا پہنچا
محمد لامکاں تک شب معراج پہنچے تھے ۔۔۔ مگر دوشِ محمدؐ تک علیؑ مرتضیٰ پہنچا

(نعیمی)

امام کاظمؑ کا معجزہ

ارشادِ قدرت ہے کہ یہ درخت ہر وقت پھل دیتا ہے۔ سبحان اللہ، مسلمانو تلاش تو کرو کہ ایسا کہاں درخت ہے جو ہر وقت پھولا پھولا رہے لوگو آلِ محمدؐ کے دروازے پر خلوص نیت سے آؤ اور دامن مراد بھر لو۔ ابھی چند سال ہوتے ہیں کہ کاظمین میں ایک نابینا سیّد داخل ہوئے جن کی آنکھوں کے بارے میں بغداد کے بڑے بڑے یورپین اور

امریکن ڈاکٹروں نے قطعی جواب دے دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ ان میں کبھی روشنی نہیں آسکتی اس سید نے ضریح مبارک کو پکڑ کر خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا واسطہ دیا۔ دُعا کے الفاظ کچھ اس شدت دل کی گہرائیوں سے نکلے کہ ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ قدرت نے آنکھیں روشن کردیں اور پورا نور پلٹ آیا۔ اس واقعہ کو مشہور نیم سرکاری انگریزی اخبار پائنیر الہ آباد کے انگریز نامہ نگار نے بغداد سے لکھا جو انگریزی ہی اخبار پائنیر الہ آبادی نے ۱۰ اگست ۱۹۲۸ء میں چھاپ کر شائع کیا۔ ناطق قرآن ص۲۹۷ اور

جنگ بدر میں رسالتمآب کا معجزہ

سنو جنگ بدر میں مشرکین کی طرف سے عتبہ۔ شیبہ۔ ولید میدان میں آئے اور ان کی مدد کو حنظلہ اور ابوجہل پہنچے ادھر رسولِ خدا کی طرف سے حضرت علیؑ، جناب حمزہؓ اور حضرت ابو عبیدہ ابن الحارث اور ان کی مدد کو جناب معاذؓ اور ربعیؓ کو حضرت نے روانہ کیا۔ حضرت علی نے اپنے مقابل کو واصل جہنم کیا اور ابو عبیدہؓ کی مدد کو بڑھے جو زخمی ہو چکے تھے اس کے مقابل کو بھی قتل کیا۔ جناب حمزہؓ نے اپنے مقابل کو واصل جہنم کیا۔ حضرت معاذؓ اور حضرت ربعیؓ اپنے مقابلہ کرنے والوں سے لڑے معاذؓ کا ہاتھ کٹ گیا اور ربعیؓ کی آنکھ نکل گئی۔ آنحضرت نے معاذ کا ہاتھ زخم سے لگایا اور کچھ ارشاد فرمایا جس سے ہاتھ ٹھیک ہوگیا اور حضرت ربعیؓ کی آنکھ پر لعاب دہن لگایا تو نور پلٹ آیا اور آنکھ ٹھیک ہوگئی لوگوں کی عرض پر فرمایا یہ درخت ہر وقت پھل دیتا ہے۔

صلوٰۃ۔ بارگاہِ رسالت میں نذرانۂ عقیدت۔ رُباعی

رباعی

پڑی مشکل پہ جب مشکل تو مشکل ہوگئی مشکل — ادھر دیکھا ادھر مشکل اُدھر دیکھا اُدھر مشکل
بتا تو ہی کدھر جاؤں جدھر جاؤں اُدھر مشکل — میرا مشکل کشا تو ہے تجھے کچھ بھی نہیں مُشکل

اور سنو! ایک دن حضرت جابرؓ نے جناب رسولِ خدا کی دعوت کی جس میں ایک بکری ذبح کی اس پر حضرت جابرؓ کے بیٹے نے کھیل سمجھ کر اپنے ایک چھوٹے بھائی کو ذبح کر ڈالا۔ بچے کی ماں دیکھ کر دوڑی لڑکا ڈر کے مارے بھاگ کر مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ جب لڑکے نے ماں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ڈر کر چھت سے گرا اور مر گیا اس عرصہ میں آنحضرت بھی جابرؓ کے گھر تشریف لائے۔ جب کھانا سامنے آیا تو آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے لڑکے کہاں ہیں جابرؓ نے عرض کی کہیں کھیلتے ہوں گے آپ کھانا تناول فرمادیں آنحضرتؐ نے

بکری اور لڑکوں کو زندہ کرنا

ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو تلاش کر کے لاؤ کہ وہ بھی ہمارے ساتھ مل کر کھائیں تب ناچار ہو کر بچوں کی ماں نے ان کے مرنے کا واقعہ عرض کیا حضرت یہ سُن کر بے قرار ہوئے اور دونوں لڑکوں کی لاش پر جا کھڑے ہوئے حضورؐ نے بچوں کے زندہ ہونے کی دعا فرمائی فی الفور قدرت نے دعا قبول کی اور دونوں لڑکے زندہ ہو گئے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا کہ گوشت کھاؤ اور ہڈیاں نہ توڑو کھانا کھانے کے بعد آپ نے جمع شدہ ہڈیوں پر نگاہ نبوت ڈال کر کچھ پڑھا اور بکری بھی جوں کی توں زندہ ہو گئی اس معجزے کو دیکھ کر کافی لوگ ایمان لائے۔ صلوٰۃ خلاصتہ الانبیاء صد ۴۷۴ رباعی۔

بعد از خدا کائنات کا مختار مصطفےٰ — لاریب دو جہاں کا سردار مصطفےٰ
خلق عظیم جس کی قرآن میں ہے سند — وہ رحمتہ للعالمین سرکار مصطفےٰ

(نعیمی)

اور سنو یحییٰ بن اُم طویل کا بیان ہے کہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک جوان حضرت کی خدمت میں روتا ہوا آیا۔ امام نے اس سے رونے کا سبب دریافت کیا اس جوان نے عرض کی کہ اے فرزند رسول میری ماں فوت ہو گئی ہے اس کے پاس بہت سا مال تھا اس کے بارے میں کوئی وصیت اس نے نہیں کی اور مجھے میری ماں نے کہا تھا کہ میرے مولا امام حسین علیہ السلام کو میری موت کی خبر کرنا میں ان کے سامنے مال بتلا کر وصیت کروں گی امام علیہ السلام نے فرمایا اٹھو اور حرّہ کے پاس چلیں پس حضرت حرّہ کے دروازے پر تشریف لائے امام نے اس کے حق میں دعا کی جس سے وہ زندہ ہو گئی اور کلمہ شہادت ادا کرتے ہوئے عرض کی کہ مولا اندر تشریف لائے امام نے فرمایا خدا تجھ پر رحم کرے اپنے مال کے بارے میں وصیّت کرو۔ حرّہ نے عرض کی اے فرزند رسولؐ میرے پاس فلاں فلاں مال موجود ہے اور فلاں جگہ رکھا ہوا ہے میں نے اس مال کے تین حصّے کئے ہیں ایک حصّہ تو آپ کا ہے باقی دو حصّے میرے فرزند کے اس شرط پر ہیں کہ اگر یہ آپ کا غلام ہو اور اگر یہ آلِ محمدؐ کا مخالف ہو تو اس کو مومن کے مال سے کوئی حصّہ نہیں ہے پھر اس عورت نے عرض کی کہ آپ ہی میری نماز جنازہ پڑھائیں اور میرے امور کی نگرانی فرمادیں

حرّہ کو زندہ کرنا

اس کے بعد وہ پہلے کی طرح ہو گئی۔کنوز المعجزات صہ ۶۳ ۔ یہ ہے اس شجرہ طیبہ کا ہر موسم میں پھل دینا، اس واقعہ کو پڑھ کر درویش کہتا ہے ۔ رباعی،

ہم جو بات کرتے ہیں صاف کرتے ہیں   بے تنک عدو کے خلاف کرتے ہیں
ہمارا تو یہی عقیدہ ہے درویش   حسینؑ کعبہ ہے اور ہم طواف کرتے ہیں

(صلوٰۃ)

اس شجرہ طیبہ کا ایک اور واقعہ سُن لیں ۔کافی میں ہے کہ بنی مخزوم میں سے ایک نوجوان نے حضرت امیر کی خدمت میں عرض کی کہ میرا بھائی مر گیا ہے جس سے میرا دل بہت غمزدہ ہے ۔آپ مہربانی فرماکر اس سے میری ملاقات کرا دیجئے آپ رسالتمآبؐ کی چادر زیب ددوش فرماکر مرنے والے کی قبر پر پہنچے اور چند کلمات پڑھ کر ٹھوکر ماری پس وہ زندہ ہو گیا جب قبر سے نکلا تو اس کی زبان عربی سے بگڑ چکی تھی ۔آپ نے وجہ پوچھی تو عرض کی کہ میں فلاں فلاں کی سنّت پر ہو کر مرا ہوں اس لئے میری زبان بدل گئی ہے ۔ المجالس المرضیہ صہ ۲۰۹ صلوٰۃ ۔رُباعی عرض ہے ۔

میرے مولا کو حق کا ولی کہتے ہیں   کچھ خفی اور کچھ راز جلی کہتے ہیں
جس کو اللہ کی مدد کہتے ہیں مسلمان   ہم اس کو اپنے مفہوم میں علی کہتے ہیں

(صلوٰۃ)

مسلمانو اس شجرِہ طیبہ کے پتے بنو ، پتّے باز نہ بنو ، پتّے بازوں کی سنو! ہر مقام پر شور ہے کہ ہم سب سے زیادہ مانتے ہیں ۔عرض ہے کہ کیا خدا مانتے ہو ۔فرمایا کیا ہم مشرک ہیں ۔ خدا واحد لاشریک ہے حضور کیا آلِ محمدؐ کو نبی مانتے ہو فرمایا نہیں ہمارا نبی کملی والا خاتم النبیّین ہے ۔ اچھا بتاؤ خلیفہ مانتے ہو فرمایا خلیفہ تو حضرت ابوبکر ہے مگر مانتے سب سے زیادہ ہیں بتاؤ کیا آلِ محمدؐ کو امام مانتے ہو ، فرمایا ہمارا امام تو حضرت ابو حنیفہ ہے تو پھر کیا دستگیر مانتے ہو کہا کہ مانتے سب سے زیادہ ہیں پر دستگیر عبدالقادر جیلانی کو مانتے ہیں عرض کیا کہ کیا پیر و مرشد کو مانتے ہو کہا نہیں پیر و مرشد تو فلاں شریف والا ہے عرض کیا کہ مفتی مانتے ہو کہا کہ ہمارا مفتی تو دیوبند کا فلاں عالم ہے مگر مانتے سب سے زیادہ ہیں

یہ ہے پتہ بازی کہ خدا سے لے کر چوکیدار تک سب عہدے غیروں کے مانتے ہیں اور دعویٰ ہے کہ سب سے زیادہ مانتے ہیں۔ امام اہل اسلام علاّمہ وحید الزماں حیدر آبادی انوار اللغتہ پارہ ۵ صـ۴۷ (طبع حیدر آباد دکن) پر تحریر فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق مشہور امام ہیں۔ بارہؑ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ، فقیہہ اور حافظ تھے امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے شیخ حدیث ہیں امام بخاری کو معلوم نہیں کہ کیا شبہ ہو گیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کرتے ایسی ہی باتوں کی وجہ سے اہل سنت بدنام ہوتے ہیں کہ ان کو اہلبیت سے کچھ محبّت اور اعتقاد نہیں ہے اللہ تعالےٰ امام بخاری پر رحم کرے کہ مروان اور عمران بن خطان اور کئی خوارج سے انہوں نے روایت کی ہے اور امام جعفرؑ صادق سے جو ابن رسولؐ اللہ ہیں ان سے روایت میں شبہ کرتے ہیں۔ یہ ہے پتہ بازی چودہ ستارے صـ۲۵۳ اور سنو اور بڑوں کی زبانی سنو۔ کتاب ہماری لائبریری ابو ذر غفاریؓ صـ۱۳ پر حضرت عثمان کا قول موجود ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ اے علیؑ میں آپ کو مروانؒ سے بہتر نہیں سمجھتا جب بڑے میاں کا یہ اعتقاد ہے تو دیگر مسلمانوں کی کیا حقیقت ہو گی بس یہ نہ کہا کرو کہ ہم بھی مانتے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ کوئی سُنی اپنی صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں سے دکھلا دے کہ حضرت علیؑ سے لے کر جناب قائم آل محمدؐ تک یہ بارہؑ امام ہمارے پیشوا ہیں اور ہم انہیں اپنا امام مانتے ہیں ہرگز ہرگز کوئی ملّاں نہیں دکھلا سکتا۔ پھر کیوں کہتے ہو کہ ہم بھی مانتے ہیں توحید خدا تعالےٰ کی مانتے ہیں نبوّت اس گھر کی مانتے ہیں۔ امامت اس گھر کی خلافت اس گھر کی۔ ولایت اس گھر کی، طہارت اس گھر کی، صداقت اس گھر کی، شریعت اس گھر کی، حدیث اس گھر کی، پیری مرشدی اس گھر کی، جنت اس گھر کی کوثر اس گھر کا، دین اس گھر کا اور دین کے سارے عہدے اسی گھر کے مانتے ہیں جو ان کا مخالف ہے اسے ملعون جانتے ہیں اللہ اکبر! شیعہ اپنے پتے ہونے کا ثبوت درود پڑھ کر دیتے ہیں کیونکہ پتوں کو اگر زندہ رہنا ہے تو درخت کی جڑوں پہ پانی ڈالیں یہی وجہ ہے کہ ہم درود پڑھ کر شجرہ طیبہ کی جڑوں پر، درود شیعہ کا آب رحمت ڈالتے ہیں تاکہ پتوں کی بقا رہے پس جس پتے کو اپنی بقا کی ضرورت ہے وہ صلوٰۃ پڑھا کرے اسی

ائمہ اہلبیت کو شیعہ مانتے ہیں

میں اس کی بنا کا راز مضمر ہے بظاہر تو مسلمان کہتے ہیں کہ ہم بھی مانتے ہیں مگر فی الحقیقت کچھ اور غرض ہوا کرتی ہے۔ صاحب منتخب لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں متوکل عباسی کا پایۂ تخت سامرہ تھا اس نے ایک روز حضرت امام علیٰ نقی علیہ السلام کو بلایا اور سارے حشم و خدم امراء و وزراء جمع تھے متوکل نے اپنی شوکتِ شاہانہ دکھانے کی غرض سے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ میرے سامنے سے گزریں اور اپنے گھوڑے کے توبڑے میں مٹی بھر کر ہر سپاہی اس پر ڈالتا جائے نوّے ہزار فوجی سواروں نے جب ایسا کیا تو اس جگہ ایک ٹیلہ مثل پہاڑ کے ہو گیا اور وہ ابھی تک سامرہ میں موجود ہے جسے تل المخالی کہتے ہیں اس کے بعد متوکل نے امام علیٰ نقی کا ہاتھ پکڑا اور بلندی پر چڑھ گیا اور فخریہ کہنے لگا کہ میں آپ کو یہاں اس واسطے لایا ہوں کہ آپ میری فوج کو میرے عسکر کو اچھی طرح دیکھ لیں امام نے فرمایا میں آپ کی فوج تو دیکھ چکا اگر تو کہے تو میں بھی اپنی فوج تجھے دکھلا دوں متوکل نے کہا آپ کی فوج کہاں ہے۔ فرمایا دائیں طرف دیکھ جب اس نے نظر کی تو کیا دیکھا کہ ساری زمین فرشتوں سے بھری ہوئی ہے اور ان کے ہاتھوں میں آگ کے حربے چمک رہے ہیں یہ دیکھ کر متوکل کا ہوش اڑ گیا اور عقل جاتی رہی امام نے فرمایا اب بائیں جانب نظر کر جب اس نے دیکھا تو اسے اس قدر فرشتے نظر آئے کہ جس طرح وادیٔ النمل میں چونٹیاں ہوتی ہیں یا ریگستان میں بالو ہوتی ہے اور وہ سب فرشتے انواع و اقسام کی صورتوں میں تمام صحرا میں محیط ہیں اور ان کے ہاتھوں میں آگ کے حربے ہیں یہ دیکھ کر متوکل پر ایسا خوف طاری ہوا کہ بے ہوش ہو گیا جب اس کو غش سے افاقہ ہوا تو امام نے فرمایا یہ میرا لشکر ہے مگر تو خوف نہ کر ہم اہلبیت رسولؐ کو دنیا کی زینت سے کیا کام ہے تو اطمینان رکھ ہم ہرگز تیری سلطنت کے خواہاں نہیں ہیں۔ محافل و مجالس صہ ۲۸۴، لواعج الاحزان جلد ا صہ ۴۹۴ منقول ہے کہ متوکل نے اپنے محل کے قریب ایک گھر میں بہت سے درندے پال رکھے تھے جس کا نام برکۃ السباع تھا۔ جب متوکل کسی سے ناراض ہوتا تو اس بیچارے کو اس احاطہ میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیتا درندے اس کو چیر پھاڑ کر کھا جاتے اور یہ ملعون تماشہ دیکھتا رہتا ایک روز اس نے حکم دیا کہ امام علیہ السلام کو برکۃ السباع میں داخل کیا جائے اور خود تماشہ دیکھنے کے لئے

امام علی نقی علیہ السلام کا لشکر اور متوکل

برکۃ السباع میں نماز

محل کی چھت پر جا بیٹھا۔ غلاموں نے حضرت کو برکتہ السباع میں بھیج دیا آپ بے دھڑک اندر تشریف لے گئے جیسے ہی آپ صحن کے بیچ پہنچے تو سب درندے آپ کا طواف کرنے لگے آپ شفقت سے ان کے سروں پر اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے پھر آپ نے مصلّی بچھا وہیں نماز شروع کر دی یہ دیکھ کر متوکّل کو ندامت ہوئی اور حضور کو جلدی باہر بلوایا تاکہ اس معجزے سے لوگ میرے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں۔ اللہ اکبر محافل دمجالس ص۲۹۲ یہ ہے پتہ بازی کہ ہم مانتے ہیں اور سنو صالح بن سعید کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام علی نقی علیہ السّلام کی خدمت میں سامرّہ حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ متوکل نے آپ کو فقیروں کی سرائے میں رہنے کا حکم دے رکھا ہے۔ صالح کہتا ہے کہ میں سرائے خراب میں حضرت کے پاس پہنچا اور زیارت کا شرف حاصل کیا اس کے بعد میں نے عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کے نور کو بجھا دیں۔ اس خراب سرائے میں انہوں نے آپ کو جگہ دے رکھی ہے امام نے فرمایا صالح انہیں کیا معلوم کہ ہم کسی شے کے محتاج نہیں۔ ہمارے اشارے سے کائنات بدل سکتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اشارہ کیا صالح کہتا ہے کہ میں نے جو دیکھا تو جنّت کے باغوں سے باغ دیکھا جو دنیا کے مقامات سے کہیں بلند مقام تھا۔ اس میں نہریں جاری ہیں حوریں آراستہ ہیں صالح کہتا ہے کہ میں حیران ہو گیا۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا صالح حیران نہ ہو ہم اہلبیت جس بھی مقام پر ہوں خدا تعالیٰ ایسی ہی جگہ ہمیں عطا کرتا ہے صلوٰۃ۔ لواعج الاحزان جلد۱ ص۴۸۹ اور سنو، روضتہ الاحباب میں ہے کہ ایک شخص عبدالرحمٰن نامی جو اصفہان کا رہنے والا تھا اور اس نے مذہب شیعہ خیر البریّہ اختیار کر دیا تھا لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تو نے مذہب شیعہ کیوں اختیار کیا اور حضرت امام علی نقی علیہ السّلام کی امامت کا کس وجہ سے تو قائل ہوا ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے امام علی نقی سے ایسا معجزہ دیکھا ہے کہ جو ان کی امامت کی بیّن دلیل ہے لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے اس نے کہا کہ میں ایک نہایت تنگ دست آدمی تھا۔ مگر طلاقتِ لسان کی قدرت میرے اندر اعلیٰ پیمانہ کی موجود تھی۔ مجھے دوستوں نے مشورہ دیا کہ کہ متوکّل کے پاس جا کر اپنی حالت کو بیان کر چنانچہ ایک روز میں وہاں پہنچا متوکل تخت پر

ایک رافضی کا دولت مند ہونا

بیٹھا ہوا تھا۔ مگر غصّہ سے اس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ میں خوف زدہ سا ایک طرف کھڑا ہو گیا اس نے اپنے غلاموں سے کہا کہ علی بن محمد کو فوراً حاضر کرو تاکہ اسے قتل کر دوں۔ میں نے اپنے قریب والے ایک شخص سے دریافت کیا کہ یہ کون آدمی ہے جس کو قتل کرنا مقصود ہے اس نے کہا کہ ایک مرد علوی ہے جس کو رافضی لوگ اپنا امام مانتے ہیں یہ سُن کر میں اس مرد کے دیکھنے کے لئے منتظر رہا کہ تھوڑی دیر کے بعد حضرت تشریف لائے لوگوں کی نگاہیں آپ کی طرف اٹھیں میں نے بغور حضرت کو دیکھا خدا جانے کیا معاملہ تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے آپکی محبّت میرے دل میں پیدا ہو گئی اور میں نے چپکے سے دعا شروع کر دی کہ متوکّل کے شر سے اس معصوم کو محفوظ رکھ۔ جب حضرت میرے قریب پہنچے تو مجھے ارشاد فرمایا۔ عبدالرحمٰن اصفہانی خدا نے تیری دُعا قبول کی اور اس کے صلہ میں تیری عمر بڑھا دی اور مال اور اولاد کو بڑھا دیا گیا اس کے بعد آپ متوکّل کے پاس پہنچے تو وہ رعب امامت سے کھڑا ہو گیا۔ اور تعظیم کرنے لگا تھوڑی دیر کے بعد اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے آپ کو رخصت کر دیا بس میں حضرت سے دعا لے کر گھر آ گیا خدا کی قدرت کہ میرے پاس حضرت کی دُعا کے اثر سے وافر مال ہے اور میرے دس۱۰ بیٹے ہیں اور اس وقت میری عمر اسی۸۰ سال کی ہے اور میں نوجوان شاداں و فرحاں ہوں۔ لوگو یہ شجرہ طیبہ ہر موسم میں پھل دیتا ہے۔ محافل و مجالس ص۱/۸۲ صلوٰۃ۔ ان بزرگانِ دین کو مسلمانوں نے طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کیا لکھا ہے کہ متوکل ملعون نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو مدینے سے سامرے بُلایا اور بارہ۱۲ سال تک آپ کو قید میں رکھا قید خانہ کی کیفیّت کچھ اس طرح کی تھی کہ معصوم ہی کا کام ہے کہ ان مصائب کو برداشت کرے۔ داروغہ قید خانے کا سعید شقی تھا جس نے حضرت کو ایک تاریک حجرہ میں بند کیا۔ ہر روز حضرت کو اپنے قتل کا کھٹکا لگا رہتا تھا۔ کونسی ایذا تھی جو اس ظالم نے نہ دی۔ مگر حضرت نے بڑے صبر و ضبط سے کام لیا۔ آخر فتح بن خاقان وزیر متوکّل کی کوشش سے آپ قید سے رہا ہوئے اور ایک چھوٹا سا قطعہ زمین کا بھی اس نے مہیّا کر دیا۔ حضور اس مکان میں رہنے لگے مگر آزادی اب بھی نصیب نہ ہوئی۔ متوکّل کے جاسوس ہر وقت رپورٹ پہنچاتے رہتے اور جھوٹی رپورٹیں پہنچانا ان کی سعادت کا باعث ہوتا تھا۔

بارہ سال قید

جاسوسوں کے جھوٹے الزامات لگانے کی وجہ سے ایک روز متوکل نے اپنے ایک چوبدار
کو حکم دیا کہ فوراً حضرت کو ساتھ لے کر آئے اور اپنے ترکی غلاموں کو حکم دیا کہ جس وقت
وہ آئیں ان کو فوراً قتل کر کے انہیں آگ میں جلا دینا۔ لکھا ہے کہ جب میرے مولا تشریف
لائے تو آپ کے لب مبارک ہل رہے تھے کسی قسم کا خوف و ہراس آپ پر طاری نہ تھا۔
ترکی غلام اپنی تلواریں کھینچے اپنے مقام پر کھڑے رہے اور کسی کو وار کرنے کی جرأت نہ ہوئی
جب آپ متوکل کے قریب پہنچے تو باوجود غضب وغیظ کے آپ کے استقبال کو کھڑا ہو گیا۔
اور ادب سے اپنے پہلو میں بٹھا کر عرض کرنے لگا کہ آپ اس وقت کیسے تشریف لائے۔
حضرت نے فرمایا سبحان اللہ! تمہارا چوبدار تمہارے نام سے بلا کر لایا ہے اور تم کو میری
خبر نہیں ہے۔ متوکل نے کہا کہ اس ولدالزنا نے مجھ پر افتراء کیا ہے میں نے آنے کی زحمت
نہیں دی یہ کہہ کر اس نے حضرت کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت کے تشریف
لے جانے کے بعد متوکل نے ترکی غلاموں سے دریافت کیا کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل کیوں
نہیں کی غلام ترکی عرض کرنے لگے کہ ان کے ساتھ ایک شخص ننگی تلوار لے کر آ رہا تھا جس کے
رعب سے ہم خائف ہوئے اور حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ عزادارو! متوکل ملعون نے
حضرت کو وہ اذیتیں دیں کہ باوجود منصوص من اللہ ہونے کے حضرت کو بددعا کرنی پڑی۔
منقول ہے کہ متوکل نے حضرت کو جب علی بن کرکر کے حوالے کیا تو مصائب کو برداشت
کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ میرا مرتبہ ناقہ صالحؑ ایک ناخن کا ٹکڑا خدا کے نزدیک
ناقہ صالحؑ اور اس کے بچے سے بلند تر ہے۔ زراقہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے بیٹے کے
معلم سے جو شیعہ تھا حضرت کی اس بددعا کا ذکر کیا اس نے کہا اگر امام علیہ السّلام نے
ایسا فرمایا ہے تو خدا کی قسم متوکل تین دن کے بعد ضرور مر جائے گا۔ کیونکہ معصوم کی دعا خدا
تعالیٰ کی تقدیر ہوا کرتی ہے پس تیسری رات کو متوکل کے لڑکے منتصر نے بہت سے
ترکوں اور غلاموں کو لے کر اپنے باپ متوکل کو مع فتح بن خاقان وزیر کے قتل کر دیا۔
اور ان کی لاشوں کو غائب کر دیا۔ یہ ہے شجرہ طیبہ۔ لیکن متوکل جب تک زندہ رہا برابر
امام علیہ السّلام کو اذیت پہنچاتا رہا۔ اس کے مرنے کے بعد منتصر باللہ اور مستعین باللہ باری

شہادت امام علی نقی علیہ السلام

گریبان چاک

باری بادشاہ ہوئے ان کے بعد معتز باللہ کی حکومت کا زمانہ آیا۔ یہ ملعون حضرت کا پکا دشمن تھا
اور طرح طرح سے حضرت کو اذیت دینے لگا۔ محبان علیؑ کا حضرت کی خدمت میں آنا جانا اس
ملعون کو ناگوار گزرا معتز ملعون نے پکا ارادہ کر لیا کہ شمعِ امامت کو گل کر دیا جائے چنانچہ ایک
روز اس ظالم نے موقعہ پاکر حضرت کو کھانے میں زہر دے دیا جس کے اثر سے میرے مظلوم امام
چند ہی ساعت میں شہادت پا گئے آپ کا سن شریف اکتالیس برس چھ ماہ کا تھا سوائے امام حسن
عسکری علیہ السلام کے حضرتؑ کے پاس کوئی شخص موجود نہ تھا آپ کی امامت کا زمانہ پینتیس ۳۵ سال تھا اور
ستائیس ۲۷ برس کامل آپ سامرہ میں مقیم رہے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے ہی آپکی تجہیز و تکفین
کر کے اسی گھر میں دفن کر دیا جسمیں آپ رہا کرتے تھے لکھا ہے امام علی نقی علیہ السلام کے دفن کے وقت
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام بہت روئے امام نے گریبان چاک کیا اس بے چینی کو دیکھ کر کسی
نے اعتراض کہہ دیا کہ مصیبت کے وقت گریبان چاک کرنا منصب امامت کے شایانِ شان نہیں
میرے مولا نے روتے ہوئے فرمایا احمق اور جاہل دینِ خدا کو کیا جانیں لوگو حضرت موسیٰ پیغمبر
تھے انہوں نے اپنے بھائی ہارون کے انتقال پہ گریبان چاک کیا۔ حضرت موسیٰؑ اگر بھائی کے
ماتم میں گریبان چاک کر سکتا ہے تو امام حسنؑ عسکری بھی اپنے مظلوم امام کے غم میں گریبان
چاک کر سکتا ہے۔ عزادارو میرے مظلوم امام پر کوئی رونے والا نہ تھا رونے والے تو سب
مدینہ میں تھے مگر جب خبر مدینہ پہنچی ہو گی تو سیدانیوں نے جی بھر کر رو لیا ہو گا محافل و مجالس
صہ۲۹۱، لواعج الاحزان جلد۱ صہ۴۸۹۔ مگر ہائے حسینؑ آپ کی لاش پہ تو سیدانیاں حاضر تھیں
مگر ان کے رونے پہ آلِ محمدؐ کے دشمنوں نے پابندی لگا دی تھی۔ روایت میں ہے کہ گیارہویں
محرم کو جناب سکینہ اپنے باپ کی لاش پہ لپٹ کر روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔ شمرؔ
ملعون تازیانہ لے کر آیا اور جناب سکینہ کو مارنا چاہا۔ جوں ہی جناب سکینہ نے شمرؔ کو دیکھا
اپنے باپ کی لاش چھوڑ کر حضرت عباسؑ کو آوازیں دینا شروع کر دیں کہ چچا یہ ملعون دُر
چھینتا ہے چچا شمرؔ طمانچے مارتا ہے چچا میری مدد کو پہنچو۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم
الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

پندرہویں مجلس

دنیاوالوں کے پیرومرشد، قبر میں جناب امیرؑ کی تشریف آوری۔ محشر میں مختلف گروہ۔ صادق آل محمدؑ نے جنّت کا مکان لکھ دیا۔ مومن کی پہچان۔ قبر اور حشر میں مختلف سوالات۔ کونو لنا زینا۔ علیؑ ابن الحسینؑ کا موعظہ۔ امام کا مومن کو قید سے آزاد کرانا۔ مامون کا راستہ سے گزرنا۔ مچھلی کا شکار۔ امام کا یحییٰ بن اکثم سے مناظرہ۔ سوال امام۔ شہادت جناب امام محمد تقی علیہ السّلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یُعۡرَفُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ بِسِیۡمٰھُمۡ فَیُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِیۡ وَالۡاَقۡدَامِ پارہ ۲۷ رکوع ۱۲۔ پہچانے جاویں گے مجرمین ساتھ چہرے اپنے کے پس پکڑا جاوے گا ساتھ بالوں پیشانی کے اور قدموں کے (اور دوزخ میں پھینکے جاویں گے) دنیا کا ہر انسان اپنے رہنما پیرو مرشد کی تعریف فخر سے کرتا ہے اور اپنے پیر کی زیارت و صُحبت کو ذریعہ نجات جانتا ہے ہر مرید اپنے پیر کو اپنے گھر لانے میں روحانی خوشی محسوس کرتا ہے کہ میرے مرشد میرے گھر تشریف لاویں گے تو گویا رحمت خدا کا میرے گھر پہ نزول ہوگا۔ مگر آج کا پیر بڑا عقل مند ہے وہ مرید کے ہاں اس وقت تشریف لاتا ہے۔ جب مرید کے ہاں خوشی ہو، پیر صاحب مرید کے ہاں اس وقت آتا ہے جب مرید کے گھر فصل آجائے۔ حضور فصلانے والا پیر تو فصلاتا

پیر و مرید

پر ہی تشریف لائے گا۔ بلا فصل کا دامن پکڑو جو ہر مصیبت میں مشکل کشا نظر آئے ہاں اس پیر صاحب تشریف لاتے ہیں جب مرید کے گھر گندم آجائے جب کپاس کماد کے پیسے آجائیں آج کا پیر مرید کے گھر اس وقت آتا ہے جب مرید کے گھر بچہ پیدا ہو۔ آج کا پیر مرید کے گھر اس وقت نزول جلال فرماتا ہے جب مرید کے گھر شادی ہو۔ آئے تھے پیر صاحب مرید کے گھر برکت بن کے اور جب تشریف لے گئے تو مرید کے گھر کا صفایا تھا۔ آئے تو رحمت بن کے اور گئے تو زحمت ہی زحمت چھوڑ گئے۔ صلوٰۃ ... نے دنیا کے پیروں کو ان کے ہاں آتا دیکھ کر اپنے پیر مولا سے عرض کی کہ مولا میرے گھر گندم کی فصل اور کپاس کے پیسے آگئے ہیں آپ بھی میرے گھر تشریف لاویں مولا میرے گھر بچہ پیدا ہوا ہے آقا ہمارے ہاں شادی ہے مہربانی فرما کر تشریف لادیں میرے مولا نے فرمایا کہ میں نہیں آتا عرض کی مولا دنیا کے پیر تو مریدوں کے ہاں آیا کرتے ہیں آپ بھی تشریف لادیں فصل تیار ہے فرمایا فصلانے والے پیر اور ہیں ہم تو بلا فصل ہیں۔ عرض کی مولا آپ ضرور تشریف لادیں فرمایا نہیں آتا، آقا کبھی نہیں آؤگے فرمایا نہیں ضرور آؤں گا میں نے عرض کی کب آؤگے فرمایا جب تم مرنے لگوگے جب تم قبر میں اکیلے جاؤگے جب تم محشر میں پریشان ہوگے جب تم پیاسے ہوگے اور کوثر کے متلاشی ہوگے جب تمہارے عمل میزان پر تلیں گے میں ضرور آؤں گا۔ جب تم پل صراط سے گزرنے لگوگے مسلمانوں خوشی کے وقت تشریف لاکر نذرانہ لینے والے پیر اور ہیں اور قبر و حشر محشر اور پل صراط سے پار پہنچانے والے پیر اور ہیں۔ شربت پینے والے والے پیر اور ہیں اور کوثر پلانے والے پیر اور ہیں ارے جنت میں جانے والے پیر اور ہیں اور جنت میں لے جانے والے پیر اور ہیں۔ صلوٰۃ میرے مولا کا ارشاد سنو! یَا حَارِ هَمْدَانَ مَنْ يَمُتْ يَرَانِيْ۔ مُؤْمِنًا كَانَ اَوْ مُنَافِقًا قُبُلًا۔ اے حارث ہمدان ہر مرنے والا مومن ہو یا منافق مجھے ضرور دیکھتا ہے لواعج الاحزان جلد ا ص ۲۱۵، رباعی عرض ہے۔

قبر منکر پہ منکر نکیر آتے ہیں، قبر مومن پہ والد شبیرؑ آتے ہیں
نہ کرو سوال مجھ سے مرقد کا ہٹو ہٹو جناب امیر آتے ہیں

(صلوٰۃ)

مومن کی قبر میں جناب امیرؑ کی امداد و تعلیم

خلاصۃ المصائب میں ہے کہ ایک مرد نیک نے ایک مومن دین دار کو جو دوست اہلبیت اطہار تھا بعد اس کے مرنے کے خواب میں دیکھا کہ جب لوگ اس کو دفن کر کے قبر میں تنہا چھوڑ کر واپس چلے گئے تو دو شخص بشکل مہیب جن کی آنکھیں مثل برق کے چمکتی تھیں اور سر کے بال زمین تک لٹکتے تھے اس کی قبر میں آئے اور اس کے اعتقادات کے متعلق سوال کرنے لگے پہلا سوال مَنْ رَبُّكَ بتا تیرا پروردگار کون ہے وہ ان کی ہیبت سے ایسا گھبرایا کہ زبان کی طاقت زائل ہوگئی اور کچھ جواب نہ دے سکا اتنے میں ایک نورانی شکل والے بزرگ تشریف لائے اور قریب بیٹھ گئے۔ مومنین آپ سمجھے کہ وہ کون بزرگ تھے وہ آپ کے مولا مشکل کشا دستگیر بے کساں، رہبر انس وجاں جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہم السلام تھے شفقت سے فرمانے لگے اے مرد خدا کیوں گھبراتا ہے ان کے جواب میں کہہ دے اَللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ رَبِّیْ اس نے مولا سے سبق حاصل کر کے فوراً کہا اَللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ رَبِّیْ۔ اللہ تعالٰے جس کی عظمت بہت بڑی ہے میرا پروردگار ہے پھر فرشتوں نے پوچھا مَنْ نَبِيُّكَ بتا تیرا نبی کون ہے وہ چپ ہی تھا کہ جناب حیدر کرار نے کہا کہ مُحَمَّدٌ نَبِيِّیْ محمد مصطفیٰ میرے نبی ہیں۔ پھر فرشتوں نے پوچھا مَنْ اِمَامُكَ بتا تیرا امام کون ہے پھر حضرت نے کہا کہ کہہ دے وَعَلِيُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اِمَامِیْ یعنی علی ابن ابی طالب میرے امام ہیں جب دوسرے امام کا سوال کیا تب بھی حضرت نے اسے فرمایا کہہ دے اَلْحَسَنُ ابْنُ عَلِیٍّ اِمَامِیْ۔ حسن ابن علی میرے امام ہیں وہ بموجب تعلیم حضرت کے جواب دیتا گیا۔ جب فرشتوں نے تیسرے امام کا سوال کیا تو حضرت رونے لگے اور اس مرد سے فرمایا کہہ اَلْحُسَیْنُ الشَّهِیْدُ بِکَرْبَلَآءَ اِمَامِیْ اس شخص نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام سنا جواب دینا تو بھول گیا بے ساختہ منہ سے نکلا ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ اور رونے لگا حضرت کو بھی تاب نہ رہی روتے روتے غش کھا گئے آخر فرشتے پکارے اے عاشقِ حسینؑ خاموش ہوجا تیرے رونے سے حیدر کرار غش کھا گئے ہیں۔ جب حضرت کو غش سے افاقہ ہوا تو فرشتوں نے فرمایا میرے مظلوم بیٹے کے عاشق سے کچھ نہ پوچھو تم دیکھتے نہیں کہ فرزند رسولؐ سے یہ کس قدر محبت و عقیدت رکھتا ہے۔ بس حضرت کا فرمان سن کر فرشتے وہاں سے چلے گئے

لواعج الاحزان جلد ۱ صفحہ ۲۱۵ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ شعر

تمنا ہے محبت میں مروں آلِ اطہر کی
ہم ایسی موت کو حیدر سدا جینا سمجھتے ہیں

پہلا گروہ معصومین کا بغیر حساب کے جنت میں

بروز محشر محشور ہونے والے تین گروہ ہوں گے ایک گروہ وہ ہوگا جو بغیر حساب کے جنّت میں جائے گا۔ کلام پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ پارہ ۲۳ رکوع ۱۶ سوائے اس کے نہیں کہ صابرین کو بغیر حساب کے اجر عطا کیا جائے گا۔ ملاں لوگ کہتے ہیں کہ قیامت کو نبی بھی نفسی نفسی پکاریں گے اگر ملاّں کی بات سچی ہے تو اس آیت کو قرآن پاک سے نکال دو سنو! وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ پارہ ۲۹ رکوع ۱۷ کتنے منہ اس دن تازہ ہوں گے اپنے پروردگار کی طرف رحمت کی نظر کرنے والے اور سنو! وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ پارہ ۳۰ رکوع ۵ اور کتنے منہ اس دن روشن ہیں جو ہنستے خوش خوش ہوں گے ان آیات سے ثابت ہوا کہ ایک گروہ ایسا ہوگا جو قیامت کو میدان محشر میں تشریف لائے گا جس طرح مومن عید کی نماز کو خوش خوش جاتا ہے یہ گروہ معصومین علیہم السّلام کا ہوگا جو قیامت کو شفاعت کا تاج پہن کر ہم گنہگاروں کی شفاعت کرے گا ارے جو دنیا میں جنّت تقسیم کریں ان کے بارے میں کیسے گمان ہو سکتا ہے کہ وہ قیامت کو نفسی نفسی پکاریں گے۔ ہشام بن حکم سے مروی ہے کہ جبل سے ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔

محشر میں پنجتن سے شناسائی ہوگی

حضور کی زیارت کرنے کے بعد آپ سے عرض کی اے فرزندِ رسولؐ میرے پاس دس ہزار درہم ہیں جنہیں میں آپ کے حوالے کرتا ہوں آپ میرے لئے اپنی پسند کا ایک مکان خرید فرمادیں کہ جب میں حج سے واپس آؤں تو اس میں رہوں گا۔ وہ شخص دس ہزار درہم حضورؑ کو دے کر حج کو روانہ ہو گیا جب وہ شخص حج سے واپس آیا تو امام نے اُسے اپنے مکان میں ٹھہرایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی پسند کا مکان تیرے لئے فردوس دجناں میں خرید کیا ہے اس کے بعد امام نے ایک دستاویز اس کے حوالے کی کہ یہ مکان کا بیع نامہ ہے اس شخص نے دستاویز خوشی سے قبول فرمائی امام نے تمام درہم اولاد امام حسنؑ اور اولاد امام حسین علیہما السلام پر تقسیم

امام جعفر صادقؑ نے جنت کا مکان لکھ دیا

کر دیئے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص اپنے گھر واپس چلا گیا جو کچھ عرصہ کے بعد بیمار ہُوا تو اس نے تمام گھر والوں کو جمع کیا اور انہیں قسم دی کہ امام کی تحریر کردہ دستاویز اس کی قبر میں رکھ دیں۔ اس کی موت کے بعد لواحقین نے حسب وصیّت امام کی تحریر کردہ دستاویز کو اس کے ساتھ کفن میں رکھ کر اسے دفن کر دیا دوسرے روز جب لوگ اس کی قبر پر گئے تو اس دستاویز کو قبر کی پشت پر پایا اور اس کی پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ کے ولی جعفرؑ بن محمدؑ نے جس طرح وعدہ کیا تھا اسی طرح پورا ہُوا۔ کنوز المعجزات ص۱ یہ گروہ جو دنیا میں لوگوں کو جنّت عطا فرما سکتے ہیں یہ قیامت کو خوش خوش ہی محشر میں تشریف لا دیں گے اور یہ لوگ ہوں گے معصومین علیہم السّلام صلوٰۃ۔ دوسرا گروہ وہ ہو گا جن کا قیامت میں حساب کتاب ہو گا قرآن کی آواز سنو! فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ پارہ ۳۰ رکوع ۲۴ پس جو کوئی ذرّہ برابر نیکی کرے گا اس کو بھی دیکھے گا اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا اس کو بھی پا دے گا۔ یہ دوسرا گروہ مومنین کا ہو گا جن کا قیامت کو حساب کتاب ہو گا۔ معصوم سے کسی نے مومن کے بارے میں سوال کیا کہ اسے فرزندِ رسولؐ مومن کی پہچان کیا ہے۔ فرمایا مومن تین کام جلدی کرتا ہے۔ نمبر ۱:۔ مومن نماز کو اوّل وقت میں پڑھتا ہے نمبر ۲:۔ مومن جنازہ جلدی دفن کرنے کی کوشش کرتا ہے شریعتِ رسولؐ میں ہے کہ میّت کو قریب کے قبرستان میں جلدی دفن کر دو۔ مگر ہم مومنین ہیں کہ بیس بیس بلکہ چالیس پچاس پچاس میل تک جنازے کو اٹھائے پھرتے ہیں کہ فلاں جگہ اسے دفن کرنا ہے اور وہاں ہمارا قبرستان ہے دوسری طرف ہمارا معاملہ بالکل حکم خدا رسولؐ کے برعکس ہے۔ میّت کو جلدی دفن کرنے کی بجائے دو دو دن تک برف میں میّت کو رکھا جاتا ہے کہ کراچی پشاور والے رشتہ دار جب تک نہیں آجاتے اسے دفن نہیں کیا جائے گا رشتہ داروں کی انتظار میں میّت خراب ہو جائے تو ہو جائے مگر سارے رشتہ دار آکر منہ ضرور دیکھ لیں نمبر ۳:۔ تیسری مومن کی پہچان معصوم نے فرمائی کہ مومن اپنی لڑکی کے بالغ ہونے پر فوراً شادی کر دیتا ہے جوان بچیوں کو گھر بٹھائے رکھنا مومنین کی شان نہیں ہے اس معاملہ میں ہم مومنین کا دستور نرالہ ہی ہے کہ اکثر بچیوں کی شادی ہی نہیں ہو سکتی کہ ہماری شان کے

برابر کا آدمی ہی نہیں دنیا میں ملتا ۔ استغفر اللہ ۔ بچی کی شادی کی تاخیر اس کے علاوہ جہیز کا پورا نہ ہونا بھی ہے ۔ مسلمانو یہ حالات ہم نے خود پیدا کئے ہیں اولاد کی اچھی طرح تربیت کا نہ ہونا اور ہمارا اپنا عمل ہے کہ کبھی بھولے سے بھی محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کے قول و فعل پر نگاہ نہ کرنا یہ سب کچھ مصیبتیں اپنے لئے ہم نے خود پیدا کی ہیں ۔ کاش کہ ہم مسلمان محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے اسوہ حسنہ سے سبق حاصل کر کے اطمینان کی زندگیاں بسر کرتے میں کہتا ہوں اگر معیار زندگی مناسب و سادہ ہو اولاد کی تربیت دینی سطح پر ہو اور پھر خدا رسولؐ پر بھروسہ کرتے رہو یقیناً کوئی دقت پیش نہیں آئے گی ۔ کیوں مسلمانوں کیا بتولؑ کے باپ سے بھی کسی لڑکی کا باپ زیادہ عزت و شرف والا ہے کیا کسی کو سیدہ کے ظاہری جہیز جیسا جہیز بھی میسر نہیں آتا ۔ کیا زینبؑ و کلثومؑ کے باپ سے بھی کسی کا باپ زیادہ عظمت رکھتا ہے پھر کیوں محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے اسوۂ حسنہ سے احتراز کیا جاتا ہے ۔ حیف ہے اس مومن پر جو محمد و آل محمد کے قائم کردہ دستور و قانون کو چھوڑ کر کوئی نئی راہ نکالنا چاہتا ہے ۔
قرآن مجید میں تو قدرت کا اعلان واضح موجود ہے ۔ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا پارہ ۲۸ رکوع ۴ جو کچھ میرا حبیب محمدؐ مصطفیٰ تم کو عطا کرے اسے لے لو اور جس سے تم کو میرا حبیب منع کرے اسے چھوڑ دو صلوٰۃ ۔ بس جب انسان نے اطمینان کی زندگی بسر کرنی ہے اس کے لئے لازم و ضروری ہے کہ محمد و آلِ محمدؐ کے اسوۂ حسنہ پر سختی سے کاربند رہے یقیناً دین و دنیا میں راحت و آرام نصیب ہوگا ۔ ہاں میں مومن کی پہچان عرض کر رہا تھا ، سائل نے عرض کی مولا مومن کی کوئی اور نشانی ارشاد فرمائیں فرمایا مومن تین سوالوں کے جواب کی تلاش و فکر میں رہتا ہے سائل نے عرض کی وہ تین سوال کیا ہیں جن کے جواب کی تلاش و فکر مومنین کو رہتی ہے ارشاد فرمایا پہلا سوال قیامت کو یہ ہوگا ۔ کہ جوانی جیسی نعمت کو کہاں صرف کیا ہے ۔ کیا تو نے کبھی اس نعمت کے عطا کرنے والے کا بھی شکریہ ادا کیا ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے تجھے جوانی جیسی نعمت بن مانگے عطا کی تھی ۔ نوجوانو اس جوانی کو سنبھل کر گزارنا اس کے بارے میں سختی سے سوال ہوگا ۔ دوسرا سوال یہ ہوگا کہ تو نے رزق کہاں سے حاصل کیا ۔ حلال طریقے سے رزق کمایا تھا یا حرام طریقے سے

قیامت میں تین سوال

مال جمع کیا تھا۔ پس حلال زادوں کو چاہیئے کہ حلال طریقے سے رزق کمائیں چاہے کم ہی کیوں نہ ہو حلال زادے اور حرام زادے میں صرف فرق ہی یہ ہے کہ حلال زادہ حلال طریقے سے رزق کماتا ہے اور حرام زادہ حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتا اور تیسرا سوال یہ ہوگا کہ تونے جو رزق کمایا تھا اس کو خرچ کہاں کیا ہے کیا میرے فرمان کے مطابق خرچ کیا یا یہ کہ شیطان کی زیر سرپرستی مال خرچ کیا گیا ہے جو لوگ اپنا مال حرام کاموں پر خرچ کرتے ہیں وہ یاد رکھیں ایک دن یہ سب حساب دینا پڑے گا۔ سینما جانے والو، ناچ گانے اور راگ کے شوقینو۔ فقیروں اور محتاجوں کو دھکے دینے والو۔ کتے اور کنجریوں کے شیدائیو۔ بھنگ اور شراب کے مستانو۔ سود اور رشوت خورو۔ حدود اللہ کو توڑنے والو، اپنے مال کے خرچ کے حساب دینے کی تیاری کرلو اللہ تعالےٰ نے یہ مال تمہاری آزمائش کے لئے تمہیں عطا کیا ہے حدیث قدسی سنو۔ اَلْمَالُ مَالِیْ وَالْاُمَرَاءُ وُکَلَائِیْ وَالْفُقَرَاءُ عَیَالِیْ۔ قدرت کا ارشاد ہے کہ تمام مال میرا مال ہے اور اُمراء میرے وکیل ہیں اور محتاج فقیر میرے عیال ہیں۔ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے مقرر کردہ وکیل کہاں تک دیانتداری سے ہمارے عطا کئے ہوئے مال کو خرچ کرتے ہیں۔ صلوٰۃ

پس یہ دوسرا گروہ ہے کہ جس کا قیامت کو حساب کتاب ہوگا اور اس گروہ کا نام ہے۔ مومن اور تیسرا گروہ بغیر حساب کے جنت میں تشریف لے جائے گا جس کے بارے میں عنوان بیان کی آیت شاہد ہے۔ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰھُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ پارہ ۲۷ رکوع ۱۲۔ ہم پہچان لیں گے مجرمین کو ان کے چہروں سے پس ان کے سر کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ کر انہیں جہنم میں ڈال دیں گے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجرمین کے اعمال کا کیا بنے گا تو قرآن مجید کی آواز آتی ہے فَحَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا۔ پارہ ۱۶ رکوع ۲ پس کھوئے گئے عمل ان کے پس نہ قائم کریں گے ہم واسطے ان کے دن قیامت کے تول۔ اس آیت میں اعمال کے ضبط ہونے کا ذکر نہیں ہے بلکہ خدا نے لفظ حبط فرمایا ہے حبط اور ضبط میں فرق ہے۔ ضبط کا ترجمہ ہے کہ کسی شیئ کو قابو میں کرنا چھیننا تو ضبط سے ثابت ہوا کہ کوئی شیئ ہے جس کو چھینا گیا ہے مگر حبط کا معنی یہ نہیں ہے بلکہ حبط اسے کہتے ہیں جو واقعی نہ ہو یعنی عمل کرنے والا عمل کرتا ہے

تیسرا گروہ سابقین جنت میں

تمام اعمال حبط ہوں گے

اور قدرت اُسے عمل ہی نہ شمار کرے ارشاد قدرت ہے۔ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ پارہ ۱۶ رکوع ۳ وہ لوگ کہ کھوئی گئی سعی ان کی بیچ زندگانی دنیا کے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھا کرتے ہیں کام بعض ایسے لوگ جو گمان کرتے ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس کو اچھا شمار ہی نہیں کرتا یہ حبط ہونا ہے مسلمانو اگر ابلیسؑ کی ہزاروں سال کی عبادت خلیفۂ حق کی تعظیم نہ کرنے پر حبط ہو سکتی ہے تو محمدؐ مصطفیٰ کی امت کا کوئی بندہ اگر خلیفۂ حق سے انحراف کرے تو اس کی عبادت کیونکر حبط نہ ہوگی بس خلیفۂ حق کے باغی اگر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ خیرات بھی کرتے رہیں تو سب حبط ہوں گے۔ رباعی عرض ہے۔

رباعی

زباں حسن حقیقت کا اعتراف نہیں   حضور دیدۂ دل کا غبار صاف نہیں
بدن پہ جامۂ احرام دل میں بغض علیؑ   تیرے نصیب کا چکر ہے یہ طواف نہیں

(صلوٰۃ)

اگر نمازی کا کعبہ سے منہ پھر جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے تو فیصلہ دو کہ جس نے اپنا منہ وارثِ کعبہ سے پھیر لیا اس کے عمل کیونکر قبول ہوں گے۔ مولا کی شان میں رباعی سنو!

رباعی

علیؑ کا کون ہمسر ہے علیؑ سے کون بہتر ہے   زچہ خانہ جوان کا ہے وہی اللہ کا گھر ہے
محمدؐ اور علیؑ میں فرق نازک ہے بہت واعظ   وہ محبوب خدا ہے یہ محبوب پیغمبرؐ ہے

(صلوٰۃ)

قبر اور حشر میں مختلف سوالات

آپ غور سے سماعت فرمائیں لوگو حساب دو مقام پر ہوگا ایک قبر میں دوسرا حشر میں جو سوال قبر میں ہوں گے وہ غالباً حشر میں نہیں ہوں گے اور جو سوال حشر میں ہوں گے وہ قبر میں نہیں ہوں گے لوگو قبر میں اصول یعنی اعتقادات کے بارے میں سوال ہوگا اور محشر میں فروعات و عبادات کا سوال ہوگا جو لوگ قبر کے اصولی یعنی لازمی پرچوں میں فیل ہو جائیں گے قیامت کو ان سے فروعات کا کوئی سوال نہ ہوگا۔ سنو اور یاد رکھو اصول و اعتقاد میں جو ناکام رہیں گے ان کے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ خیرات کو حبط کیا جائے گا اور بغیر حساب کے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے میدان محشر میں صرف حساب ان کا ہی ہوگا جن کے اصول و

اعتقادات درست وصحیح ثابت ہوں گے قبر میں پہلا سوال ہوگا۔ مَنْ رَبُّكَ بتا تیرا رب کون ہے اگر اس سوال کا جواب صحیح دے دیا کہ اَللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ رَبِّیْ اللہ تعالیٰ جس کی عظمت بہت بڑی ہے وہ میرا پروردگار ہے۔ تو پھر دوسرا سوال ہوگا مَنْ نَبِيُّكَ بتا تیرا نبی کون ہے اور اگر پہلے ہی سوال کے پرچے میں فیل ہوگیا تو اس کی خوب پٹائی ہوگی اور پٹائی کے بعد اس کی پیشانی پر لکھا جائے گا۔ هٰذَا الرَّجُلُ مُشْرِكٌ یہ بندہ مشرک ہے اور قبر میں ایک دروازہ جہنّم کی طرف کھول دیا جائے گا جس کی وجہ سے قیامت تک عذاب میں مبتلا رہے گا اور اگر اس نے مَنْ نَبِيُّكَ یعنی اپنے نبی کے بارے میں کہہ دیا کہ میرا نبی محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو تیسرا سوال ہوگا ورنہ پٹائی کی جائے گی اور اس کی پیشانی پر لکھا جائے گا هٰذَا الرَّجُلُ كَافِرٌ یہ مرد کافر ہے اور قبر سے جہنّم کی طرف دروازہ کُھل جائے گا اور اگر دوسرے پرچے کا جواب صحیح دے دیا تو تیسرا سوال ہوگا مَنْ اِمَامُكَ بتا تیرا امام کون ہے اس پرچے میں بے شمار لوگ فیل ہوں گے کیونکہ پرچہ کچھ لمبا ہے ایک نہیں پورے بارہؑ کے نام بتلانے پڑیں گے اگر صاحب قبر نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے لے کر قائم آل محمدؑ تک تمام نام یکے بعد دیگرے بتلا دیئے تو چوتھے پرچے کا سوال ہوگا اور اگر اپنا امام نہ بتلا سکا تو فرشتے خوب پٹائی کریں گے پھر اس کی پیشانی پر لکھا جائے گا۔ هٰذَا الرَّجُلُ مُنَافِقٌ یہ انسان منافق ہے جو حق کی امامت کا منکر اور باغی ہے اور جہنّم کا دروازہ کھول دیا جائیگا ان تینوں کے علاوہ جس نے اللہ تعالیٰ نبی اور امام کا صحیح پتہ بتا دیا اس سے تین آسان سوال اور ہوں گے۔ مَا دِيْنُكَ تیرا دین کیا ہے۔ مَا كِتَابُكَ۔ مَا قِبْلَتُكَ۔ تیری کتاب کون ہے تیرا کعبہ کون ہے تیرا دین کیا ہے۔ ان کے جواب آنے پر فرشتے اس کو مبارکباد پیش کریں گے اور اس کی پیشانی پر نور کی قلم سے لکھا جائے گا هٰذَا الرَّجُلُ مُؤْمِنٌ یہ مرد مومن ہے اور اس کے لئے قبر سے جنّت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا قیامت تک یہ شخص انعاماتِ الٰہیہ سے فیضیاب ہوتا رہے گا بس قیامت کو چار طرح کے لوگ میدان محشر میں آئیں گے۔

(۱) کسی کی پیشانی پر مشرک (۲) کسی کی پیشانی پر کافر (۳) کسی کی پیشانی پر منافق (۴) اور

کسی کی پیشانی پر مومن لکھا ہو گا۔ پہلے تین مشرک، کافر، منافق ان تینوں حضرات کے بارے میں ہے۔ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰھُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَ الْاَقْدَامِ۔ ہم مجرموں کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے اور سر کے بال اور قدموں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیں گے

نمازاں چٹ تے روزے گل کی ہویا جاداں سیتی
ٹک لوٹا توں کول کیتی دل توں گئی نہ مول پلیتی
تھے دانگوں گیوں کھلونہ لبنی ہک نہ دینی دو

(صلوٰۃ)

میں کہہ چکا کہ پہلے تینوں بغیر حساب کے جہنم میں جائیں گے قیامت کو حساب انہی کا ہو گا جن کی پیشانی پہ لکھا ہو گا۔ ھٰذَا الرَّجُلُ مُؤْمِنٌ بس چوتھے مومن کا حساب کوئی امیرالمومنین لیں گے۔ بتاؤ نماز پڑھی تھی روزہ رکھا تھا حج کیا تھا زکوٰۃ ادا کی تھی خمس نکالا تھا والدین کی خدمت کی تھی۔ تولیٰ۔ تبرّا کا ورد کیا کرتے تھے اب بتاؤ ورنہ کان پکڑو۔ مومنو! محشر کے میدان کے لئے تیار ہو جاؤ۔ علیؑ کو امام ماننے والو کبھی مولا علیؑ کا حکم بھی مانا کبھی حضرت علیؑ کی پیروی بھی کی، سچ تو یہ ہے کہ تولہ بھر زبان تو علیؑ علیؑ کرتی ہے اور ڈھائی من کی لاش معاویہ کا کردار پیش کرتی ہے ہم ذکر تو علیؑ کا کرتے ہیں اور فکر معاویہ کا رہتا ہے کیوں مومنو تم جو کہتے ہو کہ ہم شجرہ آلِ محمدؐ کے پتے ہیں تو کیا پتوں کو دیکھ کر درخت کو نہیں پہچانا جاتا درخت کی پہچان ہوتی ہی پھل یا پتوں سے ہے تو فرماؤ غیر مذاہب جب ہمارے کردار کو دیکھیں گے تو آسانی سے فیصلہ نہ کر لیں گے کہ جس شجرہ کے یہ پتے ہیں وہ شجرہ کیسا ہو گا کیوں آلِ محمدؐ کے لئے بدنامی کا باعث بنتے ہو، معصوم نے فرمایا شِیْعَتُنَا کُوْنُوْا لَنَا زَیْنًا وَ لَا تَکُوْنُوْا لَنَا شَیْنًا۔ ہمارے شیعو ہمارے لئے زینت بنو اور ہمارے لئے بدنامی کا باعث نہ بنو تمہارے کردار و گفتار کو دیکھ لوگ کہیں رَحْمَتُ اللّٰہِ عَلٰی جَعْفَرَ ابْنِ مُحَمَّدٍ اللہ کی رحمت ہو جعفر ابن محمدؐ پر کہ کیسے اچھے شاگرد اس نے تیار کئے ہیں۔ حضرت علیؑ ابن الحسینؑ سے مروی ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آ کر کہنے لگا کہ مولا میں گنہگار ہوں اور اب معصیت پر صبر نہیں کر سکتا آپ مجھ کو کوئی ایسا طریقہ سمجھائیں کہ میں گناہ بھی کرتا

کونوا لنا زینا

رحمۃ اللہ علی جعفر

علی ابن الحسین علیہما السلام کا گنہگار کو موعظہ

رہوں اور دوزخ سے بھی بچ جاؤں امام نے فرمایا ایک طریقہ نہیں بلکہ چار طریقے میں تجھے بتلاتا ہوں جونسا پسند آئے اس پر عمل کرنا اس نے عرض کی مولا ارشاد فرمادیں تو حضور نے فرمایا پہلا یہ کہ خدا کے رزق کو مت کھا پھر جو گناہ چاہے کر اس نے کہا کہ یابن رسول اللہ۔ اللہ تعالےٰ کے رزق کھائے بغیر گزارا ہی نہیں ہو سکتا۔ دوسرا فرمایا بے شک گناہ کر مگر ایسی جگہ تلاش کر کہ جہاں خدا تجھ کو نہ دیکھ سکے عرض کی مولا اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے میں کہاں جاؤں۔ تیسرا فرمایا ملک الموت جب روح قبض کرنے کو آئے تو اُسے دفع کرنا اور ہرگز نہ مرنا پس جو جی چاہے گناہ کئے جا اس نے عرض کی اے فرزند رسولؐ ملک الموت پر غلبہ حاصل کرنا میرے بس کا روگ نہیں ہے فرمایا چوتھا طریقہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ میں ڈالے تو دوزخ میں جانے سے صاف انکار کر دے اور جو گناہ جی میں آئے کئے جا۔ اس نے عرض کی مولا یہ تو میں نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالےٰ ہر شئے پر قادر ہے امام نے فرمایا اگر اتنا کمزور ہے تو اس کی فرمانبرداری کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں جامع الاخبار ص۱۲۵۔ صلوٰۃ۔ ہاں میں نے عرض کیا ہے کہ قبر میں بارہ اماموں کا نام دریافت کیا جائے گا۔ لہٰذا ان کی معرفت و پہچان لازم و واجب ہے اگر آپ حضرات کو چہاردہ معصومین علیہم السلام کی ضرورت ہے تو بتلائیں آپ نے بارہ اماموں میں سب سے کم زندگی کس امام کو نصیب ہوئی ہے۔ سنو چودہ معصوموں میں سے دنیا کی زندگی سب سے کم حضرت سیدہ طاہرہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی ہے یعنی کل عمر ہے بتولؑ کی اٹھارہ برس اور اماموں میں سب سے کم عمر ہے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی حضور کی کل دنیا کی زندگی ہے سوا پچیس برس اتنی کم مدتِ عمر اور کسی امام کی نہیں ہے مگر آنحضرت کے معجزات و کمالات اتنے ہیں کہ انسانی عقل کے بس کا روگ نہیں کہ تمام کا احصاء کر سکے میں چند واقعات بطور نمونہ کے سپرد ناظرین کرتا ہوں۔ صلوٰۃ۔ کشف الغمہ میں منقول ہے علی بن خالد کہتا ہے کہ میں سامرہ میں تھا کہ میں نے سنا کہ ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اسے قید کر کے سامرے لایا گیا ہے علی بن خالد کہتا ہے کہ میں قید خانہ کی طرف گیا اور نگہبانوں سے اس قیدی کے ملنے کی اجازت مانگی میں نے جو اُسے دیکھا اور اس سے گفتگو کی تو اسے نہایت صاحبِ عقل

معصومین میں سے کم عمر ہونے والے

رات میں ایک شخص کو مختلف مقامات پر پہنچا دینا

سلیم اور فہم مستقیم پایا جب اس سے اس کی قید کا دریافت کیا تو اس نے بیان کیا کہ میں شام میں اس مقام پر عبادت کرتا تھا جس مقام پر حضرت امام حسین علیہ السّلام کا سر اطہر نصب کیا گیا تھا اس مقام کو میں نے جائے متبرک سمجھ کر اس مقام کی مجاورت اختیار کر لی ایک شب میں عبادت میں مشغول تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے اور مجھے ساتھ لے کر فوراً مسجد کوفہ میں پہنچ گئے اس بزرگ نے بھی وہیں نماز ادا کی اور مجھے بھی نماز پڑھنے کا حکم کیا پھر تھوڑی دُور چلے کہ مدینہ آگیا میں نے رسولؐ خدا کے روضۂ انور کی زیارت کی اور اس بزرگ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اس بزرگ کے ساتھ تھوڑی دُور چلا کہ مکہ معظمہ آگیا اور ہم نے طواف کعبہ کیا اور نماز ادا کی کعبہ کی زیارت سے فارغ ہو کر میں اس بزرگ کے ساتھ چلا چند قدم چلا کہ میں وہاں پہنچا جہاں شام میں عبادت میں مشغول تھا وہ بزرگ نظروں سے غائب ہو گیا ایک سال تک پھر اس بزرگ کی زیارت نہ ہوئی سال کے بعد وہ پھر تشریف لائے اور حسب سابق مجھے ساتھ لے کر کوفہ۔ مدینہ اور مکہ کی زیارت کرائی اور اسی مقام پہ واپس لے آئے اب میں نے اس بزرگ کو خدا تعالےٰ کا واسطہ دے کر دریافت کیا کہ آپ کا اسم مبارک کیا ہے مجھے اپنا تعارف تو کرائیں انہوں نے کہا کہ میں محمد بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام ہوں۔ الحاصل میں نے اپنے ملنے والوں سے اس واقعہ کا ذکر کیا انہوں نے حاکم وقت کو اس واقعہ کی خبر دی تب محمد بن عبدالملک زیّات نے مجھے زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا اور یہاں عراق بھیج دیا نہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور نہ میں قرآن و اسلام کا منکر ہوں۔ خالد بن علی کہتا ہے کہ میں نے اُسے کہا کہ میں محمد بن عبدالملک زیّات کو صحیح واقعہ کی اطلاع کرتا ہوں کہ اس نے ہرگز نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا یہ سب تہمت ہے اسے رہا کرنا چاہیے غرضیکہ خالد بن علی نے سارا واقعہ تحریر کر کے محمد بن عبدالملک کو بھیجا کہ اس نے کوئی نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا بلکہ ایک واقعہ لوگوں سے ذکر کیا ہے جس میں حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام نے اُسے ایک رات میں کوفہ۔ مدینہ اور مکّہ کی زیارت کرائی ہے جب یہ خط حاکم وقت کو ملا تو اس نے اس کاغذ کی پشت پہ تحریر کیا کہ جس شخص نے ایک رات میں اِسے کوفہ، مدینہ اور مکّہ کی زیارت کرائی ہے اُسے کہے کہ اس قید سے بھی

اسے رہا کرا کے لے جائے۔ خالد بن علی کہتا ہے کہ مجھے اس کے اس جواب سے سخت رنج ہوا اور صبح کو قید خانہ کی طرف چلا کہ اس کو اس واقعہ کی خبر دوں اور صبر کی تلقین کروں جب قید خانہ کے پاس پہنچا تو بہت سے لوگوں کا ہجوم پایا جس میں فوج کے لوگ بھی ہیں اور قید خانہ کے نگہبان بھی، میں نے کیفیت دریافت کی تو لوگوں نے کہا کہ وہ قیدی جو شام کا رہنے والا تھا آج رات کو قید خانہ سے غائب ہو گیا ہے نہیں معلوم اُسے زمین نگل گئی ہے یا طائر اُسے اڑا لے گئے علی بن خالد یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور سمجھ گئے کہ یہ معجزہ بھی امام محمد تقی علیہ السلام کا ہے کہ حضرت اپنے دوست کو قید سے آزاد فرما کے لے گئے۔ علی بن خالد کہتا ہے کہ ایک سال کے بعد شام میں وہ قیدی مجھے ملا میں نے اس شخص سے کیفیت دریافت کی تو اس نے کہا کہ اسی شب امام محمد تقی علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے ارشاد فرمایا اٹھ اور میرے ساتھ چل اب جو میں اٹھا تو حکم امام سے زنجیریں الگ ہو گئیں اور میں امام کے ساتھ قید خانہ سے باہر آیا میں پاسبانوں کو دیکھتا تھا اور مجھے کسی نے نہ دیکھا اور اس بزرگوار نے چشم زدن میں مجھے شام پہنچا دیا صلوٰۃ۔

علی بن خالد پہلے زیدی مذہب رکھتا تھا اس معجزہ کو دیکھ کر حضرت کی امامت کا قائل ہو کے مذہب امامیہ میں داخل ہو گیا۔ لواعج الاحزان جلد ا ص ۴۷۶۔ منقول ہے کہ جب مامون ملعون کو امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد لوگوں نے لعنت و ملامت کی تو اس نے چاہا کہ اپنے کو کسی طرح الزام سے بری کرے جب وہ خراسان سے بغداد آیا تو مدینہ منورہ سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو باعزاز و اکرام بغداد میں بلایا حضرت تشریف لائے ابھی ملاقات نہ ہوئی تھی کہ ایک روز مامون شکار کے لئے سوار ہوا۔ اتفاق سے راستہ میں لڑکے کھیل رہے تھے جو مامون کی شوکت شاہانہ دیکھ کر ڈر سے بھاگ گئے مگر امام محمد تقی علیہ السلام جو انہی لڑکوں میں موجود تھے اپنے مقام پر کھڑے رہے مامون نے شوکت و جلالت امامت دیکھ کر گھوڑا روک لیا اور پوچھنے لگا اے صاحبزادے سب لڑکے تو میری سواری دیکھ کر بھاگ گئے ہیں تم کیوں کھڑے رہے امام نے فرمایا امیر راستہ تنگ نہ تھا کہ میں علیحدہ ہو جاتا اور میں نے کوئی خطا کی ہے کہ میں بھاگ جاتا۔

قیدی کو آزاد کرنا

امام کا مامون کو جواب دینا

اور نہ تجھ پر میرا گمان ہے کہ تو بے جُرم مجھے ستائے گا پھر میں کیوں بھاگتا۔ مامون آپ کے لطفِ تقریر اور حُسن و جمال کو دیکھ کر محو ہو گیا اور دریافت کیا کہ تمہارا اور تمہارے والد کا کیا نام ہے آپ نے فرمایا میرا نام محمد تقی بن رضا علیہ السلام ہے اس کے بعد مامون شکار کو چلا گیا جنگل میں باز شکاری کو شکار پر چھوڑا جو نظروں سے غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد باز واپس آیا تو اس کی منقار میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی یہ دیکھ کر مامون کو مچھلی پر تعجب ہوا جب مامون شکار سے واپس آیا تو مچھلی کو مٹھی میں لئے ہوئے تھا جب اسی مقام پر پہنچا تو پہلے کی طرح تمام لڑکے بھاگ گئے اور حضرت وہیں کھڑے رہے مامون نے حضرت سے کہا کہ اے محمدؐ بتلاؤ کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے حضرت نے علم امامت سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چند دریا خلق کئے ہیں اور ابر اُن دریاؤں سے بلند ہوتا ہے اور چھوٹی چھوٹی مچھلیاں ابر کے ساتھ کھنچ جاتی ہیں بادشاہوں کے باز ان کو شکار کرتے ہیں اور بادشاہ انہیں ہاتھ میں چھپا کر خاندانِ رسالت کا امتحان لیتے ہیں یہ سن کر مامون نے کہا اَنْتَ ابْنَ الرِّضَا حَقًّا بے شک آپ امام رضاؑ کے فرزند ہیں صلوٰۃ محافل و مجالس صد ۲۶۴

باز اور دفعلے مچھلی کا شکار

منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام محمد تقی علیہ السلام کوفہ میں تشریف لائے اور وضو کے لئے پانی طلب فرمایا پانی کے آنے پر آپ نے ایک خشک درخت کے نیچے وضو فرمایا ادھر حضور کے دست النور کے بوسے سے کر پانی جو درخت کی جڑوں پر گرا تو فوراً درخت میں تازگی آگئی اور سرسبز ہو کر بار آور ہو گیا امام کے اس معجزہ کو دیکھ کر منافق جل گئے اور مومن میوے درخت کے کھا کر پل گئے صلوٰۃ۔ ارشاد صد ۲۷۹ چودہ ستارے صد ۳۸۳ نور الابصار صد ۱۴۷

اُمِّ الفضل سے عقد نکاح

منقول ہے کہ جب بنی عباس نے سُنا کہ مامون اپنی لڑکی اُمّ الفضل کا عقد امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ کرنا چاہتا ہے تو بہت سے لوگ جمع ہو کر مامون کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے کہ ہنوز محمد تقیؑ کی عمر دس سال کی بھی نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی علم کی تعلیم پائی ہے اور علم شرع سے بھی واقف نہیں ہیں آپ اپنی شہزادی کا عقد اس سے نہ کریں مامون نے کہا یہ خاندان نبوت و رسالت ہے کائنات کا ہر علم اُن کے سینے میں موجزن ہے۔

حقیقت میں یہی کائنات کے والی و وارث ہیں۔ ہاں اگر تمہیں مزید تسلی کرنی ہے تو امام محمد تقی علیہ السلام سے مناظرہ کر کے امتحان کر لو۔ الحاصل لوگوں نے اس زمانہ کے سب سے بڑے عالم یحییٰ بن اکثم کو امام کے ساتھ مناظرہ کے لئے تجویز کیا اور ایک معین دن کو سب اراکین سلطنت داعیان دولت اور علماء و فضلاء دربار شاہی میں جمع ہوئے اور حضرت کو اس دربار میں صدر مقام پر مامون نے جگہ دی۔ یحییٰ بن اکثم آپ کے سامنے آکر بیٹھا اور مامون سے عرض کی کہ اگر حکم اجازت ہو تو اس صاحبزادے سے کوئی مسئلہ دریافت کروں مامون نے کہا شوق سے دریافت کرو جو جی چاہے کرو یحییٰ نے کہا اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حالت احرام میں شکار کیا اس کا کفارہ شرع انور میں کیا ہے حضرت نے فرمایا اے یحییٰ تیرا سوال مجمل ہے یہ تو بتا کہ اس محرم نے کہاں شکار کیا ہے حل میں یا حرم میں وہ عالم تھا جاہل مسئلہ عمداً شکار کیا یا خطا سے وہ شخص آزاد تھا یا غلام نابالغ تھا یا بالغ یہ شکار اس نے پہلی بار کیا یا پہلے بھی شکار کر چکا تھا وہ شکار پرندوں میں سے تھا یا وحوش سے وہ جانور چھوٹا تھا یا بڑا اب وہ محرم اپنے فعل پہ مصر ہے یا نادم یہ شکار دن میں کیا یا شب کے وقت احرام عمرہ کا باندھے ہوئے تھا یا حج کا یہ سن کر یحییٰ بن اکثم مبہوت ہو گیا اور اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا زبان میں لکنت پڑ گئی مامون نے حالات کو دیکھ کر عرض کی اے ابو جعفر میری جان آپ پہ قربان ہو آپ ہی اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان فرما دیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ محرم جس وقت حِل میں شکار کرے اور وہ صید طیور میں سے ہو اور بڑا بھی ہو تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے اور اگر اسی قسم کا شکار حرم میں کیا ہو تو کفارہ دو بکریاں ہے اگر طیور میں سے کسی بچے کو قتل کیا ہو تو اس کے عوض میں ایک دنبہ کا بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو کفارہ دے گا اور اگر حرم میں اسے مار ڈالا ہو تو ایک دنبہ مع اس بچے کی قیمت کے جسے مار ڈالا ہے کفارہ دے گا اور اگر صید وحوش میں سے ہو تو اس کی کئی صورتیں ہیں اگر وہ جانور حمار وحشی ہے تو ایک گائے اگر شتر مرغ ہے تو ایک اونٹ کفارہ دیگا اور اگر ہرن ہے تو ایک بکری اس کے عوض میں دیگا اور یہ کفارے جانوران وحشی کے جب ہیں کہ حل میں شکار کیا ہو اور اگر حرم میں شکار کیا ہو تو یہی کفارے دو چند ہو جائیں گے اگر احرام عمرہ کا تھا تو کفارہ خانہ کعبہ تک پہنچانا ہوگا۔

یحییٰ بن اکثم سے مناظرہ

محرم کے شکار کا کفارہ

اور مکہ میں قربانی کریگا اور اگر احرام حج کا باندھا تھا تو جانوروں کو منی میں قربانی کرے گا ان کفاروں میں عالم و جاہل دونوں برابر ہیں عمداً صید کرنے والا گنہگار بھی ہوگا حالتِ خطا میں اس پر گناہ نہیں ہے آزاد کے لیئے کفارہ خود اس کی ذات پر ہے غلام کا کفارہ اس کا مالک ادا کرے گا طفل صغیر پر کوئی کفارہ نہیں ہے بالغ پر کفارہ دینا واجب ہے اور جو شخص اپنے صید کرنے پر نادم ہوا تو اس سے عذاب آخرت معاف ہوجائیگا اور اگر اپنے فعل پر مُصر ہوا تو اس پر آخرت میں بھی عذاب ہوگا اس کلام بلاغت نظام کو سُن کر تمام اہل مجلس بالاتفاق آپکی تعریف و ثنا کرنے لگے اس کے بعد امام نے فرمایا یحییٰ ایک مسئلہ میں بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ایک مرد نے ایک عورت پر صبح کے وقت نظر ڈالی تو وہ اس پر حرام تھی دن چڑھنے کے بعد حلال ہو گئی ظہر کے وقت وہی عورت حرام ہو گئی عصر کے وقت حلال ہو گئی پھر مغرب کے وقت حرام ہو گئی اور عشاء کے وقت وہی عورت اس پر حلال ہو گئی آدھی رات کو حرام ہو گئی صبح کے وقت وہی عورت حلال ہو گئی بتا وہ عورت کون تھی۔ یحییٰ نے کہا خدا کی قسم میں اس کا جواب نہیں دے سکتا آپ ہی جواب سے مطلع فرماکر سرفراز فرمادیں۔ فرمایا وہ عورت کسی کی لونڈی تھی ایک شخص اجنبی نے صبح کے وقت اس پر نگاہ ڈالی تو وہ اس پر حرام تھی دن چڑھے اُسے خرید لیا حلال ہو گئی دوپہر کے وقت آزاد کر دیا پھر حرام ہو گئی عصر کے وقت نکاح کر لیا حلال ہو گئی مغرب کے وقت اس نے ظہار کیا حرام ہو گئی عشاء کو کفارہ ظہار دیدیا حلال ہو گئی نصف شب کو اس عورت کو طلاق رجعی دیدی حرام ہو گئی صبح کے وقت رجوع کر لیا حلال ہو گئی تاریخ آئمہ صفحہ ۴۸۵ چودہ ستارے صفحہ ۱ اس کے بعد مامون نے اپنی لڑکی اُم الفضل کا عقد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے کر دیا مگر اس کرمِ امام مسلمانوں نے چین سے نہ رہنے دیا ماموں کے مرنے کے بعد اُم الفضل نے اپنے چچا معتصم کو امام کی شکائتیں کرنا شروع کیں تو اس ملعون نے آپکو مدینہ سے بغداد بلوایا اور اُم الفضل ملعونہ کے ذریعہ آپ کو زہر دیا گیا عزادار و زہر کا ملنا تھا کہ امام شاہی محلات سے اپنا قیام گاہ پر تشریف لائے اور غربت کے عالم میں دوسرے روز انتقال فرمایا ادھر بغداد میں حضور کی شہادت ہوئی اُدھر مدینہ میں رونے کی آوازیں بلند ہوئیں لوگوں نے امام علی نقی علیہ السلام سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میرا بابا بغداد میں شہید ہو گیا ہے روایت میں ہے کہ میرے دسویں امام باعجاز امامت تشریف لائے اور حضور کا غسل و کفن کیا اور جنازہ پڑھا پھر دفن کیا۔ محافل و مجالس صفحہ ۲۷۵ اِلَّا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ایک عورت کئی مرتبہ حلال کئی مرتبہ حرام

شہادت

سولہویں مجلس

وارثان جنت ۔ مہمان اور مالک میں فرق ۔ اہلبیت رسول اور جناب فضہ نے سردار انبیاء کی دعوت کی ۔ جنت سے کھانا آیا ۔ بیت اللہ میں ولادت ۔ پل صراط ۔ پٹھان اور ملاں ۔ بھیڑ اور کتا ۔ بوڑھے کالے جنت میں نہ جائینگے الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ ۔ لوگوں کے اعمال امام کے سامنے فضائل امام رضا علیہ السلام اور واقعات شہادت امام ہشتم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ۔ پارہ ۱۱ رکوع ۲ ۔ یقیناً اللہ تعالےٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات پر خرید کئے ہیں کہ اُن کی قیمت جنت ہے کیونکہ وہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں پس قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں ۔

دنیا کا ہر وہ انسان جو قیامت وحشر اور محشر کے حساب پر ایمان رکھتا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ جنت ہمیں نصیب ہو گی کیونکہ میں ہی حق پر ہوں اور میری ہی عبادت بارگاہ الٰہی میں قبول مقبول ہو گی ۔ بھائیو جنت ایک ایسی پیاری شے ہے کہ ہر مسلمان اس کے لئے کوشاں ہے یہ دن رات کی تقریریں ، آذانوں کی فلک شگاف آوازیں ، بیت اللہ کا حج ، گرمی کے روزے ، سردی کی نمازیں ، زکوٰۃ وخمس ، صدقہ وخیرات ، بڑوں کی تعظیم چھوٹوں پر شفقت یعنی حدود الٰہی کی حفاظت یہ سب کچھ جنت کی خاطر ہو رہا ہے ۔ میں نے مولوی صاحب سے عرض کی کہ آپ

محمد مصطفیٰ کو نوری کیوں کہتے ہیں فرمایا جنّت حاصل کرنے کے لئے عرض کی مولانا آپ تاجدار رسالت کو خاکی کیوں مانتے ہیں کہا کہ جنّت میں جانے کے لئے ارے تم ماتم حسینؑ کیوں کرتے ہو کہا کہ جنّت حاصل کرنے کے لئے ۔ مولانا تم ماتم شبیرؑ پر کفر کا فتویٰ کیوں لگاتے ہو فرمایا جنت میں جانے کے لئے ۔ ملّاں نے فتویٰ دیا کہ دو تعزیہ بند ۔ شبیہ ذوالجناح کرکے رہیں گے بند ۔ علم عباسؑ ہو جائے گا بند ۔ مجلس حسین کر چھوڑیں گے بند ۔ جلوس عزاداری ہونی چاہئے بند ۔ میں نے عرض کی بند بند کی رٹ لگانے والے مولانا آپ کون ہیں فرمایا میں ہوں فاضل دیوبند ۔ میں نے عرض کیا ہے کہ یہ سب دھوحق کے دھندے جنت میں جانے کے لئے ہو رہے ہیں کہ کسی طرح ہمیں جنت مل جائے آیئے ذرا قرآن پاک سے دریافت کریں کہ وہ کون سے لوگ ہیں جن کا مفہوم جنت ہے آواز آتی ہے اَیَطْمَعُ کُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ پارہ ۲۹ رکوع ۸ کیا طمع رکھتا ہے ہر شخص کہ اُسے جنت مل جائے گی ہرگز نہیں ہم جانتے ہیں کہ جس چیز سے پیدا ہوئے ہیں ۔ جنّت کے لئے رُباعی عرض ہے ۔

جلایا سوز دردوں سے سینہ کباب ہم سے کے کیا کریں گے
مئے محبت سے ہے مست دلِ شراب ہم سے کے کیا کریں گے
کہے گا محشر میں رب اکبر زبان قدرت سے اے فرشتو
محبّ آلِ رسولؐ ہیں یہ حساب ہم سے کیا کریں گے (صلوٰۃ)

قدرت کا ارشاد ہے کہ تم نجس پانی سے پیدا ہوئے ہو اور جنّت ہے پاک دطاہر بس جنّت میں کوئی پاک ہی جا سکتا ہے لوگو جنت ہے پاک دطاہر اور ہم ہیں نجس تو ہمارا جنّت سے کیا واسطہ ۔ ارے جنّت میں تو حضرت آدمؑ بھی ترک اولیٰ کرکے نہ رہ سکا تو بے شمار گناہ کرنے والا کس طرح جنت میں جا سکتا ہے بس جس کو جنت میں جانے کی تمنّا ہے وہ پہلے اپنے آپ کو پاک کرے اور پاک ہونے کے بعد جنت میں جا سکے گا ۔ اب ہمیں وہ مقام وہ دروازہ وہ شئے تلاش کرنی چاہیئے جس سے پاکیزگی نصیب ہو گی ۔ پانی سے تو نہا دھو کر پاک نہیں ہو سکتے پانی وغیرہ سے تو عارضی نجاستیں دُور ہوا کرتی ہیں مگر کافر اور کتا تو پانی سے دھونے

پر پاک نہیں ہو گئے۔ کُتا ہے تو نجس العین مگر وفادار خوب ہے کہ جس دروازے سے کھاتا ہے اسی پر بیٹھ کر پہرہ دیتا ہے اندھیری رات میں بھی مالک اور اس کی اولاد کو پہچانتا ہے میں کہتا ہوں کتا باؤلا ہو جائے تب بھی مالک اِسے نہیں بھولتا، کتا جب باؤلا ہو جائے تو جو سامنے آیا اُسے کاٹنے دوڑتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اِسے خیال آتا ہے کہ یہ مجھے مارنے آ رہا ہے اس لئے یہ اُسے کاٹتا ہے باوجود باؤلا ہونے کے بھی مالک کو نہیں کاٹتا کیونکہ یہ اپنے ہی ذہن کا قصور سمجھتا ہے اور مالک کے ذہن پر اعتراض پھر بھی نہیں کرتا۔ معصوم فرماتے ہیں کچھ کام حیوانوں اور پرندوں سے بھی سیکھو تین کام تمہیں کتا سکھائے گا ایک وفاداری۔ دوسرا دوست دشمن کی تمیز اور تیسرا صبر۔ اور فرمایا کہ کوّے سے بھی تین کام سیکھو ایک اپنی قوم و جنس کا خیال و محبّت۔ دوسرا دشمن سے ہوشیاری اور تیسرا احیا صلوٰۃ تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب تک حقیقی نجاست دُور نہیں ہو گی اس وقت تک جنت میں جانا ناممکن و محال ہے۔ ابو حمزہ ثمالی نے روایت کی ہے کہ امام علیؑ زین العابدین نے فرمایا کہ اے ابو حمزہ بہتر جگہ عالم میں درمیان مقام ابراہیم اور رکن یمانی کے ہے اگر کوئی مرد حضرت نوحؑ کی سی عمر پائے اور ہر روز روزہ رکھے اور تمام شب اس مقام مقدّس میں عبادت کرے اور بعد اس کے بدون محبت ہماری کے وفات پائے تو کچھ فائدہ اس کو نہ ہو گا اور دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ ص ۱۷۷۔ جناب شارب نے کیا خوب کہا ہے۔ نظم

در حیدرؑ پہ مر جائیں یہ ہم نے دل میں ٹھانی ہے — کہ ان کے در پہ مر جانا حیاتِ جاودانی ہے
علیؑ کو رہنمائے خلق کچھ یونہی نہیں سمجھا — تلاش حق میں ہم نے زندگی بھر خاک چھانی ہے
غلامِ مرتضیٰؑ کو امتحاں کی آگ میں پرکھو — ٹھہر جائے تو جوہر ہے جو اُڑ جائے تو پانی ہے
مقابل آلِ احمدؐ کے بہت لائے گئے لیکن — حقیقت پھر حقیقت ہے کہانی پھر کہانی ہے
کبھی تارا اُتر آیا کبھی سُورج پلٹ آیا — زمیں پہ آلِ احمدؐ ہیں فلک پہ حکمرانی ہے

غلامانِ علیؑ کے حال کا کیا پوچھنا شارب
کرم ہے آلِ احمدؐ کا خدا کی مہربانی ہے (صلوٰۃ)

مہمان اور مالک میں فرق

جس آیت کو عنوان بیان قرار دیا گیا ہے اس سے ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مومنین سے ان کی جانیں خرید کی ہیں بعوض جنّت - یعنی جنت ان کے حوالے کردی اور ان کی جانیں اپنے کام میں صرف فرمائیں ۔ مجھے اس جگہ عرض کرنا مقصود ہے کہ جنّت میں کسی کے طفیل جانا اور بات ہے اور جنّت کا مالک ہونا اور بات ہے ۔ سنو اور غور سے سنو! کہ حضرت آدم علیہ السّلام جنتی تھے اور جنّت کے مالک نہ تھے جنت میں حضرت ابوالبشر بطور مہمان کے ٹھہرائے گئے تھے اور ظاہر ہے کہ مہمان مالک نہیں ہوا کرتا میں اس مقصد کو ایک مثال سے واضح کرتا ہوں ۔مثلاً میں آپ کا مہمان ہوا آپ نے از راہ کرم پلنگ ایک کمرے میں میری خاطر ڈال دیا ۔ بستر بہترین کر دیا ۔ میز کرسی بھی لگادی ۔ تولیہ ، صابن اور ایک لوٹا بھی رکھ دیا کہ مہمان کو ضرورت کے وقت تکلیف نہ ہو ۔ ارے میں حسب ضرورت تولیہ صابن بستر لوٹا چارپائی وغیرہ استعمال تو کر سکتا ہوں مگر ان اشیاء کا مالک تو نہیں بن سکتا ۔خیر مجھے گمان تھا کہ میں ان تمام اشیاء کا مالک ہوں ۔ دوسرے روز جب میں مجلس پڑھ کر جانے لگا تو بستر باندھا اور تولیہ لوٹا سنبھالا کرسی میز اٹھائی اور چل دیا ۔آپ کے ملازم نے فرمایا مولانا یہ کیا آپ ہمارا سامان تو ساتھ نہیں لے جا سکتے یہ تو مہمانوں کے لئے ہے ۔ دوسری طرف آپ لاہور میں تشریف فرما تھے کہ وہاں سے نوکر کو فون کیا کہ وہ بستر جو مولانا غلام حسین صاحب نعیمیؔ کو مجلس کے روز دیا تھا اور فلاں تولیہ اور لوٹا لے کر جلدی لاہور پہنچو کیونکہ میں نے کچھ عرصہ یہاں قیام کرنا ہے کیا شام تک یہ سامان ملازم لاہور نہیں پہنچا دے گا ۔ اس مثال سے صاف ثابت ہو گیا کہ مہمان گھر کی اشیاء تو استعمال کر سکتا ہے مگر ساتھ نہیں لے جا سکتا اور مالک چاہے مدینہ میں ہو وہی چیزیں ملازم سے مدینہ میں منگوا سکتا ہے ۔یہی وجہ تھی کہ حضرت آدم علیہ السّلام جنّت میں رہے تو جنتی لباس استعمال کرتے رہے اور جب جانے لگے تو لباس اتار دیا اور جناب حسنین علیہما السّلام مدینہ منورہ میں نانے کی گود میں کھیل کھیل کر جنتی لباس جبرائیلؑ سے منگوایا کرتے تھے صلوٰۃ میں کہتا ہوں کہ ان کے غلام ان کی خادمہ جنّت سے کھانے منگوالیا کرتی تھیں ۔چنانچہ مصباح القلوب میں مروی ہے کہ ماہ رمضان کی ایک شب کو جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درخواست فرمائی کہ یارسولؐ اللہ! جس قدم مبارک

سے آپ نے عرشِ معلٰی کو شرف بخشا ہے آج اس قدم مقدس کے ذریعہ سے ہمارے گھر کو بھی شرف عطا کریں آنحضرت نے دعوت قبول فرمائی اور دوسری شب کو آنحضرت نے جناب امیرؑالمومنین کے ہاں روزہ افطار فرمایا۔ اگلے روز کے لئے جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی کہ بابا جان جس طرح آپ نے آج ابوالحسنؑ کی دعوت قبول فرمائی ہے میری بھی تمنّا ہے کہ کل میری مہمانی قبول کیجیئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ فرمایا اور اگلے روز جب آپ افطار فرما کر روانہ ہوئے تو جناب امام حسنؑ نے عرض کی کہ نانا جان جس طرح آپ نے والد محترم اور والدہ گرامی کی دعوت کو شرف قبولیّت بخشا ہے اسی طرح میری دعوت بھی قبول فرمایئے لہذا حضورؐ پرنور نے وعدہ فرما لیا اگلے روز جب امام حسنؑ کی دعوت پر حضور تشریف لائے اور افطار فرما کر واپس جانے لگے تو امام حسین علیہ السّلام نے گزارش کی کہ نانا جان کل میری دعوت بھی قبول فرمایئے چنانچہ آپ نے امام حسین علیہ السّلام کی دعوت بھی قبول فرمائی جب روزہ افطار فرما کر تشریف لے جانے لگے تو حضرت فضّہ نے بھی دست بستہ ہو کر گذارش کی کہ یارسولؐ اللہ جس طرح آپ نے میرے سرداروں کی دعوت کو شرف قبولیّت بخشا ہے کیا یہ شرف اس غلام زادی کو بھی نصیب ہو سکتا ہے آنحضرتؐ نے بخوشی ارشاد فرمایا کہ اے فضّہ تیری دعوت بھی قبول ہے دوسرے روز جناب رسالتمآبؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نماز مغربین سے فارغ ہوئے اور ارادہ فرمایا کہ پہلے اپنے گھر تشریف لے جائیں اور پھر فضّہ کی ضیافت پر جائیں تو فوراً جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ اے حبیبِ خدا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور قدرت کا ارشاد ہے کہ فضّہؓ بے چینی سے دروازۂ زہراؑ پر آپ کا انتظار کر رہی ہے آپ فوراً جناب زہراؑ کے ہاں تشریف لے جائیں چنانچہ آنحضرتؐ جناب بتولؑ کے ہاں تشریف لائے جونہی آلِ محمدؐ نے حضور کی خوشبو محسوس کی تو استقبال کو بڑھے اور سلام و تعظیم کی حضورِ پرنور نے سلام کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے آلِ محمدؐ میں آج تمہاری دعوت پر نہیں بلکہ آج میں فضّہ کا مہمان ہوں جناب امیرالمومنین نے فرمایا اے فضّہ تم نے ہمیں کیوں نہ بتلایا کہ ہم بھی آنحضرت کی دعوت کے لئے تمہاری مدد کرتے فضّہ نے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ اے امیرالمومنین آج آپ کی کنیز اپنی کنیزی کا امتحان کرنا چاہتی ہے کہ کیا

جنابِ فضہؑ کے لئے جنت سے کھانا

میری یہ غلامی قدرت کو منظور بھی ہے یا کہ نہیں یہ کہہ کر فضہؑ حجرہ بتول میں تشریف لے گئیں اور مصلّی عبادت بچھا کر دو رکعت نماز پڑھی اور دستِ دعا بلند کر کے بارگاہ الہٰی میں عرض کیا کہ پالنے والے میں جناب بتول کی ادنیٰ کنیز ہوں میں نے تیرے حبیب کی دعوت کی ہے لہٰذا میری مدد فرما ابھی دعا جاری ہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی کہ فضہؑ کا غلام خلد بریں سے کھانا لے کر حاضر ہوا ہے۔ پس فضہ خدا کا شکر بجا لاتے ہوئے تشریف لائیں اور طبق بہشتی لے کر جناب رسولِ خدا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ آپ کی کنیز نے ایک حضورؐ کی ہی نہیں بلکہ پانچ تن پاک کی دعوت کی ہے۔ یا رسول اللہ کیا میں خاتونِ جنت کی کنیز نہیں ہوں کیا میں قسیم النّار والجنۃ کے خانہ اقدس کی جاروب کشی نہیں ہوں کیا میں جوانانِ جنت کے سرداروں کی دائی نہیں ہوں یہ مالکوں کی غلامی کا نتیجہ ہے کہ ان کی ملکیت پر حق تصرف ہو گیا ہے اس پر حضورؐ پر نورؐ نے فخریہ طور پر فرمایا الحمد للہ کہ میری بیٹی فاطمہؑ کی کنیزیں جنت کا طعام منگا سکتی ہیں اور ان کو اللہ تعالےٰ نے مریم کا سا رتبہ عطا فرمایا ہے۔ ریاض القدس جلد ۲ صفحہ ۲۶۰۔ مسلمانو جنت ہے پاک و پاکیزہ، بہشت بریں سے زیادہ پاک کوئی مقام و جگہ نہیں ہے۔ جنت کی طہارت کو مدِّنظر رکھ کر فیصلہ دو کہ جو جانیں اللہ تعالےٰ نے خلد بریں کے عوض میں خرید کی ہیں ان کی طہارت و پاکیزگی کیسی ہونی چاہیئے اس مسئلہ کو میں یاں طور میں واضح کرنا چاہتا ہوں۔ سنو ساری زمین پاک ہے ہر مسلمان اپنے گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے مگر گھر سے زیادہ پاک مقام ہے مسجد کا کیونکہ نجس و جنبی ہونے کی صورت میں بھی انسان گھر رہ سکتا ہے مگر مسجد میں نہیں رہ سکتا ثابت ہو گیا کہ دیگر مقامات سے مسجد زیادہ پاک و طاہر ہے مگر باقی تمام دنیا کی مساجد سے مسجد نبوی زیادہ پاک ہے اور مسجد نبوی سے مقام حرم زیادہ پاک ہے اور مقام حرم سے مسجد الحرام زیادہ پاک ہے اور مسجد الحرام سے بیت اللہ زیادہ پاک ہے اور طاہر ہے یوں سمجھو کہ قدرت نے کعبہ سے زیادہ پاک کوئی جگہ پیدا ہی نہیں فرمائی جب بیت اللہ کی طہارت ذہن میں آجائے تو اندازہ لگا لو کہ وہ بچہ کتنا پاک و طاہر ہو گا جس کی ولادت کے وقت اس کی والدہ کو کعبہ میں دعوت دیکر بلایا گیا ہو۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی مشہور کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین کے صفحہ ۱۳۸ پر مولا علی کے بارے میں فخر سے

بیت اللہ میں ولادت

تحریر فرماتے ہیں۔ پس فضائل او بسیار است و مناقب او بیشمار اوّل ہاشمی است کہ اورا ہاشمیہ بزاد و تولد او در خانہ کعبہ بود و ایں فضیلتی است کہ پیش از وی بان متصف نبود۔ رباعی عرض ہے۔

رباعی
توصیف اس کی ہم سے کیا ہو جو بازوئے نبی دستِ خدا ہو
خدا جانے ہے اس کی انتہا کیا خدا کے گھر سے جس کی ابتدا ہو
(صلوٰۃ)

میں مزید وضاحت کئے دیتا ہوں خون نجس ہے مگر انگوٹھا کے پورے سے کم اگر خون کپڑے وغیرہ پہ لگ جائے تو بامر مجبوری اس کپڑے کو پہن کر نماز ادا کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ تین خون ایسے ہیں جنہیں نجس العین کہتے ہیں وہ ذرّہ برابر بھی اگر کپڑے پر لگ جائیں تو اس کپڑے کو پہن کر نماز ادا نہیں کی جاسکتی یا وہاں سے کپڑا قطع کر دیا جسم سے کپڑا علیحدہ کر دلیعنی بدون کپڑے پاک کرنے کے نماز ادا نہیں کر سکتے۔ وہ خون کتا خنزیر ۲۔ کافر اور حیض نفاس کا ہے۔ یعنی خون نفاس ذرّہ برابر بھی ہو تو آپ کپڑے کو پہن کر نماز نہیں پڑھ سکتے اگرچہ خون نفاس ذرّہ برابر ہی کیوں نہ لگا ہو۔ اب فیصلہ کرو کہ وہ ماں کتنی پاک وطاہر ہوگی کہ جس کو دعوت دے کر کعبہ میں بلایا گیا تھا اِدھر بچہ پیدا ہوا اُدھر ماں نے سر سجدے میں رکھ کر خدا کی عبادت شروع کر دی۔ رُباعی

رباعی
کعبہ میں ولادت پاتے ہیں مسجد میں شہادت ہوتی ہے
جو قابل عزّت ہوتے ہیں ہر حال میں عزّت ہوتی ہے
کیا کیف کا ڈوبا منظر ہے حیدر کے قدم اور دوشِ نبیؐ
معراجِ رسالت سے پہلے معراجِ امامت ہوتی ہے (صلوٰۃ)

لاجوز احد
خلد بریں کا مالک حضرت ابوبکر کی زبان سے سنو! اِنَّ اَبَا بَکْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَجُوْزُ اَحَدٌ نِ الصِّرَاطَ اِلَّا وَمَنْ کَتَبَ لَہٗ عَلِیٌّ نِ الْجَوَازَ۔ صواعق محرقہ ص۱۲۴ حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ کوئی ایک شخص بھی پل صراط سے نہیں

گزر سکتا جب تک اس کے ہاتھ میں علی المرتضیٰ کے ہاتھ کا لکھا ہُوا پروانہ نہ ہوگا پس ظاہر ہے کہ کسی چیز کا اختیار وثیقہ وہی لکھ کر دیتے ہیں جو اس شئے کے مالک و مختار ہوں ثابت ہوگیا کہ جنّت کے وارث حیدر کرار ہی ہیں اس فرمان نبویؐ نے اور بہت سے مسائل بھی حل کر دیئے فرمایا کوئی جنّت میں نہیں جا سکتا۔ میں کہتا ہوں کوئی نہیں تو پھر کوئی بھی نہیں جا سکتا۔ کافر، مشرک، منافق جنت میں نہیں جا سکتا۔ مومن مسلم ملّاں جنّت میں نہیں جا سکتا۔ ولی غوث، قطب جنت میں نہیں جا سکتا۔ پیر مرشد۔ مولائی جنت میں نہیں جا سکتا۔ رحمتہ اللہ رضی اللہ، لعنت اللہ جنت میں نہیں جا سکتا۔ خلیفہ امام مفتی جنت میں نہیں جا سکتا۔ بس جنت میں وہ ہی جائے گا جس کے ہاتھ میں حیدر کرار کا پروانہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں میرے مولا کے دشمنوں کو تو جنّت کی ہوا بھی نصیب نہ ہوگی۔ قیامت کو بڑا لطف آئے گا۔ جب دنیا کے پیر میرے مولا کو ہاتھ باندھ کر بابو جی کہہ کر ٹکٹ مانگیں گے لوگو! آج مولا علی کو بابو جی مان لو تاکہ ضرورت کے وقت بابو جی فخر سے کہہ سکو ورنہ لوگ کہیں گے ابن الوقت آگیا ہے اس حدیث پاک میں رسول خدا نے جواز یعنی ٹکٹ کا لفظ ارشاد فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جواز یعنی ٹکٹ مفت میں نہیں ملا کرتا بلکہ قیمت دینی پڑتی ہے اور قیمت اس کو ادا ہوا کرتی ہے جس سے وہ شے حاصل کی جائے بس قیامت کو فرشتے کہیں گے جنّت کے مالک کو قیمت مودۃ ٰفی القربیٰ دیتے جاؤ اور جنّت کی ٹکٹ لیتے جاؤ رباعی عرض ہے۔

اے بیت اللہ کے متوالے تکمیل حج آسان نہیں — یہ سفر ضیاع دولت ہے جب دل میں تیرے اطمینان نہیں
کعبہ کو شرف حیدر سے ملا کعبہ ہے صدف گوہر ہے علی — ایماں کہاں ایماں کل پر جب کامل تیرا ایمان نہیں

(صلوٰۃ) تصدّق

ملاں لوگ کہتے ہیں کہ قربانی کے دُنبے، بھیڑ، بکری قیامت کو پُل صراط سے اپنی قربانی والے کو اپنی پشت پر سوار کر کے پار لے جائیں گے میں کہتا ہوں قربانی ضرور کرو کیونکہ یہ کسی مُحسن کی یادگار ہے اور محسن کی یاد منانا شیعہ مذہب کا اصُول ہے مسلمانو قربانی کی روایت کو جاری رکھو تاکہ جذبۂ قربانی تم میں پیدا ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جناب ام المؤمنین حضرت اُمّ سلمہؓ سے فرمایا کہ اگر قرض لے کر بھی تم قربانی کرو گی تو خدا تعالیٰ جلد اس قرضہ کو ادا

کرادے گا مگر یاد رکھو جب تک جنت کے وارثوں سے تعلق مودۃ نہیں ہو گا پُل صراط سے پار نہیں جا سکو گے بھیڑ بکری پر سوار ہو کر پُل صراط سے گزرنے والو پُل بھی دیکھو بال سے باریک اور تلوار سے تیز اور سواری ہے بھیڑ بکری بے شک میرا اللہ علیٰ کل شیئ قدیر ہے بھیڑ بکری کیا چیونٹی کو بھی اتنی طاقت عطا کر سکتا ہے کہ پُل صراط سے لے کر بندے کو پار ہو جائے۔ مگر بظاہر سواری کمزور نظر آتی ہے یہ آل محمد کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے کہ بھیڑ بکریوں کو وسیلہ ماننا پڑا کیا یہ جانور بھی کوئی سود مند ہے اگر بکرا فائدہ مند جانور ہوتا تو حکومت کیوں زور دیتی کہ بکرے کی نسل کو ختم کرو کیونکہ یہ باغ کا دشمن ہے۔ ایک زمیندار نے مولوی صاحب سے جو پل صراط کے متعلق سنا کر بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہو گی تو اس نے کہا کہ مولوی صاحب اس پل کے ذکر کی کیا ضرورت ہے صاف کہہ دے کہ گزرنے کا راستہ ہی کوئی نہیں۔ یہ بھی کوئی پل ہے جس کو بیان کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کسی پٹھان نے پنجابی مولوی سے سُنا کہ قیامت کو دوزخ پہ بال سے باریک اور تلوار سے تیز پُل ہو گی جس سے ہر بندے کو گزرنا ہو گا۔ پٹھان نے اپنا عصا سنبھالا اور مولوی صاحب سے فرمایا۔ خو مولوی اچھا پُل بناؤ ہم نے گزرنا ہے، خان ایسی پل سے نہیں گزرتی، مولوی ڈر گیا اور کہا خانصاحب فکر نہ کریں فلاں بزرگ جب تشریف لادیں گے تو پل ایک انچ چوڑا ہو جائے گا۔ خان نے کہا نہیں اچھا پل بناؤ۔ شاید خان نے یہی سمجھا ہو کہ پُل صراط بنانا ملاں لوگوں کا کام ہے۔ مولوی صاحب نے ڈنڈا دیکھا تو گھبرا کر کہا خانصاحب جب فلاں بزرگ تشریف لے آویں گے تو پُل دو انچ چوڑا ہو جائے گا۔ پٹھان نے کہا خو مولوی میرا پاؤں بالشت چوڑا ہے اچھا پُل بناؤ مولوی نے کہا کہ آپ خانصاحب فکر نہ کریں فلاں بزرگ کے آنے پر پُل ایک بالشت چوڑا ہو جائے گا۔ خانصاحب نے سوٹا بھی سنبھالا اور آگے بھی بڑھا کہ خان نے دوزخ سے گزرنا ہے پل چوڑا نہیں کرتی خان اس سے نہیں گزر سکتا۔ ملّاں نے گھبرا کر کہا کہ جب حضرت علیؑ تشریف لادیں گے تو پُل ایک میل چوڑا ہو جائے گا۔ خان نے جلدی سے کہا ان تینوں کو ہٹاؤ اور علیؑ کو بلاؤ کہ پل چوڑا ہو جائے اور ساری دنیا آرام سے گزر جائے میں کہا کرتا ہوں کہ اگر دنیا والے مُلّاں کے کہنے پہ اعتبار کر کے بھیڑ پہ سوار ہو کر پُل صراط سے

پٹھان اور پل صراط

بھیڑ اور کتا

پار ہو بھی گئے تو جنت کے دروازے پر جو اصحاب کہف کا کتا بیٹھا ہو گا اور بھیڑ کتّے کا رشتۂ محبت تو مشہور رہی ہے آگے اصحاب کہف کا کتا اور پیچھے پُل صراط اور دوزخ، سواری کو لے کر بھیڑ پیچھے بھاگے گی پھر تقلید بھیڑ اور ملّاں کی کائنات میں مشہور ہے نہ سواری بچے گی نہ سوار نہ سوار رہے گا لوگو! اگر پُل صراط سے آرام سے پار گزرنا ہے تو ایک ہاتھ میں قرآن لو اور دوسرے میں دامنِ آلِ محمدؐ تھام لو بس جنت میں آرام سے چلے جاؤ صلوٰۃ۔

بوڑھے اور کالے جنت میں نوجوان ہو جائیں گے

معتبر روایت میں ہے کہ ایک ضعیفہ عورت نے آنحضرتؐ سے عرض کی یا رسول اللہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت نصیب فرمائے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ضعیفہ عورت جنت میں نہیں جائے گی وہ ضعیفہ عورت ایک مقام پر بیٹھ کر رونے لگی۔ حضرت بلالؓ نے اس کا حال حضور پُرنور سے عرض کیا آپ نے فرمایا بلالؓ تم ضعیفہ کے بارے میں کہتے ہو مگر یاد رکھو کوئی کالا بھی جنت میں نہیں جائے گا حضرت بلالؓ اس ضعیفہ کے پاس بیٹھ کر رونے لگے کہ حضرت عباسؓ حضورؐ کے چچا تشریف لائے۔ اور ان سے حقیقت حال معلوم کر کے آنحضرت سے عرض کیا آپ نے مُسکراتے ہوئے فرمایا چچا آپ ان کے بارے میں پوچھتے ہیں، مگر سنو کوئی بوڑھا بھی جنت میں نہیں جائے گا۔ یہ سن کر حضرت عباسؓ بھی بلالؓ اور ضعیفہ کے پاس بیٹھ کر رونے لگے ان تینوں کی بڑھتی ہوئی پریشانی دیکھ کر حضور نے فرمایا تم کیوں روتے ہو سنو بوڑھے جوان اور کالے گورے ہو کر خُلد بریں میں جائیں گے صلوٰۃ مجمع الفضائل جلد ۱ ص ۵۹ اب میں ایک مشہور حدیث پیش خدمت کرتا ہوں۔ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ اَبُوْهُمَا خَيْرٌ مِّنْهُمَا ابن ماجہ ص ۱۲ حضور پُرنور نے ارشاد فرمایا حسنؑ اور حسینؑ جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے بھی افضل ہے اس حدیث پاک کی تلاوت پر مولوی ہر جمعہ کے خُطبہ میں کرتا ہے میں یہ پوچھتا ہوں کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا حسنؑ اور حسینؑ جنتی جوانوں کے سردار ہیں کیا جنت کا مالک خداوند قدوس نہیں ہے اگر حضورؐ فرماتے کہ جنت اللہ تعالیٰ کی ہے تو ہر لا الہ الا اللہ پڑھنے والا کہتا کہ جنت اللہ تعالیٰ

کی ہے اور میں اللہ تعالےٰ کو اپنا پروردگار مانتا ہوں لہذا جنت میں صرف میں ہی جاؤں گا۔ یقیناً جنت کا مالک و مختار حضور پُرنور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر آپ نے ارشاد نہیں فرمایا کہ جنت میری ملکیت ہے کیونکہ اگر حضورؐ ایسا فرما دیتے تو ہر وہ انسان جو بھی محمد رسول اللہ پڑھتا جنت میں جانے کا دعویٰ کر دیتا۔ حضورؐ نے نہیں فرمایا کہ جنت نمازیوں کی ہے ورنہ ہر نماز کے سیدھے ٹیڑھے سجدے والا جنتی ہونے کا دعویٰ کرتا۔ نبی اکرمؐ نے نہیں فرمایا کہ جنت ڈاڑھی بڑھانے والوں کی ہے ورنہ جس نامراد کو دس دن حجام نہ ملتا وہی جنتی بن بیٹھتا۔ نبیؐ نے نہیں فرمایا کہ جنت حاجیوں کی ہے ورنہ ہر وہ شخص جو جائز ناجائز طریقے سے بیت اللہ کی زیارت کر لیتا خُلد بریں کے وارث ہونے کا دعویٰ کر دیتا ان تمام نیک کاموں کو چھوڑ کر ارشاد فرمایا کہ جنت کی سرداری حسنؑ اور حسینؑ کی ہے۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ کوئی لاکھ نمازیں پڑھے لاکھ روزے رکھے لاکھ حج کرے لاکھ ڈاڑھیاں بڑھائے لاکھ تراویحیاں پڑھے جب تک بتولؑ کے فرزندوں کی غلامی قبول نہیں کرے گا۔ جنت میں نہیں جا سکتا لوگو جنت میں جانا ہے تو حسنینؑ شریفین کی غلامی اختیار کرو۔ صلوٰۃ

لطیفہ

لطیفہ ساربان اونٹوں پر کپاس وغیرہ بار کر کے شہر لے جا رہے تھے کہ ایک گاؤں سے گزرے تو چند بچیاں ایک کنویں سے پانی بھر رہی تھی ایک منچلی بچی نے ایک ساربان کے کاندھے پر کمبل دیکھا تو سہیلیوں سے کہا کہ دیکھو میں ایک ساربان سے کمبل لے آتی ہوں وہ دوڑی ہوئی گئی اور کمبل والے ساربان کو چمٹ گئی اور ماما۔ ماما کہہ کر رونے لگی۔ ساربان سمجھا کہ اس بچی نے مجھے پہچان لیا ہے اور میں اسے نہ پہچان سکا الحاصل ساربان نے بھی بچی سے پیار کرنا شروع کیا۔ بچی نے کہا ماما گھر چلو امی بڑی اداس ہے رات کو ننھے منے بھی آپ کو یاد کر رہے تھے ابا جان نے کہا کہ کافی دن گزر گئے ہیں تمہارے ماموں جان نہیں آئے۔ ماما گھر چلو۔ ساربان بچی کی بناوٹی بے چینی کو دور کرنے کے لئے کہنے لگے۔ بیٹی اب تو میں شہر میں کپاس لے کر جا رہا ہوں واپسی پر ضرور گھر آؤں گا۔ بچی نے ضد کرتے ہوئے کہا کہ نہیں ماما تم نہیں آؤ گے کہا نہیں بیٹی میں واپسی پر ضرور آؤں گا۔ کہا اچھا ماموں جان مجھے کوئی نشانی دے

کے جاؤ تاکہ امی جان کو یقین ہو جائے کہ ضرور میرا ماما جی آئے گا۔ ساربان نے کاندھے سے کمبل اتارا کہا لو بیٹی یہ نشانی لیتی جاؤ میں ضرور واپسی پر گھر آؤں گا۔ بچی کمبل لے کر گھر آگئی ساربان اونٹ اور کپاس لے کر شہر چلا گیا شام کو واپس آیا جب اُسی گاؤں میں پہنچا تو کنویں پر لڑکیاں کہاں اب سوچنے لگا کہ کس سے دریافت کروں کہ میں کس کا ماما ہوں کس گھر میں مجھے جانا ہے اب لوگوں سے پوچھتا ہے لوگو بتاؤ میں کس کا ماما ہوں لوگوں نے کہا۔ او بے وقوف اگر گھر کا پتہ معلوم کرنا تھا تو جاتے ہوئے کرنا تھا اب کون تجھے بتلائے مسلمانو یاد رکھو اب ان لوگوں کی معرفت حاصل کر لو جو جنت کے مالک و مختار ہیں ورنہ قیامت کو پچھتاوا ہوگا اور پریشانی کے عالم میں دریافت کروگے جنّت کے وارث کون ہیں آج ہی معلوم کر لو کہ جنّت کے وارث کون ہیں۔ ان وارثوں کی معرفت حاصل کر لو۔

لوگوں کے اعمال امام کے سامنے

موسیٰ بن خیار کہتا ہے کہ میں امام رضا علیہ السّلام کے ساتھ شہر طوس میں جا رہا تھا کہ ایک طرف سے رونے کی آواز آئی۔ میں قریب گیا تو معلوم ہُوا کہ کوئی جنازہ جا رہا ہے اتنے میں کیا دیکھا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السّلام نے بھی پاؤں مبارک رکاب سے نکالا۔ اور پیادہ ہو کر جنازہ کے پاس تشریف لے گئے اور جنازہ کو دوش مبارک پہ اٹھایا موسیٰ کہتا ہے کہ میں نے حضور کو دیکھا کہ آنجناب کے آنسو بھی جاری ہیں پھر مجھ سے فرمایا اے موسیٰ جو شخص میرے کسی شیعہ کی مشایعت کرے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے گویا اسی روز ماں کے پیٹ سے پیدا ہُوا ہے جب جنازہ قبر کے پاس رکھا گیا تو حضرت امام علی رضا علیہ السّلام جنازہ کے پاس گئے اور لوگوں کو ہٹا دیا پھر میّت کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے فلاں بن فلاں تجھے جنّت کی بشارت ہو۔ اب اس وقت تجھے کسی قسم کا خوف نہیں ہے موسیٰ نے عرض کی اے فرزند رسولؐ آپ تو کبھی بھی اس شہر میں اس سے پہلے تشریف نہیں لائے حضورؐ نے کیونکر اس کو پہچانا فرمایا اے موسیٰ تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ جو روئے زمین پر حجّت خدا اور امام ہیں ہر صُبح و شام ہمارے شیعوں کے اعمال سامنے لائے جاتے ہیں جو کوئی قصور ہم ان کا پاتے ہیں تو خداوند عالم سے عفو کے خواستگار ہوتے ہیں اور جو اچھی بات اعمال میں پاتے ہیں تو خدا تعالیٰ سے اس کی جزا چاہتے ہیں۔ صلوٰۃ۔ لواعج الاحزان جلد ا صـ ۲۶۲۔

میں آج آپ کو اپنے امام ثامن وضامن کے حالات سناتا ہوں منقول ہے کہ جب امام علیہ السلام کی سواری خراسان کی طرف جا رہی تھی تو ایک گاؤں کے قریب پہنچی جس کا نام قریہ حمرا تھا۔ اس وقت دن ڈھل چکا تھا ظہر کی نماز کے لئے حضرت رضا علیہ السلام سواری سے اترے اور وضو کے لئے پانی مانگا تو لوگوں نے عرض کیا مولا یہاں پانی موجود نہیں ہے ایک پتھر وہاں پڑا ہوا تھا امام علیہ السلام نے اُسے اٹھایا اور نیچے سے تھوڑی سی مٹی ہٹائی تو فوراً وہاں سے ایک چشمہ نمودار ہوا۔ حضرت نے اور آپ کے تمام ساتھیوں نے وضو کر کے نماز ادا کی وہ چشمہ آپ آج تک موجود ہے اور اُسے چشمہ رضا کے نام سے پکارا جاتا ہے صلوٰۃ محافل و مجالس ص۲۵۱۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ دعبل خزاعی امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض یا ابن رسول اللہ میں نے آپ کی شان میں ایک قصیدہ کہا ہے اور قسم کھائی ہے کہ جب تک آپ کو وہ قصیدہ نہ سناؤں گا کسی کے سامنے نہ پڑھوں گا فرمایا اچھا پڑھو دعبل نے اپنا قصیدہ امام کے سامنے پڑھا جس کو علماء نے کتابوں میں تفصیل سے درج کیا ہے اس قصیدہ میں چند اشعار آل محمدؑ کے مصائب کے بھی تھے جنہیں سن کر امام علیہ السلام رونے لگے قصیدہ کے اختتام پر امام نے فرمایا دعبل دو شعر اس میں اور بڑھا دو لہٰذا امام علیہ السلام نے اپنی شہادت کے واقعات اور ثواب زیارت میں دو شعر پڑھ دیئے جسے دعبل نے قصیدہ میں شامل کر لیا اس کے بعد امام گھر میں تشریف لے گئے اور ایک سو اشرفیاں غلام کے ہاتھ دعبل کے پاس بھیجیں اور غلام سے کہا کہ دعبل سے کہنا کہ تجھے ان کی اشد ضرورت پڑے گی۔ دعبل نے عرض کیا مولا مجھے ان کی ضرورت نہ تھی اگر حضور کرم فرمانا ہی چاہتے ہیں تو اپنا کوئی خاص ملبوس عنایت فرما دیں جو میں بطور تبرک کے اپنے پاس رکھوں۔ حضرت نے ایک جبہ بھی عطا کیا اور اشرفیوں کے بارے میں تاکید کر دی کہ انہیں ساتھ لیتے جاؤ عنقریب ان کی ضرورت پڑے گی۔ الحاصل دعبل قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستہ میں چند ڈاکوؤں نے قافلہ کو لوٹ لیا اور سب لوگوں کی مشکیں باندھ دیں۔ ڈاکو جب مال کو تقسیم کرنے لگے تو ایک ڈاکو نے ایک شعر پڑھا جو دعبل کا تھا۔ دعبل نے شعر سُن کر کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ شعر کس کا ہے انہوں نے کہا کہ ہاں یہ شعر دعبل خزاعی کا ہے

حالات امام رضا

چشمہ رضا

دعبل خزاعی کا قصیدہ

امام رضا کے جبّہ کا معجزہ

دعبل نے کہا میں ہی دعبل ہوں اور یہ میرا ہی شعر ہے یہ سُن کر ڈاکوؤں نے سب لوگوں کو چھوڑ دیا اور ان کا مال بھی واپس کر کے چلے گئے۔ دعبل وہاں سے شہر قم میں پہنچا اور اس قصیدہ کو پڑھا اہل قم نے دعبل کو بہت کچھ انعام دیا اہل قم نے کہا کہ یہ جبّہ جو امام علیہ السلام کا تیرے پاس ہے اسے بیچ ڈالو اور ایک ہزار اشرفی لے لو دعبل نے انکار کیا اور روانہ ہو گیا کچھ لوگ نوجوان تھے ان سے نہ رہا گیا وہ گئے اور جبّہ زبردستی دعبل سے چھین لائے دعبل بھی واپس آئے اور جبّہ طلب کیا مگر جُبّہ نہ ملا اور ایک ہزار اشرفی دعبل کو دی گئی اور جُبّہ امام علیہ السلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے لوگوں نے آپس میں تقسیم کر لیا جس میں سے ایک ٹکڑا دعبل کے حصّہ میں بھی آیا دعبل وہاں سے وطن کو روانہ ہوا جب گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ جتنا مال متاع اُن کے گھر میں تھا سب چور لے گئے اس وقت اُسے مولا کا حکم یاد آیا۔ کہ سو اشرفی اسی لئے عنایت کی تھی روایات میں ہے کہ دعبل کی ایک کنیز تھی جس کی آنکھیں آشوب کر آئیں جو ضائع ہو گئیں دعبل نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے جُبّہ کا ٹکڑا کنیز کی آنکھوں پر رکھا جس کی برکت سے خدا تعالیٰ نے آنکھیں درست کر دیں۔ صلوٰۃ لواعج الاحزان جلد اص ۲۶۶۔ بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ ایک کپڑے کے ٹکڑے سے آنکھوں کا نور کس طرح واپس آ سکتا ہے معترضین کی خدمت میں عرض ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کو

اعتراض کا جواب

تلاوت کریں۔ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا۔ پارہ ۱۳ رکوع ۵، پس آیا ایک خوش خبری دینے والا اور اس نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ) رکھا تو بصارت پلٹ آئی۔ بس فیصلہ ہو گیا کہ معصوم کے لباس کی برکت سے بینائی آ سکتی ہے تو میرے مولا امام رضا علیہ السلام کے جُبّہ سے بھی نور لوٹ سکتا ہے صلوٰۃ۔ بر محمدؐ و آلِ محمدؐ

محمد بن عیسیٰ بن حبیب کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو اپنے شہر کی اس مسجد میں دیکھا جہاں حاجی اترتے اور نماز وغیرہ پڑھتے تھے میں نے حضرت کو سلام کیا اور حضرت کے پاس طبق دیکھا جس میں نہایت عمدہ کھجوریں رکھی ہوئی تھیں میرے سلام پر حضرت نے مجھے اٹھارہ دانے کھجور کے مرحمت فرمائے میں اس خواب سے

بیدار ہوا تو میں نے خیال کیا کہ میں اب صرف اٹھارہ سال زندہ رہوں گا۔ اس خواب کے بیس دن بعد حضرت رضا علیہ السلام مدینہ سے تشریف لائے اور اسی مسجد میں اترے جس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے خواب میں دیکھا تھا حضرت رضا علیہ السلام کے سامنے ویسے ہی کھجوروں کا طبق رکھا تھا میں نے سلام کیا اور حضرت نے جواب سلام دیا اور اپنے قریب بلا کر ایک مٹھی کھجوروں کی عنایت کی میں نے شمار کیں تو اٹھارہ نکلیں میں نے عرض کی حضور کچھ اور مرحمت فرما دیں آپ نے ارشاد فرمایا اے محمد بن عیسیٰ اگر میرے جد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ کو زیادہ عطا کرتا تو میں بھی زیادہ دیتا۔ صلوٰۃ صواعق محرقہ ص۱۲۲ نور الابصار ص۱۴۴ چودہ ستارے ص۲۳۲۔

معجزے کے اٹھارہ دانے

علامہ مجلسیؒ بحار الانوار میں تحریر فرماتے ہیں کہ شاعر آل محمدؐ دعبل خزاعی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ یوم عاشورہ کے دن جناب حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اصحاب کے حلقہ میں انتہائی غمگین اور حزیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے حاضر ہوتے دیکھ کر فرمایا دعبل جلدی جلدی آؤ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں میں قریب پہنچا تو آپ نے اپنے پہلو میں جگہ دے کر فرمایا کہ دعبل چونکہ آج یوم عاشورا ہے اور یہ دن ہمارے لئے انتہائی رنج و غم کا ہے لہٰذا تم میرے جد مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ سے متعلق کچھ اشعار پڑھو۔ اے دعبل جو شخص ہماری مصیبت پر روئے یا رلائے اس کا اجر خدا پر لطفاً واجب ہے اے دعبل جس شخص کی آنکھ ہمارے غم میں تر ہو وہ قیامت میں ہمارے ساتھ محشور ہو گا۔ اے دعبل جو شخص ہمارے جد نامدار حضرت سید الشہداء کے غم میں روئے گا تو خدا اس کے گناہ بخش دے گا۔ یہ فرما کر امام علیہ السلام نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پردہ کھینچا اور مخدرات عصمت کو بلا کر اس طرف بٹھا دیا پھر آپ میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ ہاں دعبل اب میرے جد امجد کا مرثیہ شروع کرو۔ دعبل کہتے ہیں کہ میرا دل بھر آیا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آل محمدؐ میں رونے کا عظیم کہرام برپا تھا۔ صاحب دار المصائب تحریر فرماتے ہیں کہ دعبل کا مرثیہ سن کر معصومہ قم جناب فاطمہ ہمشیرہ حضرت امام رضا علیہ السلام اس قدر روئیں کہ آپ کو غش آگیا چودہ ستارے ص۳۳۸

روز عاشورا اور دعبل

مجلس عزا اور امام رضا

عزادارو مامون ملعون نے میرے اس معصوم غریب الغربآء امام کو زہر سے شہید کیا۔
علامہ عبدالرحمٰن جامی تحریر فرماتے ہیں کہ ابوالصّلت ہروی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ ہارونؔ کے پائنتی کے گرد کی مٹی لاؤ جب میں مٹی لایا تو آپ نے اُسے سونگھ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ عنقریب میری قبر کے لئے اسی مقام کی زمین کو کھود یں گے اور ایک ایسا سخت پتھر نکل آئے گا کہ اُسے کوئی نہ کاٹ سکے گا۔ پھر فرمایا کہ ہارونؔ کے سرہانے کی مٹی لاؤ میں مٹی لے آیا تو آپ نے اسے سونگھ کر فرمایا کہ اسی مقام پر میری قبر ہوگی پھر فرمایا اے ابوالصّلت کل مجھے مامون طلب کرے گا اور میری شہادت کے لئے مجھے انگوروں میں زہر دے گا ابوالصّلت کہتا ہے کہ دوسرے روز مامون نے امام کو بُلایا اور اُن کے سامنے بہترین انگوروں کا ایک طبق رکھا ہُوا تھا اس نے مراسم تعظیم ادا کرنے کے بعد کہا کہ فرزند رسولؐ آپ نے اس سے بہتر انگور کبھی دیکھا ہے امام نے فرمایا کہ بہشت کے انگور اس سے کہیں زیادہ بہتر ہیں پھر مامونؔ نے ایک خوشہ انگور اٹھاتے ہوئے کہا لیجئے تناول فرمائیے امام نے فرمایا اے بادشاہ اسے کھانے کو اس وقت میرا جی نہیں چاہتا لہذا مجھے معاف کیجئے مامونؔ نے شدید اصرار کرتے ہوئے کہا کہ ضرور تناول کریں کیا آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے آخر مجبوراً امام نے خوشہ انگور سے تین دانے تناول فرمائے اور دوسرا خوشہ پھینک کر اٹھ کھڑے ہوئے مامونؔ نے کہا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں فرمایا جہاں تو مجھے بھیجنا چاہتا ہے اس کے بعد آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے اور ابوالصّلت ہروی سے فرمایا کہ تم مکان کا دروازہ بند کر دو۔ میں نے دروازہ بند کر دیا اور آپ بستر پر لیٹ گئے تھوڑی دیر کے بعد ایک معصوم بچہ داخل خانہ ہُوا میں نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں کہ دروازہ بند ہے اور آپ آگئے اس معصوم نے فرمایا ابوالصّلت میں محمدؑ بن علیؑ رضا علیہ السّلام ہوں میرے باپ کو زہر دیا گیا ہے۔ عزادارو! میرے امام محمد تقی علیہ السّلام باپ کے پاس پہنچے حضرت رضا نے اپنے بیٹے کو گلے لگایا اور کچھ دیر باتیں کیں تھوڑی دیر کے بعد حضرت رضا نے وفات پائی حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام نے اپنے باپ کو غسل دیا کفن پہنایا اور نماز جنازہ ادا کر کے کہا ابوالصّلت اب دروازہ کھول دو عزادارو حضرت رضا علیہ السّلام کے بیٹے نے مدینہ سے تشریف لا کر اپنے باپ کیلئے آخری فرائض انجام دیئے مگر ہائے حسینؑ آپکا بیٹا سجاد۔ چودہ ستارے صفحہ ۲۶۴۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

ذکر انگور زہر آلود

شہادت امام رضاؑ

سترھویں مجلس

تحویل قبلہ ۔ اُمّت وسط ۔ حجاج کے مظالم ۔ سوسمار کا کلمہ شہادت پڑھنا ۔ دشمن کو تلوار دینا ۔ یونانی طبیب اور امیرؑ المومنین ۔ عثمان بن مظعون کی عبادت فضائل و مناقب سرکار امن جناب امام حسن علیہ السّلام اور مصائب و واقعات شہادت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَیَقُوۡلُ السُّفَہَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىہُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِہِمُ الَّتِیۡ کَانُوۡا عَلَیۡہَا ؕ قُلۡ لِّلّٰہِ الۡمَشۡرِقُ وَ الۡمَغۡرِبُ ؕ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۰﴾ وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَہِیۡدًا ۔ پارہ ۲ رکوع ۱ ۔ بڑی جلدی کی بے دقوفوں نے یہ کہنے ہیں کہ کس نے ان کو پھیر دیا قبلہ سے کہ جس طرف اب تک وہ منہ کرکے نماز پڑھتے تھے میرے حبیب ان سے کہہ دو کہ مشرق اور مغرب اللہ کی ہے جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو اُمّتِ وسط تاکہ تم لوگو پر گواہ رہو اور ہمارا رسول تم پر گواہ ہو ۔ (صلوٰۃ)

تحویل قبلہ

تمام مورخین و مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہجرت نبوی کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ منورہ میں اٹھارہ ماہ یعنی پورے ڈیڑھ سال تک بیت المقدس کو قبلہ سمجھ کر بیت المقدس کی ہی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے اور ۲ سنہ ہجری میں رجب کی پندرھویں تاریخ کو جبکہ آنحضرت مسجد قبا میں (جو کہ مدینہ سے ایک فرسخ پر ہے)

نماز ظہر ادا فرما رہے تھے کہ عین حالتِ نماز میں جبکہ دو رکعت نماز حضورؐ ادا فرما چکے تھے۔ ارشاد قدرت ہُوا کہ اب تیسری رکعت سے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کریں۔ لہٰذا اسی وقت آنجنابؐ نے حالت نماز ہی میں بیت المقدّس کی بجائے بیت اللہ کی طرف منہ پھیر لیا۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ صہ ۶۵۔ معلوم ہوا کہ تیرہ سال مکّہ کی زندگی کی نمازیں اور ڈیڑھ برس اوائل، مدینہ کی نمازیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ادا کی گئیں۔ بیت اللہ ہجری دوؔ میں قبلہ بنا۔ غور طلب امر یہ ہے کہ مکہ فتح ہُوا ہجری آٹھ آخیر ماہ رمضان المبارک میں یعنی کعبہ سے بُت، ہجری ۸ آخیر رمضان کو نکالے گئے تو لبعد از قبلہ بننے کے ساڑھے چھ سال تک بُت کعبہ میں پڑے رہے تھے اور قدرت کی طرف سے کعبہ قبلہ تھا۔ جناب رسولؐ خدا، اہلبیت طاہرینؑ اور صحابہ کرام ساڑھے چھ برس تک اس کعبہ کو منہ کر کے نمازیں پڑھتے رہے کہ جس کعبہ میں بے شمار بت پڑے تھے۔ مفتیانِ دین، وارثانِ شریعت فتویٰ صادر فرما دیں کہ کیا یہ ساڑھے چھ سال کی نمازیں باطل ہیں یا صحیح۔ اگر یہ ساڑھے چھ برس برس کی نمازیں درست ہیں تو ماننا پڑے گا کہ بُت بُت رہے اور کعبہ کعبہ رہا یعنی کسی مقدس مقام پر کسی نجس شیٔ کے رہنے پر نجس نجس رہتا ہے اور پاک پاک رہتا ہے۔ صلوٰۃ۔ تصدّق شیرازی کی رُباعی سنو!

نہ الفت ہو تو اپنوں میں بھی کچھ اغیار ہوتے ہیں
انہیں کیا فائدہ صحبت سے جو بدکار ہوتے ہیں
مہک اپنی، مزاج اپنا محل اپنا مقام اپنا
ہمیشہ باغ میں پھولوں کے ساتھی خار ہوتے ہیں (صلوٰۃ)

تو اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی مثال دے کر فرمایا کہ جس طرح بتوں کے درمیان کعبہ کعبہ رہا اور بُت بُت رہے اسی طرح تم بھی امّت وسط ہو۔ تمہارے ادھر اُدھر بھی افراط و تفریط ہے امّتِ وسط کو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم لوگوں پر گواہ اور ہمارا رسولؐ تم پر گواہ ہوگا۔ آج مجھے اُمّت وسط کے بارے میں ذرا تفصیل سے عرض کرنا ہے سنو وسط کا لغوی معنی ہے درمیان۔ ترازو کے علاقہ کو اسی لئے وسط کہتے ہیں۔ دوپہر ہو تو وسط الشمس کہا

امتِ وسط

جاتا ہے تین کا وسط ہوگا چار کے درمیان کا تو کوئی نمبر نہیں ہے یعنی چار کا درمیان خالی ہوگا۔ پانچ کا وسط تیسرا ہے اسی طرح سات کا درمیان چوتھا ہے۔ یعنی جس کے دونوں پہلو برابر ہوں اسے کہتے ہیں وسط۔ علمائے عامہ کا بیان ہے کہ امتِ مصطفیٰ اُمّتِ وسط ہے تو بتاؤ یہ امت کس طرح وسط ہے گنتی کے لحاظ سے ایک طرف ایک لاکھ چوبیس ہزار اُمتیں ہیں اور دوسری طرف ایک امت بھی نہیں تو گنتی کے لحاظ سے تو ہرگز ہرگز یہ امت وسط نہیں ہے اگر گنتی کے لحاظ سے اس امت کو وسط کہنا ہے تو ایک لاکھ کئی ہزار نبی اور ماننے پڑیں گے اس طرح تو مرزائی ہونا پڑے گا تاکہ امت وسط ہو جاؤ۔ دوسرا کیا یہ امت اپنے عمل کے لحاظ سے امت وسط ہے کہ ایک طرف انبیاء علیہم السلام کے عمل دوسری طرف ساری کائنات کے عمل اور درمیان میں امتِ محمدیہ کے اعمال ہیں۔ جو امتِ وسط ہوگی حقیقت ہے کہ عمل کے لحاظ سے بھی یہ امت دیگر انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے پست ہے بتاؤ اس اُمت میں آصف بن برخیا کتنے ہیں۔ حضرت لقمان کا درجہ کتنے لوگوں نے حاصل کیا ہے۔ مریم جیسی پاک دامن کتنی بیبیاں اس امت میں ہیں آسیہ اور ہاجرہ کا درجہ کس بی بی کو نصیب ہوا ہے حضرت آسیہ وہ بی بی ہے جس کو کہ قدرت نے زندہ آسمان پہ اٹھالیا اور حضرت ہاجرہ وہ مقدس خاتون ہے کہ چند قدم دوڑی تو قیامت تک ارکان حج بن کے رہ گئے۔ مگر اس امت کی مشہور بی بی بصرہ تک سعی فرماتی گئیں مگر خود اس امت کے لوگوں نے ان کے اس فعل کو اجتہادی غلطی کہہ کر نظر انداز کر دیا۔ ارے عمل کے لحاظ سے تو اس امت کے لوگ نہایت ہی ذلیل و پست ہیں فرماؤ کس نبی کی اُمت نے اپنے رسول کی اولاد کو ذبح کیا ہے کس نبی کی امت نے اپنے پیغمبر کی بہو بیٹیوں کو قید کر کے بازاروں اور درباروں میں پھرایا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ اگر دنیا کی تمام قومیں خباثت کا مقابلہ کریں اور اپنے اپنے سارے خبیث لے آئیں تو ہم تنہا حجاج کو پیش کر کے بازی لے جا سکتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود کو وہ سردار منافقین کہتا تھا اس کا قول تھا کہ اگر ابن مسعود کی قرأت پر کوئی شخص قرآن پڑھے گا تو میں اس کی گردن ماروں گا اور مصحف میں اس قرأت کو اگر سور کی ہڈی سے

بھی جھیلنا پڑے تو جھیل دوں گا اس نے حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت سہلؓ بن سعد ساعدی جیسے بزرگوں کو گالیاں دیں اور انکی گردنوں پر مہریں لگائیں اس نے عبداللہ بن عمر کو قتل کی دھمکی دی وہ اعلانیہ کہتا تھا کہ اگر میں لوگوں کو مسجد کے ایک دروازے سے نکلنے کا حکم دوں اور وہ دوسرے دروازے سے نکلیں تو میرے لئے ان کا خون حلال ہے اس کے زمانہ میں جو لوگ قید کی حالت میں کسی عدالتی فیصلے کے بغیر قتل کئے گئے صرف ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی جاتی ہے جب وہ مرا ہے تو اس کے قید خانوں میں اسی ہزار بے قصور انسان کسی مقدمے اور کسی عدالتی فیصلے کے بغیر لڑ رہے تھے۔ خلافت وملوکیت ص۱۸۶۔ یہ شمرؒ۔ یزیدؒ۔ مروانؒ۔ ابن زیاد۔ خولیؒ۔ حرملہ۔ حصینؒ۔ عمرؒ بن سعد۔ امت وسط ہو گئے کیا سورہ منافقون کے مصداق امت وسط ہیں کیا رسولِ خدا کو میدان میں چھوڑ کر بھاگنے والے امت وسط ہیں۔ آج کے مسلمان تو صرف اور صرف اتنا ہی کافی سمجھتے ہیں کہ بس جس نے رسولِ خدا کی زیارت کر لی وہ امت وسط بن گیا۔ تصدق شیرازی نے ایک رباعی میں گلوں کی صحبت میں رہنے والے خاروں کی حقیقت کو کتنے اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔

کہا خاروں نے گل سے حق خدمت اسکو کہتے ہیں غلامی میں ہیں صف بستہ حفاظت اس کو کہتے ہیں
چلی آندھی تو منہ کانٹوں نے زخمی کر دیا گل کا چمن میں ساتھ رہ کر بھی عداوت اس کو کہتے ہیں

(صلوٰۃ)

نہ گنتی کے لحاظ سے اور نہ عمل کے لحاظ سے یہ اُمت ہے امت وسط تو پھر کون لوگ ہیں جو امت وسط ہیں۔ اب قدرے وضاحت کرتا ہوں۔ سنو وسط کا ترجمہ ہے درمیان ایک طرف جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسری طرف باقی تمام مخلوق خدا درمیان میں امت وسط ہو گی یعنی نہ محمد مصطفیٰ کی طرح اور نہ باقی مخلوق کی مانند بلکہ درمیان میں، یعنی ہے تو امت مگر معصوم اُمت ہم گنہگار وہ پاک وطاہر اس مقصد کو میں سہل طریقہ سے عرض کرتا ہوں۔ مثلاً شجاعت کو ہی لیجئے کہ اس کے ایک طرف بزدلی ہے اور دوسری طرف تہور ہے یعنی زیادتی۔ درمیان میں شجاعت ہے سنو ہر جگہ لڑنے والا شجاع نہیں

تہور، شجاعت، بزدلی

ہوتا۔ جہاں لڑنے کا مقام نہ ہو وہاں لڑنے کو کہتے ہیں تہور یعنی زیادتی جو کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے اور جہاں لڑنے کا مقام ہو وہاں سے بھاگ جانے کو کہتے ہیں بزدلی حقیقی شجاع وہ ہے کہ لڑنے کا مقام ہو تو موت کی موت نظر آئے جہاں سے بڑے بڑے جوان جی چُرا رہے ہوں وہ وہاں سے مسکرا کر لڑتا ہُوا کائنات کو دکھائی دے اور اگر صبر کرنے کا مقام ہو تو چاہے فدک چھن جائے دروازے پہ آگ آجائے بتولؑ جیسی بیوی پہلو پہ ہاتھ رکھ کر دربار سے خالی پلٹ آئے خاموشی سے دیکھ کر حمد خدا کرتا ہُوا نظر آئے اصحاب نواز ملاں فرمایا کرتے ہیں کہ شیعوں کا علیؑ اتنا کمزور ہے کہ اس کے سامنے فدک چھن گیا اس کی بیوی دربار سے خالی واپس آگئی اس کے گواہ جھٹلائے گئے دروازے پر آگ لگانے کی دھمکی دی گئی اس کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچا گیا مگر وہ بے بس و مجبور ہی رہا۔ اور ہمارا علی قاتل حارث و مرحب عنتر عمرو بن عبدود ہے ملاں کے اس دعوے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ حضرت علیؑ کو بزدل مانتے ہیں کیوں مسلمانو! تم اپنے وعظوں میں بیان نہیں کرتے کہ ایک عورت نے جناب رسولخدا پر کیچڑ ڈالا۔ آپ نے اُسے کچھ نہیں کہا۔ ایک آدمی نے آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹ دیا۔ مگر آپ نے درگزر کیا۔ نماز کی حالت میں حضور پُرنور پر اوجھڑی پھینکی گئی اور فاطمہؑ زہراؑ نے آکر ہٹائی۔ لوگ رسولخدا کو گالیاں دیا کرتے تھے اور آپ خاموش رہتے تھے۔ حتّٰی کہ کتاب تاریخ اسلام جلد ا صلا ۲۵۲ پر یہاں تک تحریر کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی زید بن لعنہ اسلام لانے سے پہلے آپ کے پاس اپنے کچھ قرضے کا تقاضہ کرنے آیا اور بہت کچھ بک جھک کر کہنے لگا کہ تم اولاد عبدالمطلب بڑے ہی نادہندہ ہو اور وعدہ خلاف ہو اس کی اس بداخلاقی پہ آنحضرت مسکراتے ہی رہے مگر عمر نے اُسے جھڑک کر ایسی بے ہودہ گوئی سے روکنا چاہا تو آپ نے حضرت عمر فاروق سے فرمایا کہ تو نے ہم دونوں سے وہ طرز عمل اختیار نہیں جو ہونا چاہیئے تھا۔ کیوں بھائی اگر ہر مقام پر لڑنے والا شجاع ہے تو اس واقعہ سے رسولؐ خدا کیا ثابت ہوئے پھر تو بقول ملاں لوگوں کے حضرت عمر بہادر اور رسولخدا نعوذ باللہ۔ بزدل ثابت ہو گئے۔ مسلمانو اگر جناب رسولخداؐ کفار کی گالیاں سُن کر مشرکین کی زیادتیاں خاموشی سے برداشت کر کے نبی

پیغمبر کا صبر

سوسمار کا شہادت دینا

رہ سکتے ہیں تو میرے مولا حیدرِ کرار بھی مسلمانوں کی زیادتیوں پہ خاموش رہ کر امام رہ سکتے ہیں ۔ جو جواب حضرت خلیلؑ نمرودؔ کے بارے میں حضرت کلیمؑ فرعون کے بارے میں حضرت نوحؑ اپنی قوم کے بارے میں حضرت زکریاؑ بنی اسرائیل کے بارے میں حضرت یحییٰ دشمن کے بارے میں حضرت رسولخداؐ ابوجہل کے بارے میں دیں گے وہی جواب حضرت علیؑ کا اپنے مخالفین کے بارے میں ہوگا ۔ صلوٰۃ

ابن عباس سے مروی ہے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے جو بنی سلیم سے تھا صحرا میں ایک سوسمار شکار کیا اور آستین رکھ کر تلوار ہاتھ میں لئے پیغمبر خدا کے پاس مسجد میں آیا اور بھی آکر کہنے لگا محمدؐ بے شک آپ معاذ اللہ کاذب بھی ہیں اور ساحر بھی ہیں ۔ قسم لاتؐ و عزیٰ کی اگر میری قوم مجھے جلد باز نہ کہتی تو میں اسی تلوار سے آپ کو ابھی قتل کر دیتا اس گستاخانہ کلام کو سُن کر صحابہ تڑپ گئے اور تلواریں نیاموں سے باہر آگئیں مگر آنحضرتؐ نے انہیں منع فرمایا کہ اس وقت قتل کرنا بہادری نہیں بلکہ تہور ہے ۔ حضورؐ نے اعرابی سے فرمایا کہ اگر یہ سوسمار جو تیرے پاس ہے یہ میری نبوّت کی گواہی دے تو پھر مان جائے گا ۔ کہ میں خدا کا رسولؐ ہوں اس نے کہا کہ ضرور آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دے اعرابی نے کہا کہ یہ جنگل کا جانور ہے یہ تو بھاگ جائے گا آپ نے فرمایا بھاگنے والے اور بہت ہیں اس کا میں ذمّہ دار ہوں ۔ اعرابی نے سوسمار کو چھوڑا تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے سوسمار بتا میں کون ہوں اس نے نہایت فصاحت سے کہا اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ بے شک آپ خدا کے رسولؐ ہیں یہ سُن کر اعرابی مسلمان ہوگیا ۔ ضیا العنیین جلد ۱ صد ۱۲۹ ، مجمع الفضائل جلد ۱ صد ۳۶ لواعج الاحزان جلد ۲ صد ۱۴۷ ، ہاں میں نے عرض کیا کہ شجاعت کے ایک طرف تہور ہے اور دوسری طرف بزدلی ہے اگر یہودی کو اس وقت قتل کر دیتے تو بہادری نہ تھی بلکہ تہور تھا جن لوگوں کی تلواریں یہودی کی گستاخانہ کلام سُن کر نیاموں سے نکل پڑیں ان کے بارے میں قرآن مجید کا اعلان سنو جبکہ لڑنے کا مقام تھا ۔ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۔ پارہ ۲۱ رکوع ۱۸ ۔ جس وقت آئے لشکر اُوپر تمہارے اور نیچے تمہارے سے اور جس وقت

کج ہوئیں آنکھیں تمہاری اور پہنچ گئے دل تمہارے حلق کو۔ اور تم پر طرح طرح کا گمان کرتے تھے۔ ترجمہ ختم۔ تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بزدلی کو صاف اور واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اور جو شخص فدک چھن جانے اور خلافت ظاہری پر نامناسب اشخاص کے قبضہ میں دیکھ کر خاموش ہے میں میدان جنگ میں كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ پارہ ۲۸ رکوع ۹ (جیسا کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے) کا تمغہ قدرت سے حاصل کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ منقول ہے کہ جناب امیرالمؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب کسی جنگ میں ایک کافر سے لڑ رہے تھے کہ کافر کی تلوار ٹوٹی اور اس نے حضرت سے فوراً سوال کر دیا کہ یا علیؑ هَبْ لِیْ سَیْفَكَ۔ اپنی تلوار مجھے عنایت فرما دیں تو فوراً حضرت علیؑ نے اپنی تلوار اس کے آگے پھینک دی۔ اور خود نہتے ہو گئے مقابل نے تلوار اٹھا کر سر جھکایا اور کچھ سوچنے کے بعد آپ کے قدموں پر گر پڑا اور فوراً کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَعَلِيًّا وَّلِیُّ اللّٰهِ۔ کسی نے عرض کی یا علیؑ آپ نے یہ کیا کیا کہ دشمن کو اس خطرناک مقام پر تلوار دے دی فرمایا لوگو اس میں شک نہیں کہ میری تلوار اس کے قبضہ میں تھی مگر اس کا دل میرے قبضہ میں تھا۔ لوائج الاحزان جلد ۲ صہ ۱۲۹، مجمع الفضائل جلد ۲ صہ ۸۱ رباعی

بتلا نہیں سکتا میرے مولا کی کوئی شان — سر تاج ولایت کی ولاء باعث ایمان
حیدرؑ کے فضائل کی کوئی حد نہیں واللہ — سمٹے تو یہ اک نقطہ ہے پھیلے تو یہ قرآن

(تصدّق)

جنگ نہروان میں حضرت امیرالمؤمنین نے اپنی فوج سے فرمایا کہ آج کی لڑائی میں خارجی نہروانی صرف نو بچ سکیں گے اور میری فوج کے صرف نو آدمی شہید ہوں گے۔ الغرض جب جنگ ختم ہوئی تو نتیجہ وہی برآمد ہوا جو میرے مولا نے جنگ شروع ہونے سے پہلے سنا دیا تھا کہ نہروانی خارجی صرف ۹ بچ گئے جو بھاگ گئے تھے اور جناب حیدر کرار کی فوج کے صرف نو آدمی شہید ہوئے تھے۔ شواہد النبوۃ۔ کوکب دری صہ ۳۰۱۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے آباء طاہرین کے سلسلہ سے بیان فرماتے کہ ایک روز حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ ایک حکیم یونانی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، جو فلسفہ اور

فنِ طب میں کمال کا مدعی تھا اس نے کہا کہ اے ابوالحسن مجھے تمہارے صاحب درسول محمدؐ مصطفیٰ کے متعلق خبر ملی ہے کہ (معاذ اللہ) ان کو جنون کا مرض ہے میں ان کے علاج کے لئے آیا ہوں مگر یہاں پہنچ کر معلوم ہوا ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور مجھے ان کے علاج کا موقع نہ مل سکا اور مجھے یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ آپ ان کے عمّ زاد برادر اور داماد ہیں میں آپ کی حالت دیکھ رہا ہوں کہ آپ مرض صفراء میں مبتلا ہیں۔صفراء غالب آگیا ہے اور آپ کی پنڈلیاں بہت کمزور ہو چکی ہیں جو آپ کے جسم کا بار بھی برداشت نہیں کر رہی ہیں میرے پاس مرض صفراء کی دوا تو موجود ہے مگر پنڈلیوں کے لئے کوئی علاج کی صورت نظر نہیں آتی کہ ان کو نذر بہ کیا جائے۔ المختصر حضرت نے فرمایا یونانی صفراء کی دوا تو دکھلا یونانی نے دوا نکالی اور عرض کیا اے ابوالحسنؑ یہ دوا دو مثقال ہے اس کے ایک دانہ کھانے سے انسان مر جائے کیونکہ یہ سمّ قاتل ہے اس سے تو بہت تھوڑی استعمال کرنا ہوگی۔ اور گوشت سے چالیس روز تک پرہیز کرنا ہوگا۔جناب امیرؑ نے فرمایا یونانی یہ دوا مجھے دکھلا یونانی دو دوا آپ کو دی تو آپ نے ساری دوا کو نوش فرمالیا۔ لکھا ہے ذرا سا پسینہ آیا اور بس۔ یونانی نے دیکھا تو تھرتھراتے ہوئے کہا کہ میں ابوطالب کے فرزند علیؑ کی موت کا ذمہ دار بنایا جاؤں گا اور ان کے قتل کا الزام مجھ پر ہوگا اور کوئی شخص یہ میرا عذر قبول نہیں کرے گا کہ غلطی فرزند ابوطالب کی ہے یہ سن کر حضرت علی مسکرائے اور یونانی کا ہاتھ پکڑ کر ایک تین منزلے مکان پر ہاتھ ڈالا اور پورے مکان کو بلند کر کے فرمایا دیکھ یہ کمزور پنڈلیوں کی طاقت ہے یہ دیکھ کر یونانی کو غش آگیا آپ نے فرمایا اس پر پانی چھڑکو جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا واقعی آپ مظہر العجائب ہیں۔حقائق الوسائط صہ ۲۴۲ ، احتجاج طبری صہ ۱۱۱ ،

یہ ہے حقیقی شجاع۔ رُباعی۔

مولا علی امام ہے کل کائنات کا — مظہر ہے دو جہاں میں حق کی صفات کا
بستر دیا رسولؐ نے اللہ نے رضا — انعام یہ ملا ہے فقط ایک رات کا

نصدّق (صلوٰۃ)

وسط کی دوسری مثال سنو! ایک طرف نذرات ہے اور دوسری طرف بشارت درمیان

یونانی طبیب اور امیر المومنینؑ

رباعی

بشارت و نذرات

میں جنت ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی قدرت کا ارشاد ہے ۱۔ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا۔ پارہ ا رکوع ۱۴ تحقیق بھیجا ہم نے تجھ کو ساتھ حق کے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ رسولؐ خدا نذیر بھی ہیں اور بشیر بھی ہیں۔ نہ صرف ڈرانا کافی ہے اور نہ صرف بشارت کافی ہے دونوں کے درمیان جنت ہے اسی طرح دین کے ایک طرف فرعونیت ہے۔ اور دوسری طرف رہبانیت ہے درمیان میں دین ہے وہ شخص بے دین ہے جو سیرتِ فرعون کا سالک ہے اور وہ شخص بھی معتوب ہے جو راہبانہ زندگی گزارنے کا پروگرام رکھتا ہے۔ میں کہتا ہوں عبادت خدا بہت بڑی نعمت ہے مگر تارک دنیا ہونا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ بن مظعون جو صحابیٔ رسول تھے وہ دن رات عبادت میں مشغول رہنے لگے ابن مظعون نے دنیا کو ترک کر دیا رات کو مصلیٰ عبادت پر اور دن کو روزہ رکھتے تھے نہ بچوں کا خیال نہ بیوی کی پرواہ نہ قوم و قبیلہ سے کوئی واسطہ۔ غرض نہ دنیا کی فکر بس اللہ کا ذکر ہی ذکر کیا کرتے تھے کسی نے جناب رسول خداؐ سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! عثمان بن مظعون تو دن رات عبادت میں لگے رہتے ہیں اور تارک الدنیا ہو گئے ہیں۔ آنجنابؐ نے عثمان کو بلا کر تنبیہ کی کہ عثمانؓ یہ روش چھوڑ دو۔ خدا تعالےٰ کی رضا تارک الدنیا ہونے میں نہیں ہے وہ دنیا بھی دین ہی ہے جو خدا کی منشا اور اس کی خوشنودی کے لئے کمائی اور بسائی جائے بس اعتدال کا نام ہے دین جس کے ایک طرف فرعونیت ہے اور دوسری طرف رہبانیت ہے اس طرح کی اور بھی کافی مثالیں عرض کی جا سکتی ہیں اب آخری مثال ہے امت وسط کی سنو! اور غور سے سنو۔ ایک طرف خدائی یعنی توحید۔ دوسری طرف کفر درمیان میں وسط ہے بس وہ بندہ تلاش کرو جس کو کچھ لوگ خدا کہہ کر پکاریں اور وہ خدا نہیں ہے اور دوسری طرف کچھ لوگ اسے معاذ اللہ۔ گنہگار کہیں اور وہ گنہگار بھی نہ ہو۔ حقیقت میں وہ ان دونوں پہلوؤں کے درمیان ہو یعنی وسط ساری کائنات میں صرف حیدر کرار ہی ہیں کہ ایک طرف تو حضورؑ کو نصیری معاذ اللہ خدا مانتے ہیں۔ اور دوسری طرف خارجی نعوذ باللہ۔ گنہگار جانتے ہیں میرے مولا ان دونوں پہلوؤں کے

عثمان ابن مظعون کی عبادت

درمیان میں ہیں یعنی وسط۔ صلوٰۃ

اور سنو! ایک سارے کائنات کے بندے دوسری طرف محمدؐ مصطفیٰ درمیان میں امّت وسط یعنی ساری دنیا سے افضل اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن سے افضل یہ ہیں امّت وسط ساری دنیا کے یہ گواہ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر گواہ یہ ہے اُمّتِ وسط۔ صلوٰۃ۔ جناب صادق آل محمد فرماتے ہیں نَحْنُ الْاُمَّۃُ الْوُسْطٰی وَ نَحْنُ شُہَدَآءُ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ وَحُجَّتُہٗ فِیْ اَرْضِہٖ۔ تفسیر انوار النجف جلد ۲ ص ۲۲۵ فرمایا ہم امّت وسطیٰ ہیں اور ہم ہی ساری دنیا کے بارگاہِ ایزدی میں گواہ ہوں گے اور ہم ہی زمین میں خدا تعالیٰ کی حجّت ہیں۔ صلوٰۃ۔ ایک ہندو شاعر کہتا ہے۔

علیؑ جیسا جہاں اندر کوئی مشکل کشا ہوتا بجز حیدرؑ کوئی تو ولیُّ انّما ہوتا
نصیری کی طرح اب تک ملک تک کرتے ہیں سجدے امامت کا یہ عالم ہے خدا ہوتا تو کیا ہوتا

یہ ہے امّتِ وسط جو ساری دنیا پہ گواہ ہوگی اور خدا کا حبیب ان پہ گواہ ہوگا۔ میں عرض کر رہا تھا کہ حقیقی شجاع وہ ہے کہ جو موقعہ کے مطابق عمل کرے چاہے اپنا کتنا ہی نقصان مالی و جانی کیوں نہ ہو جائے۔ اس پر واقعہ صُلح حدیبیہ دلیل کے لئے کافی ہے اسی طرح دوسرا واقعہ حضرت امام حسن علیہ السلام کا ہے کہ مسلمانوں کا خون نہ ہونے دیا حالانکہ تمام مسلمان مانتے ہیں کہ میرے مولا حق پر تھے اور مدِمقابل حق پر نہ تھا۔ میرے مولا حضرت امام حسن علیہ السلام کی فضیلت کے بارے میں تجرید البخاری کے ص ۵۴۲ پر پر مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی اور اسماءؓ بنت عمیس میں اپنی اپنی فضیلت و کمال پہ بحث ہوئی صحابی فرماتے ہیں کہ میری شان بڑی ہے اور اسماء اس بات پہ مُصر ہے کہ میری شان بڑی ہے آخر دونوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی تو تاجدارِ رسالت نے فرمایا کہ اسماءؓ بنت عمیس چونکہ حسنؑ کی دائی ہے لہٰذا اس کی فضیلت زیادہ ہے میں کہتا ہوں جو انسان میرے مولا امام حسنؑ علیہ السلام کی دائی کا مقابلہ نہ کر سکا وہ امام حسنؑ کے باپ کا کیا مقابلہ کر سکے گا۔ اکثر ملّاں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ شیعہ لوگ حضرت امام حسنؑ علیہ السلام کو نہیں مانتے یہ لوگ تو صرف امام حسین علیہ السلام اور اس کی

اولاد ہی کو مانتے ہیں۔ لوگو شیعوں کی طرف سے اس کا جواب سنو! کہ جو انسان امام حسن علیہ السّلام کو دوسرا امام نہ مانے وہ جہنمّی و کافر و بے دین ہے ارے شیعہ کیا امام حسنؑ تو امام حسینؑ کا بھی امام ہے اگر شیعہ امام حسنؑ کو نہ مانیں تو ساری کائنات میں دوسرا امام نہیں ملتا۔ اگر شیعہ امام حسنؑ کو نہ مانیں تو پوری کائنات میں پنج تن پاک میں چوتھا وجود نہیں ملتا۔ لوگو! شیعوں کے تو پنج تن پاک پورے ہی نہیں ہوتے اگر امام حسن علیہ السلام نہ ہوں مسلمانو اگر شیعہ امام حسن کو نہ مانیں تو ان کے چودہ معصوم بھی پورے نہیں ہوتے۔ پس شیعہ جس طرح حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کو کائنات کا آقا و مولا مانتے ہیں اسی طرح حضرت امام حسن علیہ السّلام کو بھی کائنات کا مولا و وارث و آقا مانتے ہیں جو امام حسن علیہ السلام کو نہیں مانتا نہ اس کا اقرار توحید قبول ہے نہ اس کی رسالت کی شہادت اور ایمان قبول ہے پس ہر وہ بندہ بے ایمان ہے جو امام حسن علیہ السّلام کو دوسرا امام نہیں مانتا۔ صلوٰۃ۔ منقول ہے کہ ایک بار معاویہؒ مدینے آیا اور اس نے اعلان کیا کہ جو مجھ سے ملنے آئے گا میں اسے پانچ ہزار درہم سے ایک لاکھ درہم تک حسب لیاقت انعام دوں گا پس مدینے کے لوگ جاتے رہے اور رقمیں پاتے رہے تو امام حسن علیہ السلام سب سے آخر میں تشریف لے گئے۔ معاویہؒ نے کہا کہ آپ نے شاید اس لئے تاخیر کی ہے کہ میرا خزانہ ختم ہو جائے گا تو میں آپ کو کم دوں گا اور آپ مجھے بخیل مشہور کر دیں گے امام نے فرمایا مجھے کسی کی دولت سے کیا غرض و واسطہ، پس معاویہ نے اپنے غلام سے کہا کہ جتنی رقم اب تک تمام لوگوں کو دی گئی ہے اتنی ہی رقم امام حسنؑ کو دی جائے جب وہ رقم امام کے سامنے لائی گئی تو معاویہؒ نے کہا اے حسنؑ یہ رقم لے لیں کہ میں ہندہ کا بیٹا ہوں میرے مولا اٹھنے لگے تو معاویہؒ کے غلام نے حضرت کی جوتی سیدھی کر دی کہ کریم سے کچھ تو ملے گا۔ امام نے ساری دولت اس کو دے دی اور فرمایا اے معاویہؒ میں فاطمہ بنت محمد کا بیٹا ہوں۔ جلد العیون جلد ۱ صہ ۳۲۹ محافل و مجالس صہ ۹۴ دو شعر

ہم اہلبیت مصطفیٰ کرتے ہیں یوں عطا ۔۔۔ سائل نہ ہم سے رکھتا ہو امید و آرزو

جانے اگر بحر بھی میری بخشش و عطا ۔۔۔ ہر آئینہ اپنے عرق خجالت میں غرق ہو۔

(دکوھر)

امیر شام اور اعلان انعام

بخشش امام

روایت میں ہے کہ ایک شخص ابوضمضام نامی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور چند سوالات کئے جن کا جواب آنحضرت سے باصواب پاکر مسلمان ہوگیا اور عرض کی یا رسول اللہ اب اپنی قوم کو میں مسلمان کروں گا۔ آنحضرت نے فرمایا اے ابوضمضام عبسی اگر تو اپنے اسّی قبیلوں کو مسلمان کردے تو میں تجھے اسّی اونٹ انعام دوں گا۔

ابوضمضام عبسی نے عرض کی یا رسول اللہ آپ یہ تحریر کردیں تاکہ میری قوم کو اطمینان ہو آنحضرت نے اسے تحریر کردیا کہ اگر ابوضمضام عبسی اپنے اسی قبیلوں کو مسلمان کرلے تو اسے اُونٹ سرخ اُون، سفید آنکھوں والے جن کی سیاہ پتلیاں ہوں گی یمن کے قیمتی مال سے لدے ہوئے معہ مہاروں کے اللہ کا رسول ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ ابوضمضام تحریر مصطفیٰ لے کر اپنی قوم کی طرف چلا گیا اور کچھ عرصہ کے بعد پوری قوم کو مسلمان کرکے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر مدینہ آیا تاکہ اپنا انعام وصول کرے لکھا ہے کہ جب ابوضمضام مدینہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہوچکا ہے ابوضمضام نہایت پریشان ہوا کہ اب یہ انعام کس سے وصول کروں آخر معلوم ہوا کہ ایک شخص نے رسولؐ اللہ کی مسند سنبھال رکھی ہے یہ سیدھا دربار خلافت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کرنے کے بعد تحریر مصطفیٰ نکال کر پیش کی۔ آپ چونکہ وارث مصطفیٰ ہیں لہذا یہ اسی اونٹ ادا کریں۔ بزرگوں نے کہا کہ اے اعرابی تو احمقوں کی سی باتیں کرتا ہے رسولؐ اللہ نے اپنے ترکہ میں ایک خچر جس کا نام دُلدل ہے اور ایک گدھے کے جس کا نام یعفور ہے اور ایک تلوار کے جس کا نام ذوالفقار ہے اور زرہ کے اور چھوڑا ہی کیا ہے یہ سب چیزیں علیؑ نے لے لیں رہا فدک تو وہ ہم نے بحق مسلمین ضبط کرلیا ہے ہمارے نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ یہ سُن کر سلمانؓ بول اُٹھے اور کہا کہ تم نے وارثوں کو پیچھے کرکے وہ کیا جو نہ کرنا چاہیئے تھا۔ اس کے بعد حضرت سلمان اس اعرابی کو ساتھ لے کر حضرت امیرؑ علیہ السلام کے دروازۂ اقدس پہ پہنچا اندر سے آواز آئی سلمانؓ تم بھی آؤ اور ابوضمضام بھی آئے۔ یہ سُن کر ابوضمضام حیران ہوگیا کہ میرا نام انہیں کس نے بتلایا ہے سلمانؓ نے کہا اعرابی حیران نہ ہو یہ ہی تو حقیقی وارثِ مصطفیٰ ہے پس ابوضمضام نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو حضرت نے فرمایا ابوضمضام کیا تو نے اپنی ساری قوم کو مسلمان کرلیا ہے۔ عرض کی ہاں

آمدن ابوضمضام در خدمت اما

یا امیر المومنین، فرمایا وہ تحریر مجھے دے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے تجھے لکھ کر دی تھی اس تحریر کو لے کر اٹھے اور سلمانؓ سے فرمایا کہ سارے مدینہ میں اعلان کرادو کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا صحیح جانشین دیکھنا ہو آئے اور اسے دیکھے لکھا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام مدینہ سے باہر تشریف لائے اور ایک پہاڑ پر کچھ کہہ کر عصائے رسول لگایا تو فوراً پہاڑ سے ایک دروازہ کھلا حضرت نے ہاتھ بڑھا کر ایک مہار نکالی اور ابو ضمضام کے حوالے کی اور فرمایا اپنے وعدے کے مطابق اسی اونٹ پورے کر لے۔ لوگوں نے عرض کی یا حضرت یہ اونٹ پہاڑ سے کس طرح نکل آئے فرمایا جس اللہ نے حضرت صالح علیہ السلام کے واسطے پہاڑ سے ناقہ نکالی تھی اسی اللہ نے وارثِ مصطفیٰ کے حکم سے یہ اونٹ نکالے ہیں پھر فرمایا یہ اونٹ حضرت صالحؑ کی ناقہ سے دو ہزار سال قبل اللہ تعالےٰ نے خلق فرمائے تھے۔ صلوٰۃ۔ مجمع الفضائل جلد ۲ صد ۱۹۲، کنوز المعجزات صد ۱۷، المجالس المرضیہ صد ۲۱۷ کوکب دری صد ۳۱۱، رُباعی عرض ہے۔

جن کے طفیل ساری دنیا ہوتی ہے پیدا — جن کے جمالِ اطہر پہ خالق ہوا ہے شیدا
جن کی فضیلتوں پر قرآن کی گواہی — وہ نورِ پنجتن ہے کائنات میں ہویدا

(نعیمیؔ)

لکھا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام تین دن کے تھے کہ ماں کی گود میں آسمان کی طرف غور سے دیکھنے لگے اُمّ ایمن حیران ہوگئیں کہ شہزادہ ٹکٹکی لگا کر آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے مبادا معصوم بیمار نہ ہو یہ خیال کر ہی رہی تھی کہ جناب بتولؑ نے شہزادے کو زمین پر لٹایا اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ اُمّ ایمن کی حیرت بڑھی اور عرض کی آقا زادی میں تو سمجھی تھی کہ شہزادہ بیمار ہے جناب سیّدہ نے فرمایا نہیں اُمّ ایمن بلکہ میرا بیٹا عرش کا مطالعہ کر رہا تھا اس لئے میں نے خدا کا شکر ادا کیا ہے فِی مُسْتَدْرَكِ حَاكِمٍ كَانَ الْحَسَنُ لِيُطَالِعُ اللَّوْحَ الْمَحْفُوْظِ فِیْ صَغِيْرِ سِنِّهٖ۔ احقاق الحق صد ۱۲۷، چودہ ستارے صد ۱۱۲، حضرت حسنؑ بچپنے میں لوح محفوظ کا مطالعہ کیا کرتے تھے اسی لئے تو کسی نے بتولؑ کی گود کو کیفیت کو اس انداز میں بیان کیا ہے۔ رُباعی

طفل نو ایک بصد شان لئے بیٹھے ہیں　　　باب اسلام کا عنوان لئے بیٹھے ہیں
سر جھکائے ہوئے گویا کہ تلاوت کے لئے　　　فاطمہؑ گود میں قرآن لئے بیٹھے ہیں

(صلوٰۃ)

مناقب ابن شہر آشوب میں بحوالہ شرح اخبار قاضی نعمان مرقوم ہے کہ ایک سائل حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے سوال کیا کہ میں نے حالتِ احرام میں شتر مرغ کے انڈے بھون کر کھائے ہیں بتائیے کہ مجھ پر کیا کفارہ واجب الادا ہوا۔ سوال کا جواب چونکہ اُن کے بس کا نہ تھا اس لئے عرقِ ندامت پیشانیٔ خلافت پر آگیا ارشاد ہوا کہ اسے عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس لے جاؤ مگر عبدالرحمٰن بھی اس سوال کے جواب سے معذور پائے گئے سب نے کہا کہ اس کا حل حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کے سوا کوئی نہیں کر سکتا جب سائل حضرت علیؑ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے سائل سے فرمایا میرے دونوں چھوٹے بچے جو سامنے کھیل رہے ہیں ان سے دریافت کر لے سائل حضرت امام حسن علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور مسئلہ وسوال دہرایا امام حسنؑ نے جواب دیا کہ تو نے جتنے انڈے کھائے ہیں اتنی ہی عمدہ اونٹنیاں لے کر حاملہ کرا۔ اور جو ان سے بچے پیدا ہوں انہیں راہ خدا میں ہدیہ خانہ کعبہ کر دے امیرالمومنینؑ نے ہنس کر فرمایا کہ بیٹا جواب تو بالکل صحیح ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ کچھ حمل ضائع ہو جاتے ہیں اور کچھ بچے مر بھی جاتے ہیں۔ عرض کی بابا جان یہ تو بالکل درست ہے مگر ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ کچھ انڈے بھی خراب اور گندے نکل جاتے ہیں یہ سن کر سائل پکار اُٹھا کہ ایک مرتبہ اپنے عہد میں سلیمان بن داؤد نے یہی جواب دیا تھا۔ جیسا کہ میں نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے۔ محافل و مجالس ص۸۲ چودہ ستارے ص۱۱۳ ۔ جناب صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک روز بعض شیعوں نے امام حسنؑ سے عرض کیا کہ آپ اس قدر متحملِ مشقت و مضرت معاویہ کیوں ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا میں اپنے خدا کی عبادت کرتا ہوں اگر خدا سے کہوں کہ شام کو عراق اور عراق کو شام۔ مرد کو عورت اور عورت کو مرد کر دے تو خدا فوراً ایسا کر دے گا ایک شامی بھی وہیں موجود تھا اس نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا امام نے فرمایا تجھے شرم

نہیں آتی عورت ہوکر مردوں میں بیٹھی ہے جب اس شامی نے خیال کیا تو واقعی عورت تھی حضرت نے فرمایا اٹھ اور گھر جا تیری عورت مرد بن گئی ہے اور تجھ سے ایک بچہ مخنث بھی پیدا ہوگا پس جو کچھ حضرت نے فرمایا تھا واقع ہُوا کچھ عرصہ کے بعد دونوں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض و معذرت کی آپ نے دعا فرمائی تو پہلی حالت پر ہوگئے۔صلوٰۃ۔ جلاء العیون جلد ا صہ ۳۳۷ ۔ بسند معتبر جناب صادقؑ سے مروی ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام نے معاویہؔ سے صلح کی تو ایک روز ایک نخلستان میں بیٹھے تھے معاویہؔ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ لوگ پوری کائنات کا علم رکھتے ہیں) اور آپ کے والد حضرت علیؑ بھی یہ دعوے کیا کرتے تھے کہ سَلُوْنِی مَا شِئْتُمْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ جو جی چاہے مجھ سے دریافت کرو امام نے فرمایا خدا تعالیٰ اپنا علم جس کو پسند کرے اپنے بندوں میں سے عطا کرتا ہے۔ معاویہؔ نے کہا کہ ہم آج ذرا امتحاناً پوچھتے ہیں۔ کہ فرمادیں اس کھجور میں کتنے دانے ہیں امام حسن علیہ السلام نے فرمایا معاویہؔ اس درخت میں چار ہزار چار خرمے ہیں۔ پس معاویہؔ نے حکم دیا کہ تمام خرموں کو توڑ کر احتیاط سے شمار کیا جائے جب تمام خرمے شمار ہو چکے تو نتیجہ نکلا چار ہزار تین خرمے معاویہؔ نے کہا کہ صرف ایک خرمے کا فرق نکلا ہے امام نے فرمایا میں نے ہرگز جھوٹ نہیں کہا اور خدا کی طرف سے خبر دروغ نہیں آیا کرتی۔ لوگو تم میں سے ایک خرما کسی نے چھپایا ہے۔کہو تو خود خرما۔ بول اٹھے بس اتنا سُن کر عبداللہ ابن عامر نے کہا کہ واقعی وہ خرما میرے پاس ہے صلوٰۃ۔ جلاء العیون جلد ا صہ ۳۳۸ مولا کی شان میں رباعی عرض ہے۔

خالق کے دیں کو کس نے بچایا جواب دو کس نے نظامِ اُلفت ہے بنایا جواب دو
پسرِ ہند کے جار بوں سُن لو بغور تم شام و عراق کس نے ملایا جواب دو

(نعیمی)

مگر بے مروّت ظالم مسلمانوں کے ظلم کا نشانہ سبط اکبر محمد مصطفیٰ ہی بنا۔ ملاں لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام ہر روز ایک عقد کرتے تھے اور دوسرے روز طلاق دے دیا کرتے تھے کیوں مسلمانو کیا رسولِ خداؐ کی یہ حدیث نہیں کہ

خاندانِ نبوت کا علم

[illegible] اعتراض کا جواب

عرش تین وجہ سے کانپ اٹھتا ہے ایک تو یتیم کو ستانے سے دوسرا جب کوئی گنہگار بارگاہ الٰہی میں گڑگڑا کر خلوص دل سے استغفار کرے اور تیسرا بے قصور عورت کو طلاق دینے سے کیا امام حسن علیہ السلام اس حدیث سے واقف نہ تھے اور کس طرح فرزندِ رسولؐ بے قصور عورتوں کو طلاق دینا جائز قرار دیتے تھے دوسری طرف وہ عورتیں کیونکر آپ سے عقد کرتیں جن کو علم ہوتا تھا کہ کل طلاق ہو جائے گی۔ یہ سب بنی امیہ کے کاسہ لیسوں کے پروپیگنڈے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح آلِ محمدؐ کو بدنام کر کے حق نمک ادا کیا جائے۔ او بے مروّت مسلمان حضرت امام حسن علیہ السلام نے تو اُس ملعونہ کو بھی طلاق نہ دی جس نے حضرت کو کئی مرتبہ زہر دیا تھا جو اپنے جانی دشمن کو طلاق نہیں دے رہا اس نے بے قصور عورتوں کو کس طرح طلاق دینا جائز قرار دے لیا تھا۔ روایت میں ہے کہ مخالف نے کئی مرتبہ حضرت کو زہر دلوایا۔ مستند روایات سے ثابت ہے کہ حضرت کو چھ مرتبہ زہر دیا گیا تین مرتبہ تو آپ کو موصل میں ایک ملعون نے زہر دیا۔ ایک بار ایک نابینے ملعون نے زہر سے بجھا ہُوا نیزہ حضورؑ کے پائے اقدس پر رکھ کر دبا دیا جس کا اثر ہو گیا تھا لکھا ہے کہ اس ملعون کو حضرت عباسؑ نے تلاش کر کے قتل کر دیا تھا۔ چودہ ستارے صنہ۱۳۰ و صنہ۱۳۱

زہر دادن امام

حضورؑ اس کے بعد مدینہ میں تشریف لائے تو مخالف نے بوساطت مروانؑ جعدہ بن اشعث جو حضرت ابوبکر کی بھانجی اُم فروہ کی بیٹی تھی اس کے پاس ایک لاکھ درہم اور کہا کہ اگر تو نے امام حسنؑ کو شہید کر دیا تو اس کے علاوہ انعام و اکرام اور اپنے بیٹے کے ساتھ تیرا عقد بھی کر دوں گا۔ اس ملعونہ نے ایک مرتبہ حضور کو خرموں میں زہر دیا۔ جب امام کو اس ملعونہ کی حرکت کا علم ہوا۔ تو آپ نے اس کے ہاں آنا جانا بند کر دیا ان پانچ مرتبہ کی زہر سے حضرت کافی اذیت اٹھانے کے بعد شفایاب ہوتے رہے منقول ہے کہ جب مخالف کو معلوم ہوا کہ کئی بار حضرت امام حسن علیہ السلام کو کئی بار زہر دیا گیا ہے۔ مگر کامیابی نہ ہوئی تو اس ملعون نے بادشاہ روم سے زہر ہلاہل منگوا کر مروانؑ کے پاس بھیجی کہ یہ زہر ہلاہل ہے اس کا ایک قطرہ اگر دریا میں ڈال دیا جائے تو تمام دریائی جانور مر جائیں گے۔ مروانؑ نے وہ زہر جعدہ بنت اشعث کے پاس پہنچا کر کہا کہ اس کا ایک قطرہ ہی کافی ہے چونکہ امام

جعدہ کا زہر دینا

علیہ السّلام اس سے متنفر ہو چکے تھے اس لئے اس کی آمد و رفت بند تھی اس نے ہر چند کوشش کی۔ مگر موقع نہ پاسکی۔ بالآخر چھبیسویں ماہ صفر ۴۹ھ کو وہ اس جگہ جا پہنچی جہاں امام حسن علیہ السّلام سو رہے تھے۔ آپ کے قریب حضرت زینبؑ و کلثومؑ بھی سو رہی تھیں اور آپ کے پائنتی کنیزیں محو خواب تھیں جعدہ اس پانی میں زہر ملا کر خاموشی سے واپس ہوئیں جو پانی حضرت کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ اس کی واپسی کے تھوڑی دیر بعد حضرت امام حسنؑ کی آنکھ کھلی۔ آپ نے حضرت زینبؑ کو آواز دی اور کہا بہن میں نے ابھی ابھی اپنے نانا رسولؐ اور پدر بزرگوار کو اور مادر گرامی کو خواب میں دیکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں بیٹا حسنؑ کل تم ہمارے پاس آجاؤ گے یہ سن کر حضرت زینبؑ رونے لگی اور حضرت نے وضو کے لئے پانی مانگا اور خود ہاتھ بڑھا کر سرہانے سے پانی لے کر نوش فرمایا۔ عزادارو! بس پانی پینے کی دیر تھی کہ حضرت تڑپ گئے اور فرمایا یہ کیا پانی ہے جس نے میرے جگر اور حلق کو پارہ پارہ کر دیا۔ شیعو حضرت زینبؑ کا رونا سن کر تمام بیبیاں تشریف لے آئیں اور جب امام حسینؑ بھائی کے پاس پہنچے تو غش کر گئے جب ہوش میں آئے تو فرمایا وہ پانی مجھے بھی پلا دو جو میرے بھائی کو پلایا گیا ہے۔ تاکہ میں بھی اپنے بھائی کے ساتھ اپنے نانا کے پاس پہنچ جاؤں۔ مگر امام حسنؑ نے وہ کوزہ زمین پر دے مارا جو چور چور ہو گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب پانی زمین پر گرا تو زمین ابلنے لگی۔ الغرض تھوڑی دیر کے بعد امام حسنؑ کو قے آئی اور جگر کے ستر ٹکڑے طشت میں آگئے۔ عزادارو! دو دن تک سیّدوں کے گھر میں سخت بے چینی رہی اور تیسرے دن بھائی کی گود میں بھائی نے دم توڑ دیا۔ ہر طرف سے آہ و بکا کی آواز بلند ہوئی۔ آخر حضرت امام حسینؑ نے بھائی کو غسل دیا۔ حنوط کیا کفن پہنایا اور بھائی کی وصیت کے مطابق بھائی کا جنازہ روضۂ رسولؐ میں لائے۔

جنازہ پر تیروں کی بارش

روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ خچر پر سوار ہو کر آگئیں اور کہا کہ میں حسن کو رسولؐ خدا کے روضے میں دفن نہیں ہونے دوں گی۔ بنی اُمیّہ نے ترکشوں سے تیر نکالے حضرت عائشہ کی ترغیب دلانے پر تیر چلے اور ستر تیر امام کی لاش میں

پیوست ہو گئے اِدھر سے بنی ہاشم نے تلواریں کھینچ لیں ۔حضرت امام حسین علیہ السّلام نے بنی ہاشم سے فرمایا میرے بھائی کی مجھے وصیّت ہے کہ اگر مسلمان مجھے نانے کے پہلو میں دفن نہ ہونے دیں تو لڑائی نہ کرنا۔ بلکہ مجھے میری دادی فاطمہؓ بنت اسد کے پاس دفن کر دینا ۔عزادارو ! یہ کائنات میں ایک جنازہ ہے جو گھر سے نکل کر پھر واپس آیا ۔جب بہنوں نے دیکھا تو فرمایا ماں جائے کیا ہوا فرمایا آؤ زینبؑ کلثوم رقیہ پہلے مل کر بھائی کی لاش سے تیر تو نکال لیں جلاءُ العیون جلد ا صد ۲۷۳ ،چودہ ستارے صد ۱۳۰ محافل و مجالس صد ۹۹ ،کربلا کی شیر دل خاتون صد ۱۵۵ ،تاریخ ابو الفدا صد ۲۸۱ ۔

وَلعنۃ اللہِ علی القوم الظّالمین وَ سیعلم الّذین ظلموا اَیّ منقلب ینقلبون ٥

اٹھارہویں مجلس

علم کی فضیلت ۔ دس سائلوں کے علیٰحدہ علیٰحدہ جوابات ۔ جنید اور بلال کی گفتگو ۔ حمص کا موذن یہودی ۔ سفیان ثوری کا صادق آلِ محمدؑ پر بے جا اعتراض ۔ سیّد حمیری کی توبہ ۔ محمد بن حنفیہ کا زندہ ہونا ۔ ہارون کی تنوریں ۔ فضائل و مناقب ۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام آپ کے مصائب اور شہادت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۔

پارہ ۱۱ رکوع ۴ ۔ ہر گروہ سے ایک جماعت اپنے گھروں سے کیوں نہیں نکلتی تاکہ علم دین حاصل کرے اور جب اپنی قوم کی طرف پلٹ کر آئے تو اُن کو عذاب آخرت سے ڈرائے تاکہ وہ ڈریں ۔

جب سے عالم وجود میں آیا غیر موجود نے موجود ہونے کا لباس پہنا ۔ کرۂ ارض پر سبزہ لہلہانے لگا ۔ شواطی نے اپنے خیابا ری کے دامن کو پھیلایا ہوا کی حرکت میں سرسراہٹ کی آواز پیدا ہوئی ۔ واآلیل نے بڑھ کر اپنی سیاہ زلفوں کو بکھیرا سیماب سے بوندا باندی کا سلسلہ جاری ہوا ۔ کرسی نے عرشِ علیٰ پر استقرار پکڑا ۔ ملائکہ نے قیام و رکوع اور سجود و تشہد کی حالت میں تسبیح و تہلیل کو شروع کیا ۔ انبیاء علیہم السلام کو نبوت و رسالت کے

مقدّس تاج و لباس سے مزیّن کیا گیا - حوران جنّت نے کوثر کے پانی سے وضو کر کے محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود بھیجنے کو مشغلۂ زندگی قرار دیا۔ احکم الحاکمین نے لفظ کُن سے والارض کے فرش کو بچھایا۔ اس دن سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قیامت تک ہر قوم و ہر مذہب علم کا مدّاح خواں ہے اور مدّاح خواں رہے گا۔ کائنات کے ہر فرد کا متفقہ فیصلہ ہے کہ علم بڑی دولت ہے۔ علم ہی سے زینۂ کمال نصیب ہوتا ہے۔ ہر پیر ہر رہنما۔ ہر پیر وا پنی قوم کو علم حاصل کرنے کی تاکید مزید کرتا آیا اور کرتا رہے گا۔ دنیا کے ہر ذی فہم کا فیصلہ ہے کہ دین و دنیا کی ترقی کا راز علم میں ہے۔ علم ہی کی وجہ سے ہم پہاڑوں سے کوئلہ۔ پیٹرول۔ نمک۔ گیس۔ یاقوت وغیرہ نکالنے میں کامیاب ہو گئے یہ علم کا کمال ہے کہ آج انسان ہوا کے دامن میں پرواز کر رہا ہے۔ علم ہی کی برکت سے آج چاند پر کمند ڈالنے کی فکر حضرت انسان کر رہا ہے۔ دنیا کی ہر شے کو زوال آسکتا ہے۔ مگر علم کی دولت ہمیشہ سے بے زوال ہے۔ اب ہمیشہ بے زوال رہے گی۔ منقول ہے کہ خوارج کے دس عالم جنہیں اپنے علم پر ناز تھا حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا کہ اے علیؑ ہم نے سُنا ہے کہ یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمائی ہے کہ اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا میں شہرِ علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ آپ نے فرمایا بے شک خدا کے رسولؐ کا یہ فرمان حقیقت بیان ہے۔ انہوں نے کہا کہ اے علیؑ پھر ہم ہر ایک پر آپ سے ایک ہی سوال کرتے ہیں اور آپ ہم سب کو علیحدہ علیحدہ جواب دیں۔ آپ نے فرمایا سوال کرو اور مکرّر کرو ان میں سے ایک نے کہا کہ فرمائیں یا علیؑ علم بہتر ہے یا مال آپ نے فرمایا علم بہتر ہے اس لئے علم بہتر ہے کہ مال متروکات فرعونؔ، ہامانؔ، قارونؔ ہے اور علم میراث انبیاءؑ کی ہے۔ دوسرے نے کہا یا علی فرمادیں علم بہتر ہے کہ مال۔ فرمایا علم بہتر ہے اس لئے کہ مال کی تو نگہبانی کرتا ہے مگر علم تیری حفاظت کرتا ہے۔ تیسرے نے یہی سوال کیا کہ علم بہتر ہے کہ مال۔ فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ صاحب مال کے دشمن بہت ہوتے ہیں اور صاحب علم کے دوست و عزیز زیادہ ہوتے ہیں چوتھے نے یہی سوال

کیا تو فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ پانچویں نے کہا یا علیؑ فرمادیں علم بہتر ہے کہ مال۔ آپ نے فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ مالدار کو بخیل بھی کہتے ہیں اور صاحب علم ہمیشہ سخی کہلاتا ہے۔ جب چھٹے نے سوال کیا کہ فرمادیں یا علیؑ علم بہتر ہے یا مال تو آپ نے فرمایا علم، کہ مال کے لئے ہمیشہ چور ڈاکو کا خوف لگا رہتا ہے اور علم ان سب بلاؤں سے ہمیشہ محفوظ ہے۔ ساتویں کے سوال پر فرمایا علم بہتر ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ مالداروں سے قیامت کو حساب لیا جائے گا اور مواخذہ کیا جائے گا اور دولتِ علم پر نہ کوئی حساب ہے نہ مواخذہ۔ آٹھویں نے کہا کہ فرمادیں یا علیؑ علم بہتر ہے کہ مال فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ مال عرصہ تک رہنے سے گند و خراب ہو جاتا ہے اور علم ہمیشہ روشن و تازہ رہتا ہے۔ نویں نے کہا یا علیؑ علم بہتر ہے یا مال تو آپ نے فرمایا علم بہتر ہے دلیل یہ ہے کہ علم سے قلب میں روشنی پیدا ہوتی ہے اور کثرتِ مال سے دل پر سیاہی آجاتی ہے۔ دسویں نے کہا یا علیؑ فرمادیں علم بہتر ہے یا مال تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا علم بہتر ہے دلیل یہ ہے کہ کثرتِ مال سے فرعون۔ نمرود۔ شدّاد وغیرہ نے خدائی کا دعویٰ کیا اور صاحب علم ہمیشہ مسکین و خاشع ہوتا ہے اور احاطۂ عبودیت سے باہر نہیں جاتا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا قسم بخدا اگر تم میری زندگی بھر یہی سوال کرتے رہو گے تو میں ہر مرتبہ علم کی فضیلت بطرز جدید بیان کرتا جاؤں گا۔ پس یہ سُن کر وہ تمام خارجی توبہ کر کے خالص مومن بن گئے۔ سبحان اللہ لوائج الاحزان جلد ۲ صفحہ ۹۸

رُباعی۔

وہ بندہ جس کو خاصانِ خدا نے رہنما جانا   فلک پر قدسیوں نے جس کو اپنا پیشوا جانا
خدا شاہد ہے مافوق البشر ہے بندگی تیری   زمانہ دستِ حق سمجھا نصیری نے خدا جانا

(صلوٰۃ)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جُوں جُوں علم کی زیادتی و فراوانی ہوتی جا رہی ہے۔ توں توں مذہبی اختلاف بڑھتے جا رہے ہیں۔ علم کی بدولت تو تمام انسانوں کو ایک

مرکز پر جمع ہونا چاہیئے تھا اس کی کیا وجہ ہے کہ کثرتِ علم نے اختلاف پیدا کر دیا۔ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وارثانِ علم نے تفصیل سے سمجھایا کہ علم کی تین منزلیں ہیں۔ پہلا علم، دوسرا ایمان اور تیسرا عمل۔ حدیث ہے اَلْعِلْمُ بِدُوْنِ الْعَمَلِ وَبَالٌ وَالْعَمَلُ بِدُوْنَ الْعِلْمِ ضَلَالٌ۔ محافل و مجالس ص۱۵۷ فرمایا علم بغیر عمل کے وبال ہے اور عمل بغیر علم کے ضلال یعنی گمراہی ہے۔ سنو اگر ایمان و عمل نہ ہو تو علم حاصل کرنے والا شیطانی حرکات کا مرتکب ہوتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں ابلیس لعین کا معاون و ممد بنتا ہے۔ دنیا بغیر سوچے سمجھے ایسے لوگوں سے علم حاصل کرنے لگ گئی جو بظاہر علم کی قبا اوڑھے ہوئے تھے اور درحقیقت قرآن و حدیث سے انہیں دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ صرف ظاہری شکل و صورت دکھلا کر دنیا کو فریب دے کر گمراہ کرنے میں شام و سحر کوشاں ہیں اور محمدؐ و آلِ محمدؑ علیہم السلام کے فیضِ علم سے نہ خود فیضیاب ہیں اور نہ مخلوقِ خدا کو دروازۂ آلِ محمد تک آنے دیتے ہیں۔

لطیفہ

لطیفہ۔ میں نے علم حاصل کرنے کے لئے حیدر آباد جانا تھا۔ رختِ سفر باندھ کر ساہیوال کے اسٹیشن پہ پہنچا اور ٹکٹ لے کر پلیٹ فارم پہ پہنچ گیا۔ وہاں تہتر گاڑیاں کھڑی تھیں میں نے ایک بزرگ صورت انسان سے پوچھا باباجی میں نے حیدر آباد جانا ہے۔ حیدر آباد جانے والی گاڑی کس نمبر پہ ملے گی۔ اس بزرگ نے داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا تین نمبر(۳) والی گاڑی سیدھی حیدر آباد جائے گی مگر یاد رکھ کسی اور سے نہ پوچھنا ورنہ نکاح ٹوٹ جائے گا میں بھولا بندہ داڑھی پہ اعتبار کر کے تین نمبر(۳) والی گاڑی پہ بیٹھ گیا کہ حیدر آباد پہنچ جاؤں گا۔ حقیقت میں حیدر آباد جانے والی گاڑی پانچ نمبر پہ کھڑی تھی۔ فرمائیے کیا یہ تین نمبر والی گاڑی پہ سوار ہونے والا حیدر آباد پہنچ جائے گا ارے یہ تو کوٹ رادھا کشن جا کر اتارے گی۔ سوار کے پاس زادِ راہ بھی ہے ٹکٹ بھی ہے مگر جوں جوں گاڑی چلے گی حیدر آباد سے دُور ہوتا جائے گا۔ لوگو کسی کی ظاہری شکل و صورت اور رنگ ڈھنگ پہ اعتبار نہ کرو تحقیق کر لو۔ کہ محمدؐ و آلِ محمدؑ کی رضا کا علم کہاں سے ملے گا۔ ورنہ سکھ والا معاملہ ہو جائے گا۔

سکھ کا لطیفہ

ایک سکھ کا واقعہ مشہور ہے کہ سکھ نے کراچی جانا تھا ٹکٹ

لے کر لاہور اسٹیشن پہ بغیر دریافت کئے پشاور جانے والی گاڑی پر سوار ہو گیا اور اُوپر کے تختے پر چڑھ کر سو گیا۔ جب گاڑی وزیر آباد پہنچی تو کسی نے آواز دی وزیر آباد آگیا۔ سکھ حیران ہو کر کہتا ہے کہ سائنس کے بھی قربان جائیے کہ نیچے والے پھٹے پشاور اور اُوپر کے پھٹے کراچی جا رہے ہیں۔ کیوں مسلمانو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تو فرمایا تھا اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا منصب امامت ص۴۳ کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے پھر تم نے کیوں غیروں کے دروازے تلاش کرنے شروع کر دیئے۔ رُباعی

تسلیم کہ تم چاند پہ جا سکتے ہو   تعداد ستاروں کی بتا سکتے ہو
لیکن یہ تو بتاؤ مجھے دنیا والو   حیدر سا رہبر بھی دکھا سکتے ہو

(صلوٰۃ)

میرے مولا جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام علم کے بارے میں تفصیل سے فرماتے ہیں۔ فَاِنَّ الْعِلْمَ لَیْسَ مَا یُحْصَلُ بِالسَّمَاعِ وَقِرَاۃِ الْکُتُبِ وَحِفْظِھَا فَاِنَّ ذٰلِکَ تَقْلِیْدٌ وَاِنَّمَا الْعِلْمُ مَا یَفِیْضُ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلٰی قَلْبِ الْمُؤْمِنِ یَوْمًا فَیَوْمًا وَسَاعَۃً فَسَاعَۃً فَیَکْشِفُ بِہٖ مِنَ الْحَقَائِقِ مَا تَطْمَئِنَّ بِہِ النَّفْسُ وَیَنْشَرِحُ لَہُ الصَّدْرُ وَیَتَنَوَّرُ بِہِ الْقَلْبُ۔ مقدمہ کوکب دری ص۳، پس علم حقیقی یہ نہیں ہے جو کتابوں کو پڑھنے اور حاشیوں کے رٹنے اور علماء کے مقالات اور کتب کے الفاظ حفظ کر لینے سے حاصل ہوتا ہے یہ تو تقلید ہے اور بس۔ علم تو وہ ہے جو مومن کے قلب پر روز بروز ساعت بساعت منجانب اللہ فیضان ہو جس سے حقائق اشیاء اور معارف حقہ اس پر منکشف ہو جائیں کہ جس سے نفس کو اطمینان کل حاصل ہو جائے اور اس سے سینہ کھل جائے (بشرح صدر ہو جائے) اور آئینہ دل روشن ہو جائے بس یہ تقلیدی علم کی مہربانیاں ہیں کہ رسول اللہ کی حدیث بیان کی جاتی ہے۔ اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ مواعظ حسنہ ص۱۳۹ یعنی امت کا اختلاف رحمت ہے۔ کیوں مسلمانو کیا یہ کسی پاگل دشمن

اختلاف امت رحمت ہے

خدا اور رسولؐ نے یہ حدیث گھڑ کر جناب رسالتمآبؐ کی طرف منسوب نہیں کی اگر یہ حدیث بھی صحیح ہے تو بہتر فرقوں میں سے ایک کیوں جنتی ہے باقی بہتر فرقوں پر کفر کا فتویٰ کیسا۔ دعا کرو کہ امّت میں اختلاف بڑھے تاکہ رحمت میں کثرت و زیادتی ہو۔ ارے کون عقلمند اس حدیث کو حدیثِ رسولؐ مانتا ہے یہ تو قرآن مجید کی کھلی مخالفت ہے کیونکہ خدا کا حکم ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ پارہ ۴ رکوع ۲۔ اللہ کی رسّی کو مل کر سب مضبوطی سے تھام لو اور اختلاف پیدا نہ کرو۔ فرماؤ ان دونوں سے صحیح کون ہے اور بناوٹی کون ہے یہ ہے محمدؐ و آلِ محمدؐ سے روگردانی کا اثر و نتیجہ، کاش کہ مسلمان قرآن مجید سمجھتے تقلیدی علم حاصل کرنے والوں کے بارے میں قدرت کی طرف سے ارشاد ہے وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی جَآءَهُمُ الْعِلْمُ پارہ ۱۱ رکوع ۱۴ اور ہم نے بنی اسرائیل کو (ملک شام میں) بہت اچھی جگہ بسایا اور انہیں اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں تو ان لوگوں کے پاس جب تک علم نہ آیا ان لوگوں نے اختلاف نہیں کیا۔ یہ ہے وہ علم کہ جس کے ساتھ ایمان اور عمل نہ ہو تو باعث گمراہی اور ضلالت ہوا کرتا ہے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں۔ اَلْعِلْمُ نُوْرٌ وَّیَقْذِفُهُ اللّٰہُ فِیْ قَلْبِ مَنْ یَّشَآءُ۔ مواعظ حسنہ صفہ ۱۲ فرمایا علم نور ہے اور خدا تعالیٰ جس قلب میں چاہتا ہے ڈال کر اُسے روشن کر دیتا ہے صلوٰۃ۔ رُباعی عرض ہے

یٰسٓ ہیں احمد تو علیؑ ہیں بسم اللہ — میں بندۂ ثقلین ہوں شُکراً لِلّٰہ
ہم مرتبہ ہیں ہم پلّہ حیدرؑ ہو کوئی غیر — لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ

اب میں آپ کے سامنے دونوں درسوں کے دو طالب علموں کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں تاکہ حقیقت آشکار ہو سکے۔ روایت میں ہے کہ حضرت جنید بغدادی جو اپنے زمانہ کے کامل اکمل پیر مانے جاتے اور ہزاروں لوگ ان کے مرید بن چکے تھے اور ان کا حلقہ پیری مریدی اتنا وسیع تھا کہ خلیفہ وقت بھی ان کے عقیدتمندوں میں شمار ہوتا اور اُسے زمانے کا قطب الاقطاب کہا جاتا تھا یہ بزرگ ایک روز اپنے مریدوں کے ساتھ بغداد کی کسی گلی سے گزر رہے تھے کہ جناب بہلولؒ سے ملاقات ہو گئی حضرت جنید نے بہلولؒ سے فرمایا کہ اے بہلول میں نے سُنا ہے کہ تو فقہ آلِ محمدؐ میں کافی مہارت و دسترس رکھتا ہے اگر واقعی تو آلِ محمدؐ کے علوم سے فیضیاب ہے تو مجھے بھی کوئی نصیحت کر تاکہ میں بھی ارشادِ آلِ محمدؐ سے فیضیاب ہو سکوں ممکن ہے کہ جنید کے دل میں یہ خیال آیا ہو کہ بہلولؒ کہے گا حضورؐ آپ مجھ سے کہیں فاضل و اکمل ہیں میں تو آپ کے غلاموں میں سے ہوں مگر بہلولؒ نے عالمانہ انداز میں فرمایا کہ مجھ سے نصیحت حاصل کرنے کی کیا آپ میں قابلیت بھی ہے تو حضرت جنیدؒ نے فرمایا کیوں بہلولؒ آپ سے نصیحت حاصل کرنے کیلئے کس قدر قابلیت کی ضرورت ہے بہلولؒ نے کہا کہ آپ سے میں ایک معمولی سا سوال کرتا ہوں اگر آپ نے اس کا صحیح جواب دے دیا تو میں آپ کو نصیحت کروں گا ورنہ نااہل کو کیونکر وہ تعلیم دوں جس کا وہ متحمل نہ ہو حضرت جنیدؒ نے فرمایا سوال کرو اور شوق سے کرو۔ جناب بہلولؒ نے فرمایا کہ فرمائیں کھانا کس مقدار میں کھانا چاہیئے حضرت جنیدؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا یہ بھی کوئی مشکل سوال ہے۔ بہلول شریعتِ مصطفےٰ کی طرف سے ہدایت ہے کہ انسان کم کھائے تاکہ رات کو عبادت و نوافل کے لئے بیدار ہو سکے تو حضرت بہلولؒ نے فرمایا جنید تمہیں تو کھانے کی بھی تمیز نہیں پہلے کھانے کی تو تمیز کہیں سے سیکھ لے یہ کہہ کر بہلولؒ چل دیئے اور حضرت جنید مع مریدوں کے حیرانی کے عالم میں دیکھتے رہے کسی نے بڑھ کر کہا کہ حضور یہ ملنگ بڑا گستاخ ہے جنید نے فرمایا یہ شیعانِ علی سے ہے اور یہ لوگ بزرگوں کی عزت و توقیر نہیں کیا کرتے۔ کچھ عرصہ بعد پھر کہیں بغداد کے بازار میں حضرت جنید اور بہلول کی ملاقات ہو گئی اور پھر

جنید اور بہلول کی گفتگو

حضرت جنید نے بہلولؒ سے وہی سوال کر دیا کہ بہلولؒ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمادیں مگر آپ نے نظر التفات سے محروم رکھا۔ جناب بہلول نے فرمایا میں اب بھی نصیحت کرنے کو تیار ہوں مگر آپ اس قابل بھی ہوں کہ میں آپکو کچھ نصیحت کروں۔ لو میں ایک معمولی سا سوال اب کرتا ہوں اگر تو نے اس سوال کا جواب صحیح دیدیا تو ضرور نصیحت کروں گا۔ جنید نے کہا شوق سے دریافت کریں بہلول نے کہا کہ فرمادیں بولنا کتنا چاہیئے۔ حضرت جنید نے فرمایا بہلول مسلمان کو کم بولنا چاہیے تاکہ نامہ اعمال میں کراماً کاتبین کم تحریر کریں یہ سُن کر بہلولؒ مسکرائے اور فرمایا کہ جنید نہ تجھے کھانے کی تمیز اور نہ تجھے بولنے کا امتیاز دیتہ پھر کیونکر اتنے کمزور ذہن اور بے علم انسان کو فقہ آلِ محمدؐ سے تعلیم دُوں۔ بہلول تو یہ کہہ کر چلے گئے کہ میرے درس میں پڑھنے کیلئے ابتدائی تعلیم سے فارغ طالب علم کی شرط ہے مگر جنید اور اُن کے مرید حیران رہ گئے کہ یہ دیوانہ ہمیں جاہل و بے علم سمجھتا ہے آخر یہ کہکر خاموشی اختیار کرنا پڑی کہ یہ خود پاگل ہے ورنہ ضرور حضرت جنید کی قدمبوسی کرتا۔ خیر بات آئی گئی ہو گئی۔ اسی طرح کچھ عرصہ بعد پھر کہیں بہلولؒ او جنید کی ملاقات ہو گئی اب کی بار بھی حضرت جنید نے سابقہ روایت کو دہراتے ہوئے بہلول میں نے پہلے بھی دو مرتبہ آپ سے نصیحت حاصل کرنیکی استدعا کی تھی مگر آپ نے مجھے ٹال ہی دیا اب کی بار ضرور مہربانی کر کے کچھ ہدایت فرمادیں حضرت بہلول نے فرمایا جنید اگر اب بھی آپ میرے سوال کا جواب صحیح دینگے تو میں ضرور آپکو کلمات ہدایت جاری کرونگا یہ کہکر حضرت بہلولؒ نے تیسرا سوال کر دیا کہ جنید فرمادیں انسان کو سونا کتنا چاہیئے جنید نے فرمایا یہ بھی کوئی مشکل سوال ہے سُن بہلولؒ ہمیں تو علمائے کرام نے یہی سمجھایا ہے کہ انسان کم کھائے کم بولے اور کم سوئے یہ سُن کر بہلولؒ نے کہا جنید آپ کیوں دنیا کے پیر و مرشد بن کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں بھلا اس انسان کو کیا حق حاصل ہے دنیا کا رہنما بننے کا جسے نہ کھانے کی تمیز ہو نہ بولنے کا حکم ہو اور نہ سونے کا پتہ ہو حیف ہے ان لوگوں پر جو ایسے انسان کو پیر و مرشد تسلیم کرتے ہیں جنید کم از کم ابتدائی مسائل شریعت تو آلِ محمد کے کسی طالبعلم سے سیکھ لو یہ کہکر بہلول تو چل دیئے مگر حضرت جنید مریدوں کو ساتھ لئے سیدھے دربار خلافت میں پہنچے اور ہارون رشید سے فریاد کی کہ اس دیوانے نے میری کیا بلکہ شریعتِ مصطفیٰ کی بھی توہین کی ہے۔ کیونکہ میں نے اسے خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق صحیح جواب دیا ہے اور وہ میرا مذاق اڑاتا ہے حالانکہ یہی خدا اور رسول کا ارشاد ہے جو میں نے اُسے ہر تین بار سنایا اور سمجھایا ہے بس یہ سن کر ہارون بھی غصہ سے بھر گیا اور طیش میں آکر بہلولؒ کو بلایا۔ جب بہلول دربار میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس زمانے کے تمام علماء جمع ہیں اور کسی نے بہلولؒ کے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ بہلول نے کہا اے بادشاہ مجھے یہاں بلانے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے ہارون رشید نے کہا کیوں بہلولؒ کیا حضرت جنید نے تیرے ہر تین سوال کا جواب صحیح نہیں دیا بہلولؒ نے کہا اے شہنشاہ میرے سوالوں کا جواب جنید صحیح تو تب دیتا اگر اُسے کسی نے صحیح پڑھایا ہوتا اس پر تمام علماء بول اٹھے کہ بہلولؒ تو شریعتِ مصطفیٰ کی توہین کرتا ہے درست و صحیح یہی ہے کہ انسان کم کھائے کم بولے اور کم سوئے بہلولؒ نے مزید دربار پر نگاہ ڈال کر اس وقت کے اجلِ عالم سے دریافت کیا کہ آپ اس مسئلہ میں کیا کہتے ہیں۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ انسان کم کھائے کم بولے اور کم سوئے عالم اجل کا جواب سُن کر بہلول ہنس پڑے اور فرمایا میں تو ایک جنید کو جاہل سمجھتا تھا مگر تم تو سارے کے سارے قابل رحم ہو اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ تک دین سے پوری طرح بے خبر ہو۔ بہلولؒ کے اس بیان کو سُن کر ہارون طیش میں آگیا اور کہا بہلولؒ اگر ہم سب کا جواب غلط ہے تو آپ اسکا جواب دیں اگر تیرا جواب درست نہ ہوا تو تلوار

سے آج تیرا سر قلم کیا جائے گا۔ بہلولؒ نے تمام درباریوں سے مخاطب ہو کر فرمایا میں نے جنید سے دریافت کیا کہ کھانا کتنا کھایا چاہیئے اور تم سب کا بھی یہی جواب ہے مگر میں کہتا ہوں کہ کھانے میں کم زیادہ کا امتیاز نہ کرے بلکہ دیکھے کہ حلال ہے یا حرام اگر حلال ہو تو جتنا جی چاہے کھائے اور اگر حرام ہے تو ذرہ بھر بھی نہ کھائے کیوں کم کا فتویٰ دینے والو کم چاہے سور کا گوشت کھایا جائے۔ ارے کھانے میں کم زیادہ نہ دیکھے، بلکہ حلال حرام کی تمیز کرے دوسرا میں نے اس سے دریافت کیا بولنا کتنا چاہیئے تو جنید نے جواب دیا کہ کم بولنا چاہیئے اور تم سب کا بھی یہی جواب ہے کیوں مفتیانِ دین کیا کم بولے چاہے خدا ورسولؐ کی شان میں گستاخی کرے ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ بولتے ہوئے امتیاز کرے کہ جو کچھ میں بول رہا ہوں کیا یہ خدا ورسولؐ کے حکم کے مطابق ہے یا کہ خدا رسولؐ کے حکم و رضا کے خلاف ہے اگر اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق ہو تو جتنا جی چاہے بولے بلکہ زیادہ بولے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہو تو ذرہ بھر زبان کو حرکت نہ دے کیوں جنید انسان کم بولے چاہے خدا رسول کو دو گالیاں دے لے۔ استغفر اللہ۔ تیسرا میں نے جنید سے پوچھا کہ سونا کتنا چاہیئے اس نے کہا کہ کم سوئے اور تم بھی کہتے ہو کہ انسان کم سوئے مگر میں کہتا ہوں کہ جی بھر کر سوئے مگر سوتے وقت آج کے دن کا حساب کر کے سوئے اگر آج کے دن کوئی حقوق اللہ یا حقوق العباد میں سے اس کے ذمہ ہے تو ہرگز نہ سوئے جب تک اُسے ادا نہ کر لے ہر دن کا کھاتہ صاف کر کے وضو کر کے سو جائے ساری رات سویا رہے خدا تعالیٰ اس کا سونا عبادت میں شمار کرے گا کم سونے کا فتویٰ دینے والو بہت سے لوگ سوئے اور بیدار نہ ہو سکے اگر حقوقِ خدا اور حقوق عباد کا کھاتہ صاف ہوا تو بیدار نہ ہونا بھی مبارک ہوگا۔ بہلولؒ کی اس تقریر دلپذیر کو سُن کر حضرت جنید اٹھے اور بہلول کے ہاتھوں کے بوسے لے کر فرمایا کہ واقعی میں تیرے درس میں پڑھنے کے قابل نہیں ہوں۔ میں کہتا ہوں اے مفتیانِ دین یہ تو علیؑ کا دیوانہ ہے اگر کسی دانا سے واسطہ پڑا تو خدا جانے تمہارا کیا حشر ہوگا۔ صلوٰۃ حضرت بہلول جیسے علماؑ کی شان میں ہے۔ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ خَیْرٌ مِّنْ دِمَاءِ الشُّهَدَاءِ۔

محافل و مجالس علماء کی سیاہی شہداء کے خون سے بہتر ہے[۱۵۶]۔ ہم شیعہ کسی کی عبا و قبا داڑھی دستار ظاہری سج دھج نہیں دیکھتے بلکہ کمال دیکھتے ہیں رباعی عرض ہے

رباعی

ہجر اچھا ہے نہ وصال اچھا ہے — جس رنگ میں مولا رکھے وہ حال اچھا ہے
چشمِ بینا سے اگر دیکھے کوئی — کہہ دے گا ان لوگوں سے بلال اچھا ہے

حمص کا مؤذن کجروی

دوسرا واقعہ زہر الربیع سے نقل کرتا ہوں کہ مدینے کا رہنے والا ایک مسلمان شہر حمص گیا تو نماز کے وقت اس کے کان میں آذان کی آواز یوں آئی کہ اِنَّ اَهْلَ حِمْصَ یَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ وہ مسلمان اس بگڑے ہوئے فقرے کو سُن کر حیران رہ گیا اور پیش نماز سے دریافت کرنے کا ارادہ کیا جب مسجد میں پہنچا تو پیش نماز صاحب نماز پڑھا رہے تھے مگر ایک ٹانگ کو علیحدہ اٹھا رکھا تھا اس مسلمان کی حیرانگی اور بڑھی دل میں خیال کیا کہ قاضی شہر سے ان دو باتوں کو دریافت کروں گا مگر جب قاضی کی سرکار میں پہنچا تو قاضی صاحب کے ایک زانو پر قرآن مجید ہے اور ہاتھ میں شراب کا جام ہے شراب کا گھونٹ نوش کر کے قرآن مجید پہ ہاتھ مار کر کہتا ہے خدا کی قسم یہ شراب ہی تو ہے۔ اس مدنی مسلمان کی حیرت کی انتہا نہ رہی خیال کیا کہ یہ تو سارے ہی عجیب قسم کے مسلمان ہیں یہ تمام مسائل مفتی اعظم سے دریافت کروں گا۔ یہ سیدھا مفتی اعظم کے پاس پہنچا تو مفتی صاحب ایک جنازے کے ساتھ جا رہے تھے کہ کافی لوگ ایک چارپائی پہ ایک آدمی کو جکڑے ہوئے قبرستان لے جا رہے تھے اور مفتی صاحب اس کی نماز جنازہ پڑھانے تشریف لے جا رہے تھے۔ اور تعجب یہ کہ جس کا جنازہ پڑھانے مفتی صاحب جا رہے تھے وہ بے چارہ بار بار کہتا ہے مفتی صاحب میں زندہ ہوں میرے حال پر رحم کیجئے اس انوکھی شریعت کو دیکھ کر اس مدنی مسلمان سے نہ رہا گیا اور مفتی صاحب سے سوال کیا کہ یہ کس نبی کی شریعت ہے مفتی صاحب نے کہا کہ کیا تجھے کوئی شک و شبہ ہے اگر کوئی اشتباہ ہوا ہے تو بیان کر اور دلیل سُن۔ مدنی مسلمان نے کہا صرف اشتباہ ہی نہیں ہوا بلکہ تمہارا دین تو رسولؐ خدا کا عطا کیا ہوا دین ہی نہیں ہے مفتی صاحب نے وجہ دریافت کی

حمص کا موذن، پیش نماز، قاضی، مفتی اعظم

تو مدنی نے موذن کی حقیقت کو بیان کیا مفتی صاحب نے کہا بھائی ہمارا مسلمان موذن چھٹی پر گیا ہوا ہے ہم نے چند روز کے لئے ایک یہودی کو موذن مقرر کیا ہے چونکہ اس کا تو رسولؐ خدا پر ایمان نہیں لہذا وہ درست کہتا ہے کہ اہل حمص کے لوگ کہتے ہیں کہ محمد اللہ کا رسول ہے۔ مدنی مسلمان نے پیش نماز کی علیحدہ ٹانگ کر کے نماز پڑھانے کو بیان کیا تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ بھائی نماز کا وقت کم تھا اور اس کی ٹانگ ایک نجس ہو گئی تھی اس لئے اسے علیحدہ کئے ہوئے تھا کیا ایک ٹانگ والا انسان نماز نہیں پڑھ سکتا۔ مدنی مسلمان نے قاضی صاحب کے زانو پر قرآن مجید اور ایک ہاتھ میں شراب کا جام کا واقعہ بیان کیا تو قاضی صاحب کے بارے میں مفتی نے فرمایا کہ ایک آدمی نے شراب پی تھی جب اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ یہ شراب نہیں ہے اس لئے قاضی صاحب اس شراب کو پی کر قسم کھا کر بتا رہے تھے کہ یہ شراب ہے۔ مدنی مسلمان نے کہا کہ حضور آپ بھی جنازہ زندہ کا پڑھانے تشریف لے جا رہے ہیں۔ تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ میاں یہ بالکل درست ہے کہ وہ ایک کہتا ہے کہ میں زندہ ہوں مگر پچاسوں انسان گواہی دے چکے ہیں کہ مفتی صاحب یہ مردہ ہے بتا ایک انسان کی گواہی قبول کر دوں کہ ان پچاسوں کی گواہی قبول کی جائے یہ سن کر مدنی لاحول ولاقوۃ پڑھ کر خاموش ہو گیا۔ اصلاح المجالس ص۶۴۔ یہ اس لئے ہے کہ جن ہستیوں کو خدا تعالیٰ نے مقرر کیا تھا لوگوں نے اُن سے کنارہ کر کے دین میں قیاس آرائیاں کی اور دین کا دوسرا نام قیاس رکھ لیا رباعی عرض ہے۔

ہوتی نہ اگر آلِ احمد اگر کائنات میں — جن و بشر رہتے سب بحرِ ظلمات میں
لوگو اگر جہاں میں ہوتے نہ اہلبیتؑ — پہچانتا نہ کوئی حق کو حق کی صفات میں

(نعیمیؔ) ۔ صلوٰۃ۔

کافی میں ہے کہ سفیان ثوری ایک دن مسجد میں آیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی وہاں پر موجود تھے۔ سفیان ثوری راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے ان سے نہ رہا گیا۔ اور امام علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا کہ ایسا عمدہ لباس تو رسول اللہ نے نہیں پہنا۔

سفیان ثوری کا امام صادق آلِ محمدؐ کے لباس پر اعتراض

اور نہ ہی حضرت علیؑ نے استعمال فرمایا آپ ان کی اولاد میں سے ہو کر ان کے طریقے پر نہیں چلتے امام عالی مقام نے فرمایا رسولؐ اللہ کے زمانے میں ملک میں اتنی دولت نہ تھی عوام کا معیار زندگی بہت گرا ہوا تھا اس لئے وہ بھی عامتہ الناس کی طرح معمولی لباس پہنتے تھے اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملک کی حالت سدھر گئی ہے اس لئے کہ اللہ کے نیک بندوں کو زیادہ حق ہے کہ وہ اس کے فضل و کرم میں شریک و سہیم ہوں جب سفیان نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے سفیان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے لباس کے اندر داخل کیا اور فرمایا اوپر کا لباس بخل کا الزام سے بچنے کے لئے اور اللہ کی دی ہوئی نعمت کا مظاہرہ کرنے کے لئے ورنہ نیچے وہی موٹا جھوٹا کپڑا ہے جس سے نفس آرام طلب نہیں ہوتا۔ پھر سفیان کے اوپر کے لباس کو اٹھا کر کہا دیکھ تو نے اوپر موٹا کپڑا پہن رکھا ہے اور اندر ملائم کپڑا پہنا ہوا ہے پس ہم میں اور تم میں یہی فرق ہے۔ صلوٰۃ تذکرہ محمد وآل محمد جلد ۳

محمد بن حنفیہ کا زندہ ہونا

منقول ہے کہ سید حمیری جو عرب کے مشہور شاعر اور مداح آل محمدؐ تھا پہلے یہ حضرت محمد حنفیہ کی امامت کا قائل تھا۔ سید حمیری کہا کرتے تھے کہ محمد حنفیہ ہی امام ہیں اور نظروں سے غائب ہیں۔ داؤد رقی کہتے ہیں کہ جب امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ان کا ذکر ہوا تو فرمایا وہ کافر ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر سید خدمت امام میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ فرزند رسولؐ میں تو آپ کو دوست رکھتا ہوں اور آپ کے دشمنوں کو دشمن رکھتا ہوں اور آپ مجھے کافر کہتے ہیں جناب صادق آلِ محمدؐ نے فرمایا اے سید حمیری یہ سب کچھ کام نہ آئے گا جب تک تم حجت خدا اور اپنے امام زمانہ کا اقرار نہ کرو گے۔ پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر امام ایک جگہ لے گئے جہاں ایک قبر تھی حضرت نے دو رکعت نماز پڑھی اور قبر پر ہاتھ مارا قبر شگافتہ ہو گئی اور ایک شخص سر اور داڑھی خاک سے جھاڑتا ہوا نکلا فرمایا تم کون ہو؟ کہا کہ محمدؒ بن حنفیہ علیؑ ابن ابی طالب کا فرزند ہوں۔ فرمایا میں کون ہوں۔ کہا آپ حجت خدا امام زمانہ جعفر بن محمد ہیں۔ جب سید نے یہ ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اسی وقت اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کی اور حضرت صادقؑ آلِ محمدؐ کی امامت کا قائل ہو گیا اور اسی مضمون کا ایک قصیدہ کہا جس کا پہلا شعر یہ ہے ع

تَجَعْفَرْتُ بِاسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ
وَاَیْقَنْتُ اَنَّ اللّٰہَ یَعْفُوْ وَیَغْفِرُ

خدا کا نام لے کر اب میں نے دین جعفری اختیار کیا ہے اور اللہ بہت بڑا مہربان ہے مجھے اس بات کا یقین ہوگیا ہے کہ خدا ضرور میرے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ کیونکہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ لکھا ہے کہ جب سیّد کا انتقال ہُوا تو حضرت نے ان کے واسطے حنوط اور کفن بھیجا اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ لواعج الاحزان جلد ا صہ ۲۳۰ شعر

جعفری باش گر خدا خواہی ورنہ در ہر طریق گمراہی

(صلوٰۃ)

روایت میں ہے کہ جعد بن درہم نے ایک بوتل میں مٹی اور پانی ڈال کر رکھ چھوڑا جب وہ سڑا تو اس میں کیڑے پڑ گئے۔ کیڑوں کے پیدا ہونے پر جعد اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ میں ان کا خالق ہوں کیونکہ میں نے مٹی پانی کو ترتیب دے کر انہیں پیدا کیا ہے۔ کسی نے یہ واقعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا اگر وہ ان کیڑوں کا خالق ہے تو اُسے کہو کہ بتائے ان میں نر کتنے ہیں اور مادہ کتنے ہیں اگر وہ ان کا خالق ہے تو بتائے کہ ان میں سے ہر ایک کا وزن کتنا ہے اور انہیں کتنے روز کی زندگی عطا کی گئی ہے اگر وہ اس طرح کی چیزیں پیدا کر سکتا ہے تو اُسے کہو کہ اس کے علاوہ بھی دوسری چیز پیدا کرے۔ کلام امام سُن کر لاجواب ہوگیا اور وہاں سے جعد بھاگ گیا اسی لئے تو میں بھی کہا کرتا ہوں کہ جعدے بھاگنے کے بڑے عادی ہوا کرتے ہیں۔ لواعج الاحزان جلد ا صہ ۴۳۴ صلوٰۃ۔ جناب صادق آلِ محمد وہ عالم فقہ اور علم الٰہی کے مالک ہیں کہ آج اہلسنت والجماعت کے علماء فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارے امام ان کے شاگرد تھے شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی نے اپنی مشہور کتاب امام اعظم کے صہ ۹۰ پر لکھا ہے کہ حضرت ابوحنیفہ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابوحنیفہ حضرت جعفر صادق کے معاصر اور

کیڑوں کا خالق ہونے کا دعویٰ

ابوحنیفہ شاگرد تھے

ہمسر تھے اس لئے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے امام ابوحنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہہ ہوں لیکن فضل و کمال میں ان کو حضرت جعفر صادق سے کیا نسبت ۔ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیت کے گھر سے نکلے ہیں وَصَاحِبُ الْبَيْتِ اَدْرٰى بِمَا فِيهَا گھر کا مالک بہتر جانتا ہے کہ اس گھر میں کیا ہے سبحان اللہ ۔ مگر افسوس اس بات پر ہے کہ باوجود اس اقرار فضیلت کے عمل پھر بھی ابوحنیفہ کی ہی فقہ پر کیا جاتا ہے ۔ خیر میری اس سے بحث نہیں میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے زمانہ میں ساری کائنات سے افضل و اکمل و کامل عالم تھے ان کا ہر قول و فعل بنی انسان کے لئے درس نجات ہے ۔

زیادہ منافع پر تنبیہ

لکھا ہے کہ ایک بار حضرت نے اپنے غلام کو مصر کی طرف تجارت کے لئے بھیجا ۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جو جنس وہ لایا ہے اہل مصر اس کے بہت ضرورتمند ہیں پس اس نے معمول سے زیادہ نفع حاصل کیا جب وہ غلام تمام مال فروخت کر کے واپس مدینہ آیا اور حضرت کے سامنے وہ سب منافع پیش کیا تو آپ نے تعجب سے دریافت کیا کہ اتنی کثیر رقم کہاں سے آگئی تو غلام نے مال کی گرانی کا حال عرض کیا ۔ حضرت کو یہ سن کر غصہ آیا اور فرمایا تو نے بڑی سنگدلی اور بے مروتی سے کام لیا ہے میں تو اس منافع سے ایک حبہ تک بھی نہ لوں گا ۔ یاد رکھو تلوار کی دھار پہ چلنا حلال روزی کھانے سے زیادہ آسان ہے ۔ صلوٰۃ ۔ محافل و مجالس ص ١٨٢ ۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کی دعا میں یہ اثر و تاثیر تھی کہ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ تقدیر خدا بن کر پلٹے تھے ۔ منقول ہے کہ حضرت کے چچا زید بن امام علیؑ زین العابدین کی ہشام سے جنگ ہوئی جب حضرت زید شہید ہو گئے تو ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حکیم بن عیاش کلبی خاندان رسالت کی توہین و ہجو کرتا ہے حضرت نے فرمایا اگر تم کو اس کا کچھ یاد ہو تو سناؤ ۔ اس نے دو شعر سنائے جن کا حاصل مقصود یہ ہے کہ ہم نے زید کو درخت شاخ خرما پر سولی دے دی حالانکہ ہم نے نہیں دیکھا کہ کوئی مہدی دار پر چڑھایا گیا ہو اور تم نے اپنی بے وقوفی سے علیؑ کو عثمان کے ساتھ

ابن عیاش کے لئے بددعا

قیاس کر لیا حالانکہ علیؑ سے عثمان بہتر اور پاکیزہ تھے یہ سُن کر حضرت امام جعفر صادقؑ نے دُعا کی بارالہا اگر یہ حکیم کلبی جھوٹا ہے تو اپنی مخلوق میں سے کسی کلب کو اس پر مسلط فرما ادھر حضرت کی دعا کے الفاظ جاری ہوئے ادھر حکیم بن عیاش کلبی کو جنگل کے شیر نے پھاڑ کھایا جب یہ خبر امام علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے خدا کا سجدۂ شکر ادا کیا۔ صلوٰۃ۔ نورالابصار صہ ۱۲۷، تاریخ آئمہ صہ ۳۲۶، چودہ ستارے صہ ۲۵۶۔ شیعانِ حیدر کرار کو یہ واقعہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو سہل بن حسن خراسانی کے بارے میں مشہور ہے۔ یہ واقعہ اس طرح پر ہے کہ ایک بار سہل بن حسن خراسانی نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا یابن رسول اللہؐ آپ اہلبیت رسول امام ابن امام ہیں کیا وجہ ہے کہ آپ گوشہ نشین ہیں اور یہ حق خلافت جو آپ کا حق ہے۔ اس کا دعویٰ نہیں کرتے حالانکہ اس وقت ایک لاکھ شیعہ ایسے ہیں جن کے ہاتھوں میں تلواریں ہیں اور وہ آپ کی مدد کو تیار ہیں آپ نے ان سے فرمایا ذرا ٹھہر جا پھر آپ نے خادمہ کو حکم دیا کہ تنور روشن کر دو، جب تنور انگاروں سے بھر گیا تو فرمایا اے خراسانی اٹھ اور اس تنور میں چلا جا اُس نے کانپتے ہوئے عرض کی یا مولا برائے خدا و رسولؐ مجھے آگ میں نہ جلائیے۔ مولا مجھے معاف کیجئے۔ اتنے میں ہارون مکی آئے جو نعلین ہاتھ میں لئے ہوئے تھے کہنے لگے:- اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ امام نے فرمایا تیرا سلام قبول ہے نعلین ہاتھ سے رکھ دو اور تنور میں چلے جاؤ۔ ہارون فوراً نعلین ہاتھ سے پھینک، تنور میں گھس گیا اور حضرت اس خراسانی سے خراسان کی باتیں کرتے رہے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا تنور میں جا کر دیکھ کیا حال ہے خراسانی نے جو جا کر نگاہ کی تو کیا دیکھا کہ ہارون تنور میں خدا کی حمد کر رہے ہیں پھر حکم امام تنور سے نکل کر امام کو سلام کیا حضرت نے فرمایا اے خراسانی سچ کہہ خراسان میں ایسے لوگ کتنے ہیں عرض کی مولا ایک بھی نہیں ہے فرمایا سچ کہتا ہے ہم لوگ کہ جب تک کہ پانچ آدمی بھی ایسے ہم کو نہ ملیں جنگ نہیں کر سکتے۔ صلوٰۃ۔ لواعج الاحزان جلد ۱ صہ ۴۳۸

منقول ہے کہ منصور دوانیقی نے ایک دفعہ محمد بن اشعث کو کہا کہ اگر کوئی شخص

ہارون مکی تنور میں

نہایت ہوشیار و تجربہ کار ملے تو لے آؤ کہ میں اُسے ایک کام کے واسطے بھیجوں اُس نے کہا کہ میرا ماموں نہایت ہوشیار و عقلمند ہے اُسے حاضر خدمت کرتا ہوں۔ الغرض جب وہ آیا تو منصور نے اس سے کہا کہ یہ مال مدینے لے جا عبداللہ ابن حسن اور جعفر بن محمد اور جو لوگ کہ ان کے خاندان سے ہیں ہر ایک کے پاس لے جانا اور یہ کہنا کہ میں خراسان کا رہنے والا ہوں وہاں آپ کے شیعہ کثرت سے ہیں انہوں نے یہ مال بھیجا ہے کہ آپ اس سے جہاد کا سامان خریدیں جب وہ لوگ مال لے لیں تو کہنا اس مال کی رسید بھی مجھے ملنی چاہیئے تاکہ مال کے بھیجنے والے لوگوں کو اعتبار و تسکین ہو۔ غرض جب وہ مدینہ میں مال لے آیا تو سب نے روپیہ لے لیا اور رسید بھی لکھ دی مگر جب وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت مسجد رسول میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو اس کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا اے شخص خدا سے ڈر اور اہلبیت رسول کو فریب نہ دے جس نے تجھے بھیجا ہے اس سے کہہ دے کہ اہلبیت پیغمبر کو کیوں فریب دیتا ہے۔ لکھا ہے کہ جب وہ پھر کر گیا اور منصور سے سب ماجرا بیان کیا تو منصور نے کہا اے ابن مہاجر اہلبیت نبوت میں ایک شخص محدّث ہوا کرتا ہے اور اس زمانہ کا محدّث جعفر بن محمد ہے۔ لوائج الاحزان جلد ا صفحہ ۴۳۸ محافل و مجالس صفحہ ۱۹۶۔ میرے مولا کو منصور ملعون نے کئی بار مدینہ سے طلب کیا۔ کئی بار قتل کرنے کی تجویزیں کی گئیں جو کامیاب نہ ہوسکیں۔ ایک مرتبہ منصور نے بابل سے جادوگر بلوائے اور انہیں کہا کہ میں تمہیں دنیا سے مالا مال کر دوں گا۔ میں عنقریب اپنے ایک دشمن کو بلانے والا ہوں جب وہ دربار میں آئے تو تم اس کے ساتھ کوئی کرتب الیا کرنا جس سے وہ ذلیل ہو جائے یہ پروگرام مرتب کرکے اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو دربار میں بلایا۔ وہاں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ ستر شیر دربار میں بیٹھے ہیں اور حضرت کی طرف دیکھ کر گھورنے لگے۔ حضرت کو غصّہ آیا آپ نے نگاہ کی تو دو تصویریں شیروں کی دیکھیں فرمایا اپنے بنانے والوں کو نگل لو۔ بس تصویریں مجسّم ہو گئیں اور انہوں نے سب کاہنوں کو نگل لیا یہ دیکھ کر منصور کانپنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد عرض کیا اے

فرزند رسولؐ ان شیروں کو حکم دیجئے کہ ان جادوگروں کو اُگل دیں آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا اگر عصائے موسیٰؑ نے سانپوں کو اُگل دیا ہوتا تو یقین ہے یہ بھی اُگل دیتے صلوٰۃ۔ دمعہ ساکبہ جلد ۲ صد ۱۳ ۵ چودہ ستارے صد ۲۸۸ منصور نے حضرت کے قتل کی تدبیروں میں مسلسل ناکام رہنے کے بعد آخر وہی خفیہ سازشیں اختیار کیں جو ہمیشہ بادشاہانِ جور اولیائے خدا کی جان لینے کے لئے کرتے چلے آئے ہیں اپنی حکومت کے دسویں برس ۱۴۸ھ میں اس نے والی مدینہ محمد بن سلیمان کو زہر بھیجا کہ کسی طرح انگوروں میں زہر ملا کر حضرت کو کھلائے حاکم مدینہ محمد بن سلیمان نے انگوروں میں زہر ملائی اور امام کو کھانے کی دعوت دی کہ یہ انگور خاص قسم کے بادشاہ وقت نے بھیجے ہیں آؤ ہم دونوں مل کر کھائیں برتن میں ایک طرف زہر آلود دانے رکھے تھے اور دوسری طرف بغیر زہر کے پس اس ملعون نے وہ دانے حضرت کے ساتھ کھانے شروع کئے جن میں زہر نہیں ملایا گیا تھا۔ عزادارو! جب حضرت نے چند دانے تناول فرمائے تو زہر نے فوراً اثر کیا اور آپ کھڑے ہو گئے ابن سلیمان نے کہا کہ حضور اور تناول فرمائیے آپ نے فرمایا تمہارے مطلب و مقصد کے لئے یہی کافی ہیں اس کے بعد آپ گھر تشریف لے آئے اور زہر تمام بدن میں پھیل گیا۔ لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی دو لڑکیاں تھیں جن سے آپ حد درجہ مانوس تھے جب ان دونوں صاحبزادیوں کو یہ معلوم ہوا کہ ہمارے بابا جان کو زہر دیا گیا ہے اور زہر کا اثر جسم مبارک میں ہو گیا ہے آپکی زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے تو ان بچیوں کے رنج و غم کی انتہا نہ رہی دونوں بچیوں کو باپ کی حالت دیکھ کر غش پہ غش آنے شروع ہو گئے۔ عزادارو! میرے مظلوم مسموم امام نے دونوں بچیوں کو چھاتی سے لگایا اور انہیں تسکین دی اور کلماتِ صبر تلقین فرمائے۔ لیکن شفیق باپ کی جدائی کا تصوّر انہیں کہاں چین سے بیٹھنے دیتا تھا۔ دونوں بچیاں حضرت امام موسیٰؑ کاظم اور دوسرے خاندان والوں سے کہتی تھیں کہ جلد کوئی ایسی تدبیر کرو کہ ہمارے باپ کی جان بچ جائے مگر ہائے میرے کربلا کے مظلوم امام آپ کی بچیاں درِ خیمہ پہ حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہیں اور سر پہ قرآن رکھ کر مسلمانوں کو دہائی دیتی رہیں مگر کسی نے ایک نہ سنی

انگوروں میں زہر

بلکہ جب باپ کی لاش پر قیدی ہو کر آئیں تو مسلمانوں نے رونے تک نہ دیا اور شمر ملعون بچیوں کو طمانچے مار کر جدا کرنے لگا۔ لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حالت لحظہ بہ لحظہ بدلتی چلی گئی۔ جب آپ نے سمجھ لیا کہ اب وقت آخر قریب ہے تو امام موسیٰؑ کاظم علیہ السلام کو اپنے پاس بلا کر اسرار امامت تعلیم فرمائے اور کہا بیٹا آج سے تم امام ہو اور یہ دل شکستہ بہنیں تمہارے سپرد ہیں اسرار امامت تو میرے مولا حسینؑ نے بھی حضرت سجادؑ کو تعلیم فرمائے تھے مگر سجاد باپ کی آخری وقت زیارت نہ کر سکے لکھا ہے کہ جب میرے مولا حسینؑ علیہ السلام نے استغاثہ فرمایا۔ ھَلْ مِنْ نَاصِرٍ یَنْصُرُنَا تو یہ آواز میرے بیمار مولا کے کانوں میں پہنچی حضرت سجاد بیماری کے عالم میں اُٹھے اور ایک ٹوٹا ہوا نیزہ لے کر میدان کو چلے۔ عزادارو! جونہی میرے مولا کی سجادؑ پر نگاہ پڑی تو آواز دے کر فرمایا بہن کلثومؑ سجادؑ کو روکو کہیں زمانہ حجت خدا سے خالی نہ ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت اُمّ کلثومؑ سجادؑ کو روکنے کے لئے آگے بڑھی تو سجادؑ نے فرمایا پھوپھی اماں مجھے نہ روکو دیکھتی نہیں ہو کہ میرا مظلوم باپ استغاثہ کر رہا ہے۔ حضرت کلثومؑ نے فرمایا بیٹا سجادؑ اگر تم بھی شہید ہو گئے۔ تو ان دکھیا ماؤں بہنوں کو کون مدینے پہنچائے گا۔ پس حضرت سجاد پر پھر بخار کی غشی طاری ہو گئی۔ پھر اس وقت آنکھ کھلی جب پھوپھی زینبؑ نے سب سے پہلا مسئلہ آکر دریافت کیا کہ امام زمانہ بتاؤ اب آپ کی شریعت کا کیا حکم ہے باہر نکل جائیں یا جل کر مر جائیں عزادارانِ حسینؑ! میں آپ کے سامنے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے واقعات عرض کر رہا تھا لکھا ہے کہ میرے مولا امام جعفر صادق علیہ السلام کا انتقال ہوا تو مدینے میں کہرام بپا ہو گیا۔ آخر امام موسیٰؑ کاظم نے آپ کو غسل دیا اور حنوط کیا۔ اور جن چادروں کو حج بیت اللہ کے وقت احرام میں استعمال فرمایا کرتے تھے ان کا کفن دیا گیا۔ اس کے علاوہ نہایت قیمتی اور بھی کپڑا کفن میں لگایا گیا تھا مگر ہائے حسینؑ میرے ہائے مظلوم امام کربلا کے میدان میں مسلمانوں نے آپ کو کفن تو کیا پہنایا تھا بلکہ جو بوسیدہ لباس پہن کر خیام سے آئے تھے مسلمانوں نے وہ بھی اتار لیا۔ محمد بن ابی طالب لکھتے ہیں

کہ گیارہویں تاریخ محرم کو دوپہر تک عمر سعد نے قیام کرکے اپنے کشتگانِ نجس کو کفن و دفن کیا اور شہداء کربلا کو اسی طرح بے غسل کفن خاک وخون میں غلطاں زمین کربلا پر چھوڑ دیا اور سید ابن طاؤس علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں کہ جب اہلبیت کو اسیر کرکے اعدائے لے چلے تو مخدرات عصمت نے کہا برائے خدا ہم کو مقتل کی جانب سے لے چلو جب بی بیاں مقتل شہداء میں پہنچیں دیکھا کہ سب شہدا سر کٹائے خاک خوں میں نہائے جا بجا پڑے ہیں یہ دیکھ کر سب بیبیاں چلاّ چلاّ کر رونے لگیں۔ اور منہ پیٹنے لگیں۔ راوی کہتا ہے خدا کی قسم مجھے جناب زینبؑ کا تڑپنا نہیں بھولتا کہ اپنے بھائی کے لئے کس درد سے بین کرتی تھیں اور مدینے کو منہ کرکے کہتی تھیں یارسولؐ اللہ آپ نہیں دیکھتے کہ آپ کا نواسہ آپ کے دوش پر سوار ہونے والا حسینؑ خاک وخوں میں غلطاں سر بریدہ پڑا ہے اور آپ کی بیٹیاں قید ہوگئیں یارسول اللہ! مسلمانوں نے آپ کے بیٹے حسینؑ کا سر تن سے جدا کیا اور ان کے عمامہ اور ردا کو لوٹ کر لے گئے۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی سیدانیاں اپنے عزیزوں کی لاشوں پر بین کر رہی تھیں، کہ ملعون آگے بڑھے اور بیبیوں کو نیزوں سے شہداء کی لاشوں سے جدا کرنے لگے۔ لواعج الاحزان جلد ا صہ ۳۴۶۔ محافل و مجالس صہ ۱۹۷۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

نوحہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت پر حسب ذیل درج ہے جسے محافل و مجالس سے نقل کیا گیا ہے۔

نوحہ

اہلِ حرم میں ماتم و آہ بکا ہے آج
سیدانیوں کا سوگ میں پھر سر کھلا رہے آج

ہائے ہائے امام جعفر صادقؑ گزر گئے
شیعوں کے گھر میں مجلس ماتم بپا ہے آج

زہر دغا سے قتل کیا ہے امام کو
آلِ عبا پہ آہ یہ تازی جفا ہے آج

گھر سے نکل رہا ہے جنازہ امام کا
ہلتا ہے عرش پاک وہ شور و بکا ہے آج

ہیں سینہ چاک باپ کے ماتم میں بیٹیاں
آنکھوں سے اشک گرم کا دریا بہا ہے آج

فریاد بیبیوں کی یہ ہے وا محمدا
ہم بے کسوں کے سر پہ نزول بلا ہے آج

جنت میں نوحہ خواں ہیں نبیؐ و علیؑ بہم
ماتم وہ ہے کہ فاطمہؑ کا سر کھلا ہے آج

حسنین بد حواس ہیں عابد ملول ہیں
باقرؑ کے دل پہ رنج کا خنجر چلا ہے آج

جس سے فروغ مذہب حقہ تھا وہ امام
ظلم عدو سے راہی دار البقا ہے آج

سر پیٹیں کیوں نہ مجلس و ماتم میں مومنیں
ان کے چھٹے امام کی بزم عزا ہے آج

نوٹ: اس نوحہ کے چند الفاظ کو بڑھا گھٹا کر ہر معصوم کی شہادت پڑھ سکتے ہیں۔

مؤلف نعیمی

اُنیسویں مجلس

باب مدینۃ العلم کی تعظیم کے لئے جبرائیل امین کا کھڑا ہونا۔
منافقین کی پہچان۔ ابوہریرہ سے احادیث مرویّہ۔ اہل الذکر سے کون مراد
ہیں۔ دو عورتوں کے جھگڑا کا فیصلہ۔ عزیز مصر ستّر زبانوں سے واقف تھا۔
ہشام کا کنواں کھدوانا۔ مردہ باپ سے ملاقات۔ امام محمد باقر کی تیراندازی
شاعر کو انعام دینا۔ درخت کا چلنا۔ راہب کے سوالات کے جوابات۔

مصائب و شہادت امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسّلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ پارہ ۱۴ رکوع ۱۲ و پارہ ۱۷ رکوع ۱۔ پس جس شئے کو تم نہیں جانتے وہ اہل ذکر سے دریافت کر لیا کرو۔

دنیا میں بے شمار علوم کے خزانے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً علم فقہ، علم ہندسہ، علم منطق۔ علم فلسفہ۔ علم ہیئت۔ علم تاریخ۔ علم صرف۔ علم نحو۔ علم اصول۔ علم ریاضی اسی طرح بے شمار کائنات میں زبانیں بھی ہیں۔ مثلاً عربی۔ فارسی۔ انگریزی۔ اُردو۔ ہندی بھاشہ۔ چینی۔ بنگالی۔ پشتو۔ سندھی وغیرھم اور اس کے علاوہ بے شمار اقسام کے حیوان قدرت نے پیدا فرمائے ہیں اس کے ساتھ لاتعداد اقسام حشرات الارض کی بھی ہے پھر دریائی مخلوق اور جن دیو۔ فرشتے۔ حوران جنّت۔ غرضیکہ کائنات میں بے شمار علوم اور بے شمار زبانیں قدرت نے پیدا کی ہیں جن کی تعداد خالق کائنات ربّ العالمین ہی

بہتر جانتا ہے ان تمام زبانوں اور تمام علوم پر مطلع ہونا انسان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ انسان تو بس دو چار دس بیس زبانوں اور علوم سے ہی واقف ہو سکتا ہے۔ آج تک کسی غیر معصوم نے دعویٰ نہیں کیا کہ میں کائنات کے ہر علم سے واقف ہوں۔ مگر قدرت کا ارشاد ہے کہ جس شئے کو تم نہیں جانتے وہ اہل الذکر سے دریافت کرو تو معلوم ہوا کہ اہل الذکر سے ہم جو بھی سوال کریں گے وہ ہمیں شافی و وافی جواب سے سرفراز فرمادیں گے اہل الذکر سے مراد ملاں نہیں ہے کہ ہو حق جو بھی کرتا ہو وہ اہل الذکر ہو جائے گا۔ قرآن مجید کی رُو سے اہل الذکر وہ ہوگا کہ جو ہر سوال کا جواب دے سکے اگر کائنات میں کسی نے کسی وقت بتانے سے معذرت کی یا اپنی بچی کا سہارا لیا (الفاروق صہ ۵۲۹) تو جان لو کہ یہ بے چارہ اہل الذکر نہیں ہے بلکہ اہل الذکر کا محتاج ہے ارے اہل الذکر تو فرشتے بھی نہیں بلکہ فرشتوں کا سردار حضرت جبرئیل بھی اہل الذکر نہ بن سکا۔ کیونکہ قدرت کا ارشاد ہے کہ اہل الذکر سے دریافت کرو یعنی جو بھی کسی سے کوئی مسئلہ دریافت کرے وہ اہل الذکر نہیں ہے اور حضرت جبرئیل کو دیکھو اہل الذکر کا محتاج نظر آتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین جناب رسولؐ خدا کے پاس بیٹھے تھے کہ قبلۂ دنیا و دین جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تشریف لائے۔ جناب جبرئیلؑ حضرت کو آتا دیکھ کر تعظیم کو کھڑے ہوئے تو جناب رسولؐ خدا نے فرمایا اے جبرئیل اَتَقُوْمُ لِھٰذَا الْفَتٰی۔ تم اس نوجوان کی تعظیم کرتے ہو۔ جبرئیل امین نے عرض کی یا رسولؐ اللہ مجھ پر اس کا حق تعلیم ہے فرمایا یہ کیونکر۔ عرض کی جس وقت خلّاق عالم نے مجھے پیدا کیا تو مجھ سے پوچھا تھا کہ میں کون ہوں اور میرا نام کیا ہے اور تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے میں اس کے جواب میں متحیر ہوا۔ اور ساکت رہ گیا اس وقت میں نے اسی جوان کو عالمِ انوار میں دیکھا کہ تشریف لائے اور مجھے جواب تعلیم فرمایا اور اشارہ کیا کہ کہو اَنْتَ الرَّبُّ الْجَلِیْلُ وَاسْمُکَ الْجَلِیْلُ وَاَنَا الْعَبْدُ الذَّلِیْلُ وَاسْمِیْ جِبْرَئِیْلُ (تو پروردگار بزرگ ہے اور تیرا نام جلیل ہے اور میں بندہ ذلیل ہوں اور میرا نام جبرئیل ہے اس لئے میں اس جوان کی تعظیم کو کھڑا ہوا ہوں جناب رسولِ خدا نے دریافت فرمایا اے جبرئیل

جبرائیل کا تعظیم کے لئے کھڑا ہونا

تمہاری عُمر کیا ہوگی۔ عرض کیا یارسول اللہ! ایک ستارہ جانب عرش سے تیس ہزار برس برس کے بعد طلوع ہوا کرتا ہے اور میں نے اس کو تیس ہزار مرتبہ طلوع ہوتے دیکھا ہے صلوٰۃ۔ لواعج الاحزان جلد ا صد ۲۰۳۔ رُباعی عرض ہے۔

تھا نور علیؑ شمس و قمر سے پہلے   مخلوق ہوئے ابوالبشر سے پہلے
حیران ہیں خلقت علیؑ سے آدمؑ   موجود تھا فرزند پدر سے پہلے

میں کہتا ہوں کہ ہر پڑھا لکھا آدمی اہل الذکر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر تعلیم حاصل کرنے والا دوسرے سے اختلاف رکھتا ہے اور یہ اختلاف رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو رضائے الٰہی کا یقینی علم نہیں ہے آج کے درس کو چھوڑیئے بلکہ محفل مصطفیٰ میں بیٹھنے والے بزرگوں کی قرآن مجید اس طرح ترجمانی فرماتا ہے سنو! وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا۔ پارہ ۲۶ رکوع ۶۔ اور بعض ان میں سے وہ شخص ہیں کہ آپ کی بات سنتے ہیں اور جب تجھ سے جُدا ہوتے ہیں تو جن کو علم دیا گیا ہے ان سے دریافت کرتے ہیں کہ خدا کے حبیب نے ابھی کیا فرمایا ہے۔ تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اصحاب رسولؐ سے جو منافق تھے اُن کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ جب کوئی بات سنتے تھے ایمان نہ لاتے تھے اور نہ ہی اُسے یاد رکھتے تھے اور جب آنحضرت کے پاس سے نکل کر باہر جاتے تو مومنین سے دریافت کرتے کہ محمد مصطفٰے نے ابھی ابھی کیا فرمایا ہے اور تفسیر مجمع البیان میں جناب امیرالمومنین سے منقول ہے۔ کہ ہم جناب رسولؐ خدا کے پاس ہوتے اور حضرت ہم کو وحی کی باتیں سُناتے تو میں ان کو یاد رکھتا اور واللہ اوروں کو بھی کچھ یاد نہ رہتا اور جب حضرت کی خدمت سے اٹھ کر باہر آتے تو مجھ سے دریافت کرتے کہ حضرت نے ابھی ابھی کچھ فرمایا تھا۔ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد حاشیہ صد ۱۰۱۲، تفسیر عمدۃ البیان جلد ۳ صد ۲۵۵۔ جب محفل مصطفٰے میں بیٹھنے والے بزرگوں کی یہ حالت ہے کہ آج کے کسی مولوی صاحب کا کیا اعتبار ہے دین میں تفرقہ اس لئے پڑ گیا کہ جو اہل الذکر نہ تھے دنیا نے انہیں اہل الذکر سمجھ کر دین

ان سے حاصل کیا اور خدا تعالیٰ نے جنہیں اہل الذکر مقرر کیا تھا ان کو پسِ پشت ڈال دیا۔ میرے اس قول کی تصدیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ آپ کتبِ اسلام ملاحظہ فرمادیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ پانچ ہزار دو سو چوہتر [۵۲۷۴] سے زائد حدیثیں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہیں اور حضرت امیر علیہ السلام سے پانچ صد چھیاسی حدیثیں مروی ہیں اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے کل پانچ حدیثیں مروی ہیں اور وہ بھی اعتراض کے طور پر اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے کل دو حدیثیں مروی ہیں۔ حالانکہ مسلم خود اپنی کتاب کے مقدمہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ امام محمد باقرؑ کو باقر اس لئے کہتے ہیں لِاَنَّہٗ بَقَرَ الْعُلُوْمَ بَقْرَۃً ۔ یعنی اپنے علم کے دریا بہا دیئے تھے۔ مواعظ حسنہ ص۲۷۶

خلفاء اربعہ سے جتنی حدیثیں مروی ہوئیں ہم نے ان سب کو گنا تو ان چاروں کی حدیثیں ابوہریرہ کی حدیثوں کی نسبت (۲۷) ستائیس فی صد نکلیں اس لئے کہ حضرت ابوبکر کی کل روایت کردہ حدیثیں یکصد بیالیس [۱۴۲] ہیں۔ حضرت عمر کی پانچصد سینتیس [۵۳۷]، حضرت عثمان کی یکصد چھیالیس [۱۴۶] اور حضرت علیؑ کی کل روایتیں پانچصد چھیاسی [۵۸۶] ہیں۔ ان سب کا مجموعہ چودہ صد گیارہ [۱۴۱۱] حدیثیں ہوتا ہے اس چودہ صد گیارہ حدیثوں کو ابوہریرہ کی پانچہزار دوصد چوہتر [۵۲۷۴] کے مقابلہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو سو میں ستائیس [۲۷] حدیثیں ان چاروں خلفاء کی ہیں اور تہتر فیصد صرف اکیلے ابوہریرہ کی کتاب ابوہریرہ ص۴۴ میں اس مقام پر صرف حضرت ابوہریرہ ہی کا بیان حقیقت عیاں تحریر کرتا ہوں جس سے بالکل آسانی سے اندازہ لگایا جا سکے گا کہ حضرت ابوہریرہ کس مرتبہ کے ثقہ تھے۔ سنو۔ حضرت ابوہریرہ سے ابوسلمہ نے پوچھا کہ آپ حضرت عمر کے زمانہ میں بھی اس طرح حدیثیں روایت کیا کرتے تھے بولے کہ نہیں ورنہ عمر دُرّے مارتے تھے اور امام اعظم ص۱۹۰ پر شمس العلماء شبلی نعمانی نے اعتراف کیا ہے کہ خود صحابہ کے عہد میں اہل بدعت نے سینکڑوں ہزاروں حدیثیں ایجاد کر لی تھیں اس کے علاوہ اہلسنّت والجماعت کے علاّمہ عبداللہ صاحب الخنیزی سعودی عرب میں کتاب ابوطالب مومن قریش کے ص۲۹۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ فکری اعتبار سے کمزور اور عقلی لحاظ سے بڑا ضعیف تھا۔ ابتدائے عمر میں ایک بے ارزش انسان تھا۔ اس لئے معاویہ

کے تقرب کے بعد اس کے حواس جاتے رہے کبھی بچوں کے ساتھ کھیلتا تھا۔ شاید اس کے جواز کے لئے رسولؐ اکرم سے حدیثیں بھی بیان کرتا رہا ہو۔ خصوصاً ایسے ماحول میں جب حدیثوں کی تجارت کا بازار پورے شباب پر تھا اور ایسی ایسی حدیثیں وضع ہوتی تھیں مثلاً جس نے مکہ کی پیاز کھائی گویا مکہ کی زیارت پائی۔ ان دو نامور علماء کے بیانات حضرت ابوہریرہ کی حقیقت کو ظاہر کرنے میں کافی و وافی ہیں تو اب اندازہ لگاؤ کہ یہ لوگ اہل الذکر کس طرح ہوسکتے ہیں۔ مسلمانوں نے تو مروان سے حدیثیں بیان کی ہیں۔ عبداللہ ابن عمر جس نے یزیدؔ کی بیعت ہی صرف نہیں کی تھی بلکہ اسے بیعت رسول کہا تھا۔ مسلمانوں نے اس سے نصف دین لیا ہے دیکھیں بخاری شریف جلد ۲ ص ۴۸ یہی وجہ ہے کہ آج دین کے تہتر فرقے نظر آ رہے ہیں۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امت میں متواتر تیئیس برس تبلیغ فرماتے رہے جیسے سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں کے مجمع میں صاف الفاظ میں ہزاروں مرتبہ دہرایا اور امت کو بار بار کر کے دکھلایا جب نماز جیسی واضح تبلیغ میں سینکڑوں اختلاف ہیں تو باقی امور دین کا کیا اعتبار و یقین رہا۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰاُولِي الْاَبْصَارِ پارہ ۲۸ رکوع ۴ تو اے آنکھوں والو عبرت پکڑو۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے اِنْ تُؤَمِّرُوْا عَلِيًّا وَلَا اَرَاكُمْ فَاعِلِيْنَ تَجِدُوْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا يَاْخُذُ بِكُمُ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ اگر تم علیؑ کو امیر بناؤ گے اور میں نہیں دیکھتا کہ تم بناؤ گے اگر بناؤ گے تو ہادی اور مہدی پاؤ گے جو تمہیں سیدھی راہ پر چلائے گا۔ منصب امامت ص ۴۹ فرماؤ رسولؐ خدا نے ابوہریرہ کو ہادی و مہدی فرمایا ہے یا حیدرؔ کرار کو ہادی و مہدی کا خطاب عطا کیا ہے۔ رباعی عرض ہے۔

حیدرؑ کو فضیلت میں سوا مان لیا ہے ۔۔۔ جو ہم سے محمدؐ نے کہا مان لیا ہے
پوچھو نہ تعجب سے عقیدے کو ہمارے ۔۔۔ کتنوں نے تو گھبرا کے خدا مان لیا ہے

(صلوٰۃ)

اب میں قرآن پاک سے اہل الذکر ثابت کرتا ہوں، سنیئے! قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۔ پارہ ۲۸ رکوع ۱۸۔ یقیناً اللہ

نے تمہاری طرف ذکر رسولؐ بناکر بھیجا جو تم کو خدا کی کھلی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے
تفسیر قادری ۲ صہ۵۵۲ پر منقول ہے کہ ذکر سے مراد جناب رسولخداؐ ہیں اور العیون میں
حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ذکر سے مراد رسولخداؐ
ہے اور اہل الذکر ہم آلِ رسولؐ ہیں۔ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد صاحب حاشیہ صہ۱۱۵،
تفسیر عمدۃ البیان جلد ۳ صہ۴۱۹ ایک اور مقام پر قدرت کا ارشاد ہے وَاَنْزَلْنَا
اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ پارہ ۱۴ رکوع ۱۱۰ ۲ اور تمہاری
طرف یہ قرآن نازل کیا تاکہ جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اُسے تم لوگوں کے سامنے
کھول کر بیان کرو۔ بصائر میں جناب امام محمد باقرؑ سے اور کافی میں جناب امام جعفر
صادقؑ سے منقول ہے کہ الذکر سے یہاں قرآن مجید مراد ہے اور اس کے اہل ہم
آل محمد ہیں جن کی معیّت اس کے ساتھ حوض کوثر پر پہنچنے تک کے لئے جناب رسولخداؐ
نے بیان فرمادی تھی اور ہم ہی سے سوال کرنے کا حکم ہے نہ کہ جاہلوں سے حاشیہ
قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد صہ۵۴۱، اسی طرح تفسیر قادری جلد اوّل صہ۵۶۵ پر اس آیت
کی تفسیر میں مرقوم ہے کہ یہاں الذکر سے مراد قرآن مجید ہی ہے تو اب ثابت ہوگیا ہے
کہ اہل الذکر کچھ مخصوص لوگ ہیں جو قرآن کے اہل ہیں۔ اس مقام پر حضرت امیر المومنین
علیؑ ابن ابی طالب کا ارشاد حقیقت کو واضح کر دے گا۔ اَنَا الصِّدِّيْقُ الْاَكْبَرُ
لَا يَقُوْلُهَا بَعْدِىْ اِلَّا كَذَّابٌ وَاَنَا الْقُرْاٰنُ النَّاطِقُ۔ فرمایا میں
صدیق اکبر ہوں میرے بعد یہ لفظ سوائے کذاب کے کوئی نہ کہیگا اور میں قرآن ناطق
ہوں منصب امامت صہ۴۲ حضرت امیر علیہ السلام نے اور فرمایا وَالَّذِىْ خَلَقَ الْجَنَّةَ
وَبَرَءَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا اِلَّا هٰذَا الْقُرْاٰنَ اس ذات کی قسم جس نے جنّت
کو اور جان کو پیدا کیا ہے سوائے قرآن شریف کے ہمارے پاس کچھ اور نہیں ہے
جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف اس مقصد کو صاف اور عیاں
کررہی ہے۔ اِنِّىْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا
بَعْدِىْ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِىْ اَهْلَ بَيْتِىْ۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ

جاتا ہوں جب تک میرے بعد انہیں مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ ہو گے وہ ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسرے میرے اہلبیتؑ ۔ منصب امامت پس ثابت ہوا کہ ذکر رسولِ خدا ہیں تو اہل الذکر اہلبیت مصطفیٰؐ ہوئے اور اگر ذکر سے مراد قرآن مجید ہے تو بھی اہلبیت محمدؐ ہی اہل الذکر مراد ہوئے ۔ صلوٰۃ ۔ اب قرآن پاک سے ایک اور آیت پیش کرتا ہوں ۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى ۔ پارہ ۱۶ رکوع ۱۶ جو میرے ذکر سے روگرداں رہے گا اس کی زندگی بھی عتیق میں بسر ہوگی اور قیامت کے دن ہم اُسے اندھا کر کے اُٹھائیں گے ۔ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ روگردانی کرنے والا ذکرِ خدا سے وہ ہے جو دوستی علیؑ سے روگردانی کرتا ہے اور وہ اندھا قیامت کو محشور ہوگا جیساکہ دنیا میں ولائے علیؑ سے دل کا اندھا تھا اور وہ حیران ہوگا قیامت میں اور کہے گا خداوندا کس واسطے تو نے مجھے اندھا اٹھایا ہے میں تو دنیا میں بینا تھا ۔ تو حکم ہوگا کہ تو نے ہماری آیات کو کہ وہ آئمہ معصومین ہیں ترک کیا اور ان کی پیروی نہ کی اور ان کے قول کو نہ سُنا ۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ حاشیہ ترجمہ قرآن مجید مقبول احمد صاحب صفحہ ۶۳۸ ، رباعی عرض ہے ۔

حکمِ خدا سے حیدرؑ دنیا کا رہنما ہے ۔۔۔ بعد از رسولؐ عربی نبیوں کا ناخدا ہے
تو مسلموں کی صف میں حیدرؑ کو دیکھتا ہے ۔۔۔ او ناصبیب تیری جفا کی انتہا ہے

(نعیمی) صلوٰۃ

کافی میں ہے کہ کسی نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں کچھ ایسے آدمی بھی ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ اہل الذکر سے مراد نصاریٰ ہیں فرمایا یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ ان کو اپنے دین کی دعوت دیتے رہتے ہیں پھر اپنے دستِ اقدس سے اپنے سینۂ اقدس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اہل الذکر ہم ہیں اور ہر چیز ہم سے دریافت کی جا سکتی ہے ۔ حاشیہ ترجمہ مقبول احمد صاحب صفحہ ۶۴۲ ۔ پس اہل ذکر سے جو کچھ دریافت کرو گے دُرست و صحیح جواب پاؤ گے ۔ منقول ہے کہ ایک شخص نے جناب

امیرالمؤمنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک شخص نے مرتے وقت نصیحت کی تھی کہ اس کے مال سے ایک جزو فقراء کو تقسیم کیا جائے فرمادیں کہ کتنا مال فقراء کو دینا چاہیئے فرمایا کہ اس کے مال سے دسواں حصّہ فقراء کو تقسیم کردو سائل کو تنگ گزرا اور دل میں سوچ کر کہنے لگا کہ کیا قرآن سے بھی اس کا ثبوت مہیا ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا میں ہی تو ناطق قرآن ہوں کیا تم لوگوں نے قرآن پاک سے حضرت ابراہیمؑ کا قصہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا پارہ ۳ رکوع ۳ کہا چار پرندے لے اور ان کو مخلوط کر کے ان کا ایک جزو ہر ایک پہاڑ پر رکھ دے پھر ان کو بلا تو وہ تیرے پاس دوڑ کر آئیں گے فرمایا کہ وہ پہاڑ دس تھے جن کو قدرت نے جزو فرمایا ہے اور ان پر حضرت خلیلؑ نے جزو ہی رکھا تھا لہٰذا جزو سے مراد جبکہ کوئی قید و خصوصیت نہ ہو دسواں حصّہ ہے۔ مواعظ حسنہ ص۲۴۷ ان پرندوں کا واقعہ آپ لوگ سُن چکے ہوں گے کہ حلال سے حرام ملایا گیا بلکہ کوٹ کر گوشت ایک کر دیا گیا۔ مگر جب حضرت نے بُلایا تو ہر جُز جدا ہو کر پرندہ بن کر پہاڑ سے پیغمبر کے بلانے پر دوڑتا آیا۔ خلیلؑ نے تو پرندوں کو بُلایا جن کا قیمہ بھی ہو چکا تھا پہاڑوں سے دوڑتے ہوئے خلیل کی خدمت میں حاضر ہو گئے مگر ہمارے رسولؐ اُحد کے میدان میں اپنے اُمتیوں کو بُلاتے رہے مگر انہوں نے مڑ کر دیکھنا مناسب نہ سمجھا۔ صلوٰۃ

روایت میں ہے کہ ایک بار دو کنیزیں ایک لڑکے اور لڑکی میں جھگڑا کرتی ہوئی حضرت عمر کے پاس آئیں ان میں ہر ایک کہتی تھی کہ لڑکا میرا ہے اور لڑکی اس کی ہے حضرت عمر اس فیصلہ سے عاجز آئے اور حضرت علیؑ کے پاس انہیں بھیج دیا کہ وہ ان میں فیصلہ کر سکتے ہیں حضرت امیرالمؤمنین نے دونوں عورتوں کو سمجھایا کہ سچ سچ بیان کرو مگر وہ دونوں اس ضد پر رہیں کہ لڑکا میرا ہے حضرت نے دو ہم وزن شیشیاں منگائیں اور ان سے فرمایا کہ ان کو اپنے اپنے دودھ سے بھر دو پھر ان دونوں شیشیوں کو وزن کیا۔ جو شیشی وزنی نکلی اس کو آپ نے لڑکا دے دیا۔ حضرت عمر نے عرض کی یا اباالحسن کیا

قرآن پاک میں بھی اس فیصلہ کی کوئی مثال و اشارہ ہے۔ فرمایا علیؑ نے قرآن مجید ہی سے فیصلہ کیا ہے کہا کہ قرآن مجید میں کہاں ہے فرمایا پڑھو۔ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۔ پارہ ۴ رکوع ۱۲۔ وصیت کرتا ہے اللہ تعالےٰ تمہیں اولاد کے بارے میں کہ مرد کا حق عورت سے دوگنا ہے فرمایا جب اللہ تعالےٰ میراث میں دوگنا حق مرد کو دیتا ہے تو خوراک میں نہ دینا ہوگا۔ صلوٰۃ۔

قضایائے امیر المومنین صہ ۳۵ پس اہل الذکر وہی لوگ ہوں گے جو ہر مسئلے کا جواب قرآن مجید سے پیش کریں نہ کہ قیاس کرنا دین کا جزو قرار دیں۔ ہمارے بارہ اماموں میں سے کبھی کسی ایک نے بھی کسی مسئلہ میں ایسا نہیں فرمایا کہ اس مسئلے میں میرا یہ خیال یا رائے ہے بلکہ جس نے بھی سوال کیا تو انہوں نے قرآن مجید ہی کو پیش کیا اور فخر سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے وصیت کی کہ اس کا ہر ایک غلام قدیم آزاد کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جو غلام ششماہہ ہے یعنی اس کے پاس جس کو چھ ماہ ہو گئے ہیں وہ آزاد ہے۔ لوگوں نے عرض کی کہ فرزند رسولؐ آپ اس کی قرآن مجید سے دلیل پیش فرمادیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جس کو خدا تعالےٰ کائنات کا ہادی مقرر کرتا ہے وہ اللہ تعالےٰ کی ہی منشا سے اس کی خلق میں فیصلے فرمایا کرتا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کو تلاوت فرمایا۔ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ پارہ ۲۳ رکوع ۲۔ ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کی ہیں یہاں تک کہ پھر لوٹ کر مثل پرانی شاخ نخل کے ہو جاتا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا یہ شاخ کھجور چھ ماہ تک مثل ہلال ہو جاتی ہے اور اس کو عرجون قدیم کہتے ہیں لہٰذا قدیم سے مراد ششماہہ ہی ہوگا۔ صلوٰۃ۔

مواعظ حسنہ صہ ۲۴۵۔ پس اہل الذکر وہی لوگ ہوں گے جو درس الٰہی سے پڑھ کر آتے ہیں ان کے پاس علم کسبی نہیں ہوا کرتا بلکہ وہ درس الٰہی سے علم کا تاج پہن کر دنیا میں تشریف لاتے ہیں لکھا ہے کہ عزیز مصر ستّر زبانیں جانتا تھا اور اس نے ہر زبان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے گفتگو کی کہ جناب یوسفؑ نے عزیز مصر کو اسی زبان میں

غلام قدیم آزاد ہو گیا

عزیز مصر ستر زبانوں سے واقف تھا

جواب دیا کہ جس زبان میں وہ سوال وگفتگو کرتا تھا ۔ جب ستّر زبانوں میں گفتگو کر کے جواب لے چکا تو خاموش ہوگیا ۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا عزیز آگے بڑھو تو عزیز نے کہا کہ اے یوسفؑ میں تو بس اتنا ہی جانتا تھا حضرت نے فرمایا تیری تو انتہا ہوگئی اور میں اب ابتداء کرنے لگا ہوں ۔ پھر حضرت یوسفؑ نے کسی زبان میں کلام شروع کی تو عزیز نے معذرت کی کہ میں اس کا جواب نہیں دے سکتا ۔ حضرت نے فرمایا عزیز میں کائنات کے ہر علم سے واقف ہوں ۔ عزیز مصر نے حیران ہوکر عرض کی کہ اے یوسفؑ دنیا میں آپ سے زیادہ عالم بھی کوئی ہے کہا عزیز میرا علم محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کے علم کے سامنے ایسا ہے جیسا کہ ایک قطرہ پانی کا سات سمندروں کے سامنے ہے صلوٰۃ ۔ کتاب یوسفؑ زلیخا صہ۳۲ ۔ ہم شیعانِ حیدرِ کرار کے چودہ ایسے پیشوا ہیں کہ جو فخر سے فرماتے ہیں لوگو جو کچھ پوچھنا ہے ہم سے پوچھو ہم زمینوں کے راستوں سے آسمان کے راستے زیادہ جانتے ہیں ۔ اسی لئے تو ہم فخر سے کہا کرتے ہیں ۔ رباعی ۔

مولا علیؑ امام ہے کل کائنات کا — مظہر ہے دوجہاں میں حق کی صفات کا
بستر ملا رسولؐ کا اللہ کی رضا — انعام یہ ملا فقط ایک رات کا

تصدّق شیرازی

فارسی کی رُباعی عرض ہے ؎

گر پرسدت کسے کہ علیؑ رانظیر ہست — با اُو بگو کہ آب بوئے گلاب نیست
در نزد کبریا بجز از ختم انبیاء — کس را مقام منزلتِ بوتراب ونیست

(صلوٰۃ)

آج میں اپنے مولا و آقا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے واقعاتِ زندگی سے چند واقعات عرض کرتا ہوں یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی ظاہری زندگی کے اختتام پر حضرت محمد باقرؑ کی ولادت سے تقریباً چھیالیس۴۶ برس قبل جناب جابر بن عبداللہ کے ذریعہ سے جناب امام محمد باقرؑ کو سلام کہلایا تھا امام علیہ السلام کا یہ شرف اس درجہ ممتاز ہے کہ آلِ محمدؐ میں سے کوئی بھی اُن کی ہمسری نہیں

جابرؓ کا امام محمد باقرؑ کو پیغمبرؐ کا سلام پہنچانا

کر سکتا۔ چودہ ستارے صہ ۲۲۸، مطالب السئول صہ ۲۷۲۔ مورخین کا بیان ہے کہ سرورِ کائنات ایک دن اپنی آغوش مبارک میں حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کو لئے ہوئے پیار کر رہے تھے کہ ناگاہ آپ کے صحابی جابر بن عبداللہ انصاری حاضر ہوئے حضرت نے جابرؓ کو دیکھ کر فرمایا میرے اس فرزند کی نسل سے ایک بچّہ پیدا ہوگا جو علم و حکمت سے بھرپور ہوگا۔ اے جابرؓ تم اس کا زمانہ پاؤ گے اور اس وقت تک زندہ رہو گے۔ جب تک وہ دنیا میں پیدا نہ ہو جائے۔ اے جابرؓ دیکھو جب تم اس سے ملنا تو اُسے میرا سلام کہہ دینا۔ جابرؓ نے اس خبر د پیش گوئی کو کمال مُسرت سے سُنا اور اُسی وقت سے جناب امام محمد باقرؑ کی انتظار کرنے لگے۔ یہاں تک چشمِ انتظار پتھرا گئیں۔ اور آنکھوں کا نور جاتا رہا۔ جب تک آپ بینا تھے ہر مجلس و ہر محفل میں تلاش کرتے رہے اور جب نورِ نظر جاتا رہا۔ تو زبان سے پکارنا شروع کر دیا آپ کی زبان پہ جب ہر وقت امام محمد باقرؑ کا نام رہنے لگا تو لوگ یہ کہنے لگے کہ جابرؓ کا دماغ ضعف پیری کی وجہ سے خراب ہو گیا ہے لیکن بہر حال وہ وقت آ ہی گیا کہ آپ پیغام احمدی اور سلام محمدی پہنچانے میں کامیاب ہو گئے راوی کا بیان ہے کہ ہم لوگ جناب جابرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں امام علیؑ زین العابدین تشریف لائے آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند جناب امام محمد باقرؑ بھی تھے امام علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند سے فرمایا کہ بیٹا تم جابر بن عبداللہ انصاری کو سر کا بوسہ دو۔ جناب امام محمد باقرؑ نے تعمیلِ ارشاد کیا جابرؓ نے ان کو سینے سے لگا لیا اور پیار کرنے لگے حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ اے جابرؓ پہلے میرے جد کا سلام تو مجھے کہہ لو۔ جابرؓ نے یہ سُن کر سر اقدس کو بوسہ دیا اور عرض کی کہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں رسولِ خداؐ نے آپ پر سلام کہا ہے فرمایا رسولِ خداؐ پر بھی ہمارا سلام ہو جب تک آسمان و زمین قائم ہیں اور جابرؓ تم نے جو سلام پہنچایا تو تم پر بھی ہمارا سلام ہو اس کے بعد امام نے فرمایا اے جابرؓ مانگو جو کچھ مانگنا چاہتے ہو کہ تم نے امانتِ مصطفٰےؐ کو ادا کیا ہے جابرؓ نے عرض کی کہ اے فرزندِ رسولؐ میں آپ کی اور آپ کے جد کی شفاعت چاہتا ہوں آپ سے ضمانت کی درخواست ہے کہ بروز

ہشام نے کنواں کھدوایا

قیامت میری نجات ہوجائے ۔ امام باقرؑ نے فرمایا اے میرے جد کے صحابی تیری بخشش کا میں ذمہ دار ہوں اور میں تمہارے جنت میں جانے کا ضامن ہوں ۔ صواعق محرقہ صہ ۱۲۰، مطالب السؤل صہ ۲۷۳، وسیلۃ النجات صہ ۲۳۸، لواعج الاحزان جلد ۱ صہ ۱۲۱/۴، چودہ ستارے صہ ۲۲۸، ماثر الباقریہ صہ ۳۶ ۔ منقول ہے کہ جب ہشام بن عبد الملک بادشاہ ہوا تو لوگوں نے درخواست کی کہ شام و عراق سے آنے والے حاجیوں کو مکہ کے راستے میں ایک منزل پر پانی نہ ملنے کی وجہ سے سخت تکلیف ہوتی ہے اور اکثر لوگ وہاں پیاس کی وجہ سے مرجاتے ہیں لہذا وہاں ایک کنواں کھدوایا جائے ۔ ہشام نے یہ درخواست منظور کی اور کنواں کھدنے کا انتظام ہونے لگا لیکن زمین اتنی سخت تھی کہ دن بھر کھدائی ہونے کے باوجود ہاتھ دو ہاتھ سے زیادہ نہ کھد سکتی تھی ۔ خدا خدا کر کے لگاتار کوشش کرنے کے مدت بعد جب پانی کی سطح پر پہنچے تو قدرت خدا سے پانی کی بجائے وہاں سے ایسی گرم ہوا جھلس دینے والی نکلی کہ وہاں جتنے مزدور کام کر رہے تھے سب ہلاک ہوگئے ۔ ان کی تحقیق حال کو جو پہنچا وہ بھی وہیں کا ہو رہا ۔ جب یہ خبر ہشام کو پہنچی تو سخت متفکر ہوا ۔ اور ارکان سلطنت سے مشورہ کیا مگر کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا ۔ ہشام سخت متردد تھا کہ اب کیا کرنا چاہیئے بہت سا روپیہ ضائع ہو چکا ہے اور بہت سے آدمی بھی مرگئے تھے خیال کرتا کہ اگر اس کام کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو شکایت بدستور رہے گی اور اگر دوسری جگہ کھدوایا جائے تو پھر اتنا ہی روپیہ درکار ہوگا ۔ اور نہ معلوم وہاں کیا صورت پیش آئے غرضیکہ اس کی حالت وطبیعت نہایت ہی پریشان تھی کہ کسی نے کان میں کہہ دیا اہل الذکر سے دریافت کرو ۔ ہشام نے کہا وہ کون ہستی ہے کہا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ۔ ہشام کی جان میں جان آگئی اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر تمام ماجرا بیان کیا امام نے فرمایا یہ راز خدا ہے میں اس مقام کو دیکھ کر تمہیں اس کا حل بتاؤں گا چنانچہ حضرت وہاں تشریف لائے اور اس جگہ کو دیکھ کر فرمایا یہ تو اہل احقاف کے رہنے کی جگہ ہے اور یہ وہ گروہ تھا جس پر گزشتہ زمانہ میں عذاب الہی نازل ہو چکا ہے یہ وہی مقام ہے جہاں ان کی آبادی تھی یہیں وہ عذاب

الہٰی میں گرفتار ہوکر تباہ و برباد ہو چکے تھے۔ خدا کی قدرت سے اس عذاب کا اثر اب تک باقی ہے۔ یہ گرم ہوا جو لوگوں کی ہلاکت کا باعث ہے وہی اَلرِّیْحَ الْعَقِیْم ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید کے پارہ ۲۷ رکوع ۱ میں موجود ہے اب بہتر یہ ہے کہ اس کنوئیں کی کھدائی کو بند کر دیا جائے اور یہاں سے کچھ فاصلہ پر دوسرا کنواں کھودا جائے۔ انشاء اللہ وہاں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی اور آسانی سے پانی نکل آئے گا چنانچہ حضرت کی رائے پر عمل کرکے کامیابی حاصل کی گئی۔ کسی نے عرض کی کہ فرزند رسولؐ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ اہل احقاف یعنی قوم عاد کی جگہ ہے فرمایا ہم اہل الذکر ہیں ہم سے جو بھی سوال کرو گے اس کا صحیح جواب پاؤ گے۔ شرالباقریہ صد ۴۲، محافل ومجالس صد ۱۵۹۔ منقول ہے کہ ایک شخص حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا باپ فاسق و فاجر اور ناصبی تھا۔ وہ مر گیا ہے اور اپنا مال مجھ سے چھپا کر کہیں دفن کر گیا ہے حضرت نے فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ اُسے دیکھے اور اپنے مال کو اس سے دریافت کرے اس نے کہا کہ میں محتاج و فقیر ہوں اگر مال مل جائے تو آپ کی بڑی شفقت و مہربانی و کرم نوازی ہوگی۔ حضرت نے ایک خط پوست سفید پر ... اور اپنی مہر کی اور فرمایا اس نوشتہ کو آج شب بقیع میں لے جانا جب بیچ میں پہنچو تو یہ کہہ کر پکارنا۔ یَا دَرْجَانُ۔ غرض اس نے ایسا ہی کیا تو ایک شخص ظاہر ہوا۔ اس نے وہ خط دیا جب اس نے پڑھا تو کہا اچھا تو اپنے باپ کو ملنا چاہتا ہے تو یہیں کھڑا رہ میں تیرے باپ کو ابھی لے آتا ہوں پس تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص اس کے باپ کو ساتھ لے کر آیا وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص بالکل سیاہ ہے جس کے بدن پر سیاہ لباس ہے اس کی گردن میں سیاہ رسی بندھی ہوئی ہے زبان اس کی باہر نکلی ہوئی ہے اور ہانپ رہا ہے لانے والے نے کہا کہ اے مرد خُدا تیرا باپ یہی ہے۔ جہنّم کی آگ اور دھوئیں سے آب گرم پینے سے اس کی یہ حالت ہوگئی ہے۔ استغفر اللہ ربّی۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ یہ عذاب کس وجہ سے تجھے ہو رہا ہے کہا اے فرزند میں اپنی زندگی میں بنی اُمیّہ کو دوست رکھتا تھا چونکہ تو اہلبیت رسولؐ کو دوست رکھتا تھا اس وجہ

سے میری تیرے ساتھ دشمنی تھی اور اپنا مال سب دفن کر دیا اور تجھے نہ بتلایا اب میں بہت نادم ہوں۔ خیر تو میرے باغ میں جا۔ اور زیتون کے درخت کے نیچے سے کھودنا۔ وہاں ایک لاکھ پچاس ہزار دینار ہیں۔ ان میں سے پچاس ہزار دینار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دینا اور باقی اپنے پاس رکھنا یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس شخص نے ویسا ہی کیا کہ پچاس ہزار دینار حضرت کی خدمت میں پہنچا دیئے آپ نے اس سے اپنا دَین ادا کیا اور فرمایا اے شخص جس کسی نے ہماری محبّت میں کمی کی اور ہمارا راہ حق ضائع کیا اور مرنے کے بعد نادم ہُوا۔ البتہ اس کی ندامت اس کو نفع پہنچائے گی۔ یعنی اس کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔ ماثر الباقریہ صہ ۵۴، لواعج الاحزان جلد ۱ صہ ۲۲۶۔ اسی لئے ہم فخر سے کہا کرتے ہیں کہ لوگو ہمارے امام وہ ہیں جو بحکم خدا مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اور ملائکہ پر حکمرانی کرتے ہیں۔ کائنات میں خدا تعالےٰ تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں اور کائنات کی ہر زبان سے واقف ہیں میرے مولا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَ اُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْئٍ۔ مناقب شہر آشوب جلد ۵ صہ ۱۱ چودہ ستارے صہ ۲۲۴ ہمیں طائروں تک کی زبان سکھائی گئی اور ہمیں ہر چیز کا علم عطا کیا گیا۔ صلوٰۃ۔ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنا رسولؐ بنایا اور ہمیں حضرت کے سبب سے گرامی قرار دیا پس ہم خدا کے پسندیدہ اور منتخب بندے ہیں اور روئے زمین پر اس کے خلیفے ہیں جو شخص ہماری اطاعت کرے گا وہ سعید ہو گا جو مخالفت کرے گا وہ شقی اور بد بخت ہو گا۔ یہ کلمات کسی نے ہشام تک پہنچا دیئے اس نے حاکم مدینہ کو لکھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے جعفر صادقؑ کو ہمارے پاس دمشق بھیج دے چنانچہ حاکم مدینہ نے تعمیل حکم کی اور دونوں باپ بیٹے کو دمشق روانہ کر دیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم دمشق پہنچے تو تین روز تک ہشام نے ہم کو حاضر ہونے کی اجازت نہ دی

چوتھے دن بُلایا ہم نے دیکھا کہ وہ تخت شاہی پر بیٹھا ہے اور مسلح سپاہی اس کے دائیں بائیں کھڑے ہیں محل کے اندر ایک تیر اندازی کا تودہ بنا ہوا ہے جس پر اس کے ارکان سلطنت باری باری تیر اندازی کر رہے ہیں۔ میرے پدر بزرگوار مجھ سے آگے تھے اور میں ان کے پیچھے تھا کہ ہشام نے ان سے کہا کہ آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ تیر لگائیں۔ حضرت نے فرمایا میں ضعیف ہو گیا ہوں اب مجھ سے تیر اندازی نہیں کی جاتی۔ اس نے اصرار کیا اور سرداران بنی امیہ میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا کہ اپنا تیر کمان ان کو دے دو۔ حضرت نے مجبوراً اسے لیا اور تیر کو کمان میں جوڑ کر بزور امامت نشانہ پر لگایا تو تیر سیدھا بیچ میں جا کر لگا پھر دوسرا تیر جوڑ کر پہلے تیر کے پیکان پر مارا۔ جو پہلے تیر کی پشت پر جا لگا اور اس کو چیرتے ہوئے پیوست ہو گیا اس کے بعد یکے بعد دیگرے آپ نے نو تیر چلائے جو ہر تیر اپنے پہلے تیر پر پڑتا تھا اور اس کو شق کر دیتا تھا۔ ہشام نے دانتوں میں انگلی دے لی اور کہنے لگا کہ اے ابو جعفر آپ کیا خوب نشانہ پر تیر لگاتے ہیں اس فن میں آپ تو تمام عرب و عجم سے زیادہ ماہر معلوم ہوتے ہیں پھر آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ میں اب ضعیفی کی وجہ سے قادر نہیں ہوں۔ حضرت نے فرمایا دنیا ہم کو ذلیل و خوار کرنا چاہتی ہے مگر خدا ہمارے وقار کو برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

ماثر باقریہ صفحہ ۹۸، محافل و مجالس صفحہ ۱۶۱، روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ جناب جابرؓ بن عبداللہ انصاری نے آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ مجھے ایک اشد ضرورت ہے آپ میری کچھ مالی امداد فرما دیں۔ آنحضرت نے فرمایا اے جابرؓ اس وقت میرے پاس از قسم مال و دولت کے کوئی چیز نہیں ہے جابرؓ کہتا ہے کہ میں امام کے پاس بیٹھ گیا تو ایک شاعر حاضر خدمت ہوا۔ اور اس نے امام علیہ السلام کو سلام کر کے عرض کی کہ فرزند رسولؐ میں نے آل محمد کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے سامنے اسے پیش کروں امام نے اجازت دے دی تو اس شاعر نے ایک قصیدہ پڑھا۔ جب وہ قصیدہ پڑھ چکا تو امام نے اپنے غلام سے فرمایا کہ حجرے کے اندر سے روپوں کا کیسہ اُٹھا لا۔ جب غلام نے وہ تھیلی حاضر کی تو امام نے اس شاعر

شاعر کو انعام دینا

کے حوالے کر دی جب شاعر نے وہ کیسہ پُر از زر دیکھا تو عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ اگر اجازت ہو تو دوسرا قصیدہ بھی جو منقبت آل محمدؐ میں جسے میں نے لکھا ہے پڑھوں۔ حضرت نے اجازت دی اور اس نے دوسرا قصیدہ پڑھا۔ جب وہ پڑھ چکا تو حضرت نے پھر غلام سے فرمایا کہ دوسرا کیسہ روپوں کا اٹھا کر اس کے حوالے کر دو پس غلام نے دوسرا کیسہ حجرے سے لاکر شاعر کے حوالے کر دیا۔ پھر شاعر نے عرض کی کہ مولا حکم ہو تو تیسرا قصیدہ بھی آپ کی شان کا پڑھوں حضور نے فرمایا ہاں ضرور پڑھو۔ اس نے تیسرا قصیدہ بھی آپ کے سامنے پڑھا تو آپ نے تیسرا کیسہ روپوں کا حجرے سے منگا کر اس شاعر کے حوالے کر دیا یہ حال دیکھ کر شاعر امام کے قدموں میں گر پڑا اور عرض کی مولا میں نے مال و دولت کے لئے یہ قصیدے نظم نہیں کئے بلکہ آخرت کے لئے میں نے انہیں ترتیب دیا ہے۔ میری نظر میں مال و دولت کوئی چیز نہیں ہے اور حق اطاعت آپ کا منجانب اللہ مجھ پر واجب و لازم ہے اور اس کا حق ادائیگی کا مجھ میں پورے طور پر ہرگز مقدور نہیں اس لئے ان حقوق مفروضہ کی حق ادائیگی کے عوض میں محمدؐ و آل محمدؐ کی مدحت سرائی میں اشعار عرض کرنا ہی غنیمت سمجھتا ہوں۔ اس شاعر کی عقیدت و ارادت کا یہ کلام سن کر آپ نے اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ جناب جابر رضی اللہ عنہ جو سارا واقعہ دیکھ رہے تھے آگے بڑھے اور خدمت امام عالیمقام میں عرض کرنے لگے کہ آپ تو ابھی فرماتے تھے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر اتنی بڑی رقم کہاں سے آگئی جو آپ نے شاعر کو عطا فرمائی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا جابرؓ حجرے کے اندر جاکر دیکھو کہ وہاں کیا کچھ ہے۔ جابرؓ کا بیان ہے کہ حسب ارشاد میں حجرے میں گیا تو وہاں درہم دینار کے کچھ آثار و نشان نہیں پائے وہاں سے لوٹ کر میں نے خدمتِ امام میں عرض کی کہ وہاں تو کسی قسم کا کوئی مال نظر نہیں آتا۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ تم لوگوں پر ظاہر و باہر مگر اسرار باطن جو ہم پر بحکم خالق مکشوف ہیں وہ ہمیشہ پوشیدہ رہتے ہیں جو ہر ایک کے سامنے ظاہر نہیں کئے جاتے جابرؓ تمہاری حاجت برآری کا یہ وقت نہیں ہے مگر فکر نہ کر تمہارا کام

بھی ہو گیا ہے جابرؓ کہتے ہیں کہ جب میں گھر میں واپس آیا تو معلوم ہوا کہ جس شخص پر میرے بیس دینار قرض تھے وہ دے گیا ہے۔ اب میں مصلحت امام کو کچھ سمجھا کہ شاعر کو دینے میں مصلحت تھی اور مجھے نہ دینے میں بہتری تھی۔ ماثر باقریہ صد ۵۱، محافل ومجالس صد ۱۷۰ شواہد النبوۃ۔ صلوٰۃ۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شخص نے جب عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ فرمادیں مومن کا حق خدا پر کیا ہے۔ عبداللہ حضرمی راوی کہتا ہے کہ میں نے مکرر سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر اس درخت سے (درخت کی طرف اشارہ کر کے) کہے کہ یہاں آجا تو درخت چلا آئے پس امام کا اشارہ پاتے ہی درخت نے حرکت شروع کی اور اپنی جگہ سے چلا آپ نے فرمایا نہیں رک جا میں تو اسے مثال دے رہا تھا۔ سبحان اللہ! پس درخت وہیں رک گیا۔ ماثر باقریہ صد ۵۶، محافل ومجالس صد ۱۷۲، کنوز المعجزات صد ۷۹، صلوٰۃ۔

درخت کا چلنا

اب میں ایک واقعہ راہب کے مسلمان ہونے کا پیش کر کے دامن تقریر سمیٹ لیتا ہوں۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام جب شام سے واپس ہوئے اور مدینہ منورہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ ناگاہ راستے میں ایک مقام پر مجمع کثیر نظر آیا آپ نے تفحص حال کیا تو معلوم ہوا کہ نصاریٰ کا ایک راہب ہے جو سال میں صرف ایک بار اپنے معبد سے نکلتا ہے آج اس کے نکلنے کا دن ہے یہ سن کر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بھی اس مجمع میں عوام کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے راہب جو انتہائی ضعیف تھا مقررہ وقت پر برآمد ہوا اور وہ چاروں طرف نظر دوڑانے کے بعد امام علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر بولا کیا آپ ہم میں سے ہیں امام نے فرمایا نہیں میں امتِ محمدیہ میں سے ہوں۔ راہب نے کہا آپ علماء سے ہیں یا جہلاء سے فرمایا میں جاہل نہیں ہوں۔ راہب نے کہا کیا آپ مجھ سے کچھ دریافت کرنے کیلئے آئے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ راہب نے کہا کہ جب آپ عالم ہیں تو میں آپ سے کوئی سوال کر سکتا ہوں۔ فرمایا ضرور پوچھئے۔ یہ سن کر راہب نے سوال کیا فرمادیں شب و روز میں وہ وقت کونسا ہے جس کا نہ شمار دن میں ہے اور نہ رات میں فرمایا وقت

سورج کے طلوع ہونے سے پہلے کا ہے جس کا شمار دن اور رات دونوں میں نہیں ہے وہ وقت جنت کے اوقات میں سے ہے اور ایسا متبرک ہے کہ اس میں بیماروں کو ہوش آجاتا ہے۔ درد کو سکون ہوجاتا ہے جو رات بھر نہ سو سکے اُسے بھی اس لمحہ نیند آجاتی ہے یہ وقت آخرت کی طرف رغبت رکھنے والوں کے لئے خاص الخاص ہے پھر راہب نے دوسرا سوال کیا فرماویں آپ کا عقیدہ ہے کہ جنت میں بول و براز نہیں ہوگا کیا دنیا میں اس کی کوئی مثال ہے۔ امام نے فرمایا بطن مادر میں جو بچے پرورش پاتے ہیں ان کا فضلہ خارج نہیں ہوتا۔ راہب نے تیسرا سوال کیا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جنت کے میوے کھانے سے کم نہیں ہوں گے۔ اس کی یہاں کوئی مثال ہے امام نے فرمایا ہاں ایک چراغ سے لاکھوں چراغ جلائے جائیں تب بھی پہلے چراغ کی روشنی میں کمی نہ ہوگی پھر راہب نے چوتھا سوال کیا کہ وہ کون سے دو بھائی ہیں۔ جو ایک ساتھ پیدا ہوئے اور ایک ساتھ مرے لیکن ایک کی عمر پچاس سال دوسرے کی ڈیڑھ سو سال تھی امام نے فرمایا یہ عزیرؑ اور عزیزہ پیغمبر ہیں یہ دونوں ایک ہی روز پیدا ہوئے مگر جب تیس سال گزرے تو اللہ تعالے نے حضرت عزیزؑ کو موت دے دی جو سو سال تک مرا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیزؑ کو زندہ کردیا اور دونوں بھائی پھر بیس سال تک زندہ رہ کر اکٹھے ہی انتقال کر گئے۔ (اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید کے تیسرے پارے میں موجود ہے) یہ سُن کر راہب اپنے ماننے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ جب تک یہ شخص شام کے حدود میں موجود ہے کسی کے سوال کا جواب نہ دوں گا۔ سب کو چاہیئے کہ اسی عالم زمانہ سے سوال کرے بس اتنا کہہ کر وہ مسلمان ہوگیا۔ جلاء العیون صد ۲۶۱، کنوز المعجزات صد ۸۶، تذکرہ محمدؐ وآل محمدؐ جلد ۳ صد ۱۴۰،

مسلمانو! دو مرتبہ میرا مولا شام گیا ہے ایک مرتبہ تو تین ساڑھے تین سال کے سن میں جب کہ کربلا میں سے ہوکر قید کے عالم میں اپنے مظلوم باپ کے ساتھ شام گئے تھے اور دوسری مرتبہ ہشام نے آپ کو بلایا تھا۔ لکھا ہے کہ ہشام ملعون نے کئی بار امام کو شہید کرانے کی کوشش کی جب کامیابی نہ ہوئی تو اس ملعون نے

ایک زین بنوائی جس میں زہر قاتل ملائی گئی اور زید بن حسن مثنیٰ سے کہا کہ یہ زین امام محمد باقر کو پہنچا کر کہو کہ اسے ضرور استعمال کریں اگر وہ اس زین کو استعمال نہیں کریں گے تو شاہی عطیہ کی توہین میں قتل کر دیئے جائیں گے اور اگر اس زین کو استعمال کریں گے تو اس میں زہر قاتل تعبیہ کی گئی ہے اس کے اثر سے شہید ہو جائیں گے۔ لکھا ہے کہ جب زید بن مثنیٰ زین امام کی خدمت میں لایا تو امام علیہ السلام نے زید سے فرمایا وائے ہو تجھ پر تو نے کس امر عظیم کا قصد کیا ہے اور کیا فعل بد تیرے ہاتھ سے جاری ہوتا ہے تو گمان کرتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ تو کیا کرتا ہے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ جس لکڑی سے یہ زین بنی ہے میں اُسے بھی جانتا ہوں اور جو کچھ اس میں تعبیہ کیا گیا ہے میں اُسے بھی جانتا ہوں۔ مگر میری شہادت اسی طور سے مقدر ہے جس میں کوئی چارۂ کار نہیں ہے الغرض اس زین کو گھوڑے پر رکھ کر آپ سوار ہوئے اس میں ایسا زہر تعبیہ کیا گیا تھا کہ فوراً تمام بدن مبارک میں سرایت کر گیا۔ عزادارو! جب امام گھوڑے سے اترے تو سم قاتل کے اثر سے تمام جسم آپ کا ورم کر چکا تھا۔ اس زہر کے اثر کی وجہ سے تین روز امام زمانہ تڑپتے رہے جب امید زیست منقطع ہو گئی تو آپ نے اپنا کفن منگوایا جس میں وہ چادر بھی تھی جس کو پہن کر احرام باندھا کرتے تھے فرمایا مجھے یہی کفن دینا۔ عزادارانِ امام تین دن کے بعد امام علیہ السلام نے انتقال فرمایا۔ علاّمہ مجلسی جلاء العیون میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو وصیّت فرمائی کہ آٹھ صد درہم میری عزاداری اور ماتم پر صرف کرنا اور یہ انتظام کرنا کہ دس سال تک منیٰ میں بزمانہ حج میری مظلومیت کا ماتم کیا جائے اور ہر سال ماتم داری میں تجدید کریں اور میری مظلومیت پر رویا کریں۔ ماتم باقریہ صہ ۱۲۵، منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک صاحبزادی تھیں جن سے حضرت کو بہت زیادہ انس تھا آپ نے اپنی شہادت سے پہلے ان کو بلا کر سینے سے لگایا فرمایا بیٹی اب تیرا باپ تجھ سے جُدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد جناب امام جعفر صادق سے فرمایا۔ اس

بچی کو کوئی تکلیف نہ ہونے دینا بیٹا اپنی بہن کا خیال رکھنا۔ محافل و مجالس ص۱۷۶۔
ہائے مجھے اس وقت کربلا کی وہ مظلوم بچی یاد آگئی جس کے باپ کی شہادت کے بعد شمرؔ نے طمانچے مارے اور کانوں سے دُر چھین لئے اس مظلومہ کا کوئی پُرسانِ حال نہ تھا بلکہ اشقیا نیزے مار مار کر رونے سے روکتے اور خاموش کراتے تھے

اَلَا لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰالِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلِبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۔

مسدّس

اے عبد خدا حق نے تجھے عقل عطا کی ‏ ‏ غم کس کا کیا کرتے ہیں سب نوری و خاکی
خنجر کے تلے شہ نے محبوں کو دُعا کی ‏ ‏ گریہ نہ کیا گر تو نے تو بس عین خطا کی
درویش میری بات کو ہرگز نہ بھلائیں
بس جن کا نکاح ٹوٹے وہ مجلس میں نہ آئیں

بیسویں مجلس

شکر، حمد اور کفر کی تعریفات ۔ نعمت کی وضاحت ۔ جناب فضہ کی تین دعائیں ۔ حضرت سلیمان کی دعوت اور ایک مچھلی ۔ بتول عذراءؑ کی عظمت ۔ ایک لطیفہ ۔ امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے معجزات ۔ سیّد سجاد کے مصائب اور واقعات شہادت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّکُمۡ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ وَلَئِنۡ کَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ ۔ پارہ ۱۳ رکوع ۱۴ ۔ یہ یاد ہوگا کہ تیرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اگر تم میرے انعام پر شکر کرو گے تو میں اپنی نعمتوں میں اضافہ کروں گا اور اگر تم نے کفر کیا تو میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔ صلوٰۃ ۔

قانون متبادل پہ دنیا قائم و دائم ہے ۔ کائنات کا ہر نظام تبادلے کی بدولت جاری و ساری ہے اگر دنیا میں سلسلۂ بدل نہ ہو تو ساری دنیا ہی بدل جائے ۔ دن بھر محنت سے کام کرنے والا مزدور شام کو بدل مانگتا ہے ۔ دکاندار گاہک کو سودا دے کر بدل مانگتا ہے ۔ حکیم مریض کو دوا دے کر بدل چاہتا ہے ۔ مہینہ بھر دفتر میں کلرک کام کرنے کے بعد حکومت سے بدل مانگتا ہے ۔ بھینس کو چارہ ڈال کر بصورت دودھ صبح و شام مالک بدل مانگتا ہے ۔ ذاکر و واعظ مجلس پڑھنے کے بعد دبی زبان سے بدل بنام نذرانہ مانگتا ہے مسلمان نماز تمام کرنے کے بعد ہاتھوں کو بلند کر کے اپنے خالق سے بدل مانگتا ہے ۔ محمد مصطفٰے امّت کو دین سکھانے کے بعد قدرت کے

شکر، حمد اور کفر کی تعریف

ارشاد کے مطابق توحید پرستوں سے مودۃ القربیٰ نامی بدل مانگتا ہے۔ غرضیکہ دنیا کی ہر حرکت بدل کے بدولت قائم و دائم ہے۔ جب ہر انسان اپنی محنت و عطا کی اُجرت چاہتا ہے تو خالقِ کائنات اپنی مخلوق کو بے شمار نعمتیں عطا کرنے کے بعد کچھ نہ چاہتا ہوگا۔ یقیناً میرا اللہ اپنی مخلوق سے بدل طلب کرتا ہے جس کا نام حمد اور شکر ہے۔ ہاں اگر آپ سمجھ گئے تو صلوٰۃ پڑھ لیں۔ آپ کا بھی شکریہ کہ یہاں ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے ہمیں شکر کرنے کا حکم دیا ہے یاد ہے کہ حمد کی تعریف اور ہے اور شکر کی تعریف اور ہے۔ شکر ہوتا ہے کسی نعمت کے ملنے پر اور حمد کسی نعمت کے ملنے پر نہیں کی جاتی۔ بلکہ ہر حال میں اللہ کی حمد واجب و لازم ہے یعنی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ شکر ہر اس انسان کا کرنا چاہیئے جس سے کوئی نعمت یا اچھائی ملے۔ مگر حمد صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی ذات کے لئے کی جاتی ہے۔ صلوٰۃ۔ گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے کسی انعام و نعمت کا ہم سے شکر چاہتا ہے اور ساتھ اعلان بھی کرتا ہے کہ اگر تم میری نعمت کا شکر کرو گے تو میں اس میں اضافہ بھی کروں گا۔ اور اگر تم نے کفر کیا یعنی تم نے شکر کرنے سے انکار کیا تو میں تمہیں سخت عذاب دوں گا۔ عام قاعدے کے تحت تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا کہ اگر تم نے کفر کیا تو میں نعمت واپس لے لوں گا۔ نعمت واپس نہیں لی جائے گی بلکہ کفر کرنے پر عذاب شدید ہوگا۔ ایک اور بات بھی واضح ہوجائے کہ آیت مجیدہ میں ہے وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اگر تم نے کفر کیا تو کفر کی تعریف کیا ہوگی۔ حقیقت ہے کہ لفظ کافر پر غور ہی نہیں کیا جاتا۔ لوگ صرف کافر کا ترجمہ کافر و مشرک یا زیادہ سے زیادہ انکار کرنے والا کہا کرتے ہیں کافر کا ترجمہ ہے پوشیدہ کرنے والا، چھپانے والا، چونکہ بے دین حق کو چھپاتا ہے اور اسلام کی طرف نہیں پھرتا، اس لئے اس کو کافر کہا گیا ہے دیکھیں لغاتِ کشوری ص۲۷۶ لو میں قرآن مجید کی ایک آیت پیش کر دیتا ہوں، اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَہِیْجُ پارہ ۲۷، رکوع ۱۹۔ خوش لگتا ہے کھیتی کرنے والوں کو اگنا۔ اس کا پھر

زور سے اٹھتی ہے۔ چونکہ کاشت کار بیج کو چھپاتا ہے اس لئے اُسے کافر کہا گیا ہے
معلوم ہوا کہ کافر کا صحیح ترجمہ ہے چُھپانے والا تو اس آیت میں ہے کہ اگر تم نے میری
نعمت کو چھپایا یعنی اس کا شکر ادا نہ کیا تو تمہیں عذاب شدید کیا جائے گا۔ اور اگر تم نے
اس کا شکر ادا کیا تو نعمت میں اضافہ ہو جائے گا۔ صلوٰۃ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سی
نعمت ہے جس کا خدا تعالےٰ ہم سے شکر چاہتا ہے۔ مسلمانو قدرت کی تو عطا کی ہوئی
ہر چیز نعمت ہے اور خدا تعالیٰ کی اتنی نعمتیں ہیں کہ جن کا شمار بھی نہیں ہو سکتا۔ وَاِنْ
تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ پارہ ۱۳ رکوع ۱۷۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی
نعمتوں کا شمار کرو تو ہرگز شمار نہ کر سکو گے۔ ہر انسان پر واجب و لازم ہے کہ خدا تعالیٰ
کی ہر نعمت پر اس کی حمد کرے اور یہ بھی یاد رہے کہ ہر انسان کے لئے ہر شئے نعمت
نہیں ہوا کرتی کیونکہ ہر ایک کی اپنی پسند ہے جو شئے جس کو پسند آ گئی اس کے لئے وہ
نعمت ہے مثلاً سورج ساری دنیا کے لئے نعمت ہے مگر چمگادڑ اور الو کے لئے زحمت
ہے چمگادڑ اور الو تو دعائیں مانگتے ہیں پالنے والے اس زحمت سے ہمیں بچا۔ چاند
دنیا کے لئے رحمت ہے اور چور ڈاکو کے لئے زحمت ہے کیونکہ ان کی حرکتوں کو
چھپاتا جو نہیں چور ڈاکو تو دعائیں مانگتے ہیں کہ چاند نہ نکلے، سورج کی حکومت ہو تو
اکثر چور ڈاکو خاموش رہتے ہیں۔ بلکہ بگلے بھگت نظر آتے ہیں ادھر سورج غروب ہوا
اُدھر ڈاکو چور میدان میں نکل آئے اور ظلم کرنا شروع کر دیئے غالباً اسی مناسبت
سے قدرت نے فرمایا ہے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۔ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۔ پارہ ۳۰
قسم ہے مجھے چمکنے والے سورج کی اور قسم ہے مجھے پیچھے آنے والے چاند کی۔

نعمت کی وضاحت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہاں والشمس سے مراد رسولؐ خدا
اور قمر سے مراد حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد صاحب
ص ۱۱۸۸۔ صلوٰۃ۔ ہاں میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پسند اپنی اپنی ہے جو شئے جس کو پسند آ گئی
اس کے لئے وہ نعمت ہے۔ مثال کے طور پر پھولوں کا ڈھیر لگا پڑا ہے آپ نے فرمایا
اپنی اپنی پسند کا پھول اٹھا لو۔ جوان نے چنبیلی کا پھول اٹھایا۔ حکیم صاحب نے گلاب

اٹھا لئے کہ گلقند بناؤں گا۔ ملاں نے گوبھی کا پھول اٹھا لیا کہ سالن پکائیں گے آپ جس سے بھی سوال کریں گے وہی کہے گا کہ حضور میرے لئے تو یہی نعمت ہے۔ سنو! دولت حکومت کو کون انسان ہے جو نعمت نہیں سمجھتا۔ ہر انسان اس دولت کی خاطر دن رات بھاگم بھاگ اور خون پسینہ ایک کرتا ہے کہ کسی طرح دولت حکومت ہمیں مل جائے مگر فضہ کی پسند اپنی ہے سبحان اللہ! جناب فضہ وہ مقدس خاتون ہے جس نے اپنے کردار عالیہ اور صفاتِ کمالیہ کی وجہ سے حسنین علیہم السلام سے ماں کہلوا لیا۔ حبشہ کی شہزادی نے حکومت کو ٹھوکر مار کر آل محمدؐ کی غلامی قبول کی اور اس درجہ اس غلامی میں رنگ بھرا کہ قیامت تک ان کا نام نامی آلِ محمد کے تذکروں میں مہتاب کی طرح نظر آتا رہے گا کہتے ہیں کہ جب جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے جناب فضہ سے فرمایا کہ اے فضہ میں تم سے بہت خوش جا رہا ہوں اگر کوئی تمنا ہے تو آج مجھ سے مانگ لے جناب فضہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کنیزی بتولؑ سے بہتر کوئی چیز ہی نہیں سمجھتی اب کس نعمت کا سوال کروں۔ حضور پر نور نے فرمایا فضہ تیری تین دعائیں قبول ہیں جو جی میں آئے مانگ لے اللہ تعالیٰ تیری تین دعائیں قبول فرمائے گا فضہ نے دست بستہ عرض کی یا رسولؐ اللہ اگر میری تین دعائیں قبول ہیں تو ایک تو یہ دعا مانگتی ہوں میں گھر میں کبھی کبھار دیکھتی ہوں کہ جناب حسینؑ اور بی بی زینبؑ دونوں بہن بھائی علیحدہ بیٹھ کر مشورے کرتے ہیں کہ ہم کربلا میں جائیں گے اور کشتیٔ اسلام کو بچوں کا خون دیکر بچانا ہوگا۔ زینبؑ تو چادر دینا میں حسین سر دونگا۔ مولا میری ایک عرض تو یہ ہے کہ اس زمانے تک جب دونو بہن بھائی کربلا جائیں تو میں بھی اس وقت تک زندہ رہ جاؤں اور دوسری دعا یہ ہے کہ مولا حسینؑ مجھے ساتھ بھی لے جائیں۔ تیسری عرض یہ ہے کہ کچھ جسم میں توانائی اور قوت بھی ہو کہ سیدوں کی غلامی میں کام آسکوں یہ سُن کر جناب رسولِ خداؐ آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا فضہؓ یہ تیری تینوں دعائیں بارگاہ احدیت میں قبول و منظور ہیں کہتے ہیں کہ کسی بزرگ نے فضہؓ پر اعتراض کر دیا کہ اے فضہؓ تجھے تو مانگنے کا ڈھب

جناب فضہ کی تین دعائیں

ہی نہیں آیا۔ اگر حضورؐ مجھ سے فرماتے کہ تین دعائیں جو جی چاہے مانگ لو میں وہ کچھ مانگتا کہ دنیا قیامت تک مجھے داد تحسین دیتی۔ فضہؓ نے کہا کہ آپ کیا مانگتے۔ کہا میں ایک تو قیامت تک کی زندگی مانگتا دوسرا قیامت تک دنیا کی بادشاہی مانگتا اور تیسرا مرنے کے بعد جنت مانگتا۔ اِدھر سے دامن پُر اور اُدھر بھی کامیابی وکامرانی ہوتی فضہ رضؓ نے اس کا سوال سُن کر جواب دیا۔ جسے کسی بھائی نے ایک رُباعی میں بیان کیا ہے

بلبل کو گل پسند گلوں کو ہوا پسند — ہم بوترابیوں کو ہے خاکِ شفا پسند
اپنی اپنی طبع ہے آئے ساکنانِ خُلد — تم کو ارم پسند ہمیں کربلا پسند

(صلوٰۃ)

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی نعمتِ خاص ہے جس کا خدا تعالیٰ ہم سے شکر چاہتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کسی اور طرح کی نعمت کا شکر کرتے رہیں اور خالقِ کائنات کسی اور شئے کا شکر چاہتا ہو۔

میں اس سلسلہ میں ایک پیغمبر کا واقعہ عرض کرتا ہوں تاکہ معاملہ آسانی سے صاف ہو جائے۔ منقول ہے کہ ایک بار جناب سلیمان علیہ السلام کو یہ خیال پیدا ہوا کہ خداوند عالم نے مجھے مشرق و مغرب کا بادشاہ بنایا ہے اور تمام دنیا کو میرے لئے مسخر کر دیا ہے تو میں بھی اس کی اس مہربانی و کرم نوازی کا کما حقہٗ شکریہ ادا کروں عند المناجات بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ عالم کے پالنے والے میں چاہتا ہوں کہ ایک وقت تیری اس تمام مخلوق کی دعوت کروں جو میرے تحتِ حکومت ہیں۔ ندا آئی اے سلیمان کس لئے ایسا کرنا چاہتے ہو۔ عرض کی ادائے شکر کے لئے فرمایا اے سلیمانؑ یہ کام تمہارے تو بوتہ کا نہیں ہے اپنی مخلوق کو ہم ہی خوب کھانا کھلانا جانتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ نے عرض کی پالنے والے یہ بالکل صحیح ہے مگر میرا دل اس سعادت کا آرزومند ہے۔ حکم ہوا اچھا تم چاہتے ہو تو خوشی سے انجام دو۔ اجازت ملتے ہی حضرت سلیمانؑ نے انتظام شروع کر دیا اور اہتمام دعوت میں مصروف ہو گئے۔ ہوا کو حکم دیا کہ جس طرف سے تیرا گزر ہو ہر ذی حیات سے کہہ دے کہ فلاں وقت اور فلاں روز

حضرت سلیمانؑ کی دعوت اور ایک مچھلی

فلاں مقام پر سلیمانؑ نبی نے تم کو دعوت میں بُلایا ہے اس کے بعد آدمیوں اور جنوں کو حکم دیا کہ جہاں کہیں جو چیز کھانے کی قسم سے نظر آئے جمع کرنی شروع کرو بس حکم کی دیر تھی کہ ہر قسم کی غذا کے انبار لگ گئے۔ پہاڑ کھڑے ہو گئے ادھر وقت معیّن پر انبار وِمہان آنے شروع ہو گئے۔ حضرت سلیمانؑ کا تخت ایک دریا کے کنارے بچھا ہُوا تھا ارکانِ سلطنت اردگرد اپنے اپنے مقام پر بیٹھے تھے۔ جناب سلیمانؑ اپنے مہانوں کو عجیب وغریب ہیئتوں میں دیکھ دیکھ کر قدرت کی صنّاعی پہ حیران تھے اسی اثنا میں ایک مچھلی نے دریا سے سر نکالا اور اپنی روزی طلب کی۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا۔ اے مخلوق خُدا ذرا صبر کر سب کے ساتھ تجھے بھی ملے گا یہ سُن کر وہ مچھلی ناراض ہو کر واپس ہونے لگی حضرت سلیمانؑ نے مچھلی سے ناراضگی کا سبب دریافت کیا اُس نے کہا بس خُدا اور بندے کے دینے میں اتنا ہی فرق ہوتا ہے کہ وہ بن مانگے دیتا ہے اور یہاں مانگنے سے بھی نہیں ملتا۔ مچھلی کی اِس گفتگو کا جناب سلیمان پر بڑا اثر ہُوا فرمایا اچھا ٹھہر ابھی تیری غذا تجھے ملتی ہے بتا کیا کھانا چاہتی ہے۔ اس نے اپنی غذا بتلائی۔ حضرت نے حُکم دیا کہ اس کو سیر کرو ایک جن اُٹھا اور ایک ٹوکرا غذا لاکر اس کے سامنے رکھ دیا۔ مچھلی نے پہلی ہی دار میں اُسے صاف کر دیا۔ اب کیا تھا لوگ لاتے رہے اور وہ مچھلی کھاتی رہی۔ یہاں تک کہ کئی انبار ختم ہو گئے اب تو سلیمانؑ گھبرائے کہ جب ایک مہمان نے اتنا کھا لیا ہے تو اوروں کو کیا کھلاؤں گا پوچھا۔ ارے مخلوقِ خُدا تجھے کتنا اور کھانا ہے۔ اس نے کہا اے نبیٔ خدا میں دسترخوانِ قدرت سے اڑھائی لقمے پایا کرتی ہوں۔ ابھی اس میں سے آدھا بھی نہیں کھا پائی یہ سُن کر حضرت سلیمانؑ کے ہوش اُڑ گئے اور سجدے میں گر کر کہنے لگے پالنے والے سلیمانؑ کی کیا طاقت ہے کہ تیری مخلوق کو کھانا کھلا سکے ندا آئی اے سلیمان تم نے جب ان کو بنایا ہی نہیں تو ان کے سیر کرنے کا طریقہ کیا جانو۔ ہم صرف ایک دانے سے اس مچھلی کا پیٹ بھر سکتے ہیں۔ کیوں ہم نے نہ کہا تھا کہ یہ کام تمہارے بس کا نہیں ہے اے سلیمان ہم نے اپنی نعمتیں جس طرح

اپنی مخلوق کو کھلاتی ہیں اُسے ہم ہی جانتے ہیں کسی کی کیا طاقت ہے کہ ان کے لحاظ سے ہمارا شکر ادا کر سکے سلیمانؑ اگر ہم اپنی مخلوق کی رزق رسانی کا کام اپنے بندوں سے متعلق کر دیں تو سب دو دن میں مرجائیں۔ اے سلیمانؑ انسان اپنی عبادت پر فخر کرتا ہے اور ہماری بے شمار نعمتوں پہ نظر نہیں کرتا میں کہتا ہوں کہ نبی ہونا اور بات ہے اور رازق کائنات ہونا اور بات ہے۔ صلوٰۃ۔ محافل و مجالس صد ۱۳۲۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میرا شکر ادا کرو تو میں نعمتوں میں اضافہ کروں گا۔ اس اضافہ کو دیکھ کر جناب رسولخداؐ نے نعمتِ نبوّت کا شکر ادا کیا کہ قدرت کی طرف سے اضافہ ہو۔ حکم ہُوا میرے حبیب نبوت کا دروازہ بند کر چکا۔ اس میں اضافہ کی گنجائش ہی نہیں تو حضور پر نورؐ نے قرآن مجید نامی نعمت کا شکر ادا کیا کہ شاید اس میں اضافہ ہو۔ قدرت کی طرف سے ارشاد ہُوا۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ میرے حبیبؐ یہ مکمل و اکمل کتاب ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ پارہ ۶ رکوع ۵ (آج کے دن ہم نے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر تمام نعمتیں پوری کر دیں اور میں دین اسلام سے راضی ہو گیا) اس میں اضافہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر نبی نے گھر میں نگاہ دوڑائی تو عصمت بتولؑ دیکھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بہت بڑی نعمت عطا کی ہے۔ نبی نے خوشی سے فرمایا۔ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّيْ فاطمہؑ ہی تو میرا اثاثہ ہے۔ یعنی فاطمہؑ میرا حِصّہ ہے فاطمہؑ میری کُل کائنات ہے۔ اس نعمتِ بتولؑ کا اس انداز سے شکر ادا کیا کہ دروازے پہ جا کر سلام کیا کرتے تھے۔ دنیا کا سب سے بڑا دلی فخر سے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین کے صد ۳۶ باب تعظیم و تکریم میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب کبھی جناب فاطمہ زہراؑ اپنے باپ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں تشریف لاتیں تو حضور پر نور کھڑے ہو جاتے اور بتولؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر اپنی جگہ پہ بٹھاتے۔ میں یہاں ایک سوال کرتا ہوں کیوں مسلمانو! آپ لوگ تو بڑے مناظرے کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا کی چار بیٹیاں تھیں۔ میں کہتا ہوں چار نہیں بلکہ چار ہزار تھیں مگر خدا کے واسطے فرماؤ

بتولِ عذراؑ کی عظمت

جن کی تشریف آوری پر نبی اکرمؐ کھڑے ہو جاتے تھے وہ کتنی تھیں۔ بوقتِ عقد ستارہ کتنی بچیوں کے گھر بپیغام خدا لے کر نازل ہوا۔ میں کہتا ہوں احد کے میدان میں خبر وفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سن کر کتنی میدان کو روتی ہوئی چلیں فرماؤ۔ مسلمانو! میدانِ مباہلہ میں کتنی نبی کے ساتھ تشریف لے گئیں۔ چادر تطہیر کے نیچے کتنی بیٹیوں کو خدا کے رسولؐ نے بُلایا چلو سب کچھ بُھلا دو مگر اتنا تو بتاؤ کہ کتنی بیٹیوں کی اولاد نے خدا تعالیٰ کی توحید اور نبی کا دین اور قرآن مجید کو بچانے کے لئے اپنا گھر بار مال و اولاد سب کچھ قربان خدا کیا۔ پھر اگر کوئی مجھے کہے کہ میں آپ کا بھائی بنتا ہوں۔ مجھے بھائی کہا کرو نہ میں زمین سے حصّہ لوں گا نہ مکان سے۔ نہ مال میں میرا حصّہ ہوگا اور نہ آل میں تو اس طرح تو چاہے سارا زمانہ میرا بھائی بن جائے مجھے کیا فرق پڑتا ہے ہاں اگر کوئی بتولؑ کے دوش بدوش ہے تو بتلاؤ۔ دکھاؤ اور میدان عصمت مہادری میں لاؤ۔ بتولؑ کے بچوں کے ساتھ ملاؤ۔ منواؤ ہم ماننے کو تیار ہیں۔ منقول ہے کہ عبداللہ ابن عثمان جو رقیہ کے بطن سے تھا چھ سال کی عمر میں اس نے مرغ سے جنگ کیا۔ مرغ نے ٹھونگ ماری اور وہ شہید ہو گیا۔ مناقب شہر آشوب جلد اصـ۶۹ ان مہادروں کا اولاد بتولؑ سے مقابلہ کراؤ گے ارے یہ بتولؑ ہی کی عظمتِ توقیر ہے ستارے بوقتِ عقد نکاح آسمان سے اُتر رہے ہیں۔ شعر

درِ سیدہ کی یہ عظمت ہے ورنہ زمین پر ستارے کی منزل نہیں ہے

چند اشعار بتولؑ کے بیٹے کی شان میں بھی ملاحظہ ہوں۔ صلوٰۃ برمحمدؐ و آلِ محمدؐ۔ نظم

انسان اس حسینؑ کی توصیف کیا کرے جس کے پدر نے کعبہ کو کعبہ بنا دیا
بچوں نے جس کے معرکۂ کارزار میں مرنے کو اِک کھیل و تماشہ بنا دیا
جس کے سپاہیوں نے تین دن کی بھوک میں تیغ سنا کو منہ کا نوالہ بنا دیا
بھائی نے جس کے لے کے علم جوشِ جنگ میں اتنا کیا بلند کہ طوبیٰ بنا دیا
خود جس نے دوپہر میں ہمیشہ کے واسطے جنگل میں کربلا سے مُعلّیٰ بنا دیا

(صلوٰۃ)

جب رسولِ خدا نے عصمت نعمتِ بتولؑ کا دروازے پر جاکر شکر ادا کیا تو قدرت نے حسنؑ نامی نعمت کا اضافہ کردیا۔ اب اس نعمتِ حسنؑ کو دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شکر ادا کرنے کا انداز بدلا۔ حضرت بتولؑ کے دروازے پر حضورؐ جاکر سلام کرتے تھے۔ عام خاص علماء نے لکھا ہے کہ نماز سے فارغ ہوکر حضورؐ سیدہ بتولؑ کے دروازے پر تشریف لے جاتے اور آیت إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا پارہ ۲۲ رکوع ۱۔ (اے اہلبیت محمدؐ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تم سے ہر رجس کو دور رکھے اور ایسا پاک رکھے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے) تلاوت فرماکر سلام کرتے۔ اب حسنؑ نامی نعمت کو کاندھے پر اٹھاکر مسجد کو نماز کی خاطر جاتے ہوئے خدا کا شکر ادا کرتے کہ پالنے والے تیری اس نعمتِ عظمیٰ کو اپنے دوش پر بلند کرکے تیرا شکر ادا کر رہا ہوں۔ صحابہ کرام نے کئی مرتبہ دیکھا کہ تاجدارِ رسالت کی زلفیں امام حسنؑ کے ہاتھ میں بچپنے کے زمانہ میں ہُوا کرتی تھیں اور تبھی فرماتے تھے۔ شعر

تھام لو زلفوں کو میری چاہیے تجھ کو لگام — میں اُدھر مڑ جاؤں گا تم نے جدھر موڑا مجھے

معاویہ نواز ملّاں کہتے ہیں کہ اب امام حسنؑ حکومت کی باگ ڈور نہیں سنبھال سکتے تھے کیوں مولویو! جو بچپنے میں نبوت کی باگ سنبھال سکتا ہے کیا وہ جوانی میں حکومت نہیں چلا سکتا۔ یہ تو میرے مولا امام حسنؑ ہی بہتر جانتے تھے کہ مسلمانوں کا خون نہ ہونے دیا اور حکومت کو ٹھوکر مار کر روضۂ رسولؐ کی مجاوری کو افضل سمجھا۔ رُباعی عرض ہے

بحکمِ حق کہیں پہ صُلح کر لیتے ہیں دشمن سے
کہیں پہ جنگ خاموشی جواب سنگ ہوتی ہے
زمانہ یہ سبق لے فاطمہؑ کے دل کے ٹکڑوں سے
کہاں پہ صُلح ہوتی ہے کہاں پہ جنگ ہوتی ہے (صلوٰۃ)

حسن نامی نعمت کا کامل طریقے سے شکر ادا ہوتا دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے حسینؑ نامی نعمت کا اضافہ کردیا تو اب اس نعمتِ حسینؑ کا شکر ادا کرنے میں نبی اکرمؐ نے اور

نرالا انداز اختیار فرمایا۔ بتولؑ کے دروازے پر نماز کے بعد تشریف لے جا کر شکر ادا کرتے تھے۔ حسنؑ کو نماز عید کو جاتے ہوئے دوش مقدس پر بلند کر کے لے جاتے تھے۔ اب حسینؑ نامی نعمت کو عین حالت نماز کے سجدے میں دوش پر جگہ دے کر خدا کا شکر ادا کرتے تھے۔ چودہ ستارے ص۱۵۰۔ اس عظمت پر ملّاں لوگ کیوں غور کریں۔ ان بیچاروں کو تو صرف اپنے پیٹ کا ہی دھندا ہے۔ ہر حدیث۔ ہر آیت اپنے لئے ہی تجویز فرما لیا کرتے ہیں۔ لطیفہ۔ ملّاں کہتے ہیں کہ کسی جگہ چار مولوی واعظ کے لئے اکٹھے ہوئے تقریروں میں چاروں نے قرآن مجید کی آیت اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ پارہ ۲۶ رکوع ۱۳ (کہ سوائے اس کے نہیں کہ مومن بھائی بھائی ہیں) پر زور دیا صاحب خانہ نے سمجھا کہ ان بزرگوں کا آپس میں بڑا اتفاق ہے اور آیت بھی اتفاق و اتحاد کی پیش کرتے رہے ہیں تو اس نے ایک پرات میں حلوہ شریف چاروں حضرات کے سامنے رکھا۔ اور اُن سے فرمایا بسم اللہ شروع کریں۔ اب چاروں نے حلوے اور اس کے اندر ضرورت سے زیادہ گھی پر نگاہ ڈالی تو ہر ایک نے سوچا کہ اس سے تو موت بہتر ہے۔ کہ میرے سامنے یہ ملّاں گھی ہضم کرلیں۔ یہ سوچ کر ایک مولوی نے صاحب خانہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ۔ پارہ ۳۰ کا ترجمہ ہے کہ قیامت کو ایک کوثر کی نہر ہوگی۔ زبان سے کوثر کا نام لیا اور ہاتھ سے حلوے میں لکیر کھینچ کر دکھلایا۔ دل میں غرض تھی کہ لکیر میں گھی میری طرف آجائے۔ صاحب خانہ نے تو سمجھا کہ قرآن پاک کی تفسیر کر کے ہمیں کوثر کی خوشخبری دے رہا ہے۔ مگر دوسرے ساتھی اس کی اس حرکت کو سمجھ گئے۔ دوسرے نے صاحب خانہ سے فرمایا حضور صرف ایک ہی نہیں ہوگی بلکہ قرآن مجید میں ہے۔ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ۔ پارہ ۲۷ رکوع ۱۱۔ قیامت کو ایک نہیں بلکہ دو نہریں ہوں گی تو اس نے بھی قرآن مجید کی تفسیر مگر غرض یہ تھی کہ دو لکیروں میں کھینچ کر گھی اپنی طرف کرلوں۔ اب تیسرے کی باری آئی، تو اس نے کہا میاں سب کچھ ٹھیک ہے مگر قرآن مجید میں تو صاف ہے جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ پارہ ۳۰۔ رکوع ۱۰۔ ارے جنّت میں تو

بے شمار مہریں ہوں گی یہ کہہ کر پانچ لکیریں حلوے میں کھینچ لیں واحد۔ تثنیہ۔ جمع۔ جب خرچ ہوگیا تو چوتھے نے بھی قرآن پاک پیش کیا کہ لوگو! تم جنت کی باتیں کرتے ہو پہلے قیامت کا زلزلہ یقیناً آئے گا۔ یہ کہہ کر اس نے پڑھا:- اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا بس یہ کہہ کر دونوں ہاتھ مار کر سب کچھ رلا ملا دیا۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ان چاروں بزرگوں نے قرآن مجید کی ہی تلاوت کی اور ترجمہ بھی صحیح کر کے دکھلایا مگر کام اپنا چلایا اور ایمان گنوایا۔ تو ایسے لوگوں سے کیا توقع ہے کہ ان کی تعریف و توصیف کریں جو صرف اور صرف خدا رسولؐ کی خوشنودی کے لئے زندگی بسر کرنے کا سبق دیں۔ صلوٰۃ۔ ہاں میں عرض کر رہا تھا کہ رسولِ خداؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کی حالت میں دوش پر بلند کر کے اس نعمت کا شکر ادا کیا تو اللہ تعالےٰ نے سجدے کی مناسبت سے نعمتِ سید الساجدین کا اضافہ کر دیا۔ مسلمانو! ساجد ہونا اور بات ہے اور سید الساجدین ہونا اور بات ہے۔ عابد ہونا اور بات ہے اور زین العابدین ہونا اور بات ہے بس رسولؐ شکر کرتے گئے اور اللہ تعالیٰ اضافہ کرتا گیا۔ جب بارہ پر نوبت پہنچی تو خدا نے فرمایا بس حبیب تیرا شکر دائم اور میرا اضافہ قائم۔ صلوٰۃ۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام علیؑ زین العابدین علیہ السلام جس حجرے میں نماز ادا فرما رہے تھے اسی حجرے کو آگ لگ گئی جب آگ کے شعلے بھڑکے تو لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور لوگوں نے آگ کو بجھا دیا۔ جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو کسی نے عرض کیا یابن رسولؐ اللہ آپ کو معلوم ہی نہ ہوا کہ اسی حجرے کو آگ گھیرے ہوئے ہے مولا آپ کو اتنا بے خبر کس نے بنا دیا فرمایا آخرت کی آگ نے محافل و مجالس صد ۱۳۴۔ کہنے کو تو یہ ایک واقعہ ہی ہے مگر سوائے حضرت خلیل اللہ کے پوری کائنات میں اس کی نظیر نہیں ملے گی کہ آگ کے شعلوں میں حمد خدا سکونِ قلب سے جاری و ساری ہو۔ صلوٰۃ۔ روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کھیلتے ہوئے کنوئیں میں (جو مدینہ میں آپ کے گھر میں نہایت عمیق تھا) گر گئے (ایسے واقعات خاصانِ خدا دنیا کو سبق دینے کی خاطر ظاہر

صحیفہ سجادیہ اور نہج البلاغہ

فرمایا کرتے ہیں) ان کی والدہ دوڑیں اور کنویں کے پاس آکر فریاد کرنے لگیں اور کہتی تھیں یابن رسولؐ اللہ آپ کا لڑکا کنویں میں گر گیا جلد تشریف لائیے مگر حضرت نہایت خضوع وخشوع سے نماز ادا کرتے رہے۔ جب حضرت نے نماز کو نہ توڑا تو ان کی زوجہ نے اپنی فریاد کی شدّت کو بڑھایا۔ پھر بھی آپ نے کچھ خیال نہ کیا اور نہایت سکون واطمینان کے ساتھ نماز کو تمام کیا۔ بعد اس کے کنویں کے پاس آئے جس کا پانی بہت بڑی لمبی رسّی سے نکالا جاتا تھا اس کنویں میں ہاتھ ڈالا اور اپنے فرزند محمدؐ باقر کو نکال لیا۔ یوں سمجھو کہ پانی نے حضرت کی امانت آپ کو واپس کرتے ہوئے دستِ امامت کے بوسے لئے۔ جب حضرت باقر علیہ السّلام کو دیکھا تو آنجناب کا کپڑا تک نہ بھیگا۔ امام نے اپنی بیوی سے فرمایا اے ضعیفہُ الیقین ماں نے بچّے کو گود میں لیا تو بہت خوش ہوئیں۔ مگر حضرت کے ضعیفہُ الیقین کہنے پر رونے لگیں۔ حضرت نے فرمایا اگر میں اس کی درگاہ سے مُنہ پھیر لیتا تو وہ بھی میری جانب سے مُنہ پھیر لیتا۔ لواعج الاحزان جلد ۱ ص ۴۱۲۔ حضرت امام علیؑ زین العابدین کی عبادت اور خوفِ خدا میں دُعا کرنا حضرت کا صحیفہ کاملہ جس کو علماء کرام نے زبورِ آلِ محمدؐ کا لقب دیا ہے کافی وافی ہے محققین فرماتے ہیں کہ اگر دنیا میں صحیفہ کاملہ نہ ہوتا تو دنیا کو معلوم ہی نہ ہوسکتا کہ بارگاہِ الٰہی میں دعا کیسے کی جاتی ہے اور اگر نہج البلاغہ حضرت امیر المومنین کے خطبات نہ ہوتے تو حقیقتِ توحید کا علم ہی نہ ہوتا۔ منقول ہے کہ جب ماہ رمضان آتا تو آپ کے غلاموں سے جو جو قصور اس مہینے میں ہوتے وہ آپ سب لکھتے جاتے تھے جب آخر شب رمضان کی ہوتی تھی تو آپ سب غلاموں کو بُلاتے تھے۔ اور کاغذ نکال کر ہر ایک سے دریافت فرماتے تھے کہ اے فلاں تونے یہ قصور کیا تھا اور میں نے سزا نہیں دی۔ وہ سب اقرار کرتے جاتے تھے اس کے بعد آپ اُٹھ کر ان سب کے بیچ میں کھڑے ہوجاتے تھے اور فرماتے کہ تم سب باآواز بلند کہو کہ اے علیؑ ابن الحسینؑ کہ آپ کے اعمال کو بھی خدا تعالیٰ نے لکھا ہے جس طرح آپ نے ہمارے گناہوں کو لکھا ہے آپ ہمارے گناہوں کو معاف کریں خداوند تعالیٰ آپ کے اعمال کو بھی قبول کرے گا یہ فرما کر آپ رونے لگتے اور سب غلاموں کو آزاد کرادیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر۔ ہم شیعانِ حیدرِ کرار کو چاہیئے

کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام سے سبق حاصل کریں۔ صلوٰۃ - علامہ مجلسی رقم طراز ہیں کہ بلخ کا رہنے والا ایک محب آلِ محمدؐ ہمیشہ حج کیا کرتا تھا اور جب حج کو آتا تو مدینہ جاکر حضرت امام زین العابدین کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب حج سے لوٹا تو اس کی بیوی نے کہا کہ تم ہمیشہ اپنے امام کی خدمت میں تحفہ و تحائف لے جاتے ہو مگر انہوں نے آج تک تم کو کچھ نہ دیا اس نے کہا کہ توبہ کرو تمہارے لئے یہ کہنا سزاوار نہیں ہے وہ امام زمانہ ہیں وہ مالک دین و دنیا ہیں وہ فرزند رسولؐ ہیں یہ سُن کر وہ خاموش ہوگئی۔ اگلے سال جب وہ حج سے فراغت حاصل کر کے امام زین العابدین کی خدمت میں پہنچا اور سلام و دست بوسی کے بعد آپ کے پاس بیٹھا تو آپ نے کھانا طلب فرمایا۔ حکمِ امام سے مجبور ہو کر اُس نے معیت میں کھانا کھایا۔ جب دونوں کھانا کھا چکے تو امام کے اس بلخی نے ہاتھ دھلانے کی خواہش کی۔ آپ نے فرمایا تو مہمان ہے یہ تیرا کام نہیں ہے اُس نے اصرار کیا اور ہاتھ دُھلانے شروع کر دیئے جب طشت بھر گیا تو آپ نے پوچھا کہ طشت میں کیا ہے اُس نے کہا کہ پانی حضرت نے فرمایا نہیں یہ سُرخ یاقوت ہیں جب اُس نے غور سے دیکھا تو وہ طشت یاقوت سُرخ سے پُر تھا اسی طرح دوسری مرتبہ فرمایا پانی ڈال اب پانی ڈالنے کے بعد دیکھا تو زمرد سبز ہوگئے پھر تیسری مرتبہ، حضرت نے پانی ڈالنے کو فرمایا اب جو دیکھا تو دُرِّ ابیض سے پُر تھا یعنی تین بار امام کے ہاتھ کا پانی یاقوت سُرخ زمرد سبز اور دُرِّ ابیض ہوگئے یہ معجزۂ امام دیکھ کر بلخی حیران ہوگیا اور آپ کے ہاتھوں کا بوسہ لینے لگا حضرت نے فرمایا کہ اسے لیتے جاؤ اپنی بیوی کو دیدینا اور کہنا کہ ہمارے پاس کچھ اور مال دنیا سے نہیں ہے وہ شخص شرمندہ ہو کر بولا آپکو میری بیوی کی بات کس نے بتادی امام نے فرمایا ہمیں سب معلوم ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ امام علیہ السّلام سے رخصت ہو کر بیوی کے پاس پہنچا اور اُسے جواہرات دیکر سارا واقعہ سنایا بیوی نے کہا کہ آئندہ سال میں بھی حضرت کی زیارت کو جاؤں گی جن کے ہاتھ کا دھوون جواہرات بنتے ہیں جب دوسرے سال بیوی ہمراہ روانہ ہوئی تو مدینہ میں پہنچتے ہی اس کا انتقال ہوگیا وہ شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور اپنی بیوی کی موت کی خبر سنائی امام نے فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ تیری بیوی زندہ ہو جائے اس نے عرض کی کہ مولا کیا وہ بھی زندہ ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا خداوند کریم علیٰ کُلِّ شیئٍ قدیر ہے اس کے بعد امام نے دو رکعت نماز ادا فرما کر دُعا کی اور فرمایا جا تیری بیوی زندہ ہو گئی ہے اور اللہ تعالےٰ

زین العابدین کے ہاتھوں کا پانی جواہرات بن گیا

محسن کی بدولت مردہ کو دوبارہ زندگی ملا

نے اس کی زندگی تیس۳۰ سال بڑھا دی ہے۔ لکھا ہے کہ جب وہ بلخی واپس بیوی کے پاس پہنچا تو اُسے زندہ پایا۔ بیوی لے کر خدمت امام میں حاضر ہوا۔ تو اس کی بیوی نے حضرت کو دیکھتے ہی کہا کہ خدا کی قسم اسی محسن نے مجھے دوبارہ زندگی دلوائی ہے۔ چودہ ستارے ص۲۱۷۔ آج کا ملاں جو جی چاہے کہتا پھرے۔ مگر اہلحدیث کے امام زہری فرماتے ہیں کہ میں حج کے موقعہ پر امام زین العابدینؑ کے پاس مقام عرفات میں کھڑا حاجیوں کو دیکھ رہا تھا۔ دفعتہً میرے منہ سے نکلا کہ مولا کتنے لاکھ حاجی ہیں اور کس قدر عظیم اجتماع ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے قریب آؤ۔ میں جب بالکل نزدیک ہُوا تو آپ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ اب دیکھو جب میں نے پھر نظر کی تو مجھے لاکھوں آدمیوں میں سے دس ہزار میں سے ایک کے تناسب سے انسان دکھائی دیئے۔

اکثر حاجی درندے نظر آئے

باقی سب کے سب درندے۔ بندر۔ ریچھ۔ بھیڑیئے۔ گدھے وغیرہ تھے۔ یہ دیکھ کر میں حیران ہوگیا۔ آپ نے فرمایا سُنو! جو لوگ صحیح نیت اور صحیح عقیدہ کے بغیر حج کرتے ہیں۔ ان کا یہی حشر ہوتا ہے اے زہری نیک نیتی اور ہماری مودّت اور محبت کے بغیر سارے اعمال بے کار ہیں۔ چودہ ستارے ص۲۱۶۔ دمعہ ساکبہ جلد۲ ص۴۳۸۔ لکھا ہے کہ بادشاہ دنیا عبدالملک بن مروانؑ اپنے عہدِ حکومت میں اپنے پایۂ تخت سے حج کے لئے روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہنچا اور بادشاہ دین حضرت علیؑ زین العابدینؑ علیہ السلام بھی مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر مکہ پہنچ گئے۔ مناسکِ حج کے سلسلہ میں دونوں کا ساتھ ہوگیا۔ حضرت امام علی زین العابدینؑ آگے آگے چل رہے تھے اور بادشاہ پیچھے چل رہا تھا۔

سید سجاد اور عبدالملک کا حج

عبدالملک کو یہ بات ناگوار گذری اور اُس نے آپ سے کہا کیا میں نے آپ کے باپ کو قتل کیا ہے جو آپ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے آپ نے فرمایا جس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اُس نے اپنی دنیا و آخرت خراب کرلی ہے کیا تو بھی یہی حوصلہ رکھتا ہے اُس نے کہا کہ میرا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس تشریف لاویں۔ تاکہ میں آپ سے کچھ مالی سلوک کروں آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تیرے مال و دُنیا کی ضرورت نہیں ہے کہ مجھے دینے والا خدا ہے یہ کہہ کر آپ نے اسی جگہ زمین پر ردائے مبارک ڈال دی اور کعبہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا میرے مالک اسے بھر دے امام کی زبان سے نکلنا تھا کہ ردائے مبارک موتیوں سے بھر گئی آپ نے اُسے راہِ خُدا میں تقسیم کر دیا۔ چودہ ستارے ص۲۱۶۔ یہ میرا آقا مولا حضرت سجادؑ ہیں کہ جن کے اشارے سے کائنات حرکت میں آکر امام کے فرمان کی تعمیل فخر سے کرتی ہے کتنا بدبخت ہے وہ انسان جو اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر ادا نہ کرے جناب صادق آلِ محمد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نَحْنُ مِنَ النَّعِيْمِ ہم آل محمدؐ نعمتِ خدا ہیں قرآن مجید حاشیہ ترجمہ مقبول احمد صاحب ص۱۱۹۹ ارجح المطالب ص۸۸۔ معتبر کتابوں میں ہے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ اب امام زمانہ حضرت محمد حنیفہ ابن علیؑ ابن ابی طالب ہوں گے۔ اس سلسلہ میں نزاع پیدا ہوئی اور

سید سجاد اور محمد ابن حنفیہ میں نزاع

یہ نزاع محمد حنیفہ کی جانب سے محض باخیالِ اظہارِ جلالت شان و مرتبہ امام علیہ السلام کے تھی جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے چنانچہ محمد حنیفہ نے کہا کہ اے زین العابدینؑ میں تمہارا چچا ہوں یہ حق اور منصب میرے لئے ہے تو حضرت نے فرمایا یَا مُحَمَّدُ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَدَّعِ مَا لَيْسَ لَكَ بِحَقٍّ اِنِّیْ اَعِظُكَ

حجر اسود کا امامت کی گواہی دینا۔

اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡجَاھِلِیۡنَ ۔ اے محمدؐ خدا سے ڈرو اور جس چیز کے تم مستحق نہیں ہو اس کا دعویٰ نہ کرو میں نصیحت کرتا ہوں کہ تم جاہلوں میں سے نہ ہوجانا. فرمایا اے چچا میرے باپ نے قبل عراق جانے کے مجھے اپنا وصی فرمادیا تھا اگر تم کو تامل ہو تو حجر اسود کے پاس چلو وہ جس کی امامت کی گواہی دے دے بس وہی امام ہے چنانچہ دونوں حجر اسود کے پاس آئے پہلے محمد حنیفہ نے کلام کیا اس کے کلام کرنے سے حجر اسود کی طرف سے کچھ جواب نہ آیا حضرت سجادؑ نے فرمایا چچا اگر تم وصی امام ہوتے تو ضرور جواب دیتا محمدؓ حنفیہ نے کہا اچھا اب آپ سوال کریں حضرت نے پہلے درگاہ خدا میں عرض کی بعد اس کے حجر اسود کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ میں تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے تجھ میں سب انبیاء اور کل آدمیوں کا میثاق و امتحان قرار دیا ہے تو یہ بتا کہ امام حسین علیہ السلام کے بعد کون امام زمانہ اور وصی ہے اس وقت حجر اسود کو اس طرح جنبش ہوئی کہ قریب تھا کہ وہ اپنی جگہ سے باہر نکل آئے بعد اس کے زبان عربی میں گویا ہوا اَللّٰھُمَّ اِنَّ الۡوَصِیَّۃَ وَالۡاِمَامَۃَ بَعۡدَ الۡحُسَیۡنِ لِعَلِیِّ ابۡنِ فَاطِمَۃَ بِنۡتِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ (بحق خدا وصیت و امامت بعد امام حسین کے علی ابن الحسینؑ بن فاطمہؑ بنت رسول خدا کا حق ہے۔ (صلوٰۃ) کنوز المعجزات صد ۹۹، لوائج الاحزان جلد ا صد ۴۰۶۔ ایک مرتبہ ہشام ابن عبدالملک جو ابھی تک ولی عہد سلطنت تھا حج کے لئے مکہ آیا طواف کعبہ کر کے جب بوسہ دینے کے لئے حجر اسود کی طرف بڑھا تو کثرتِ حجاج کی وجہ سے وہاں تک نہ جاسکا۔ آخر ایک طرف بیٹھ گیا اور منظر حجاج دیکھنے لگا اتنے میں حضرت امام علی زین العابدین تشریف لائے جونہی لوگوں نے ان کو دیکھا مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا اور آپ نے اطمینان سے حجر اسود کو بوسہ دیا اس پر ہشام کے کسی ساتھی نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں جن کا عامتہ الناس اتنا احترام کرتے ہیں ہشام نے تجاہلِ عارفانہ کرتے ہوئے کہا کوئی ہوگا میں نہیں پہچانتا۔ فرزدق شاعر جو حکومت کے دربار سے تعلق رکھتے اور وظیفہ بھی پاتے تھے اس وقت وہیں موجود تھے ان سے نہ رہا گیا انہوں نے کڑک کے ایک برجستہ قصیدہ پڑھا جس میں حضرت کا تعارف و فضائل کا تذکرہ سب کچھ ہی تھا جس کے چند اشعار عرض خدمت ہیں. سبحان اللہ!

فرزدق کا ہشام کے سامنے قصیدہ پڑھنا

هٰذَا الَّذِیۡ تَعۡرِفُ الۡبَطۡحَآءُ وَطۡاَتَهٗ	وَالۡبَیۡتُ یَعۡرِفُهٗ وَالۡحِلُّ وَالۡحَرَمُ
هٰذَا ابۡنُ خَیۡرِ عِبَادِ اللّٰهِ کُلِّهِمۡ	هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الۡعَلَمُ
هٰذَا ابۡنُ سَیِّدَةِ النِّسۡوَانِ فَاطِمَةَ	وَابۡنُ الۡوَصِیِّ الَّذِیۡ فِیۡ سَیۡفِهٖ نَقَمُ
هٰذَا الَّذِیۡ اَحۡمَدُ الۡمُخۡتَارُ وَالِدُهٗ	صَلّٰی عَلَیۡهِ اللّٰهُ مَاجَرَی الۡقَلَمُ
مَاقَالَ لَا اِلَّا فِیۡ تَشَهُّدِهٖ	لَوۡلَا التَّشَهُّدُ کَانَتۡ لَاۤءُهٗ نَعَمُ

ترجمہ: یہ وہ بزرگ ہیں جن کے قدموں کی چاپ بطحا پہچانتا ہے خانہ کعبہ جانتا ہے حل و حرم اس سے واقف ہے یہ اس کا پسر ہے جو خدا کے بندوں میں سب سے زیادہ بہتر ہے یہ پرہیزگار ہے برگزیدہ ہے پاکیزہ مشہور ہے۔ یہ عورتوں کی سردار فاطمہؑ کے فرزند ہیں یہ اس وصی رسولؐ کے بیٹے ہیں جن کی تلوار دشمنوں کیلئے آفت ہے یہ وہ ہیں جن کے والد ماجد احمد مختار ہیں جب تک قلم چلتے رہینگے ان پر خدا کی رحمت نازل ہے۔ انہوں نے تشہد کے علاوہ کبھی لا یعنی نہیں۔ نہیں کہا۔ تشہد میں اگر لا نہ ہوتا تو یہ کبھی لا ہی نہ کہتے بلکہ ہاں یعنی نعم ہی کہتے۔ اس طرح کے اور بہت سے اشعار ہیں جب فرزدق قصیدہ سنا چکا تو ہشام نے فرزدق کو قید کرادیا حضرت سجادؑ سے کسی نے یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے بارہ ہزار درہم ان کے پاس بھیجے فرزدق نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ میں نے دنیاوی اُجرت کے لئے قصیدہ نہیں کہا بلکہ اس میں کسب آخرت کا ارادہ رکھتا ہوں حضرت

نے فرمایا ہم آلِ محمدؐ کا یہ اصول ہے کہ جو چیز دے دیتے ہیں اُسے واپس نہیں لیتے تم اسے لے لو خدا تمہیں تمہاری نیّت کا اجر بھی دے گا۔ خدا تعالیٰ علیمٌ بذات الصدور ہے۔ فرزدق نے یہ رقم قبول کرلی۔ قید سے فارغ ہونے کے بعد فرزدق خدمت امام میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے مولا میرا وظیفہ حکومت نے بند کر دیا ہے آپ نے فرمایا تیرا سالانہ وظیفہ کتنا تھا اس نے بتلایا تو امام نے چالیس سال کا اکٹھا دیدیا اور فرمایا تجھے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں پڑیگی بس تیری زندگی کیلئے کافی رقم ہے جب چالیس سال پورے ہوگئے تو فرزدق نے انتقال کیا۔ صلوٰۃ۔ بس واقعہ سے ثابت ہوا کہ امام زمانہ فرزدق کی زندگی پر نگاہ ڈال کر درہم و دینار عطا فرما رہے تھے۔ کنوز ۱۱۱۔ بزات صہ۵، تذکرہ محمدؐ و آل محمدؐ جلد ۲ ص۱۸۱، چودہ ستارے صہ ۲۱۹۔

علم غائب

آجکل مسلمانوں میں معرکتہ آرا مسئلہ ہے کہ کیا آئمہ غائب جانتے تھے یا کہ نہیں جو بزرگ علم غائب معصوم کی نفی فرماتے ہیں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے انہیں اسقدر علم غائب عطا کیا ہے کہ جس کا احصاء ان کے بس کا روگ نہیں ہے اور اگر کسی بزرگ کو انکار ہے تو ان واقعات کو جو میں نے عرض کئے ہیں اپنی کتابوں سے نکال کر باہر کردے ہاں ان واقعات کے ہوتے ہوئے علوم آل محمدؐ سے انکار کرنا حقیقت کا مذاق اڑانا نہیں تو اور کیا ہے بس اب میں امام علیہ السلام کا جنگل کے حیوانوں سے شفقت و محبت کے واقعات عرض کرتا ہوں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد مع اہلبیت اور اصحاب ایک باغ میں تشریف لائے آپ نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا جب دسترخوان بچھ گیا تو ایک ہرن غمگین صورت میں صحرا سے آکر میرے والد کے قریب ہوگیا لوگوں نے عرض کی مولا یہ ہرن کیا کہتا ہے فرمایا ہرن نے کہا کہ حضورؐ میں تین دن سے بھوکا ہوں۔ دیکھو۔ اس کو ہاتھ نہ لگانا بلکہ اس کو بلاؤ کہ وہ بھی ہمارے ساتھ کھائے اس کے بعد آپ نے ہرن کو اشارہ کیا وہ امام کے پاس آگیا اور حضرت کے ساتھ کھانے میں شریک ہوگیا ایک شخص نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھا وہ ڈر گیا آپ نے فرمایا میں نے تمہیں کہا تھا کہ اسے کوئی ہاتھ نہ لگائے اس شخص نے کہا کہ خدا کی قسم اب ایسی بے ادبی نہیں کروں گا۔ حضرت نے ہرن کو بلایا اور کھانا اُسے کھلایا اور کھانے کے بعد کچھ کہتا ہوا چلا گیا۔ لوگوں نے پوچھا حضورؐ اس ہرن نے کیا کہا ہے فرمایا تمہیں دعائیں دیتا جا رہا ہے۔ کنوز المعجزات صہ۲۔ یہی نہیں بلکہ علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں بحوالہ بصائر الدرجات نقل کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد بزرگوار حضرت امام محمدؐ باقرؑ نے فرمایا کہ جب میرے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا وقتِ وفات آیا تو کہا کہ وضو کیلئے پانی لاؤ جب پانی حاضر کیا گیا تو فرمایا اس میں کوئی مردہ جانور ہے امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ جب پانی کو روشنی میں دیکھا گیا تو واقعی اس میں چوہا مردہ تھا۔ بعد اس کے دوسرے پانی سے حضرت سجادؑ نے وضو فرمایا پھر کہا اے فرزند یہ وہ شب ہے کہ جس شب میں میرا وعدۂ وفات ہے میرے ناقہ کو اس کی جگہ باندھ دو اور کچھ چارہ اس کے آگے ڈال دو حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب حضرت کو دفن کیا گیا تو ناقہ رسّی توڑ کر اپنی جگہ سے

ناقہ کا قبر سجاد پر رونا

بھاگا اور حضرت کی قبر پہ جاکر اپنا منہ قبر پر رکھ کر رونا شروع کر دیا آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام تشریف لائے۔ فرمایا چپ رہ پھر جا خدا تجھے برکت دے یہ سُن کر ناقہ اٹھ کر اپنی جگہ پہ چلا گیا دوسرے روز پھر حضرت کی قبر پہ آکر ناقہ نے رونا شروع کر دیا اس مرتبہ لوگوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے جو اس کا حال بیان کیا تو فرمایا اس کو اس کے حال پہ چھوڑ دو کہ وہ بہت بے تاب ہے بس تیسرے روز وہ ناقہ حضرت کی قبر اطہر پر روتے روتے مر گیا۔ اللہ اکبر! جلاء العیون جلد ۲ صہ۳۱۷۔ عزادارو ساری کائنات میں ایسا نوحہ خواں آپکو نہیں ملے گا جس کے حیوان بھی ساری زندگی ماتم شبیر کرتے رہے۔ ۶۱ھ سے ۹۵ھ

بھوکے ہرن کو کھانا کھلایا

تک پورے پینتیس سال حضرت سجادؑ اپنے مظلوم باپ کو روتے رہے تقریبات، مسرت میں آپ نے جانا چھوڑ دیا۔ بازار سے گزرنا ترک کر دیا اور کبھی حضورؑ بازار سے گزرتے بھی تو قصاب اپنے ذبیحہ پر کپڑا ڈال کر چھپا دیتے۔ تھے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سجادؑ بازار میں سے گزر رہے تھے کہ قصاب کو حضرت کے آنے کا علم نہ ہو سکا۔ جوں ہی حضرت کی نگاہ ذبیحہ پر پڑی تو آپ نے رو کر فرمایا اے مرد خدا کیا تو نے اسے پانی پلا کر ذبح کیا تھا اس نے عرض کی ہاں فرزند رسولؐ میں نے اس جانور کو سیراب کر کے ذبح کیا ہے حضرت کی چیخ نکل گئی ہائے میرے مظلوم باپ آپ کو تین دن کا پیاسہ ہی ذبح کیا گیا ہے حضرت اس قدر روئے کہ حضرت کو غش آگیا۔ تصدق شیرازی کا مسدس پیش کرتا ہوں۔

تجھ سا نہیں جہاں میں بے مثل سوگوار — گردن میں طوق کُل شرافت کا شاہکار
سجادؑ تیرے منظر دربار پر نثار — آنکھوں میں خون لب پہ رہا شکر کردگار
مرقد میں اب بھی آنکھ تیری اشک بار ہے
تو کائنات درد کا پروردگار ہے

منہال کوفی کہتا ہے کہ میں ایک روز مدینہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت رو رہے تھے میں نے عرض کی مولا سب سے زیادہ مظالم کہاں ہوئے آپ نے رو کر فرمایا الشام الشام الشام منہال نے عرض کی مولا شہید ہونا راہ خدا میں، تو انبیاؑ و اوصیا کی میراث ہے حضورؑ نے فرمایا منہال تو نے میرے معاملے میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ منہال قتل ہونا تو ہماری میراث ہے مگر رسولؐ اللہ کی بیٹیوں کو درباروں میں ننگے سر پھرانا بھی کیا ہماری میراث ہے۔ امام نے فرمایا منہال آجکل کوفہ میں کیا ہو رہا ہے عرض کی کہ خدا کا شکر ہے مختار قاتلان حسینؑ کو چُن چُن کر قتل کر رہا ہے فرمایا۔ خدا مختار پہ رحمت نازل کرے کہ اس نے ہم اہلبیت پر احسان کیا ہے۔ اے منہال جب تم کوفہ جاؤ تو مختار سے کہنا کہ کوشش کر کے حرملہؐ کو گرفتار کر کے پہلے اس کے بازو قلم کرنا اور پھر اس کا سر قلم کرنا۔ کیونکہ اس نے ہم اہلبیت پر بڑا ظلم کیا ہے۔ منہال کوفہ میں پہنچ کر مختار کے دربار میں گیا۔ تو یکایک شور مچا کہ حرملہ شقی کو لایا جا رہا ہے جب حرملہؐ مختار کے سامنے پیش ہوا۔ تو مختار کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور کہا بتا ملعون تو نے کربلا میں کیا کام کیا ہے حرملہ نے کہا کہ اے امیر میرے ترکش میں تین تیر تھے ایک میں نے مشک سکینہ کو مارا اور دوسرا تیر علی اصغر کے گلے پہ مارا۔ اور تیسرا تیر میں نے امام حسینؑ کی پیشانی پہ مارا جس کی وجہ سے حضرت گھوڑے سے زمین پہ آئے یہ سن کر مختار غصے سے کانپنے لگا اور حکم دیا کہ پہلے اس کے ہاتھ قلم کر دو اور پھر اسے زمین پہ لٹا کر اس کے جسم میں کیلیں گاڑ کر اتنے تیر مارو کہ واصل جہنم ہو جائے یہ دیکھ کر منہال نے سجدہ شکر ادا کیا اور مختار کو حضرت سجادؑ کا حکم سنایا جسے سن کر تمام لوگ شدت سے روئے مگر میرے سجادؑ امام کو ولید بن عبدالملک ملعون نے خفیہ طور پہ زہر دلوا کر شہید کرا دیا۔ اور حضرت امام محمد باقرؑ نے غسل و کفن دے کر جنت البقیع میں دفن کیا۔ محافل و مجالس ص ۱۴۹۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔